يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ. (القرآن)

أفضل الراجي
في
حل السراجي

(جلد اول)

مؤلف

(مفتی) محمد افضل اشاعتی

استاذ جامعہ اکل کوا

زیر نگرانی

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

ناشر

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندوربار (مہاراشٹر)

www.besturdubooks.net

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

تفصیلات

نام کتاب : أفضل الراجي في حل السراجي

مؤلف : (مفتی) محمد افضل اشاعتی

زیر نگرانی : مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

نظر ثانی : مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی / مولانا افتخار احمد قاسمی بستوی

رابطہ : 9371321219

صفحات : ۵۶۸

تعداد اشاعت : ۱۱۰۰

کمپوزنگ : محمد مہر علی قاسمی (دھنباد، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا-8007006249

سنہ اشاعت : ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۷ء

قیمت :

طباعت :

ناشر : جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندوربار (مہاراشٹر)

ملنے کے پتے

شعبۂ دارالافتاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندوربار (مہاراشٹر)

مکتبہ ''راجی'' جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندوربار (مہاراشٹر)

www.besturdubooks.net

تفصیلی فہرست

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

کلماتِ دعائیہ

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی

رئیس جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندر بار

فنِ میراث جس کو نصف العلم کہا گیا ہے، جامعات و مدارسِ اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں داخل ہے، لیکن طلبا کی بڑی تعداد اس فن کی طرف توجہ نہیں دیتی ہے۔

الحمد للہ! جامعہ میں بھی یہ فن پڑھایا جاتا ہے، جامعہ کے نوجوان فاضل عزیزم مفتی محمد افضل اشاعتی جو چھ سال سے فن میراث کی مشہور کتاب ”السراجي في المیراث“ پڑھاتے ہیں، اللہ نے موصوف کو اس فن میں مہارت دی ہے، ماشاء اللہ! انہوں نے اپنے استاذ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی کی زیر نگرانی سراجی پر تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل بنام ”أفضل الراجي في حل السراجي“ ایک مبسوط شرح جو اردو زبان میں سراجی کی مفصل و محقق و مدلل پہلی کتاب ہے اور مدارسِ اسلامیہ کے طلبا و اساتذہ کے لیے ایک انمول و نادر تحفہ ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک موصوف کی اس کاوش جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اہلِ علم کے لیے نافع و مفید بنائے۔ آمین!

غلام محمد وستانوی

۱۱ر جمادی الثانی ۱۴۳۸

www.besturdubooks.net

مقدمہ

حضرت الاستاذ مولانا حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

الحمد للّٰه الذي أنزل علينا الكتاب وبين لنا به الطريق إلى العدل والإنصاف والصلاة والسلام على من بلغنا الرسالة وأدى الأمانة وعلم الناس الفرائض وحرضنا بتعليمه وتعلمه وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أمابعد!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”علموا الفرائض وعلموها الناس فإنها نصف العلم وهو ينسى وهو أول شيء ينزع من أمتي“

علمِ فرائض کو سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ کیوں کہ وہ نصف علم کا درجہ رکھتا ہے، اس علم کو امت فراموش کردے گی اور میری امت میں سب سے پہلے جو علم اپنی اہمیت کھودے گا وہ علم فرائض ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی، آج امت ویسے تو عمومی طور پر ہر علمِ شرعی سے دور ہوچکی ہے؛ مگر علم فرائض سے عامۃ المسلمین کے ساتھ

www.besturdubooks.net

ساتھ خواصِ امت کا ایک بڑا طبقہ بھی اس علم سے ناواقف ہے، اور وہ اس سلسلے میں کسی طرح کی دلچسپی نہیں لیتا، یہاں تک کہ یہ علم صرف دارالافتاؤں اور سراجی پڑھانے والوں میں سمٹ کر رہ گیا، ان میں بھی خال خال ہی اس میں اچھا درک رکھتے ہیں۔ طلبہ بھی اس میں دلچسپی نہیں لیتے صرف سراجی اور معین الفرائض کا پرچہ حل کرنے تک اس پر توجہ دیتے ہیں۔ جب کہ یہ علم بہت اہم اور ضروری ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ آپ اس حدیث سے بھی لگا سکتے ہیں، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

العلم ثلاثة وما سوى ذالک فضل آية محكمة أو سنة قائمة أو فريضة عادلةٌ – کہ علم تو درحقیقت صرف تین ہی ہیں:

(۱) آية محكمة

یعنی قرآن کریم کی آیاتِ غیر منسوخہ اور آیاتِ محکمات کی تفسیر کا علم۔

(۲) سنة قائمة

یعنی احادیث کا وہ ذخیرہ جو آپ صلی علیہ وسلم سے صحیح طرق سے ثابت ہے۔

(۳) فريضة عادلة

جس کے متعلق چند اقوال ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد کہ وہ حکم ہے جو کتاب وسنت سے مکمل طور پر ثابت ہو۔ بعض نے فرمایا اس سے مراد اجماعِ امت ہے۔ اور بعض نے کہا اس سے مراد قیاس شرعی ہے۔ جب کہ علما کی ایک بڑی جماعت کا رجحان یہ ہے کہ اس سے مراد علم فرائض کا جاننا ہے۔

مذکورہ احادیث کے علاوہ بے شمار آحادیث اس علم کی اہمیت پر آں حضرت صلی

www.besturdubooks.net

اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے صحابہؓ میں موجود بعض کی خصوصیتوں کا ذکر فرمایا۔ مثلاً: حضرت ابوبکر کو **أرحم أمتي بأمتي أبو بكر**، حضرت عمرؓ کو **أشدهم في أمر الله عمر**، حضرت عثمانؓ کو **أصدقهم حياءً عثمان**، حضرت معاذ بن جبل کو **أعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل** کہا، تو اسی کے ساتھ ساتھ حضرت زید ابن ثابت کو **أفرضهم زيد بن ثابت** بھی کہا۔

معلوم ہوا کہ علمِ فرائض ایک اہم ترین علم ہے، جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بنیادی علوم میں شامل کیا؛ مگر افسوس! کہ امت اس سے حد سے زیادہ غفلت برت رہی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ خاندانوں میں تقسیم میراث کے سلسلے میں اختلافات شدت پکڑتے جا رہے ہیں۔ خاص طور پر ہندوانہ رسوم سے متاثر ہو کر بہت سے بھائی اپنی بہنوں کو حصۂ میراث سے محروم رکھتے ہیں، بعضے مرتبہ نوبت غیر شرعی عدالتوں میں مقدمات اور قتل وقتال تک پہنچ جاتی ہے، ایسے حالات میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اس علم کو آسان اور تفصیلی انداز میں امت کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ طلبہ، علماء، خواص اور عامۃ المسلمین اس کو آسان دیکھ کر اس میں دلچسپی لیں، اور تقسیم میراث میں اسلام نے جو انتہائی عادلانہ نظام بنایا ہے اس کو سمجھ کر اس پر عمل کر سکیں۔

اللہ جزائے خیر سے نوازے جامعہ کے ہونہار فاضل مفتی محمد افضل اشاعتی کو کہ انہوں نے یہ بیڑا اٹھایا اور اس کتاب کو صدر شعبۂ افتاء حضرت مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی کی نگرانی میں بحسنِ خوبی مرتب فرمایا، اللہ ان کے علم سے امت کو نفع پہنچائے اور ان کے لیے آخرت میں باعث نجات بنائیں۔

www.besturdubooks.net

احقر طویل عرصہ تک دس پاروں کے ترجمہ کا درس دیتا رہا، جب بھی سورۂ نساء کے دوسرے رکوع پر پہنچتا ہوں، تو شریعت مطہرہ کی عادلانہ تقسیم سے حیران ہو جاتا ہوں، اور کہتا ہوں کہ ایسی زبردست عادلانہ تقسیم سوائے خالق و مالک حکیم وعادل اور اللہ کی زبردست ذات کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرسکتا۔

اللہ ہم مسلمانوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور علمِ میراث کی طرف توجہ کی توفیق دے تا کہ امت آپسی اختلافات سے نجات پا کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہو جائے۔

آمین یارب العالمین!

(مولانا) حذیفہ بن غلام وستانوی

بروز یک شنبہ، ۱۱؍جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ

www.besturdubooks.net

تقریظ

حضرت الأستاذ مولانا مفتی محمد جعفر ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

الحمد للّٰه رب العالمين ، والصلوة والسلام على خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين ، أما بعد !

فقد قال رسول اللّٰه ﷺ : " تعلموا الفرائض وعلموها ؛ فإنه نصف العلم ". (سنن ابن ماجه : ص ١٩٥)

علم فرائض کی فضیلت واہمیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دوارشاد: **"تعلموا الفرائض والقرآن وعلموا الناس"** . (علم فرائض وقرآن سیکھو، اور لوگوں کواس کی تعلیم دو)۔ **" تعلموا الفرائض وعلموها فإنه نصف العلم "** — (علم فرائض سیکھواوراس کی تعلیم دو، کیوں کہ وہ آدھا علم ہے) کافی ہیں۔

انسان جب تک بہ قید حیات ہوتا ہے، اس کی اپنی تمام چیزوں پر ملکیت قائم رہتی ہے، اوروہ ان میں تصرفات کا مجاز ومختار ہوتا ہے۔ **" كل يتصرف في ملكه كيف ما شاء "** . (شرح المجلة : ص/٦٥٤، رقم المادة : ١١٩٢) لیکن یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت اور تمام اہلِ جہاں کے نزدیک امر متفق علیہ ہے کہ ہر انسان کو ایک دن

www.besturdubooks.net

اس جہاں فانی سے رخصت ہونا ہے، موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ﴿**كل نفس ذائقة الموت**﴾ . (سورۂ آل عمران:۱۲۵)

موت کے بعد وہ تمام اشیائے منقولہ وغیر منقولہ جو اس کی اپنی ملک میں تھیں، ان پر سے اس کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے، کیوں کہ موت مالکیت کے منافی ہے۔ "**الموت ينافي المالكية**" اب اس کی ان چیزوں پر اس کے وارثین کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور شریعت نے ہر وارث کے لیے میت کے اس ترکہ میں ایک حصہ مقررہ کو متعین فرمایا ہے، وارثین میں ان ہی حصص وسہام کی تقسیم کے علم کو "علم میراث" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

انسان کی دو حالتیں ہیں: ایک حیات، دوسری موت۔ علم میراث کے علاوہ جتنے علوم ہیں ان کی ضرورت اسے اس کی حیات میں پیش آتی ہے، اور علم فرائض اس کے موت کے بعد کی ضرورتوں میں داخل ہے، کہ اس نے اپنے پیچھے جو کچھ مال واسباب چھوڑا ہے، اب اسے اس کے وارثین کے مابین کس طرح تقسیم کیا جائے؟ اس لحاظ سے علم میراث کو دیگر علوم کی بہ نسبت "آدھا علم" قرار دیا گیا۔

تقسیم میراث کے لیے جتنا عمدہ وشان دار، مضبوط ومعقول اور مبنی بر عدل و انصاف نظام شریعتِ اسلامیہ میں موجود ہے، دیگر ادیان ومذاہب میں اس کی نظیر ومثیل ملنا مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے، کیوں کہ اسلامی نظامِ تقسیم میراث؛ دلائلِ اربعہ، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماعِ امت اور اجتہاد وقیاسِ صحیح سے ثابت ومستنبط ہے۔ اور ان دلائل کی حقانیت وصداقت پر تمام اہلِ حق وصداقت کا اجماع واتفاق ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ہم مسلمان اپنے مسلمان ہونے کے دعویٰ؛ صوم وصلاۃ

www.besturdubooks.net

پر ہیشگی ومواظبت، اور حج وعمرہ کی ادائیگی میں تواتر وتسلسل کے باوجود میراث کی صحیح تقسیم میں انتہائی قاصر وکوتاہ واقع ہوئے ہیں۔ بعض علاقوں میں تو بیٹیوں کو میراث دینے کا رواج ہی نہیں ہے۔ اور اگر وہ مطالبہ کرتی بھی ہیں، تو بھائیوں کی طرف سے انہیں ٹکہ سا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ والد محترم نے آپ کے نکاح میں اتنا روپیہ پیسہ خرچ کیا، اور اتنا سامانِ جہیز دیا، اس لیے وہی تمہارا حصۂ میراث ہوگیا، اب والد کے ترکہ میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، جب کہ یہ بات انتہائی غلط اور غیر شرعی ہے، کیوں کہ باپ اپنی حیات میں اپنی اولاد پر جو کچھ خرچ کرتا ہے، یا جو کچھ انہیں دیتا ہے، یا تو یہ اس کے واجبات میں داخل ہے، یا پھر اس کی طرف سے ہبہ وبخشش ہے، حصۂ میراث نہیں۔ حصۂ میراث وہ ہوتا ہے جو ہر وارث کو اپنے مورِث سے اس کے مرنے کے بعد، اس کی املاک وجائداد سے ملا کرتا ہے۔

اس لیے مسلم معاشرہ میں اس سلسلے میں بیداری پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے، اور یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ خود علمائے کرام اس علم اور اس کی باریکیوں میں بیدار ذہن وماہر ہوں، اپنے وعظ وتقریر میں اسے مستقل موضوع بنائیں، لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ علمائے کرام وطلبۂ عظام کو اس علم کے تعلیم وتعلُّم میں جس قدر توجہ دینی چاہیے، نہیں دیتے، جس کی وجہ سے وہ اس علم اور اس کی باریکیوں میں نہ بیدار ذہن وماہر ہوتے ہیں، اور نہ اس سلسلے میں اپنے وعظ وتقریر میں کوئی گفتگو کرتے ہیں، لہٰذا علمائے کرام وطلبۂ عظام کو اس علم کی جانب خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

زیرِ نظر تالیف "أفضل الراجي في حل السراجي" اس فن سے واقفیت اور اس میں مہارت کے لیے انتہائی عمدہ وشان دار، محقق ومدلل، مبسوط ومفصل، معاون

www.besturdubooks.net

ومددگار ہے۔ جسے جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کے ہونہار، لائق وفائق، قابل فاضل نوجوان استاذ؛ عزیزم حافظ مولانا مفتی افضل صاحب زید مجدہٗ نے بڑی محنت وعرق ریزی کے ساتھ تالیف فرمایا ہے، موصوف کی یہ تالیفِ لطیف ودقیق بابِ میراث میں موجود دیگر تالیفات میں بہ چند وجوہ ممتاز ہے:

(۱) انداز عام فہم (۲) فنی خوبیاں اُجاگر (۳) ہر مسئلہ مختلف فیہ مع بیان اختلاف ودلائل (۴) قول مفتیٰ بہ کی تصحیح وتوضیح مع وجہ ترجیح (۵) تمام ابحاث کا خلاصہ مع نقشہ (۶) مغلق وپیچیدہ مقامات؛ جہاں عامۃً شارحین دامن بچا کر نکل جاتے ہیں- کا بہترین حل (۷) تمرینی مشقیں اور مسائل بنانے کے طریقے (۸) تقسیم میراث کے سنہرے اُصول (۹) علم حساب کے زرین اصول (۱۰) نادر نکات اور قیمتی معلومات۔

اس گراں قدر علمی خدمت کی انجام دہی پر میں موصوف کو دل کی گہرائیوں سے مبارک بادی دیتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک اسے بے انتہا قبول فرمائے، ان کے والدین، اساتذۂ کرام، اور منتظمینِ جامعہ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

مجھے قوی امید ہے کہ موصوف کی یہ حسین کاوش شوق کے ہاتھوں لی جائے گی، محبت کی نگاہوں سے دیکھی جائے گی، غور وفکر کے ساتھ پڑھی جائے گی، اور علماء وطلبہ کے قلوب میں قرار مکین پائے گی۔ فقط

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی

صدر دار الافتاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندر بار، مہاراشٹر، انڈیا

۱۲/۶/۱۴۳۸ھ

www.besturdubooks.net

(مولانا،مفتی) محمد افضل اشاعتی

کچھ دل کی باتیں

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین و علی آلہ وأصحابہ أجمعین!

الحمدللہ! پچھلے تقریباً چھ سال سے اپنے مادرِ علمی جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا میں درسِ سراجی احقر سے متعلق ہے، احقر کو ہمیشہ یہ احساس رہا ہے کہ درسِ سراجی کے لیے جو علمی و عملی صلاحیتیں درکار ہیں، احقر ان سے تہی دامن ہے، اور کسی بھی اعتبار سے اس لائق نہیں ہے کہ درسِ سراجی کی ذمہ داری قبول کرے؛ لیکن چوں کہ اس کا حکم میرے مشفق اساتذۂ کرام کی طرف سے ہوا، اس لیے تعمیل حکم کو آئندہ کے لیے فالِ نیک سمجھ کر یہ خدمت قبول کر لی جو اللہ کے فضل سے اب تک جاری ہے۔

ابتدا میں جب میں نے اپنی نااہلی کے شدید احساس سے لرزتے ہوئے سراجی کا درس شروع کیا تو مجھے یہ تصور بھی نہ تھا کہ میں کبھی اپنے درس کی تقریر کو مرتب اور ایک شرح کی شکل دے کر شائع کر سکوں گا۔ لیکن سچ پوچھئے تو اس کام میں کامیابی اولاً نصرتِ ربانی سے ملی، میرے زمانۂ طالب علمی کا واقعہ ہے، جب میں عربی سوم کا طالب علم تھا تو استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی کی کتاب "**الأصول والقواعد للفقه الإسلامي**" زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر آئی تھی، اور مسجدِ میمنی میں ہمارے روح رواں خادم کتاب والسنۃ حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کے ہاتھوں اس کا رسم

اجراء تھا، اس وقت حضرت نے حضرت قاضی مجاہدالاسلام صاحبؒ کی تربیت کا ذکر کرتے ہوئے ، حضرت مفتی صاحب کی اور اس تصنیف کی خوب تعریف کی ،اس وقت میں نے حضرت مفتی صاحب کو دیکھا حضرت کی آنکھوں میں خوشی کے آنسوں تھے، میں بھی بلااختیار رو پڑااور وہیں بیٹھے بیٹھے میں نے اللہ سے دعا کی ، کہ اے اللہ مجھے بھی اپنے ان اساتذہ کرام کی طرح کام کرنے کی توفیق عطا فرما۔رب ذوالجلال نے جو اپنے بندوں پر ہر لمحہ رحمت کی بارش کرتا ہے، احقر کی دعاؤں کو قبول فرما کر دکھا دیا، میرے دینے میں کمی نہیں ہے تمہارے مانگنے میں کوتاہی ہے۔

ثانیاً: یہ کامیابی میرے مشفق اساتذہ کرام کی توجہات اور دعاؤں سے ملی، جنہوں نے مجھے ہمت دلاتے ہوئے ،نصیحت کی کہ جو کتاب بغیر مانگے ملے وہ من جانب اللہ ہوتی ہے، اسے قبول کرلینا چاہیے کیوں کہ اس میں اللہ کی مدد ہوتی ہے۔

اللہ ان اساتذہ کرام کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

خصوصاً حضرت الاستاذ مولانا حذیفہ صاحب وستانوی کہ حضرت نے ہمت دلاتے ہوئے یہ ذمہ داری قبول کرنے کا امر فرمایا اور ہر طرح سے حوصلہ افزائی فرمائی۔

اسی طرح حضرت الاستاذ حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب دامت برکاتہم، کہ حضرت نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی، بل کہ جب میں نے پہلی مرتبہ اپنے درس سراجی کے اسباق کی تیار کردہ کاپی جو چند صفحات پر مشتمل تھی حضرت کے سامنے پیش کی، تو حضرت نے نہایت ہی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ہمت دلائی اور کہا کہ اس کو مرتب کرو، اس کو کتاب کی شکل دے کر چھاپ دیں گے۔حضرت کے اس جملے سے ہی مجھے ہمت ملی

www.besturdubooks.net

اور الحمد للہ یہ کام تقریباً ایک ہزار صفحہ پر بحسنِ خوبی پورا ہوا، مجھے خوشی ہے اور میں اللہ کا شکرادا کرتا ہوں کہ اللہ نے مجھے میرے ان مشفق ومربی اساتذۂ کرام کے ماتحتی میں کام کرنے کی توفیق عطافرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس شرح کو طلبہ کے لیے مفید بنائے، میرے لیے، میرے والدین اور میرے اساتذۂ کرام کے لیے ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔آمین یارب العالمین!

زیرِنظر کتاب دس خصوصیتوں پر حاوی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

(۱) انداز عام فہم ہے جو طلبہ کے لیے آسان ہے

(۲) فنی خوبیوں کے ساتھ آراستہ ہے

(۳) ہر ہر مسئلہ پر سیر حاصل بحث، اختلاف مع دلائل

(۴) مفتی بہ قول کی تنقیح مع وجہ ترجیح

(۵) ہر بحث کا خلاصہ آسان نقشہ میں

(۶) سراجی کے مغلق ومشکل مقامات کا حل

(۷) مشقیں اور مسئلہ بنانے کا طریقۂ کار

(۸) تقسیم میراث کے سنہری اصول

(۹) مسئلہ حل کرنے کے لیے حساب کے سنہری اصول

(۱۰) طویل فوائد، نادر نکتے اور وراثت سے متعلق انتہائی قیمتی معلومات

اخیر میں اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی غلطی ہو تو مجھے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں! تاکہ آیندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کرلی جائے۔

www.besturdubooks.net

افضل الراجی فی حل السراجی

(جلد اول)

(مفتی) محمد افضل اشاعتی

استاذ جامعہ اکل کوا

www.besturdubooks.net
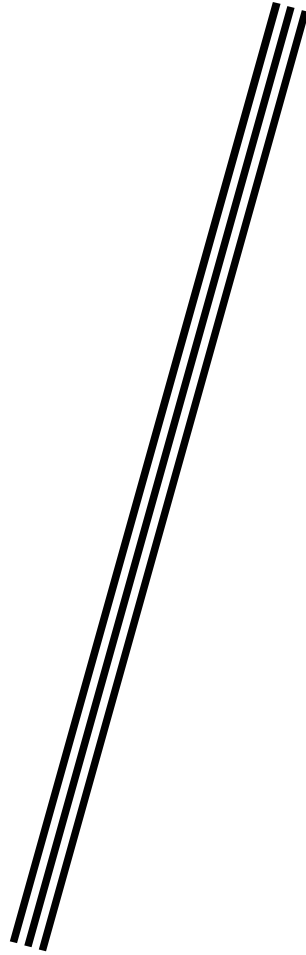
سراجی کا پہلا جزء

(مستحقین وغیر مستحقینِ میراث کا بیان)

اس کے تحت مباحثِ خمسہ بیان کئے جائیں گے:

☆ مبادیات علمِ فرائض مع مبادئ کتاب

☆ موانعِ ارث کا بیان

☆ اصحابِ فرائض کے احوال

☆ عصبات کا بیان

☆ حجب کا بیان

www.besturdubooks.net

مبادیاتِ علمِ فرائض مع مبادیٔ کتابِ سراجی

مبادیات سے متعلق دس بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱)اس فن کے اسماء مع وجہ تسمیہ (۲) موضوع (۳) غرض وغایت (۴) ارکان وشرائط مع اسبابِ ارث (۵) حکم (۶) استمداد من العلوم الثلاثۃ (من الأدلة الثلثة) (۷) علمِ فرائض کا مقام (۸) تدوین علمِ فرائض (۹) تاریخ علم فرائض (۱۰) مصنّف و مصنَّف کے احوال

بحثِ اول:

اس فن کے دونام ہیں: (الف) علمِ فرائض (ب) علمِ مواریث

(الف) علمِ فرائض کی لغوی وشرعی تعریف:

فرض کے لغوی معنی مع وجہِ تسمیہ: فرائض' فریضة کی جمع ہے، لغتاً چند معانی کے لیے آتا ہے۔

(۱) فرض بمعنی: تقدیر (اندازہ کرنا، مقدار کے مطابق کرنا) فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ أَيْ قَدَّرْتُمْ. (۱)

(۱) البقرہ: ۲۳۷

www.besturdubooks.net

وجہ: علم فرائض میں ورثاء کے سہام بھی مقدور (مقرر) ہوتے ہیں اسی لیے علم فرائض کو میراث کہتے ہیں۔

(۲) فرض بمعنی: إنزال (اتارنا) إِنَّ الَّـذِيْ فَـرَضَ عَلَيْکَ الْقُرْآنَ أَيْ أَنْزَلَ. (۱)

وجہ: اس علم کا بیان ومضمون قرآن میں اتارا گیا۔

(۳) فرض بمعنی: قطع (حتمی ہونا) نصيبًا مفروضًا أي مقطوعًا محدودًا.

وجہ: اس علم میں مقداریں (حصصِ وارثین) قطعی ہیں۔

(۴) فرض بمعنی: تبيين (بیان کرنا، واضح کرنا) قَـدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ أَيْ بَيَّنَ اللّٰهُ لَكُمْ. (۳)

وجہ: اس علم میں ہر وارث کا حصہ بیان کردیا گیا ہے۔

(۵) فرض بمعنی: إحلال: (حلال کرنا) مَـا كَـانَ عَـلَـى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ أي أحل اللّٰه له. (۴)

وجہ: اللہ نے میراث کو حلال کیا ہے۔

(۶) فرض بمعنی: مَـا يُعْطٰى مِنْ غَيْرِ عِوَضٍ (بغیر عوض کے کچھ دینا) كقول العرب ما أصبت منه فرضًا ولا قرضًا.

وجہ: میراث میں جو مال ملتا ہے، وہ بغیر عوض کے ہوتا ہے۔(۵)

(۱) القصص: ۲۵ (۲) النساء: ۷ (۳) التحریم: ۲ (۴) الاحزاب: ۳۸ (۵) حاشیہ سراجی: رقم الحاشیہ: ۵/ص ۲

(۱) فرض کی اصطلاحی تعریف:

هُوَ نَصِيْبٌ مُقَدَّرٌ شَرْعًا لِوَارِثٍ خَاصٍّ لَا يَزِيْدُ إِلَّا بِالرَّدِّ وَلَا يَنْقُصُ إِلَّا بِالْعَوْلِ. (۱)

علم فرائض کی شرعی تعریف:

هِيَ عِلْمٌ بِأُصُوْلٍ مِنْ فِقْهٍ وَحِسَابٍ تُعَرِّفُ حَقَّ كُلٍّ مِنَ التَّرِكَةِ. (۲)

علمِ فرائض چند ایسے فقہ واصول کا جاننا ہے جس سے ترکہ میں سے ہر ایک کے حق کو جانا جائے۔

تعریف میراث کے کلمات کی تحلیل:

بِأُصُوْلٍ مِنْ فِقْهٍ: اس سے مراد قواعدِ میراث، تصحیح، عول، اور رَد وغیرہ ہیں۔

وَحِسَابٍ: علم میراث میں کچھ حساب کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ (مسائلِ حساب کا بیان ان شاء اللہ قبیل التصحیح آئے گا)

حق: استقرائی طور پر یہاں پانچ حقوق مراد ہیں۔ وہ اس طرح کہ یا تو میت کا حق ہوگا یا میت پر کسی اور کا حق ہوگا، یا ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔

پہلا: تجہیز وتکفین ہے۔

دوسرا: اگر میت کے ذمہ سے متعلق ہوگا تو وہ دین مطلق ہے۔

تیسرا: یا ذمہ سے متعلق نہیں ہوگا بل کہ عین سے متعلق ہوگا۔

---

(۱) مرجع الطلاب في المواريث: ص ۱۳ (۲) ردالمحتار: ۴۸۹/۱۰

www.besturdubooks.net

چوتھا: یا تو اختیاری ہوگا، اور وہ وصیت ہے۔

پانچواں: یا اضطراری ہوگا اور وہ میراث ہے۔(۱)

مِنَ التَّرِكَة (ترکہ کی تعریف): التَّرِكَةُ فِيْ الْإِصْطِلَاحِ مَا تَرَكَهُ الْمَيِّتُ مِنَ الْأَمْوَالِ صَافِيًا عَنْ تَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ بَعَيْنٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ. (۱)

اصطلاح میں ترکہ ان اموال کو کہتے ہیں جن کو میت چھوڑے اس طور پر کہ عین مال میں غیر کا حق متعلق نہ ہو۔(۲)

(الف) مال کے اندر عموم ہے کہ وہ خواہ جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ نقد ہو یا جنس، خواہ میت کی موت کے وقت اس کے قبضہ میں ہو یا دوسرے کے، جیسے قرض پراویڈنٹ فنڈ، یہ سب ہی ترکہ قرار پائیں گے۔

(ب) جس طرح میت کا مال ترکہ بنتا ہے، اسی طرح اس کے بعض حقوق بھی ترکہ قرار پاتے ہیں، جیسے جان کے بدلے حاصل ہونے والا دیت کا مال یا بدلِ قصاص، جو میت کی زندگی میں اس کا صرف ایک حق ہوتا ہے، مال نہیں۔(۳)

---

(۱) والحقوق هٰهنا خمسة بالإستقراء، لأن الحق إما للميت أو عليه أولا ولا. الأول: التجهيز، والثاني: إما أن يتعلق بالذمة و هو الدين المطلق أو لا هو المتعلق بالعين، والثالث: إما إختياري وهو الوصية أوإضطراري وهو الميراث. (رد المحتار ۴۹۱/۱۰، كتاب الفرائض)

(۲) ردالمحتار: ۴۹۳/۱۰، كتاب الفرائض

(۳) واعلم أنه يدخل في التركة الدية الواجبة بالقتل الخطأ أو بالصلح عن العمد أو بإنقلاب القصاص مالًا بعفو بعض الأولياء.

(ردالمحتار: ۴۹۳/۱۰، کتاب الفرائض، اسلام کے عائلی قوانین: ص ۲۸۴)

www.besturdubooks.net

(ب) علم میراث کے لغوی شرعی تعریف: **الإرث في اللغة البقاء وفي الشرع انتقال مال الغير إلى الغير على سبيل الخلافة.**(۱)

اِرث کے لغوی معنیٰ 'بقاء' ہے، اور شرعاً علمِ میراث اس علم کو کہتے ہیں جس سے میت کی ملکیت اس کے زندہ ورثاء کی طرف منتقل کی جاتی ہے۔

وجہ: چوں کہ اس میں میت کی ملکیت اس کے زندہ ورثاء کی طرف منتقل ہوکر باقی رہتی ہے، اس لیے اس فن کو علم میراث کہا جاتا ہے۔

فائدہ: علامہ شنشوریؒ فرماتے ہیں کہ مواریث کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جو زمانۂ جاہلیت میں تو ثابت تھی، زمانۂ اسلام میں نہیں، اور وہ مردوں اور بڑوں کی توریث ہے؛ نہ کہ عورتوں اور بچوں کی۔

دوسری قسم: جو اسلام میں تو ثابت ہے نہ کہ جاہلیت میں اور اس کا حکم باقی ہے، اور وہ وارثین ہیں جن کا استحقاق آیاتِ مواریث، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

تیسری قسم: جو اسلام میں ثابت تھی پھر منسوخ ہوگئی، اور وہ تبنّی (لے پالک)، مواخاۃ، ہجرۃ، وصیت کے ذریعہ وارث بنانا ہے۔

چوتھی قسم: جس میں اختلاف ہے کہ وہ اسلام میں ثابت ہے یا نہیں، آیا وہ منسوخ ہے یا نہیں، اور وہ عقد موالات کے ذریعہ وارث بنانا ہے۔(۲)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض

(۲) قال العلامة الشنشوري رحمه الله: المواريث على أربعة أقسام: قسم متفق على ثبوته في الجاهلية دون الإسلام، وهو توريثهم الرجال دون النساء، والكبار دون الصغار، وقسم متفق =

www.besturdubooks.net

بحثِ ثانی: موضوع:

"الترکات" میت کے انتقال کے بعد متروکہ مال۔

فائدہ: علمِ فرائض کے موضوع میں بعض علمانے وارثین کو بھی شامل کیا ہے؛ مگر راجح قول یہ ہے کہ اس کے موضوع کے تحت صرف ترکۂ میت ہی ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: وموضوعة الترکات. (۱) کیوں کہ میت کا کل ترکہ ورثاء ہی میں تقسیم نہیں ہوجاتا بل کہ اس کے علاوہ دیگر مصارف میں بھی خرچ کیا جاتا ہے، جیسے تجہیز وتکفین، ادائے دیون، وصیت وغیرہ۔

بحثِ ثالث: غرض وغایت:

شرعی مستحقین ورثاء کو ان کا حق کما حقہ تقسیم کرنا جیسا کہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

وَغَايَتُهُ إِيْصَالُ الْحُقُوْقِ لِأَرْبَابِهَا. (۲)

بحثِ رابع: ارکان وشرائط مع اسبابِ ارث:

ارکانِ میراث تین ہیں: ۱/وارث ۲/مورث ۳/موروث (۳)

= علی ثبوته في الإسلام دون الجاهلية، وحكمه مستمر، وهو ماتضمنته آيات المواريث، وما أُلحق به بالسنة والإجماع. وقسم متفق على ثبوته في الإسلام، ونسخه وهو التوارث بالتبني والمؤاخاة والهجرة و الوصية، وقسم اختلف فيه هل ثبت في الإسلام أو لا، وبتقدير ثبوته في الإسلام، هل نسخ أم لا، وهو التوارث بعقد الموالاة. (العذب الفائض: ۱/۳۰)

(۱) رد المحتار: ۱۰/۴۹۱ (۲) ردالمحتار: ۱۰/۴۹۱

(۳) وأركانه ثلثة: وارث ومورث وموروث. (ردالمحتار: ۱۰/۴۹۱)

www.besturdubooks.net

شرائطِ میراث تین ہیں:

(۱) موتِ مورث خواہ حقیقی ہو، یا حکمی یا تقدیری۔

موت حقیقی بالکل واضح ہے، عام طور پر اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

موت حکمی کی مثال: یہ ہے کہ کسی غائب مفقود الخبر انسان کے متعلق شرعی قاضی یا محکمہ شرعیہ میں شرعی مفتی کا فیصلۂ موت کرنا، یا کسی انسان کا (نعوذ باللہ) مرتد ہوکر دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف چلے جانا۔

موت تقدیری کی مثال: یہ ہے کہ تام الخلقت بچہ کا حمل گرادینا، اس صورت میں ایک غلام کی قیمت واجب ہوتی ہے، جو اس بچہ کے ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگی۔

(۲) حیات الوارث عند موت المورث: مورث کے موت کے وقت وارث کا زندہ رہنا ضروری ہے، خواہ وارث کا زندہ رہنا حقیقتاً ثابت ہو جیسے کہ وہ دنیا میں باحیات ہو، یا تقدیراً ثابت ہو، جیسے حمل کی صورت میں موجود ہونا۔

(۳) میراث کی تمام جہتوں کا علم۔(۱)

اسبابِ میراث:

وراثت کا استحقاق تین اسباب میں سے کسی ایک سے ہوگا:

۱/قرابت ۲/زوجیت ۳/ولاء۔(۲)

---

(۱) وشروطه ثلثة، موت مورثٍ حقيقةً أو حكمًا كمفقود، أو تقديرًا كجنين فيه غرة، و وجود وارثه عند موته حيا حقيقة أو تقديرًا، كالحمل، والعلم بجهة إرثه. (رد المحتار: ۱۰/۴۹۱،۴۹۲)

(۲) ويستحق الإرث بأحد ثلثة، برحم، ونكاح صحيح، وولاء. (ردالمحتار: ۱۰/۴۹۷)

www.besturdubooks.net

فوائد: (الف) اگر کسی شخص میں استحقاق ارث کے دو تین اسباب جمع ہو گئے تو یہ حصول استحقاق کے منافی نہیں ہے، بل کہ وہ سبب کے اعتبار سے وراثت پائے گا؛ مثلاً کسی کی بیوی اس کی چچازاد بہن یا معتَقَہ ہو، تو اس شخص کو زوجیت اور چچازاد بہن یا ولاء دونوں اعتبار سے وراثت ملے گی۔(۱)

(ب) زوجیت کے سبب میراث ہونے کے لیے نکاحِ صحیح ہونا ضروری ہے، گرچہ وطی اور خلوت نہ ہوئی ہو، پس معلوم ہوا کہ نکاح فاسد اور نکاح باطل (نکاح متعہ ومؤقت) سببِ میراث نہیں ہیں۔(۲)

(ج) ولاء: اپنی دونوں قسموں (ولاء، عقدِ موالات) کے ساتھ سبب میراث ہے۔(۳)

بحثِ خامس: حکم:

علم فرائض کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے یعنی ہر جگہ اور ہر زمانہ میں اتنے لوگوں

---

(۱) قال الشامي تحت قوله بأحد ثلثة، يعني أن كل واحد منها علة للإستحقاق، بمعنى أنه لايلزم إجتماع الثلثة أو بعضها، فلاينا في حصول الإستحقاق باثنين، منها كزوجة هي بنت عم أو معتقة، فيرث منها الزوج النصف بالزوجية، والباقي بالتعصيب، أو الولاء فافهم. (رد المحتار: ۱۰/۴۹۷)

(۲) و نكاح صحيح، و لو بلا وطئ و لاخلوة إجماعا، فلا توارث بفاسد، هو ما فقد شرطا من شروط الصحة، كشهود، ولا باطل، كنكاح المتعة و المؤقت. (رد المحتار: ۱۰/۴۹۷، كتاب الفررائض)

(۳) قال الشامي تحت قوله (وولاء) أي بنوعيه: عتاق، وموالاة. (رد المحتار: ۱۰/۴۹۸)...... الولاء هو ميراث يستحقه المرء بسبب عتق شخص في ملكه، أو بسبب عقد الموالاة. (كتاب التعريفات: ص ۲۴۹)

www.besturdubooks.net

کا علم فرائض صحیح طریقہ سے جاننا ضروری ہے کہ جس کی وجہ سے امت کی ضرورت پوری ہو سکے، تا کہ میراث شرعی ورثاء کے درمیان کماحقہ تقسیم ہو سکے۔(۱)

بحثِ سادس: استمداد من العلوم الثلثة:

اس فن میں کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع امت کے ذریعے مدد حاصل کی جاتی ہے، جیسے کہ میراث کے تمام احکام کتاب اللہ میں موجود ہیں سوائے نانی اور دادی کے، اس لیے کہ نانی کا مسئلہ حضرت مغیرہؓ اور ابن سلمہؓ کی روایت سے سنت رسول میں مذکور ہے (۲)۔ اور دادی کا مسئلہ حضرت عمرؓ کے اجتہاد سے ثابت ہے، اس اجتہاد کو امت نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے؛ لہٰذا امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے قیاس کا اس میں ذرہ برابر بھی دخل نہیں ہے۔(۳)

---

(۱) عن أبی هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تعلموا الفرائض والقرآن وعلموا الناس فإني مقبوض. (السنن للترمذی: ۲/۲۹، کتاب الفرائض: ما جاء في تعليم الفرائض: الرقم: ۲۰۹۱) --- تعلّمُوا: أي علم الفرائض يريد به هذا العلم المخصوص شدة الإهتمام به، لأن الحديث الذي ذكرناه الآن يدل على شدة الإعتناء بعلم الفرائض وبتعلمه و تعليمه، وكيف لا و قد جعله النبي صلى الله عليه وسلم نصف العلم فى حديث أبي هريرة رضي الله عنه. (عمدة القاری: ۲۳/۳۵۹، کتاب الفرائض باب تعليم الفرائض)

(۲) أبوداؤد: ۲/۴۰۱، کتاب الفرائض. باب ماجاء فی میراث الجدة: رقم الحديث: ۲۸۹۴، الدارمي: ۲/۴۵۶، کتاب الفرائض باب قول أبو بكر الصديق في الجدات: الرقم: ۲۹۳۹

(۳) وأصوله ثلاث: الكتاب، والسنة في إرث أم الأم بشهادة المغيرة وابن سلمة، إجماع الأمة في إرث أم الأب بإجتهاد عمر رضي الله عنه الداخل في عموم الإجماع، وعليه الإجماع، ولا مدخل للقياس هنا. (رد المحتار: ۱۰/۴۹۲)

www.besturdubooks.net

بحثِ سابع: علمِ فرائض کا مقام:

علم فرائض بڑا باعظمت اور عظیم الشان علم ہے، اس کی فضیلت واہمیت کے لیے اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں اس کو نہایت جامع انداز میں بسط وتفصیل سے بیان کیا ہے۔ نیز سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نصف العلم سے تعبیر کیا اور خوب تاکید کے ساتھ سیکھنے کا حکم دیا؛ چناں چہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسٰى وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي** - اب یہ کہ نصف العلم کا کیا مطلب؟

اولاً تو علما کے دو گروہ ہیں: (۱) متقدمین (۲) متاخرین

ان میں سے متقدمین کا مسلک یہ ہے کہ: ہمیں اس کے معنی نہیں معلوم اور نہ ہم اس کے معلوم کرنے کے مکلّف ہیں بل کہ ہم پر تو صرف اتنا واجب ہے کہ ہم بلا تاویل وتعلیل کے جانے ہوئے بھی اس بات پر اعتقاد رکھیں کہ جو بات مخبرِ صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہیں، وہ صحیح اور حق ہے۔

اور علمائے متاخرین نے اس کی تاویل کی ہے اور مطلب بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ (واللہ اعلم بمرادہ) ان میں سے چند تاویلات درجِ ذیل ہیں۔

۱- نصفِ علم: اس وجہ سے کہا گیا کہ انسان کی دو حالتیں ہیں، ا/حیات ۲/موت۔ علم فرائض کے علاوہ دیگر تمام علوم کی ضرورت اس کی حیات میں پیش آتی ہے، جب کہ علمِ فرائض انسان کی موت کے بعد کی ضروریات میں سے ہے، تو گویا حیات سے متعلق

www.besturdubooks.net

جملہ احکام نصف العلم ہوئے اور مابعد الموت سے متعلق جمیع احکام نصف العلم ہوئے۔(۱)

۲-سبب ملک کی دو قسمیں ہیں:

(الف) اختیاری جیسے: شراء، ہبہ وغیرہ (ب) اضطراری جیسے کسی کی میراث کا مالک ہونا۔ کہ اس صورت میں انسان چاہے یا نہ چاہے اپنے حصہ کا مالک ہو ہی جاتا ہے اس مناسبت سے اسباب ملک کے اعتبار سے علم فرائض کو نصف علم کہا گیا ہے۔(۲)

۳-فن میراث کی فروعات کثیر ہیں اگر اس کو پھیلایا جائے تو حجم کے اعتبار سے یہ ایک ہی فن دیگر تمام علوم کے برابر ہو جائے گا۔

۴-تمام احکامِ شرعیہ بعض قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، بعض اجماع سے اور بعض قیاس اور بعض اجتہاد سے، اور فرائض کے تمام مسائل قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں، اس بنا پر فرائض کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، اور اسی بنا پر اس کو نصف علم قرار دیا گیا۔

بحثِ ثامن: تدوین علم الفرائض:

علم الفرائض کی اہمیت اور اس کی عظمت کے پیشِ نظر شروع ہی سے اس علم وفن کو خاص طور سے اپنایا گیا؛ بل کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس علم کو سیکھنے اور سکھلانے میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے؛ جن کے طفیل میں آج ہم تک یہ علم شریف پہنچا۔ بہت سے

(۱) وإنما جعل العلم بها نصف العلم، إما لإختصاصها بإحدى حالتي الإنسان، وهي الممات دون سائر العلوم الدينية، فإنها مختصة بالحيوة. (الشريفية: ص ۲)

(۲) وأما لإختصاصها بإحدى سببي الملک، أعني الضروري وهو الوراثة، دون الإختياري، كالشراء وقبول الهبة والوصية. (الشريفية: ص ۲)

www.besturdubooks.net

صحابہ اس علم میں کمال کا درجہ رکھتے تھے، اور وہ مکمل طور پر احکامِ میراث کے ماہر تھے، اور اس کی تمام تر جزئیات سے واقف کار تھے؛ چناں چہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت اور سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اجمعین وہ حضرات تھے جن کو اس فن شریف اور علم متین میں نہایت اہم اور اونچا مقام تھا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین عظام نے اس علم کو مکمل شرح وبسط کے ساتھ حاصل کیا، پھر حضرات ائمۂ اربعہ نے احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ وتابعین کی روشنی میں میراث کے تمام تر مسائل کی تشریح وتوضیح کر کے کتابی شکل میں اس کو جمع فرمایا؛ خاص طور پر فقہائے احناف نے اس علم کو فقہ کا جزءِ لاینفک بنادیا، اور کتبِ فقہیہ میں اس کا اہتمام فرمایا کہ مسائل فرائض کو بڑے اہتمام کے ساتھ کتاب الفرائض کا عنوان دے کر بیان کیا۔ ان کے علاوہ مستقل کتب بھی علم فرائض میں تصنیف کی گئیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ فرائض چوں کہ علم فقہ ہی کا ایک شعبہ ہے؛ لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ اس کی تدوین کا زمانہ بھی وہی ہوگا جو فقہ کی تدوین کا زمانہ ہے۔ سیدنا امام اعظمؒ کے زمانہ میں فرائض ابن ابی لیلیٰ اور فرائض ابن شبرمہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے اصحاب میں کتاب ابی ثور اور کتاب الکرابیسی کا تذکرہ ہے۔ ان سب سے زیادہ مبسوط کتاب محمد بن مروزی کی ہے۔ خود فرماتے ہے: **كتابنا في الفرئض يزيد على ألف ورقة** (فرائض میں ہماری کتاب ایک ہزار سے زیادہ اوراق پر مشتمل ہے)۔

www.besturdubooks.net

جب کہ اوپر کے سطور میں یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ پہلے فرائض کے مسائل کو فقہ کے دیگر مسائل کے ساتھ الگ سے کتاب الفرائض کا عنوان قائم کر کے لکھا جاتا تھا، یعنی فرائض کے مسائل دیگر ابوابِ فقہیہ سے الگ نہ تھے؛ مگر رفتہ رفتہ جب اس کے جزئیات بڑھتے گئے اور فروعات نے وسعت اختیار کی، تو پھر اس موضوع پر مستقل طور پر علاحدہ کتابیں تصنیف کی جانے لگیں؛ چناں چہ علم الفرائض پر جو کتابیں تصنیف کی گئیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کتاب الفرائض لابن لبان محمد عبداللہ المصری، المتوفی ۴۰۲ھ

(۲) کتاب الفرائض لابن عبداللہ یوسف القرطبی، متوفی ۴۶۳ھ

(۳) کتاب الفرائض لاسحاق بن یوسف فرضی الیمنی، متوفی ۵۰۰ھ

(۴) الکافی - جاراللہ زمخشری

(۵) رائض فی الفرائض - ابوالقاسم احمد بن محمد بن خلف شبلی، متوفی ۵۸۰ھ

(۶) کتاب الفرائض لابی الرشید مبشر بن علی احمد الحاسب الرازی، متوفی ۵۸۹ھ

(۷) کتاب الفرائض لابی الرجاء - مختار بن محمود، المتوفی ۶۵۸ھ

اس کے علاوہ بھی بہت سی اہم کتابیں اس فن میں علمائے سلف و خلف نے تصنیف کی ہیں۔ اب اس دور میں اس فن کی اہم ترین اور متداول کتاب ”السراجي في الميراث“ ہے- جو شیخ سراج الدین محمد بن عبدالرشید السجاوندی کی تصنیف لطیف ہے، اور جو مدارسِ اسلامیہ میں داخلِ درس اور شاملِ نصاب ہے۔ اس لیے مختصر انداز میں کتاب اور صاحبِ کتاب کا تعارف بھی پیشِ خدمت ہے۔(۱)

---

(۱) سعادۃ العلوم فی مبادیات الفنون: ص ۴۹۶ تا ۴۹۸

www.besturdubooks.net

بحثِ تاسع: تاریخ علمِ فرائض:

اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں میت کے پسماندگان میں سے صرف ان مردوں کو میراث ملتی تھی جو میدانِ جنگ کے قابل ہوتے تھے۔ کمزوروں، بے بسوں اور ضعیفوں کو میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا، بچوں اور بیواؤں کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ یہ سب روتے بلبلاتے رہ جاتے اور ان کے سامنے سب جوان؛ قوی اور مالدار لوگ سارا مال واسباب سمیٹ کر لے جاتے؛ مگر آخر یہ مظالم کب تک ہوتے رہتے؟

چناں چہ ان ضعیفوں اور بے سہارا لوگوں کی چیخ وپکار اور آہ وبکاء کے ہجوم نے عرش الٰہی کو مضطرب کر دیا تو رحمت باری جوش میں آئی اور اللہ العزت نے اس پر آشوب ماحول کی اصلاح کے لیے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور تمام رائج برائیوں اور غلط معاملات کی بتدریج اصلاح فرمائی؛ حتی کہ میراث کا نمبر آ گیا ۔پس اس رب علیم وحلیم نے اس صیغہ کی بھی اصلاح فرمائی۔

زمانۂ جاہلیت میں میراث تین علاقوں کی وجہ سے ملا کرتی تھی:

(۱) علاقۂ نسب: یعنی میت کی اولاد یا میت کے آباء واجداد، یا آباء واجداد کی اولاد (چچا) وغیرہ داخل ہیں۔

(۲) علاقۂ موالات: (معاہدہ) یعنی دو شخصوں کا باہم یہ اقرار کر لینا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے رنج وغم، راحت وآرام اور موت وحیات میں برابر شریک رہیں گے اگر ہم میں سے کسی ایک پر کوئی تاوان آئے تو دوسرا بھی اس کا ذمہ دار ہوگا۔اور ایک کے مرنے کے بعد دوسرا اس کی میراث کا بھی حقدار ہوگا۔

www.besturdubooks.net

(۳) متبنّٰی کر لینا: یعنی کسی غیر کے لڑکے کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالینا تو اب یہ بھی حقیقی بیٹے کی طرح ہوتا اور دونوں بھی ایک دوسرے کی میراث پاتے۔

جب اللہ نے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت وسیادت میں دین اسلام نازل کیا تو اس کے ابتدائی دور میں بھی یہی تینوں سبب رائج تھے اور انھیں کی بنا پر کوئی شخص دوسرے کی میراث کا حقدار ہوتا تھا؛ لیکن کچھ آگے چل کر جب ہجرت فرض ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے اور مدینہ کو اپنا وطن بنالیا تو اب اسلام میں ایک علاقہ اور بڑھ گیا، یہ تھا علاقہ مواخات، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس مہاجر کو دوسرے انصاری کا بھائی بنا دیتے تو وہ دونوں آپس میں ایک دوسر ے کی میراث کے بھی حقدار ہوتے (جو فی الحقیقت معاہدہ ہی کی ایک قسم تھی) پھر آگے چل کر وصیت فرض کر دی گئی اور یہ حکم ہوا کہ ہر شخص جب موت کے قریب ہو تو وہ اپنے والدین اور اقارب کے لیے وصیت کر دے اور اپنی سمجھ کے مطابق ان کے لیے اپنے ترکہ میں سے حصے مقرر کر دے؛ چناں چہ یہ آیات شریفہ نازل ہوئیں: کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَا، نِ الْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ.

پھر جب اللہ رب العزت کو اس صیغۂ میراث کی بالکلیہ اصلاح منظور ہوئی تو اس حکیم نے اپنی عادت اور اپنے ضابطے کے مطابق ایک خاص حکیمانہ انداز سے بتدریج اس کی اصلاح شروع کی، کیوں کہ دفعتاً کوئی ایسا نیا حکم نازل کر دینا جو کہ عادت انسان اور اس کے مزاج ومذاق کے خلاف ہو یہ طبیعت انسانی پر بہت شاق گزرتا ہے، لہٰذا اولاً تو یہ بات سمجھائی کہ جس طرح سے میراث میں مردوں کا حق ہے اسی طرح اس میں عورتوں کا بھی حق

www.besturdubooks.net

ہے؛ چناں چہ اِس حکم کو لے کر آیتِ کریمہ:" **للرجال نصیب مما ترک الوالدین والأقربون وللنساء نصیب مماترک الوالدان والاقربون**" نازل ہوئی۔

اس حکم خداوندی کا نزول کب ہوا؟ اوراس آیت کریمہ کا شان نزول کیا ہے ؟اس بارے میں علمائے کرام ومفسرین کے مختلف اقوال کتب تفسیر میں منقول ہیں تاہم علماء کی تصریح کے مطابق صحیح ترین قول وہی ہے جس کو مفسر اسماعیل بن کثیر رحمہ اللہ علیہ نے اور مفتیٔ بغداد علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب روح المعانی میں نقل کیا ہے۔وہ یہ کہ حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عیہ کا انتقال ہوگیا اورانہوں نے ایک زوجہ مسماۃ اُم کُجَّه اور تین بیٹیاں (ایک روایت کے مطابق دو بیٹیاں اور ایک بیٹا اور ایک روایت کے مطابق دو بیٹیاں) چھوڑ یں۔حضرت اوسؓ کے انتقال بعد حسب دستو رِقدیم حضرت اوسؓ کے وصی اور کار پردازوں نے ان کا پورا مال اوسؓ کے چچازاد بھائی خالد اور عرفطہ کو دے دیا اور بیچاری بیوہ اور یتیم اولاد روتی چیختی رہ گئیں ان کی آہ وبکاء کو سننے والا کوئی نہیں تھا ایسے بے کس اور بے بس درد کے ماروں کا غم خوار اور فریادرس صرف ذاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھی۔چناں چہ اُم کُجَّه بے قرار اور گھبراتی ہوئی بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اورعرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علی وسلم اوس کا انتقال ہوگیا ہے اوران کے کارپردازوں نے نہ مجھ کو کچھ دیا ہے نہ میری بیٹیوں کو۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حال سن کر بہت رنج ہوا؛ مگر چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم " **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوحٰى** " کا مصداق تھے اوراس وقت تک اس کے متعلق کوئی فرمان خداوندی نازل نہیں ہوا تھا، اس

www.besturdubooks.net

لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وقتی طور پر تسلی دے دی اور کہہ دیا کہ صبر کرو! انشاء اللہ مولائے کریم اس کے متعلق کوئی حکم نازل کرے گا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین کے حکم کے منتظر تھے کہ اس حکیم جل جلالہ نے احکام میراث کی تمہید باندھتے ہوئے، آیت کریمہ "لِلرِّجَالِ نَصِیبٌ مِّمَّا تَرَکَ الخ" نازل کی........؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسؓ کے کارپردازوں کو کہلا بھیجا کہ میراث میں اب صرف مردوں ہی کا حق نہیں ہے بل کہ اللہ تعالیٰ نے ترکہ اور میراث میں عورتوں کا بھی حق رکھا ہے؛ مگر اب تک کوئی مقدار اور حصہ مقرر نہیں کیا گیا ہے؛ لہٰذا تم اوسؓ کے مال کو بجنسہٖ محفوظ رکھنا اس میں سے ایک حبّہ بھی خرچ نہ کرنا۔ انشاء اللہ عنقریب کوئی حصہ متعین کر دیا جائے گا۔ ابھی اس واقعہ کو کچھ ہی عرصہ گزرا تھا اور کوئی حصہ بھی مقرر نہیں ہوا تھا کہ ایک دوسرا واقعہ پیش آیا۔ قبیلۂ خزرج کے ایک مشہور جلیل القدر انصاری صحابی حضرت سعد بن ربیعؓ شوال ۳ھ میں غزوۂ اُحد میں اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جنگ کرتے ہوئے ۱۲؍زخم کھا کر شہید ہو گئے اور ایک بیوی اور دو بیٹیاں چھوڑیں، حسبِ رواج قدیم آپ کے بھائی نے پورا مال لے لیا اور حضرت سعدؓ کی بیوی اور دونوں بیٹیاں محروم رہ گئیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے مظلوموں اور بے کس مسلمانوں کا ماویٰ اور ملجا صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہی تھی؛ لہٰذا یہ بھی اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے باپ سعدؓ نے احد میں دینِ اسلام کی خاطر اللہ کے راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر جان نچھاور کر دی، ان کا جو کچھ ترکہ تھا وہ ان لڑکیوں کے چچا نے لے لیا اور ابھی ان لڑکیوں کی شادی بھی کرنی ہے۔ آپ صلی

www.besturdubooks.net

اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلہ کو بھی اللہ کے سپرد کر دیا اور حضرت سعد بن ربیعؓ کی بیوی کو بھی تسلی دیتے ہوئے کہہ دیا کہ انشاء اللہ ربِ حکیم عنقریب ہی کوئی حکم نازل فرمائے گا؛ چناں چہ یہ واپس ہوئیں اور کچھ عرصہ صبر کرتی رہیں، ایک دن پھر روتی ہوئی بارگاہ رحمۃ للعالمین میں اپنا دکھڑا سنانے کو آئیں ان کا یہ رونا ہی اللہ کی رحمت کا باعث بن گیا اور میراث کا آخری، قطعی اور مفصل حکم "يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ الخ" نازل ہوا جس میں خداوند علیم وحکیم نے نہایت جامع اور حسین پیرایہ میں بیوی، بیٹیوں اور دیگر تمام وارثوں کے نہایت صاف صاف قطعی اور ابدی حصے بیان کر دیئے (جن میں کسی قسم کے شک وشبہ کی اور کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے)۔ چناں چہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت سعد بن ربیعؓ کے بھائی کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنے بھائی "سعد" کے مال میں سے "دو تہائی ان کی بیٹیوں کو اور آٹھواں حصہ ان کی بیوی کو دے دو اور جو باقی رہ جائے وہ تمہارا، اس کے بعد آپ نے اوس بن ثابتؓ کے ترکہ میں سے دو تہائی ان کی بیٹیوں کو، آٹھواں حصہ ان کی بیوی کو اور باقی مال ان کے چچازاد بھائیوں کو دلوا دیا، اور اب اس طرح سے اسلام کے اس آخری اور ابدی ضابطۂ میراث پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔

اگرچہ میراث کے یہ احکام اور خاص طور سے عورتوں کو میراث سے حصہ دینا لوگوں کے لیے ایک عجیب اور نامانوس حکم تھا اور ان کی طبیعت کے بالکل خلاف تھا؛ مگر ربِ حکیم نے اس حکم کو اس حسنِ تربیت سے نازل کیا کہ ان کو ناگواری تو کیا ان کو تو اس کا بالکل احساس بھی نہیں ہوا بل کہ ایک قسم کی خوشی ہوئی۔ اس طور پر کہ اس حکیم وعلیم نے ابتداءً یہ بتلا دیا کہ میراث میں جس طرح مردوں کا حق ہے اسی طرح عورتوں کا بھی حق ہے۔

www.besturdubooks.net

تو اس سے لوگ چونک پڑے اور عام عقل انسانی سوچ وفکر میں مبتلا ہوگئی اور غور وفکر کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچی کہ شاید اب عورتوں کو بھی مردوں کے برابر کی حقدار ٹھہرایا جائے گا۔ (جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی ہمدردی کرتے ہوئے ایک طویل غور وفکر کے بعد عامر نامی شخص نے عورتوں کو مردوں کے برابر حصہ دلوانا شروع کیا تھا (پھر کچھ ہی روز میں یہ سلسلہ متروک ہوگیا) جب لوگوں کی سوچ یہاں تک پہنچی تو اب اللہ نے اپنا حکم ''للذ کر مثل حظ الانثیین'' (عورتوں کے لیے مردوں کا آدھا حصہ ہے) نازل کیا جو ان کے لیے گرانی کے بجائے خوشی کا باعث بنا اور انہوں نے اس کو بصمیمِ قلب بلا چوں وچرا قبول کیا؛ کیوں کہ پہلے بظاہر برابری معلوم ہوئی تھی اور اب......مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کا حصہ آدھا ہونا معلوم ہوا۔

علاوہ ازیں انداز بیان بھی لطیف اور ہمدردی وخیر خواہی کا اپنایا گیا۔ نیز عورتوں کو مردوں سے آدھا حصہ دینا عین حکمت وعدل کے موافق بھی ہے؛ نہ کہ عورتوں پر ظلم؛ کیوں کہ دینا بھر کے سارے اخراجات حتیٰ کہ بیوی کا نفقہ بھی مرد پر واجب ہوتا ہے، جب کہ عورت کے ذمہ کسی قسم کا کوئی خرچ نہیں' دیگر اخراجات تو درکنار خود اپنی ذات کا خرچ بھی اس کے ذمہ نہیں ہے خواہ عورت کتنی ہی صاحب ثروت (مال دار) کیوں نہ ہو بل کہ بیوی کا خرچ بھی اس کے شوہر پر واجب ہوتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بل کہ شوہر سے مہر کی رقم بھی لیتی ہے، تو پھر یہ حکم عورتوں کے حق میں ظلم کیسا؟

الغرض! جب منشائے خداوندی پورا ہوا اور آیات میراث نازل ہوگئیں تو اس آخری حکم میراث نے قدیم تمام احکام کو منسوخ کر دیا جو عارضی طور پر کسی مصلحت کی بنا پر

www.besturdubooks.net

چندروز کے لیے جاری کیے گئے تھے یا پہلے سے چلے آرہے تھے؛ چناں چہ مہاجرین وانصار کی باہمی وراثت کا قصہ ختم ہوا۔ متبنّیٰ کا میراث سے حصہ بند ہوااور وارثوں کے لیے وصیت ناجائز قراردی گئی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر صاف اعلان کردیا کہ "إِنَّ اللّٰـهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ أَلا فَلا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ"۔ پس اب اسلام کے آخری وابدی نظام میراث کے مطابق اسباب وعلاقاتِ میراث صرف تین رہ گئے :(۱)نسب (۲) نکاح (۳)ولاء ۔اور اللہ تعالیٰ نے میراث کے اس طویل باب کو جوحسبِ ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''نصف العلم'' کی حیثیت رکھتا ہے،' نہایت جامع ومختصرسی عبارت میں بہت مفصل ایسے معجزانہ انداز میں بیان کردیا کہ اس مختصرسی عبارت میں سمندرسمودئے ہیں جو ہرعقلمند کو اعجاز قرآن کالوہامانے پرمجبورکرتا ہے ۔چناں چہ اس علم میراث پراب تک جتنا لکھا گیاہے اور جو کچھ لکھا جارہاہے اورتاقیامت جتنا لکھاجائے گا وہ سب فی الواقع انہی چندآیات کی تفسیروتشریح ہے۔ **فسبحان اللّٰہ العلیم الحکیم!**

بحث عاشر:مصنِّف ومصنَّف کےاحوال:

السراجی في المیراث:

فنِ میراث کی اہم ترین کتاب ہے، جو مسائل میراث کے تمام فروعات وجزئیات کوحاوی اورشامل ہے۔اللہ رب العزت نے اس کتاب کوایک خاص مقبولیت عطافرمائی ہے۔اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا سکتا ہے کہ ہر دور کے علماءِ کباراور

www.besturdubooks.net

محققین عظام نے اس کی توضیح وتشریح کا فریضہ انجام دیا ہے۔ چناں چہ صاحب کشف نے بیس سے اوپر شروحات کا تذکرہ کیا ہے۔

مصنفِ کتاب کے حالات:

آپ کے حالات تفصیل کے ساتھ دستیاب نہیں ہو سکے اس لیے مختصراً قلمبند کیا جاتا ہے۔ آپ کا نام محمد ہے، والدِ محترم کا نام محمود ہے، اور دادا کا نام عبد الرشید ہے، کنیت ابوالطاہر ہے اور لقب سراج الدین ہے، حنفی المسلک تھے اس لیے حنفی کہا جاتا ہے، اور سجاوند'' جو کہ خراسان یا افغانستان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے'' کی طرف نسبت کرتے ہوئے سجاوندی کہا جاتا ہے۔ ولادت اور وفات کے سلسلہ میں کسی نے کوئی تصریح نہیں کی ہے، حتی کہ صاحب کشف الظنون نے بھی المتوفی کہہ کر بیاض چھوڑ دی ہے، البتہ یہ تخمینہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی کتاب سراجی کی شارحین میں ابوالحسن حیدرہ بن عمر الصغانی وہ شخصیت ہیں، جن کا انتقال ۳۵۸ھ میں ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ سجاوندی اسی صدی کے عالم ہیں۔

اس لیے کے جتنے بھی شارحین ہیں، سب اس کے بعد کے ہیں۔

علامہ سجاوندی اپنے وقت کے ان علما میں سے ہے، جن کا شمار رجال العلم میں ہوتا ہے۔ علم وعمل کے پیکر تھے، فقیہ اور فرّاض تھے۔(۱)

---

(۱) سعادۃ العلوم فی مبادیات الفنون: ص ۴۹۸، ۴۹۹

www.besturdubooks.net

حقوقِ اربعہ کا بیان

قَالَ عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى: تَتَعَلَّقُ بِتَرِكَةِ الْمَيِّتِ حُقُوقٌ أَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ، اَلْأَوَّلُ يُبْدَأُ بِتَكْفِينِهٖ وَ تَجْهِيزِهٖ مِنْ غَيْرِ تَبْذِيرٍ وَلَا تَقْتِيرٍ، ثُمَّ تُقْضٰى دُيُوْنُهٗ مِنْ جَمِيعِ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهٖ، ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ، ثُمَّ يُقْسَمُ الْبَاقِي بَيْنَ وَرَثَتِهٖ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ.

ترجمہ: ہمارے علما (احناف) نے فرمایا ہے کہ میت کے ترکہ کے ساتھ ترتیب وار چار حقوق متعلق ہوتے ہیں، پہلے ابتدا کی جائے گی اس کی تجہیز و تکفین سے بغیر زیادتی اور کمی کے، پھر اس کے باقی تمام مال سے اس کے قرضے ادا کئے جائیں گے، پھر ادائے قرض کے بعد باقی ماندہ کے ثلث میں اس کی وصیتیں نافذ کی جائیں گی، پھر مابقیہ مال کو میت کے ان وارثین کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا جن کا وارث ہونا کتاب اللہ، حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔

توضیح وتشریح: اس عبارت کے تحت پانچ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) حقوق اربعہ کی وجہ حصر (۲) حق اول کی تشریح (۳) حق ثانی کی تشریح

(۴) حق ثالث کی تشریح (۵) حق رابع کی تشریح

www.besturdubooks.net

بحثِ اول: حقوقِ اربعہ کی وجہ حصر:

جو ترکہ میت سے متعلق ہوگا یا تو میت کو اس میں سے نفع پہنچے گا یا نہیں، اگر اس میں میت کو نفع پہنچ رہا ہے، تو وہ میت کا کفن دفن ہے، اگر میت کو اس سے نفع نہیں پہنچ رہا ہو تو وہ اس کی موت سے پہلے ثابت ہوگا، یا نہیں ہوگا! اگر موت سے پہلے ثابت ہوگا تو وہ قرض ہے، اگر موت سے پہلے ثابت نہیں ہوگا تو میت کی طرف سے اس کا ثبوت ہوگا یا نہیں؟ اگر میت کی طرف سے ثبوت ہوگا تو وصیت ہے، اور اگر میت کی طرف سے ان کا ثبوت نہیں ہوگا تو میراث ہے۔(۱)

سوال: حقوقِ اربعہ کے ساتھ "مرتبة" کی قید کیوں لگائی گئی؟

جواب: مرتبۃً کی قید اس لیے لگائی گئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ میت کے ترکہ سے متعلق یہ چاروں حقوق ترتیب وار واجب ہوتے ہیں۔(۲)

بحثِ ثانی: حق اول کی تشریح:

اَلْأَوَّلُ يُبْدَأُ بِتَكْفِينِهٖ وَ تَجْهِيْزِهٖ مِنْ غَيْرِ تَبْذِيْرٍ وَلَا تَقْتِيْرٍ.

حقِ اول میت کی تجہیز و تکفین ہے۔

---

(۱) ووجه الضبط: أن يقال مايتعلق بتركة الميت، إما أن يكون للميت حظ منه أولا، الأول التكفين، والثاني أما أن يكون ثابتا قبل الموت أولا، الأول الدين، و الثاني أن يكون ثبوته من قبل الميت أولا، الأول الوصية، والثاني قسمة التركة. (حاشیہ کتاب سراجی: رقم ۵/ص ۳)

(۲) مرتبة أي مقدم بعضها على بعض. (الشريفية: ص ۳)

www.besturdubooks.net

حق اول سے متعلق چار بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) حقِ اول کی اولیت پر دلیل نقلی وعقلی (۲) من غیر تبذیر ولا تقتیر کی وضاحت

(۳) اسئلۂ ثلثہ مع اجوبہ (۴) ایک اہم فائدہ

بحثِ اول: حق اول کی اولیت پر نقلی دلیل:

عَنْ خَبَّابٍ.....، أَنَّ مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرٍ مَاتَ، وَ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا ثَوْبًا، كَانُوْا إِذَا غَطُّوْا بِهِ رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلاهُ، وَ إِذَا غَطُّوْا بِهِ رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَطُّوْا رَأْسَهُ، وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ الْإِذْخِرَ. (۱)

مفہوم حدیث وطریقۂ استدلال:

مذکورہ بالا حدیث میں ہے کہ مصعب بن عمیرؓ کا جب انتقال ہوا تو ان کے پاس سوائے ایک چادر کے اور کوئی کپڑا نہیں تھا، اگر سر ڈھانکتے تو پیر کھل جاتے، اور پیر ڈھانکتے تو سر کھل جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سر ڈھانک دو، اور پیر پر اذخر گھاس ڈال دو، اور انہیں کفن پہنا کر دفن کر دیا گیا، کسی نے ان پر قرض اور وصیت کا سوال نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر قرض وصیت کو حقِ تقدم حاصل ہوتا تو ضرور اس کا سوال کیا جاتا۔

عقلی دلیل:

میت کی زندگی کی حالت پر قیاس کریں گے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کے بدن کے کپڑے بیچ کر دَین کی ادائیگی واجب نہیں تھی ایسے ہی مرنے کے بعد اس کے لباس کی

(۱) (السنن للترمذي: ۲/۲۲۴، كتاب المنا قب، باب مناقب مصعب بن عمر)

www.besturdubooks.net

ضرورت کو ادائے دین پر مقدم رکھا گیا ہے۔(۱)

بحثِ ثانی: من غیر تبذیر ولا تقتیر کی وضاحت:

یعنی میت کی تکفین میں اسراف اور بخل سے احتراز کیا جائے خواہ وہ کمی بیشی کپڑوں کے تعداد کے اعتبار سے ہو یا قیمت کے اعتبار سے۔ باعتبارِ عدد ثیاب کمی بیشی کی مثال: مردوں کو تین کپڑوں اور عورتوں کو پانچ کپڑوں میں کفن دینے کا حکم ہے، اب اس میں کمی کرنا کہ مردوں کو تین سے کم میں اور عورتوں کو پانچ سے کم میں کفن دینا، یہ تقتیر (بخل) ہوگی؛ اور تین اور پانچ کپڑوں سے زیادہ کرنا تبذیر ہوگا۔ باعتبارِ قیمت ثیاب کمی بیشی کی مثال: آدمی عموماً تین طرح کے لباس استعمال کرتا ہے۔

(الف) اعلیٰ: عید، تہوار اور جشن شادی بیاہ کے موقع پر۔

(ب) متوسط: دوستوں، رشتے داروں سے ملاقات کے موقع پر۔

(ج) ادنیٰ: اپنے گھر، مقام اور عام حالات میں۔

اس میں درمیانی قسم کے لباس کی قیمت کے اعتبار سے کفن ہونا چاہیے، اگر قیمت پہلی قسم کے اعتبار سے ہوگی تو تبذیر ہے، اور اگر آخری قسم کے اعتبار سے ہوگی تو تقتیر کہلائے گا۔(۲)

---

(۱) وإنما كان قضاء الدين مؤخرا عن الكفن، لأنه لباسه بعد وفاته، فيعتبر بلباسه في حياته، ألا ترى أنه يقدم على دينه، إذ لا يباع ما على المديون من ثيابه مع قدرته على الكسب.

(الشريفية: ص٥، البحر الرائق: ٩/٣٦٦)

(۲) وذلك اما بإعتبار العدد، فتكفين الرجل بأكثر من ثلثة أثواب. المراة بأكثر من خمسة =

www.besturdubooks.net

بحثِ ثالث: اسئلۂ ثلاثہ مع اَجوبہ:

سوال اول: "یبدأ" اس لفظ پر یہ اعتراض ہے کہ "الأول" کہنا کافی تھا، الاول کے ساتھ "یبدأ" کا اضافہ زائد معلوم ہوتا ہے۔

جواب: زائد نہیں ہے، مصنفؒ کا مقصد حقوقِ اربعہ میں سے پہلے حق کے پہلا ہونے کو مؤکد کرنا ہے؛ کیوں کہ وفات کے بعد سب سے پہلے تجہیز و تکفین کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے، اس لیے سب سے پہلے اسی سے آغاز کیا جائے گا۔(۱)

سوال ثانی: تجہیز کے ذکر کے بعد تکفین کا لفظ زائد معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اصطلاحاً تجہیز میں وہ تمام امور داخل ہیں جن کی وفات کے بعد سے دفن تک ضرورت پڑتی ہے؟

جواب: شاید مصنفؒ نے تکفین کے زیادہ اہم ہونے کے پیشِ نظر خصوصی طور پر یہ لفظ بڑھادیا ہے۔(۲)

سوالِ ثالث: ترکۂ میت میں حقوقِ اربعہ (تکفین، ادائے دین، تنفیذِ وصایا،

= تبذير، و بأقل مما ذكر تقتير. و إما بإعتبار القيمة، فإذا كان يلبس في حياته ما قيمته عشرة مثلا، فلو كُفِّنَ بما قيمته أقل أو أكثر منها كان تقتيرا أو تبذيرا، و إذا كان له ثوب يلبسه في الأعياد. والثاني يلبسه بين أقرانه. والثالث يلبسه في داره يكفن بالثاني لأن الأول أعلى والثالث أدنىٰ فالمتوسط أولى. (الشريفية: ص ۳)

(۱) وأشار بلفظ الإبتداء إلى الترتيب تاكيدا، وإن كان قوله الأول يغني عنه.

(حاشیہ کتاب سراجی: رقم ۶/ص ۳)

(۲) والتجهيز هوفعل ما يحتاج اليه الميت من حين موته إلى دفنه، حتى القبر فعلى هذا لا حاجة إلى ذكر التكفين، ولكن ذكره إهتماما بشأنه. (حاشیہ کتاب سراجی: رقم ۷/ص ۳)

www.besturdubooks.net

تقسیم بین الورثہ) کو ترتیب وار جاری کرنا اور حقوقِ اربعہ میں تکفین کو حقوقِ ثلثہ پر مقدم کرنا، کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ جب کہ ہم میت کے ترکہ پر بعض حقوق کو حقوقِ اربعہ پر مقدم دیکھتے ہیں، جن کی مثال مندرجۂ ذیل ہے:

(الف) اگر میت نے اپنی زندگی میں کوئی شئ رہن رکھ کر مرتہن سے قرض لیا ہو، اور میت نے ابھی قرض ادا نہیں کیا اور مر گیا، اور میت کے پاس اس مرہونہ شئ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے، تو اس مرہونہ شئ سے اولاً مرتہن کا قرضہ چکایا جائے گا، پھر حقوقِ اربعہ کی ادائیگی ترتیب وار ہوگی۔

(ب) میت کی زندگی میں اس کے غلام نے اگر کوئی جنایت کی ہے، اور آقا کے پاس اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہیں ہے، تو اولاً اس غلام کو فروخت کر کے اس کا تاوان ادا کیا جائے گا پھر میت کے حقوقِ اربعہ کی فکر کی جائے گی۔

(ج) میت نے اپنی زندگی میں کوئی مبیع خریدی اور اس کا ثمن ادا نہیں کیا، میت کے پاس اس مبیع کے علاوہ اور کوئی مال نہیں ہے، تو پہلے اس مبیع کو بیچ کر بائع کے ثمن کو ادا کیا جائے گا پھر حقوقِ اربعہ کی ادائیگی کی جائے گی۔(۱)

جواب: ترکۂ میت پر اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں ہے، کیوں کہ یہ مذکورہ حقوق جب تک کسی مال میں باقی رہیں گے اس مال کو ترکۂ میت نہیں کہا جائے گا۔

(۱) "واعلم ان الإبتداء با لكفنِ ليس مطلقًا، كما تشعر به عبارته الكتاب، بل كل حق للغير تعلق به بعين التركة، فإنه مقدم على تكفينه كالدين المتعلق المرهون، إذا لم يكن للميت شيء سواه، فيقضى منه دينه أولًا وكذا ارش جناية العبد الذي جنى في حياة مولاه و لا مال له غيره. كذا الحال في المبيع المحبوس بالثمن إذا مات المشتري عاجزًا عن أدائه". (الشريفية: ص ۴)

www.besturdubooks.net

اس لیے کہ ترکہ کہتے ہیں اس مال کو جو حالتِ حیات کے سارے حقوق سے فارغ وخالی ہو، پس یہ حقوقِ مذکورہ مال کے ترکہ بننے سے پہلے وارد ہوئے ہیں، اس لیے ان کا حقوقِ اربعہ سے مقدم ہونا کوئی نقصان نہیں دے گا، کیوں کہ ہماری بحث ترکہ میں حقوقِ اربعہ کو ترتیب وار جاری کرنے کے سلسلے میں چل رہی ہے۔ **فلا إشكال عليه!**(۱)

بحثِ رابع: ایک اہم فائدہ:

تبذیر کے معنی ہیں فضول خرچی کرنا، بے دریغ خرچ کرنا۔ تبذیر کی طرح ایک لفظ اسراف بھی مستعمل ہے، دونوں کا مترادف ہونا مشہور ہے، لیکن اصل میں تبذیر بے محل اور اسراف برمحل زیادہ خرچ کرنے کو کہتے ہیں، اس لحاظ سے یہاں تبذیر کے بجائے اسراف زیادہ مناسب تھا، لیکن مصنفؒ نے شاید ترادف کی شہرت کی وجہ سے اسراف کے بجائے تبذیر کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔(۲)

بحثِ ثالث: حقِ ثانی کی تشریح:

ثُمَّ تُقْضٰى دُيُوْنُهٗ مِنْ جَمِيْعِ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهٖ.

دوسرا حقِ میت، ادائے قرض از جمیع ترکہ ہے، یعنی تجہیز وتکفین کے بعد اگر میت

---

(۱) وانما قدمت هذه الحقوق علَى التكفين لِتعلّقها بالمال قبل صيرورته تركة. (الشريفية: ص۵)

(۲) التبذير يستعمل في المشهور بمعنى الإسراف، والتحقيق ان بينهما فرقا، وهو أن الاسراف صرف الشيء فيما ينبعي زائد اعلى ما ينبغى، والتبذير صرفه فيما لاينبغي، صرح به الكرماني في شرح البخاري، وعليه المناسب التعبير بالإسراف بدل التبذير موافقا لقوله تعالى، والذين إذا انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا، لكنه راعى المشهور. (ردالمحتار: ۱۰/۴۹۴، كتاب الفرائض)

www.besturdubooks.net

کے ذمے قرض ہو، تو اس کو ادا کیا جائے گا، اگر چہ ادائے قرض میں سارا ترکہ ہی ختم ہو جائے، اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی۔

یہاں چھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) وصیت پر قضائے دین کے مقدم ہونے کی دلیل۔ (۲) من بعد وصیة یوصٰی بها أو دین – آیتِ کریمہ میں وصیت دین پر مقدم کیوں ہے؟ (۳) تعریف دین مع اقسام واحکام۔ (۴) دین اللہ، دینِ عبد میں ادائے دیون کی ترتیب۔ (۵) دیونِ عباد میں ادائے دیون کی ترتیب۔ (٦) دین سے متعلق دو اہم فائدے

بحثِ اول: وصیت پر قضائے دین کے مقدم ہونے کی دلیل:

دلیل نقلی: عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ وَأَنْتُمْ تَقْرَؤُنَ الْوَصِيَّةَ قَبْلَ الدَّيْنِ. (۱)

مفہوم حدیث وطریقۂ استدلال:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم آیت کریمہ میں وصیت کو دین سے پہلے پڑھتے ہو؛ حالاں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کا فیصلہ وصیت سے پہلے کرتے دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ دین وصیت پر مقدم ہے۔

(۱) السنن للترمذي: ۲۳/۲، كتاب الوصايا / ماجاء يبدأ بالدين قبل الوصية

www.besturdubooks.net

دلیلِ عقلی:

قرض کی ادائیگی میت کے ذمے فرض ہے، اور وصیت تبرع اور نفلی چیز ہے۔ ظاہر ہے، فرض نفل کے مقابلے میں قوی ہوتا ہے، اس لیے قرض کو وصیت پر مقدم کیا گیا۔(۱)

بحثِ ثانی: من بعد وصیۃ یوصی بہا اَو دین- آیت کریمہ میں وصیت دین پر کیوں مقدم ہے؟

جواب: قرآن پاک میں وصیت لفظاً مقدم ہے اور حکم کے اعتبار سے مؤخر ہی ہے اس لیے کہ جس نہج سے آیت میں وصیت و دین کا تذکرہ ہے اس میں ترتیب پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں ہے بل کہ لفظ ''اَوْ'' ہے، جس سے تسویہ کی طرف اشارہ ہے اس لیے باتفاق علما قرض کی ادائیگی مقدم ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے ایک موقع پر لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ آیت میں وصیت کو دین سے پہلے تلاوت کرتے ہیں، حالاں کہ میں خدمت نبویؐ میں حاضر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً وصیت سے پہلے دین سے ابتدا فرمائی تھی۔ رہی بات یہ کہ اگر وصیت دین سے حکماً مؤخر ہے پھر آیت میں وصیت لفظاً دین پر کیوں مقدم ہے؟ تو وہ اس لیے کہ وصیت محض تبرع ہے، اور اختِ میراث ہے۔ کہ جس طرح وراثت میں ورثہ کو مال بلاعوض ملتا ہے، اسی طرح وصیت میں

---

(۱) قدم الدين على الوصية لان الدين واجب إبتداء، والوصية تبرع والبداية بالواجب أولىٰ. (حاشيه شريفيه: رقم: ۱/ص۵) ...... إن كانت الوصية بالتبرعات، وليس في التركة وفاء بالكل، فتقديمه عليها ظاهر، لأن قضاء الدين فرض عليه يجبر على أدائه في حال حياته، والوصية المذكورة تطوع، ولا شک أن الفرض أقوى. (الشريفية: ص۵)

www.besturdubooks.net

موصی لہ کو بھی مال بلا عوض ملتا ہے؛ مگر موصیٰ لہ کا موصی سے قرابت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس لیے ممکن تھا کہ ورثہ کی طبیعت اس کے نفاذ پر آمادہ نہ ہو، وہ ٹال مٹول کر کے اسے ضائع کر دیں، اور اس کی ادائیگی کو اپنے ذمہ لازم نہ سمجھیں، اس لیے اللہ رب العزت نے نظمِ قرآنی میں بغرض اہتمام واحتیاط ہر جگہ وصیت کو دین پر مقدم فرما کر اشارہ کر دیا کہ وصیت کو بھی اسی استحکام سے ادا کیا جائے جیسے قرض ادا کیا جاتا ہے۔(۱)

بحثِ ثالث: تعریف دین مع اقسام واحکام:

دین کی تعریف: وہ مال ہے جو بر سبیل معاوضہ کسی شئ کے عوض کی صورت میں واجب ہوتا ہے۔(۲)

اقسام دین مع احکام:

دائن کے اعتبار سے دَین کی اولاً دو قسمیں ہیں:

(۱) دَین حق اللہ (۲) دَین حق العباد (۳)

---

(۱) ومقدمًا على الوصية، وإن قدّم ذكرها عليه في نظم الآية. لما روي عَنْ علي رضي الله عنه أنه قال رأيتُ رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بدأ بالدين قبل الوصية، ثم النكتة في تقديمها أنها تشبه الميراث، في كونها ماخوذة بلا عوضٍ، فيشق إخراجها على الورثة، فكانت لذلک مظنةُ التفريط فيها، بخلاف الدين فإن نفوسهم مطمئنة إلى أدائه، فقدم ذكرها حثًا على أدائها معه، و تنبيها على أنها مثله في وجوب الأداء والمسارعة إليه فلذالک جيء بينهما بكلمة التسوية. (الشريفية: ص ۵)

(۲) معنى الدين هو ما وجب في الدين عوضًا عن شيء آخر على سبيل المعا وضة.

(الوجيز فی الميراث: ص ۴۲)

(۳) وينقسم الدين باعتبار الدائن إلى قسمين: دين الله ودين العبد.

(الموسوعة الفقهية: ۲۱/۱۱۷)

www.besturdubooks.net

دَین حق اللہ کی تعریف:

وہ دین ہے جس کا مطالبہ کرنے والا بندوں کی طرف سے کوئی نہ ہو، مثلاً زکاۃ، کفارات، نذر وغیرہ کی ادائیگی سے پہلے ہی کوئی شخص انتقال کر جائے۔(۱)

دَین حق اللہ کا حکم:

حضراتِ حنفیہ فرماتے ہیں کہ دیون اللہ انسان کے مرتے ہی ساقط ہو جاتے ہیں، کیوں کہ دین اللہ اصلاً عبادت ہے، یا معناً عبادت ہے۔ اور عبادت و معنیٔ عبادت دونوں بغیر نیت یا فعلِ اختیاری کے ادا نہیں ہوتے، اور میت سے نیت یا فعلِ اختیاری دونوں میں سے کسی کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ موت عجز حقیقی ہے، اور تکلیف عجز کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے، کیوں کہ بندہ تکلیف مالا یطاق کا مکلّف نہیں ہے۔

اور جب دیون اللہ میت سے ساقط ہو گئے تو اس کو اللہ کے حوالہ کر دیا جائے گا؛ البتہ اگر میت ان دیون اللہ کی ادائیگی کی وصیت کرتا ہے تو اب اس کا حکم یہ ہوگا کہ اگر ورثاء موجود ہیں تو ثلث مال سے اور اگر ورثاء موجود نہیں ہیں تو کل مال سے ان دیون کو ادا کیا جائے گا۔(۲)

---

(۱) فدين اللّٰه، هو الذي لامطالب له من العباد، كدين الزكاة، والكفارات، والنذر التي مات الشخص قبل وفائها. (الوجيز في الميراث: ص۴۳)

(۲) وذهب الحنفية إلى القول بسقوط ديون الباري عزوجل بالموت، وعللوا ذالک بأن دين الله في أصله عبادة، أوفي معنى العبادة. والعبادة وما في معناها تسقط بالموت، لأنها لاتؤدي إلا بالنية، والفعل الإختياري، ولا يتصور ذلک من الميت، لأن الموت يعتبر عجزًا كليًا، والتكليف منتف مع العجز، إذ لايمكن التكليف بما لايطاق، وإذا سقط عن الميت الأداء، فأمره مفوض إلى اللّٰه =

www.besturdubooks.net

دین حق العباد کی تعریف:

یہ وہ دیون ہیں جن کا مطالبہ کرنے والا بندوں میں سے کوئی ہو۔(۱)

دین حق العباد کی تفصیل:

دین عبد کی باعتبار تعلق کے دو قسمیں ہیں: (۱) دیون عینیہ (۲) دیون شخصیّہ (۲)

دیون عینیہ کی تعریف:

یہ وہ دین ہے جو عین مال کے ساتھ متعلق ہوتا ہے جیسے مرتہن کا دین اور وہ عین جس کو شوہر نے اپنی بیوی کے لیے مہر قرار دیا ہو، اس شئ پر قبضہ کرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہوجائے؛ اس دین کو ''دین موثق'' بھی کہتے ہیں۔(۳)

دیونِ عینیہ کا حکم:

یہ دیون فقہاء کے نزدیک تجہیز وتکفین پر مقدم ہوں گے۔(۴)

= أما إذا أوصى بها، فإنها تصير كالوصية، فتخرج من ثلث المال، إذا كان له وارث، وإلا تخرج من جميع المال، إن لم يكن له وارث. (الوجيز في الميراث: ۴۳، ردالمحتار: ۱۰/۴۹۵)

(۱) أما ديون العباد وهي التي لها مطالب من العباد. (الو جيز في الميراث: ص۴۳)

(۲) ينقسم الدين بإعتبار التعلق إلى قسمين: دين موثق، ودين مطلق.(الموسوعة الفقهية: ۲۱/۱۱۵)

(۳) دين موثق. وهو الدين المتعلق بعين مالية. (الموسوعة الفقهية: ۲۱/۱۱۵)

فالديون العينية: كدين المرتهن، والعين التي جعلها الزوج مهرا لزوحته، ومات قبل أن تقبضها فإنّها تكون أولى بها. (الوجيز فى الميراث: ص۴۴)

(۴) تقديم الديون الموثقة المتعلقة بأعيان التركة في حال وفاة المدين على تجهيزه، عند جمهور الفقهاء من الحنفية، والمالكية والشافعية. (الموسوعة الفقهية: ۲۱/۱۱۵)

www.besturdubooks.net

دیونِ شخصیہ کی تعریف:

یہ وہ دین ہے جو میت کے ذمہ سے متعلق ہوتا ہے، اس دین کو دین مطلق اور دین مرسل بھی کہتے ہیں:(۱)

دیونِ شخصیہ کا حکم:

یہ دیون تجہیز و تکفین سے مؤخر ہوں گے۔(۲)

قوت وضعف کے اعتبار سے دیونِ شخصیہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) دین صحت (۲) دین مرض (۳)

دینِ صحت کی دو قسمیں ہیں:

۱) دین صحت حقیقی: یہ وہ دین ہے جو زمانہ صحت میں گواہوں سے یا اقرار سے ثابت ہو۔(۴)

۲) دینِ صحت حکمی: یہ وہ دین ہے جس کا اقرار اپنے زمانۂ مرض میں کیا ہو، لیکن

---

(۱) وأما الديون الشخصية، وهي التي تعلقت بذمة المدين، لا بعين من الأعيان، وتسمى كذلك ديونا مرسلة أو مطلقة، لأنها لاتتعلق بعين بذاتها. (الوجيز فی الميراث: ص ۴۴)

(۲) أما ديون المرسلة في الذمة، فيقدم التجهيز عليها. (الموسوعة الفقهية: ۱۱۵/۲۱)

(۳) وينقسم الدين با عتبار قوته وضعفه إلى قسمين: دين الصحة دين المرض.

(الموسوعة الفقهية: ۱۱٦/۲۱)

(۴) ما دين الصحة حقيقة: هو ما كان ثابتا بالبينة، أو بالإقرار في ز مان الصحة.

(كتاب المنهل الفائض فی علم الفرائض: ص ۱۴)

www.besturdubooks.net

اس کا ثبوت بطریق معائنہ ہوا ہو جیسے اس مال کا بدل جس کا وہ مالک ہوا ہو یا جس کو ہلاک کیا ہو۔(۱)

دینِ مرض کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ دینِ مرض حقیقی: یہ وہ دین ہے جو حالتِ مرض میں اس کے اقرار سے ثابت ہوا ہو۔

۲۔ دینِ مرض حکمی: یہ وہ دین ہے جو حکمِ مرض کی حالت میں اس کے اقرار سے ثابت ہوا ہو؛ مثلاً مبارِزہ (جنگ) کے لیے نکلا اور دین کا اقرار کیا یا قصاص میں قتل کے لیے لایا گیا اور وہ قرض کا اقرار کرتا ہے۔(۲)

بحثِ رابع: دین اللہ، دین عبد میں ادائے دیون کی ترتیب:

دین اللہ اور دینِ عبد اگر جمع ہو جائیں، اور میت نے ترکہ اتنی مقدار میں نہیں چھوڑا جس سے دونوں دیون ادا ہو سکیں، تو اس صورت میں دینِ عبد کو ادا کیا جائے گا؛ کیوں کہ بندہ محتاج ہے۔(۳)

---

(۱) ما دين الصحة حكما: هو ما أقر به في مرضه، لكن علم ثبوته بطريق المعائنة، كما يجب عن مال ملكه، أو استهلكه. (كتاب المنهل الفائض في علم الفرائض: ص ۱۴)

(۲) قال الشامي تحت قوله (على دين المرض) هو ما كان ثابتا بإقراره في مرضه، أو فيما هو في حكم المرض، كإقرا ر من خرج المبارزة، أو أخرج للقتل قصاصًا، أو ليرجم.

(ردالمحتار: ۱۰/۴۹۵)

(۳) و عن دين العباد، فإنه يقدم لواجتمع مع دين الله، لأنه تعالىٰ هو الغني، و نحن الفقراء، كما في الدر المنتقى. (رد المحتار: ۱۰/۴۹۵)

www.besturdubooks.net

بحثِ خامس: دیونِ عباد میں ادائے دیون کی ترتیب:

اگر ترکہ میں تمام دیون کی ادائیگی کی گنجائش ہے تو دیون عباد کے تمام دیون ادا کر دیئے جائیں گے، اور اگر اس کی گنجائش نہیں ہے، تو دیکھا جائے کہ دیون ایک آدمی کا ہے، یا چند آدمیوں کے، اگر ایک آدمی کا دین ہے، تو تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ سارا مال اسے دے دیا جائے گا۔ اگر دین ادا ہو گیا فبہا؛ ورنہ بقیہ دین کے بارے میں کہہ دیا جائے گا کہ جی چاہے تو معاف کر دو، ورنہ آخرت پر چھوڑ دو، ورثاء پر اپنی طرف سے ادائیگی لازم نہیں ہے؛ البتہ مستحب ہے۔ اور اگر دیون چند آدمیوں کے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

۱/ یا تو سب کے دین دینِ صحت ہوں گے، یا دینِ مرض۔

۲/ یا بعض کے دین، دین صحت، اور بعض کے دین، دینِ مرض ہوں گے۔

دوسری صورت میں صحتِ دین کی ادائیگی کو مقدم رکھا جائے گا، یعنی دینِ صحت کی ادائیگی کے بعد کچھ بچے، تو دینِ مرض ادا کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

اور پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر ترکہ میں اتنی گنجائش ہے کہ سب کے دیون ادا ہو سکتے ہیں، تو سب کے دیون ادا کر دیئے جائیں گے، ورنہ قرضوں کے تناسب سے دیون ادا کئے جائیں گے، جس کا طریقہ آگے "**فصل في قسمة التركات بين الورثة او الغرماء**" میں آئے گا۔ انشاء اللہ!(۱)

---

(۱) وتفصيل المقام إن الدين إن كان للعباد، فالباقي بعد تجهيز الميت، إن وفٰى به فذالک، وان لم يفِ فإن كان الغريم واحدا، يعطاه الباقي، و ما بقي له على الميت، إن شاء عفا، وان شاء تركه إلى دارالجزاء، وإن كان متعددا، فإن كان الكل دين الصحة، أو كان الكل دين المرض، فإنه =

www.besturdubooks.net

بحثِ سادس: دَین سے متعلق دو اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: ما الفرق بین الدین والقرض؟ دَین اور قرض میں کیا فرق ہے:

دین ذمہ میں لزومِ حق کو کہتے ہیں۔ اب لزومِ حق عام ہے، اس میں مال حقوق غیر مالیہ (صلاۃ فائتہ، زکوٰۃ، صیام وغیرہ) اور وہ مال بھی شامل ہے جو قرض یا بیع، اجارہ، اتلاف (کسی کو ہلاک کرنا) وغیرہ کی وجہ سے واجب ہو۔(۱)

برخلاف قرض کہ وہ ایک مخصوص عقد کا نام ہے، جو مال مثلی کے دینے پر کی جاتی ہے؛ تا کہ سامنے والا بھی وہی مثلی مال لوٹائے؛ گویا دین عام ہے اور قرض خاص ہے۔(۲)

فائدۂ ثانیہ: اجتماعِ دین صحت و دین مرض کی صورت میں دین مرض پر دین صحت کی تقدیم وعدمِ تقدیم کے سلسلے میں اختلاف ائمہ مع دلائل:

اگر ترکہ میں دونوں دیون (دینِ صحت و مرض) کی ادائیگی کی گنجائش نہ ہو، تو فقہاء کا دین صحت کے دَین مرض پر تقدیم وعدمِ تقدیم کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

قولِ اول: امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ادائیگی میں دیون صحت ومرض دونوں برابر ہوں گے، ان کے مابین قرضوں کے تناسب سے مال تقسیم ہوگا۔

= يصرف الباقي إليهم على حسب مقادير ديونهم، فإن اجتمع الدينان معًا، يقدم دين الصحة لكونه أقوىٰ. (الشريفية: ص ٦)

(۱) الدين لزوم حق في الذمة، فيشتمل المال والحقوق غير المالية، كصلاة فائتة وزكاة وصيام وغير ذلک، كما يشتمل ماثبت بسبب قرض أو بيع أو إجارة أو إتلاف أوجناية أوغير ذالک.
(الموسوعة الفقهية: ۲۱/۱۰۲)

(۲) القرض عقد مخصوص يرد على دفع مال مثلي لآخر ليرد مثله. (الموسوعة الفقهية: ۲۱/۱۰۳)

www.besturdubooks.net

دلیل: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصٰى بِهَا أَوْ دَيْنٍ. (۱)

طریقۂ استدلال:

اس آیت کریمہ میں وصیت ودین کے مابین کلمہ "أو" ہے جو حکم میں تسویہ پر دلالت کرتا ہے؛ پس ضروری ہے کہ یہ ادائیگی میں بھی برابر ہوں؛ نیز یہ دونوں حقوق (دینِ صحت ومرض) سببِ وجوب ومحل، دونوں میں برابر ہیں۔

سببِ وجوب: کہتے ہیں، مقر کا عقل ودین کے ساتھ اپنے ذمہ میں کسی شئ کو لازم کرنے کا اقرار کرنا، اور یہ معنیٰ صحت ومرض دونوں میں برابر ہے۔

رہی بات محل کی تو وہ ذمہ ہے، اور دینِ صحت ومرض دونوں کا محل بھی ذمہ ہے۔
پس جب سببِ وجوب او رمحل وجوب میں دونوں برابر ہیں تو ادائیگی میں بھی برابر رہیں گے۔(۲)

---

(۱) النساء:۱۱ (۲) اختلف الفقهاء في تقديم دين الصحة على دين المرض في الإستيفاء من التركة على قولين: أحدهما: للمالكية، والشافعية، وهو أن ديون الصحة تستوي مع ديون المرض في الإستيفاء من التركة، وتقسم بينهم على قدر حصصهم.--- واستدلوا على ذالک بعموم قوله تعالى: ﴿من بعد وصية يوصى بها أو دين﴾ حيث لم يفضل أحد الدينين على الآخر، فوجب أن يتساويا في الإستيفاء، ولأنهما حقان يجب قضائهما من رأس المال، لإستوائهما في سبب الوجوب ومحله.--- أما السبب فهو الإقرار الصادر عن عقل ودين ...... إذ الإقرار إخبار عن الواجب في ذمة المقر، وهذا المعنى لا يختلف بين الصحة والمرض. و أما المحل فهو الذمة، إذ هي محل الوجوب في الصحة والمرض ولا فرق، فلما استويا في سبب الوجوب ومحله، لزم أن يستويا في الإستيفاء. (الموسوعة الفقهية: ۲۱/۱۱٦، ۱۱۷)

www.besturdubooks.net

قولِ ثانی: حضراتِ حنفیہ کے نزدیک دیونِ صحت حقیقی وحکمی کو دیونِ مرض پر حقِ تقدم حاصل ہے، یعنی پہلے دیونِ صحت ادا کیے جائیں گے، پھر دیونِ مرض۔

دلیل: چند حقوق جب مال میت میں جمع ہو جائیں تو ان میں سے اقویٰ مقدم ہوتا ہے۔ مثلاً دین مقدم ہے وصیت پر، اور وصیت مقدم ہے میراث پر۔

اسی طرح یہاں مسئلہ مبحوث عنہا میں بھی دینِ صحت اقویٰ ہے کیوں کہ یہ مال مقر کے اقرار سے ایسے وقت میں ظاہر ہوا جب کہ اس کے مال کے ساتھ بالکلیہ کسی کا حق متعلق نہیں تھا، اور نہ ہی اس پر کسی قسم کا حجر (پابندی) تھا، اسی وجہ سے تو اس کا حالتِ صحت میں غلام کا آزاد کرنا اور کل مال کا ہبہ کرنا صحیح ہے۔

برخلاف دینِ مرض کے، یہ ایسی حالت میں ثابت ہوا کہ جب کہ اس کے مال کے ساتھ دینِ صحت متعلق تھا اور اس پر ایک قسم کی حجر (پابندی) پائی گئی، اسی لیے وہ حالتِ مرض میں تبرعات کی ادائیگی ثلث سے زائد میں نہیں کرسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ دینِ صحت اقویٰ ہونے کی وجہ سے دینِ مرض پر مقدم ہوگا۔(۱)

---

(۱) والثاني للحنفية: هو أن ديون الصحة وما في حكمها مقدمة على ديون المرض، و دليلهم أن الحقوق إذا اجتمعت في مال الميت يقدم الأقوى كالدين يقدم على الوصية، والوصية تقدم على الميراث. ودين الصحة هنا أقوى لأنه ظهر بإقراره في وقت لم يتعلق بماله حق أصلا ولم يرد عليه نوع حجر ولهٰذا صح عتقه وهبته من جميع المال. بخلاف دين المرض الذى ثبت في حالٍ تعلق بأمواله دين صحته. وورد عليه فيه نوع حجر ألاترى أن تبرعاته لاتنفذ إلا من ثلث فكان الأقوى أولٰى. (الموسوعة الفقهية: ۲۱/۱۱۷)

www.besturdubooks.net

بحثِ رابع: حق ثالث کی تشریح:

ثُمَّ تُنْفَذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ.

اس عبارت کے تحت مباحثِ عشرہ بیان کئے جائیں گے:

(۱)وصیت کے لغوی واصطلاحی معنی (۲)وصیت کو ورثہ پر مقدم کیوں کیا گیا (۳)نفسِ وصیت کے جواز کی دلیل (۴)مشروعیتِ وصیت کی حکمت (۵)ثلثِ مال میں جوازِ وصیت کی نقلی وعقلی دلیل (٦)مابقیہ ثلث میں وصیت کا نفاذ کیوں (۷)اصطلاحاتِ وصیت (۸)ارکان وشرائطِ وصیت (۹)اقسامِ وصیت (۱۰)وصیت سے متعلق چھ اہم فائدے۔

بحثِ اول: وصیت کے لغوی واصطلاحی معنی:

وصایا جمع ہے وصیۃ کی، وصیت کے لغوی معنی پند ونصائح کے ہیں، اور اصطلاحِ شرع میں وہ نیک کام اور تبرعات ہیں جن کی تعلیق انسان اپنی موت پر کرتا ہے، مثلاً کسی شخص کو یہ کہنا کہ ''میرے مرنے کے بعد تم میری فلاں چیز کے مالک ہو''۔(۱)

بحثِ ثانی: وصیت کو تقسیم بین الورثہ پر کیوں مقدم کیا گیا؟:

وصیت کو ورثاء پر اس لیے مقدم کیا گیا کہ وصیت امرِ اختیاری ہے، اور اِرث امرِ اضطراری ہے، اور امرِ اختیاری کو امرِ اضطراری پر تقدم حاصل ہوتی ہے۔(۲)

---

(۱) أما الوصية: في اللغة فهي اسم بمعنى المصدر الذي هو التوصية، وفي الشريعة الوصية تمليك مضاف لِمَا بعد الموت على سبيل التبرع، عينا كان أو منفعةً. (البحر الرائق: ۹/۲۱۲)

(۲) وقدم الوصية على الميراث، لأن الوصية أمر إختياري، والميراث إضطراري، وتقديم الإختياري أولى من تقديم الاضطراري. (حاشيه شريفيه: رقم: ۳/ص۷)

www.besturdubooks.net

بحثِ ثالث: نفسِ وصیت کے جواز کی دلیل:

نقلی دلیل: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصٰى بِهَا أَوْ دَيْنٌ.(۱)

طریقۂ استدلال:

مذکورہ آیتِ کریمہ میں نفاذِ وصیت اور ادائے دَین کے بعد تقسیمِ ترکہ کا حکم بیان کیا گیا ہے جس سے جوازِ وصیت کا ثبوت ہو رہا ہے۔

بحثِ رابع: مشروعیتِ وصیت کی حکمت:

بندہ پوری زندگی طغیانی وشرکشی میں گزارتا ہے، طاعات پر قدرت کے زمانے میں غفلت کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اعضاء وقویٰ کمزور پڑ جاتے ہیں، اب اللہ تعالیٰ نے وصیت کے ذریعہ اس کے ساتھ اپنے لطف وکرم کا معاملہ کیا کہ وہ ابوابِ خیر کی وصیت کرکے اپنے اللہ کا قرب حاصل کرے۔(۲)

بحثِ خامس: ثلث مال میں جواز وصیت کی دلیل نقلی وعقلی:

دلیل نقلی: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ عِنْدَ وَفَاتِكُمْ بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ زِيَادَةً لَكُمْ فِيْ أَعْمَالِكُمْ.(۳)

---

(۱) النساء:۱۱ (۲) حكمة مشروعيتها: ان العبد إذا تمادى في طغيانه هائمًا في هوى نفسه، غافلاً من لقاء ربه، مفرطا في طاعته، زمن القدرة عليها، والإستزادة منها إلى أن شاخ سنه، و وهن عظمه، واستولى عليه اليأس والقنوط عندها، تداركه من الله لطف خفي. (مرجع الطلاب في الميراث: ص ۱۴۴) (۳) السنن لابن ماجه: ص ۱۹۴، كتاب الوصايا، باب الوصية بالثلث، الرقم: ۲۷۰۹

مفہوم حدیث وطریقۂ استدلال:

حدیث پاک میں جناب نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت نے تمہیں تمہارے اعمال کی زیادتی کو مدنظر رکھتے ہوئے تمہیں اپنے تہائی مال میں ابوابِ خیر کی وصیت کرنے کی اجازت دی ہے۔

دلیل عقلی:

(الف) ہر آدمی اپنی زندگی میں اپنے مال میں مختار ہوتا ہے، لیکن جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کی موجودہ حالت کے پیش نظر اس مال کے ساتھ ورثاء کا حق وابستہ کر دیا گیا ہے، اور چوں کہ صاحب مال بھی ابھی زندہ ہے، تو اس کو اپنے مال کے اندر تصرف سے بالکل محروم بھی نہیں کیا گیا، ان دونوں حالتوں کی رعایت کرتے ہوئے اس کی وصیت کے نفاذ کا محل ثلث مال کو قرار دیا گیا ہے۔(۱)

(ب)۲) جو مال میت نے چھوڑا ہے، اس کے ساتھ تین ضرورتیں وابستہ ہیں: ایک ضرورت میت کی اور دو ضرورتیں ورثہ کی، میت کی ضرورت تو صرف دینی ہے، اور ورثہ کی ضرورت دینی اور دنیوی دونوں میں ہے؛ لہٰذا جب مال متروکہ کو تین ضرورتوں پر تقسیم کیا جائے گا تو میت کے حصہ میں ثلث آتا ہے، اس لیے صرف ثلث مال میں میت کو وصیت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

---

(۱) ولأنه حق الورثة، وهذا لأنه انعقد سبب الزوال إليهم، و هو استغناؤه عن المال، فأوجب تعلق حقهم به، إلا أن الشرع لم يظهره في حق الأجانب بقدر الثلث، ليتدارك تكثيره.

(الهداية: ۶۳۹/۴، كتاب الوصايا)

www.besturdubooks.net

بحثِ سادس: مابقیہ کے ثلث میں وصیت کا نفاذ کیوں؟:

پہلی وجہ:

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مابقیہ کے ثلث کے بجائے کل مال کے ثلث میں وصیت کے نفاذ کو جائز کر دیا جائے تو بسا اوقات یہ سبب ہوگا اس بات کا کہ جن حقوق (تجہیز و تکفین، ادائے دین) کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے اُن کا نفاذ کماحقہٗ نہیں ہوگا۔

دوسری وجہ:

یہ ہے کہ اگر کسی معنیٰ کر حقوقِ متقدمہ کی ادائیگی ہو بھی جائے؛ مگر کل مال کے ثلث میں وصیت کا نفاذ بسا اوقات ورثہ کی محرومیت کا سبب بن سکتا ہے۔ مثلاً میت کا کل ترکہ ایک ہزار دو سو (۱۲۰۰) روپئے ہے، آٹھ سو (۸۰۰) تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی میں صرف ہو گئے۔ اور کل مال (۱۲۰۰) کے ایک تہائی (۴۰۰) میں وصیت نافذ ہو گئی؛ لہٰذا ورثہ کے لیے کچھ باقی نہ رہا وہ سب محروم ہو گئے، اس لیے مابقیہ کے ثلث میں وصیت کو نافذ کیا گیا تا کہ ورثاء محروم نہ ہوں۔(۱)

بحثِ سابع: اصطلاحاتِ وصیت:

۱ر موصِی ''بکسر الصاد'' وصیت کرنے والا۔ ۲ر موصیٰ لہٗ ''بفتح الصاد'' وہ شخص جس کے واسطے وصیت کی گئی ہو۔ ۳ر موصیٰ بہٖ ''بفتح الصاد'' وہ چیز جس کی وصیت کی گئی ہو۔

---

(۱) لا من ثلث أصل المال، لأن ما تقدم من التكفين و قضاء الدين، قد صار مصروفًا في ضرورته، التي لابد له منها، فالباقي هو ماله الذي كان له أن يتصرف في ثلثه، وأيضًا ربما يستغرق ثلث الأصل جميع الباقي، فيؤدّي إلى حرمان الورثة بالوصية. (الشريفية: ص۷)

www.besturdubooks.net

بحثِ ثامن: ارکان وشرائطِ وصیت:

ارکانِ وصیت: دو ہیں: ۱/ایجاب ۲/قبول (۱)

شرائطِ وصیت:

۱/موصِی کی شرطیں: ۱/موصی آزاد، بالغ، عاقل ہو۔ (۲)

۲/موصِی نے مرنے سے پہلے وصیت سے رجوع نہ کیا ہو۔ (۳)

۳/موصِی اس وصیت پر راضی بھی ہو؛ چناں چہ ہازل (مزاق کرنے والا) مکرہ (جس پر زبردستی کی گئی ہو) خاطی (غلطی سے وصیت کرنے والا) کی وصیت صحیح نہیں ہے۔ (۴)

موصیٰ لہ کی شرطیں:

۱/موصیٰ لہ بوقتِ وصیت زندہ ہو، خواہ حقیقتاً ہو یا تقدیراً۔ (۵)

---

(۱) وفي البدائع ركنها الإيجاب والقبول. (الدر المختار:: ۱۰/۳۳۹)

(۲) وشرائطها كون الموصي أهلا للتمليک، فلم تجز من صغير، و مجنون، ومكاتب. (الدر المختار: ۱۰/۳۳۷، كتاب الوصايا)

(۳) ويصح للموصي الرجوع عن الوصية، ثم الرجوع، قد يثبت صريحا، و قديثبت دلالة. (الفتاوى الهندية: ۶/۹۲، كتاب الوصايا)

(۴) ومنها رضا الموصي، لأنها إيجاب ملک ...... فلا تصح وصية الهازل، والمكره، والخاطيء. (بدائع الصنائع: ۱۰/۴۸۵، كتاب الوصايا)

(۵) وكون الموصى له حيًا وفاتها تحقيقًا أو تقديرًا. (الدر المختار: ۱۰/۳۳۷، كتاب الوصايا)

www.besturdubooks.net

۲/ موصیٰ لہ بوقتِ موتِ موصی بھی زندہ ہو، کیوں کہ جیسے مردہ آدمی وراثت کا اہل نہیں ہوتا ایسے ہی مردہ آدمی بھی وصیت کا اہل نہیں ہوتا ہے۔(۱)

۳/ موصیٰ لہٗ بوقتِ موتِ موصی وارثِ موصی نہ ہو، کیوں کہ وارث کے لیے وصیت صحیح نہیں ہے۔(۲)

نوٹ: صحتِ وصیت کی شرط موصیٰ لہ موصِی کا وارث نہ ہو، اس کا تعلق وقتِ موتِ موصِی سے ہے نہ کہ وقتِ وصیت سے، یعنی موصیٰ لہ بوقتِ موتِ موصِی اس کا وارث نہ ہو، نہ یہ کہ وقتِ وصیت اس کا وارث نہ ہو۔

موصیٰ لہ کا بوقت موتِ موصِی وارث ہونے کی مثال: زید نے اپنے بھائی قاسم کے لیے وصیت کی اور بوقتِ وصیت زید کا ایک صلبی بیٹا موجود تھا جس کی وجہ سے موصیٰ لہ قاسم بوقت وصیت تو وارث نہیں تھا لیکن پھر زید کے صلبی بیٹے کا موصِی سے پہلے انتقال ہوگیا، اور پھر زید موصِی کا انتقال ہوا، اب بوقت موتِ موصِی (زید) قاسم موصیٰ لہ موصِی کا وارث ہے، اس لیے موصیٰ لہ کے لیے وصیت صحیح نہیں ہوگی۔

موصیٰ لہ کا بوقت وصیت موصِی کے لیے وارث ہونے کی مثال: زید نے اپنے بھائی قاسم کے لیے وصیت کی اور بوقتِ وصیت زید کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے قاسم (موصیٰ لہ) زید (موصِی) کا وارث تھا، لیکن پھر زید کے یہاں ایک بیٹے کی ولادت

(۱) و منها أن يكون حيًّا وقت موت الموصي. (بدائع الصنائع: ۱۰/۴۹۰، كتاب الوصايا)

(۲) و منها ألَّا يكون وارث الموصى وقت موت الموصي، فان كان لاتصح الوصية.

(بدائع: ۱۰/۴۹۰)

www.besturdubooks.net

ہوئی، اور پھر زید (موصی) کا انتقال ہوگیا؛ تو بوقتِ موت موصی، موصی لہ وارث موصی نہیں ہے، اس لیے وصیت صحیح ہوگی۔(۱)

۴/موصی لہ قاتل موصی نہ ہو، کیوں کہ قاتل کے لیے وصیت نہیں ہے۔(۲)

۵/موصی لہ ایسا مجہول نہ ہو، کہ اس کا ازالہ ہی نہ ہوسکے، مثلاً موصی نے کہا: میرا ثلث مال لوگوں میں سے ایک آدمی کے لیے ہے۔(۳)

۶/موصی لہ موصی کا مملوک نہ ہو، کیوں کہ یہ وصیت لنفسہٖ ہے جو درست نہیں ہے۔(۴)

---

(۱) ثم الشرط ألَّا يكون وارث الموصي وقت موت الموصى، لا وقت الوصية، حتى لو أوصى لأخيه، و له ابن وقت الوصية، ثم مات قبل موت الموصي، ثم مات الموصي، لم تصح الوصية، لأن الموصى له و هو الأخ، صار وارث الموصى عند موته. و لو أوصى لأخيه ولا ابن له وقت الوصية، ثم ولد له ابن، ثم مات الموصي، صحت الوصية، لأن الأخ ليس بوارث عند الموت، لصيروته محجوبًا بالابن. (بدائع: ۱۰/ ۴۹۱، ۴۹۲)

(۲) ومنها ألَّا يكون قاتل الموصي قتلاً حرامًا على سبيل المباشرة، فإن كان لم تصح الوصية له عندنا، ولنا ما روي عنه (صلى الله عليه وسلم) أنه قال لا وصية لقاتل، وهذا نص. (بدائع: ۱۰/۴۹۴)

(۳) ومنها ألَّا يكون مجهولا جهالةً لايمكن إزالتها، فإن كان لم تجز الوصية له، لأن الجهالة التي لا يمكن استدراكها، تمنع من تسليم الموصى به إلى الموصٰى له، فلا تفيد الوصية، وعلٰى هٰذا يخرج ما إذا أوصى بثلث ماله لرجل من الناس أنه لايصح بلاخلاف. (بدائع: ۱۰/۵۰۲)

(۴) و منها أن لا يكون مملوكًا للموصي، حتى لو أوصى لعبده بدراهم أو دنانير مسماة، لا تصح الوصية، لأنه إذ ذاک يكون موصيًا لنفسه. (بدائع: ۱۰/۵۰۱)

www.besturdubooks.net

موصیٰ بہ کی شرطیں:

۱/موصیٰ بہ مال ہو یعنی شریعت میں وہ مال متقوم ہو۔(۱)

۲/موصیٰ بہ قابل تملیک ہو۔(۲)

۳/موصیٰ بہ موصی کی مملوک ہو۔(۳)

۴/موصیٰ بہ مستغرق فی الدین نہ ہو، کیوں کہ دین وصیت پر مقدم ہے۔(۴)

۵/موصیٰ بہ ثلثِ مال سے زائد نہ ہو۔(۵)

بحثِ تاسع: اقسامِ وصیت:

وصیت کی چار قسمیں ہیں:

۱۔وصیتِ واجبہ: ردِّ ودیعت (دیون مجہولہ، زکاۃ، کفارہ، فدیہ وغیرہ) کی ادائیگی کی وصیت کرنا۔

۲۔وصیتِ مباحہ: اجانب واقارب میں سے کسی مالدار کے لیے بغیر نیت قربت وصیت کرنا۔

---

(۱) و يشترط للموصى به أن يكون الموصى به مالًا، أن يكون متقومًا في عرف الشرع. (الموسوعة الفقهية: ۲۳۴/۴۳)

(۲) و أن يكون الموصٰى به قابلًا للتمليك. (الموسوعة الفقهية: ۲۳۴/۴۳)

(۳) و أن يكون الموصى به مملوكًا للموصي. (الموسوعة الفقهية: ۲۳۴/۴۳)

(۴) و عدم استغراقه بالدين لتقدمه على الوصية. (الدر المختار: ۳۳۷/۱۰)

(۵) و منها التقدير بثلث المال إذا كان هناك وارث و لم يجز الزيادة. (بدائع: ۵۵۰/۱۰)

www.besturdubooks.net

۳۔ وصیتِ مکروہہ: اہلِ فسوق و معاصی کے لیے وصیت کرنا۔

۴۔ وصیتِ مستحبہ: نیت قربت کے ساتھ اجانب و اقارب میں سے کسی مالدار کے لیے وصیت کرنا۔(۱)

بحثِ عاشر: فوائدِ ستہ متعلقہ من الوصیۃ:

فائدۂ اولیٰ: فدیۂ صوم و صلاۃ کے وصیت کا حکمِ شرعی:

اگر میت نے فوت شدہ نماز اور روزہ کے فدیہ کی وصیت کی ہو تو ورثاء پر لازم ہے کہ وہ اس کے ثلث مال میں سے ہر نماز اور ہر روزہ کے عوض نصفِ صاع گندم ادا کریں، یہی حکم وتر کا بھی ہے۔ اور اگر میت نے فدیہ کے ادائیگی کی وصیت نہ کی ہو تو ورثاء پر اس کی ادائیگی واجب نہ ہوگی۔(۲)

(۱) وهي على ما في المجتبىٰ أربعة أقسام، واجبة كالوصية برد الودائع، والديون المجهولة، و بالزكاة، والكفارة فدية ...... (ومباحة لغني) لعل المراد إذا لم يقصد القربة، ومكروهة لأهل فسوق، وإلا فمستحبة، أما لو أوصى له لكونه من أهل العلم، أو الصلاح إعا نة له، أو لكونه رحما كاشحا، أوذا عيال فينبغي ندبها. (رد المحتار مع در مختار: ۱۰/۳۳۶)

(۲) عن ابن عمر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عن النبي صلى الله عليه وسلم قَالَ: من مات وعليه صيام شهر، فليطعم عنه مكان كل يوم مسكينا. (السنن للترمذي: ۲/۱۵۲، كتاب الصوم، ما جاء من الكفارة) وإن كان الدين من حقوق اللّٰه، كما سبق من الفروض، فإن أوصى به الميت، وجب عندنا تنفيذه من ثلث ماله الباقي بعد دين العباد، و إن لم يوص لم يجب، ثم نقول إذا فاتته صلاة، وأوصى أن يطعم عنه فعلى الورثة أن يطعموا عنه من الثلث لكل صلاة نصف صاع من بر، وكذا للوتر عند أبي حنيفة و إن فاته صوم رمضان بمرض، أو سفر، و تمكن من بعد قضائه بعد برئه أو أقامته، ولم يقض حتى مات، و أوصى بالإطعام، فعلى الورثة أن يطعموا من الثلث لكل يوم نصف صاع من بر. (الشريفية: ص ۶)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثانیہ: حصصِ شرعیہ کے مطابق قانونی وصیت نامہ کا شرعی حکم:

سوال: بسا اوقات کوئی شخص اس مقصد کے تحت کہ آئندہ اس کی اولاد میں جھگڑا نہ ہو، یا کسی غیر مسلم ملک میں جہاں اسلام کا قانونِ میراث جاری نہ ہو، شرعی تقسیم کے پیش نظر اس طرح کا قانونی وصیت نامہ بنوائے جس میں ہر وارث کے شرعی حصص کا لحاظ رکھا گیا ہو، اور اس وصیت کا مقصود زندگی میں ورثہ کو ہبہ کرنا نہ ہو، بل کہ اس کا مقصد یہ ہو کہ میرے مرنے کے بعد میری جائیداد شرعی نقطۂ نظر سے جو وصیت نامہ میں لکھ دی گئی ہے، تقسیم ہو، تو کیا وصیت کی یہ صورت بھی حدیث "لا وصية لوارث" کے تحت آکر ممنوع ہوگی۔

جواب: ترکہ کی حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کو یقینی بنانے کے لیے قانونی کارروائی کے طور پر اس بات کا وصیت نامہ لکھوانا کہ میرا ترکہ میرے وارثین کے مابین شرعی طور پر تقسیم ہو جائے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ دراصل اصطلاحی وصیت نہیں ہے، بل کہ ایک قانونی خانہ پری ہے، اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں بل کہ اگر کسی وارث کی طرف سے بدعنوانی کا اندیشہ قوی ہو، تو ایسی قانونی تدبیر کرنے کی اہمیت مزید بڑھ جائے گی تا کہ ممکنہ طور پر حق تلفی سے بچا جا سکے۔(۱)

اور حسبِ حصصِ شرعیہ ترکہ کے تقسیم کی قانونی وصیت حدیث "لا وصية لوارث" کے خلاف بھی نہیں ہے، اس لیے کہ اس وصیت کے رو سے کسی بھی وارث کو اس

---

(۱) أما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده في حياته، لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته، فإنه وإن كان هبة في الإصطلاح الفقهي، ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لِمَا يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث.

(تكملة فتح الملهم: ۶۸/۸، كتاب الهبات، باب كراهيته تفضيل بعض الأولاد في الهبة)

www.besturdubooks.net

کے حق سے زیادہ نہیں مل رہا ہے؛ حالاں کہ ممانعت کا محل وہی صورت ہے، جب کہ کسی وارث کو اس کے حقِ شرعی سے زیادہ دینے کی وصیت کی جاری ہو، پس جب وصیت میں ایسی بات نہ ہو تو وہ ممنوع بھی نہ ہوگی۔(۱)

فائدۂ ثالثہ: ورثا کی رضا مندی کی صورت میں ثلث مال سے زائد کی وصیت کا حکم:

اگر کوئی شخص اپنے کسی وارث یا اجنبی کے لیے سارے وارثین کی رضا مندی سے ثلث سے زائد مال کی وصیت کرے تو جائز ہے۔(۲)

فائدۂ رابعہ: ثلثِ مال سے زائد کی وصیت کی صورت میں ورثاء کی رضا مندی کب معتبر ہوگی؟

اگر چہ ثلث مال سے زائد کی وصیت معتبر نہیں لیکن اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے

(۱) عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (السنن لأبي داود: ۲/ ۳۹۲، كتاب الوصايا، ماجاء في الوصية للوارث) --- قال الإمام المحدث الشاه ولي الله الدهلوي: فلما تقرر أمر المواريث قطعا لمنازعتهم، وسدًا لضغنائهم، كان من حكمه أن لا يسوغ الوصية لوارث، إذ في ذلك مناقضة للحد المضروب. (حجة الله البالغة: ۲/۳۰۴، كتاب النوازل: ۱۸/ ۱۸۰)

(۲) عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تجوز وصية لوارث إلا أن يشاء الورثة. قال ابن قطان في كتابه: ويونس بن راشد قاضي خراسان، قال أبو زرعة لا بأس به وقال البخاري: كان مرجئا وكان الحديث عنه عنده حسن. (نصب الراية للزيلعي: ۵/ ۱۲۱، كتاب الوصايا) --- ولا لوارثه وقاتله إلا باجازة ورثته لقوله عليه الصلاة والسلام: لاوصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة، وهم كبارعقلا. (الدر المختار: ۱۰/ ۳۴۶، كتاب الوصايا) --- ولاتجوز بما زاد على الثلث، إلا أن يجيزها الورثة بعد موته، وهم كبار. (الهداية: ۴/۶۵۴، ۶۵۵، كتاب النوزل: ۸۱/ ۱۸۰)

www.besturdubooks.net

جس میں دوسرے ورثاء راضی ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ دیگر وارثین کی رضامندی مورِث کی موت کے بعد معتبر ہوگی یا مورِث کی زندگی میں بھی اس کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً ایک شخص نے کسی کے لیے ثلث سے زائد کی وصیت کردی اور اس پر سارے ورثاء راضی ہوگئے تو کیا محض سارے ورثاء کا مورث کی زندگی میں راضی ہونا اس وصیت کے نفاذ میں کافی ہوگا، یا ان ورثاء کا مورث کے مرنے کے بعد بھی راضی ہونا ضروری ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی غیر وارث کے حق میں مورث کی طرف سے ایک تہائی سے زیادہ وصیت کے متعلق اس کی زندگی میں شرعی وارثین کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں ہے، ان کی رضامندی وہی معتبر ہوگی جو مورث کے انتقال کے بعد متحقق ہو۔(۱)

فائدۂ خامسہ: وصیت سے رجوع کا شرعی حکم:

اگر کوئی شخص وصیت کرے اور مرنے سے پہلے اس وصیت سے رجوع کرے تو اس کا رجوع کرنا صحیح ہے۔(۲)

---

(۱) ولا تجوز الوصية بأكثر من الثلث، إلَّا أن يجيز ورثة الميت بعد موته. (الفتاوى الولوالجية: ۵/ ۳۳۹، كتاب الوصايا) --- وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته بعد موته، ولا تعتبر إجازتهم حال حياته أصلاً، بل بعد وفاته. قال الشامي لأنها قبل ثبوت الحق لهم، لأن ثبوته عند الموت، فكان لهم أن يردوه بعد وفاته، بخلاف الإجازة بعد الموت، لأنه بعد ثبوت الحق. (رد المحتار: ۱۰/ ۳۴۰، كتاب النوازل: ۱۸/ ۱۸۰) (۲) عن الشعبي قال: كل وصية ان شاء رجع فيها غير العتاقه. (مصنف لابن أبي شيبة: ۱۶/ ۱۲۰، كتاب الوصايا: الرقم: ۳۱۴۵۲) --- يجب أن يعلم أن الرجوع عن الوصية صحيحة، والرجوع قد يثبت صريحًا، وقد يثبت دلالة ضرورةً، فالرجوع صريحا ظاهر. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۰) --- ويجوز للموصي الرجوع عن الوصية، لأنه تبرع لم يتم، فجاز الرجوع عنه كالهبة. (الهداية: ۴/ ۲۶۰)

www.besturdubooks.net

فائدۂ سادسہ: وصیت سے رجوع کی چار قسمیں ہیں:

(۱) موصِی موصیٰ بہ کو حقیقۃً یا حکماً ہلاک کر دے۔

(۲) موصیٰ بہ کسی شئ کے ساتھ اس طرح مل جائے کہ یا تو امتیاز ہی ممکن نہ ہو یا امتیاز ضرر کے ساتھ ہو۔

(۳) موصیٰ بہ میں ایسا نقصان پیدا ہو جائے جو موصی کے مرنے تک موصی بہ کی صفت ادخار و بقا کو ختم کر دے، مثلاً موصی بہ بکری تھی جس کو موصی نے ذبح کر دیا تو یہ وصیت سے رجوع ہوگا۔

(۴) موصِی نے موصی بہ میں ایسا تصرف کر لیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ موصِی اس شئ کو اپنی ملکیت میں باقی رکھنا چاہتا ہے، مثلاً موصی نے جس شئ کی وصیت کی اس کو اپنی لابدی ضروریات میں استعمال کرنے لگے۔(۱)

بحثِ خامس: حق رابع کی تشریح:

تقسیمِ بین الورثہ (ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب و السنة و إجماع الأمة):

---

(۱) الرجوع أربعة أنواع: أحدها استهلاک الموصى به، حقيقة أوحكما، والثاني أن يخلط الموصى به لغيره خلطا، لايمكن التميز أصلا، أو لا يمكن التمييز إلا بضرر. والثالث: أن يحدث نقصانا في الموصى به، يخرجه عن هيئة الادخار والبقاء إلى يوم الموت، والرابع أن يتصرف في الموصى به، تصرفًا يستدل به على إستبقاء الملک.

(الفتاوی التاتارخانیه: ۳/۲۰، کتاب الوصايا)

www.besturdubooks.net

وہ وارثین جن کا وارث ہونا کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ ابٌ، اولاد الام، ابن، زوج، زوجہ، اُم، اخوات وغیرہ ہیں، وہ وارث جس کا حصہ سنت سے ثابت ہے، وہ صرف جدات ہیں۔ وہ وارثین جن کا حصہ اجماعِ امت سے ثابت ہے، جد (دادا)، پوتے، پوتی ہیں۔ یعنی حقوقِ ثلاثہ متقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین، ادائے دین، تنفیذ وصایا) سے بچا ہوا مال حسبِ قواعدِ شرعیہ ان وارثین کے مابین تقسیم کیا جائے گا، جن کا حصہ قرآن، سنت اور اجماعِ امت سے ثابت ہو۔

www.besturdubooks.net

وارثین کی اصنافِ عشرہ کا بیان

فَيُبْدَأُ بِأَصْحَابِ الْفَرَائِضِ وَهُمُ الَّذِيْنَ سِهَامٌ مُقَدَّرَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ بِالْعَصَبَاتِ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ، وَالْعَصَبَةُ كُلُّ مَنْ يَّأْخُذُ مَا أَبْقَتْهُ أَصْحَابُ الْفَرَائِضِ وَعِنْدَ الْإِنْفِرَادِ يُحْرِزُ جَمِيْعَ الْمَالِ. ثُمَّ بِالْعَصَبَةِ مِنْ جِهَةِ السَّبَبِ، وَهُوَ مَوْلَى الْعَتَاقَةِ، ثُمَّ عَصَبَتُهٗ عَلَى التَّرْتِيْبِ، ثُمَّ الرَّدُّ عَلٰى ذَوِي الْفُرُوْضِ النَّسَبِيَّةِ بِقَدْرِ حُقُوْقِهِمْ، ثُمَّ ذَوِي الْأَرْحَامِ، ثُمَّ مَوْلَى الْمُوَالَاتِ، ثُمَّ الْمُقَرُّ لَهٗ بِالنَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ، بِحَيْثُ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهٗ بِإِقْرَارِهٖ مِنْ ذَالِكَ الْغَيْرِ، إِذَا مَاتَ الْمُقِرُّ عَلٰى إِقْرَارِهٖ، ثُمَّ الْمُوْصٰى لَهٗ بِجَمِيْعِ الْمَالِ، ثُمَّ بَيْتِ الْمَالِ.

ترجمہ: پس اصحاب فرائض سے شروع کیا جائے گا اور یہ وہ وارثین ہیں جن کے لیے قرآن پاک (حدیث اور اجماع امت) میں حصے مقرر ہیں، پھر ان عصبات سے (تقسیم شروع ہوگی) جو نسب کے لحاظ سے ہوں۔ اور عصبہ وہ ہر وارث ہے جو اصحاب فرائض سے بچے ہوئے مال کو لے لے (یعنی بچے ہوئے مال کا مستحق ہو) اور تنہا ہوتے وقت پورا مال (محض عصبہ ہونے کی حیثیت سے) سمیٹ لے، پھر ان عصبات سے (تقسیم شروع ہوگی) جو سبب کے اعتبار سے ہوں اور وہ آزاد کرنے والا آقا ہے۔ پھر اس آزاد کرنے والے آقا کے عصبہ سے ترتیب وار، پھر نسبی اصحابِ فرائض پر ان کے حصوں کے مطابق رد سے (شروع

ہوگی)، پھر ذوی الارحام سے، پھر عقد موالات قبول کرنے والے سے، پھر اس شخص سے جس کے لیے غیر پر نسب کا اقرار کیا گیا ہو، اس طرح کہ اس مقرلہ کا نسب اس غیر سے اس مقر کے اقرار سے ثابت نہ ہوا ہو جب کہ اقرار کرنے والا اپنے اقرار پر مر گیا ہو، پھر اس شخص سے جس کے لیے پورے مال کی وصیت کی گئی ہو، پھر اسلامی سرکاری خزانہ ہے۔

توضیح وتشریح:

مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے ترکہ کے مستحق اصنافِ عشرہ کو بالترتیب ذکر کیا ہے، یعنی جیسے حقوقِ اربعہ میں ترتیب لازم تھی ایسے ہی یہاں بھی لازم ہے۔ مثلاً: ان میں سے پہلی صنف کی موجودگی میں دوسری صنف کو نہیں ملے گا۔ اور دوسری صنف کی موجوگی میں تیسری صنف کو نہیں ملے گا۔ قس علی ہذا! وہ ترتیب درج ذیل ہے:

صنفِ اول: اصحابِ فرائض ہیں:

اصحابِ فرائض کی تعریف ومصداق:

هُمُ الَّذِيْنَ لَهُمْ سِهَامٌ مُقَدَّرَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى – یعنی اصحابِ فرائض وہ وارثین کہلاتے ہیں جن کا حصہ شریعت میں مقرر ومعین فرما دیا گیا ہے۔ کل حصے چھ ہیں: نصف، ربع، ثمن، ثلثان، ثلث، سدس۔ اوران کے مصداق بارہ افراد ہیں۔ چار مرد: اب، جد، اخ لام، زوج۔ اور آٹھ عورتیں: زوجہ، بنت، بنت الابن، اخت لاب وام، اخت لاب، اخت لام، ام، جدۂ صحیحہ (دادی، نانی)۔

فائدہ: شوہر اور بیوی ذوی الفروض سببی ہیں، اور باقی دس افراد، ذوی الفروض نسبی ہیں۔

www.besturdubooks.net

اصحابِ فرائض کے مقدم ہونے کی وجہ:

دلیل نقلی: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلْحِقُوْا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلٰى رُجَلٍ ذَكَرٍ. (۱)

مفہوم حدیث وطریقۂ استدلال:

فرائض (حصص وسہام) ان کے مستحقین (اصحاب الفرائض) کو پہنچاؤ، پھر جو کچھ ان سے بچے وہ اس شخص کے لیے ہے جو مردوں میں سے میت کے سب سے نزدیک ہو، اس کا مصداق عصبہ ہوگا۔ اس حدیث میں عصبات پر اصحاب الفرائض کو مقدم رکھا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ وارثین میں اصحاب الفرائض مقدم ہیں۔

دلیل عقلی: اگر ذوی الفروض کو مقدم نہ کیا گیا، تو یہ ذوی الفروض کے محرومی کا باعث ہوگا، کیوں کہ عصبہ پورا مال لے لے گا۔ (۲)

سوال: مصنفؒ نے اصحاب الفرائض کی تعریف کرتے ہوئے فی کتاب اللہ پر اکتفا کیا (یعنی جن کے سہام کتاب اللہ میں مقرر ہیں) جب کہ اصحاب الفرائض میں سے بعض کا فرض سنت سے (جیسے جدات کا حصۂ سدس)، اور بعض کا فرض اجماعِ امت سے (جیسے جد کا حصۂ سدس) ثابت ہے۔ پھر مصنفؒ نے صرف کتاب اللہ کو ہی کیوں ذکر کیا؟

---

(۱) الصحيح للبخاري: ۹۹۸/۲، كتاب الفرائض، باب ابني عم: الرقم: ۶۷۴۶

(۲) وأيضا تقديم العصبة يوجب حرمان أصحاب الفرائض، و هو باطل قطعا. (الشريفية: ص۸)

www.besturdubooks.net

اس کے تین جوابات ہیں:

جوابِ اول: یقیناً اصحاب الفرائض کے سہام کتاب اللہ، سنت، اور اجماع تینوں میں بیان ہوئے ہیں۔ لیکن مصنفؒ نے کتاب اللہ پر اکتفا کیا ہے، اقوی کا اعتبار کرتے ہوئے۔(۱)

جوابِ ثانی: ادلۂ ثلاثہ کا تذکرہ ابھی ہوا (**یقسم الباقي بین ورثته بالکتاب والسنة واجماع الأمة**) جو مستحضر فی الذہن تھا، اس لیے صرف ایک کو ذکر کر دیا۔(مؤلف)

جوابِ ثالث: اصحابِ فرائض میں سے اکثر یعنی ۹/افراد کا حصہ کتاب اللہ میں موجود ہے، اس لیے اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے کتاب اللہ پر اکتفا کیا۔(مؤلف)

صنفِ ثانی: ثم بالعصبات من جهة النسب:

اصحابِ فرائض کے بعد عصبۂ نسبی مال کے وارث ہوتے ہیں۔

عصبات کی تعریف:

وَالْعَصَبَةُ كُلُّ مَنْ يَّأْخُذُ مَا أَبْقَتْهُ أَصْحَابُ الْفَرَائِضِ وَعِنْدَ الْإِنْفِرَادِ يُحْرِزُ جَمِيْعَ الْمَالِ.

---

(۱) ذکره الإمام السرخسي، هم الذين لهم سهام مقدرة في كتاب الله، أوسنة رسول الله (صلى الله عليه وسلم) أو الإجماع، و المصنفؒ اكتفى بكتاب الله إكتفاء بالأقوى.

(حاشيه شريفه: رقم: ۳/ص۸)

www.besturdubooks.net

یعنی عصبات وہ لوگ کہلاتے ہیں جو تنہا ہونے کی صورت میں پورا مال لے لیتے ہیں، اور اصحابِ فرائض کی موجودگی میں ان سے بچا ہوا مال لیتے ہیں۔

عصبات کی اقسام:

عصبہ کی دو قسمیں ہیں:

۱) عصبۂ نسبی (جس کا میت سے نسب کا تعلق ہو)

۲) عصبۂ سببی (جس کا میت سے عتق کا تعلق ہو)

پانچ اہم سوالات اوران کے جوابات:

سوال: ثم بالعصبات، مصنفؒ عصبات کو صیغۂ جمع کے ساتھ کیوں لائے؟

جواب: عصباتِ نسبی کی مختلف انواع (بنفسہٖ، بغیرہٖ، مع غیرہ) کی طرف اشارہ کرنے کے لیے۔

سوال: عصبۂ نسبی کو سببی پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب: عصباتِ نسبی کو ان کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبۂ سببی پر مقدم کیا گیا ہے۔(۱)

سوال: اگر عصبۂ نسبی کو سببی پر حق تقدم حاصل ہے تو اصحاب الفرائض نسبی کو (ماسوا الزوجین افرادعشرہ) اصحاب الفرائض سببی (زوجین) پر حق تقدم کیوں حاصل نہیں ہے؟

جواب: اصحاب الفرائض خواہ نسبی ہوں یا سببی، ان میں سے ہر ایک کے سہام کو ادلۂ ثلاثہ (کتاب اللہ، سنت، اجماع امت) میں بیان کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہاں

(۱) فإن العصوبة النسبية أقوى من السببية. (الشريفية: ص۸)

www.besturdubooks.net

نسب اور سبب میں تقدم وتاخر کے اعتبار سے فرق باقی نہیں رہا، برخلاف عصبات کے، کہ وہاں کسی وارث کا حصہ متعین نہیں ہے اس لیے وہاں نسب اور سبب کے مابین تقدم وتاخر باقی ہے۔(مؤلف)

سوال: اصحاب الفرائض بھی جب عصوبت سے خالی ہوں، اور تنہا ہوں تو وہ بھی تمام مال کو جمع کر لیتے ہیں، اور عصبات بھی ''عندا لانفراد'' تمام مال جمع کر لیتے ہیں، تو دونوں میں فرق کیا ہوا؟ مثلاً:

مسئلہ:۶/ر۳

اُم	اَخ(خ)
ثلث	سدس
۲	۱

وضاحت: اس مثال میں اُم حصۂ ثلث (۲) کی اور اَخیافی بھائی حصۂ سدس (۱) کا فرضیت کی وجہ سے مستحق ہوئے ہیں، اور ۶/ میں سے جو۳/ بچا، وہ بھی ان دونوں پر اُن کے حصوں کے بقدر رَد ہو گیا، اس اعتبار سے اصحاب الفرائض نے بھی سارا مال لے لیا۔

جواب: اصحاب الفرائض اور عصبات میں فرق یہ ہے کہ اصحاب الفرائض جو تمام مال جمع کرتے ہیں وہ دو جہتوں سے، ایک بطورِ فرض کے، دوسرے بطورِ 'ردّ' کے، جب کہ عصبات صرف بطورِ عصبہ کے تمام مال کو جمع کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا۔(۱)

---

(۱) فلا يرد أن صاحب الفرض إذا خلا عن العصوبة فقد يحرز جميع المال لأن إستحقاقه لبعضه بالفرضية والباقي بالرد. (الشريفيه: ص۸)

www.besturdubooks.net

سوال: اگر عصبات **عند الإنفراد بجهة واحدة** تمام مال کو جمع کر لیتے ہیں تو پھر بہنیں جب بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بنتی ہیں، تو بیٹیوں کے ساتھ تمام مال کو جہتِ واحدہ سے کیوں نہیں جمع کر لیتی؟ مثلاً:

مسئلہ: ۶

ام	۲/بنات	۱/اخت اخت (ع/عل)
سدس	ثلثان	عصبہ مع الغیر
۱	۴	۱

وضاحت:

اس مثال میں بنات اور اُخت عینی دونوں نے مل کر صرف ۵/حصہ جمع کیا ہے، کلِ مال جمع نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا عصبہ کی تعریف جامع نہیں ہے؟

جواب: یہاں **والعصبة کل من یأخذ** الخ؛ سے جس عصبہ کی تعریف کی گئی ہے، اس سے مراد عصبہ بنفسہٖ ہے، عصبہ بغیرہٖ، مع غیرہ اس میں داخل نہیں، کیوں کہ یہ تمام مال کو جمع نہیں کرتے، بل کہ حقیقت میں یہ دونوں (بغیرہٖ، مع غیرہٖ) اصحاب الفرائض میں سے ہیں، اور بہنیں عصبہ بنفسہٖ میں سے نہیں ہیں، عصبہ بغیرہٖ ومع غیرہٖ میں سے ہیں، اسی لیے وہ کلِ مال کو جمع نہیں کرتی ہیں۔ **فلا إشکال علیه!**(۱)

(۱) **واعترض بأن الأخوات عصبات مع البنات، ولا یحرزن جمیع المال عند الإنفراد بجهة واحدة، فلا یکون التعریف جامعاً، وأجیب بأن المراد بالعصبة ههنا من هو عصبة بنفسهٖ، فلا یتناول من هو عصبة مع غیرهٖ أو بغیره بل هما بالحقیقة من أصحاب الفرائض. (الشریفیة: ص۸)**

www.besturdubooks.net

سوال: مصنفؒ نے عصبہ کی تعریف میں ''ما أبقته أصحاب الفرائض'' قید لگائی ہے، یعنی عصبہ وہ ہے جو اصحاب الفرائض سے بچا ہوا مال لے لے، جب کہ ماموں وغیرہ ذوی الارحام احد الزوجین ذی فرض کی موجودگی میں، ان سے بچا ہوا مال لیتے ہیں اور وہ عصبہ بھی نہیں ہیں، تو عصبہ کی تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں ہے؟

جواب: اصحابِ فرائض سے معنی عام نہیں مراد ہے، بل کہ اصحابِ فرائض نسبی مراد ہیں، اور ذوی الارحام نسبی اصحابِ فرائض نسبی کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے ہیں، کیوں کہ اصحابِ فرائض نسبی رد کی صلاحیت رکھتے ہیں اور رد ذوی الارحام پر مقدم ہے۔(۱)

صنفِ ثالث: ثم بالعصبة من جهة السبب وهو مولى العتاقة:

عصباتِ نسبی کی عدمِ موجودگی میں عصبۂ سببی (معتِق) وارث ہوتا ہے، مثلاً میت کسی وقت غلام تھا، اس کے آقا نے اس کو آزاد کر دیا، تو اگر یہ آزاد شدہ غلام مر جائے اور مستحقینِ بالا میں سے کوئی موجود نہ ہو، تو اس میت کا آزاد کرنے والا اس کے ترکہ کا مستحق ہوگا۔

صنفِ رابع: ثم عصبته على الترتيب:

اگر عصبۂ سببی مولی العتاقہ (آزاد کرنے والا) نہیں ہے تو پھر اس کے عصبہ کو

(۱) ثم لا يرد على هذا التعريف أنه غير مانع، لصدقه على الخال الذي من ذوي الأرحام، فإنه إذا كان مع أحد الزوجين، ولايكون سواه وارثا، يحرز ما أبقته أصحاب الفرائض، وهوأحد الزوجين، لأن المراد بأصحاب الفرائض، أصحاب الفروض النسبية، دون الأعم ههنا..... ولايأخذ ما أبقته أصحاب الفروض النسبية، لأن أصحاب الفروض النسبية، تقبل الرد، فيرد الباقي عليهم، فإن الرد مقدم على ذوي الأرحام. (حاشیہ شریفیہ: رقم:۱۱/ص۸)

www.besturdubooks.net

مال دیا جائے گا ترتیب کا لحاظ رکھ کر، یعنی پہلے مولی العتاقہ کے عصباتِ نسبیہ مستحق ہوں گے، اور ان کی عدمِ موجودگی میں عصباتِ سببیہ کو استحقاق ہوگا؛ مگر مولی العتاقہ کے عصبۂ نسبیہ کے مستحق ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ مولی العتاقہ کے عصبہ بنفسہٖ ہوں، عصبہ بالغیر یا عصبہ مع الغیر نہ ہوں، اگر وہ مؤنث یعنی عصبہ بالغیر یا مع الغیر ہوں گی، تو محروم ہوں گی، مثلاً:

مسئلہ:۱

ابن المعتق	بنت المعتق	معتق المعتق
۱	م	م

وضاحت:

اس مثال میں کل ترکہ کا استحقاق ابن المعتق کو ہوگا، بنت المعتق اور معتق المعتق دونوں محروم ہوں گے، معتق المعتق تو اس لیے کہ وہ عصبۂ سببی ہے، جو عصبۂ نسبی کی موجودگی میں محروم ہو جاتا ہے، اور بنت المعتق اگر چہ عصبۂ نسبی میں سے ہے؛ مگر عصبہ بنفسہٖ (مذکر) نہیں ہے، اس لیے محروم ہے۔

صنفِ خامس: ثم الرد على ذوي الفروض النسبية بقدر حقوقهم:

ذوی الفروض نسبی کو ان کے مقرر کردہ حصوں کے بقدر ترکہ ملنے کے بعد اگر مال بچتا ہے، اور میت کے عصباتِ نسبی وسببی میں سے کوئی موجود نہ ہو، تو پھر مابقیہ مال بھی ذوی الفروض ہی کو دے دیا جائے گا، اسی کو اصطلاح میں ''رد'' کہتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

ذوی الفروض نسبی وسببی کی تعریف اوران کا مصداق:

ذوی الفروض نسبی وہ وارث کہلاتے ہیں جن کا میت سے نسب کا تعلق ہواور شریعت نے ان کے حصے مقرر کردیئے ہوں۔ یہ کل دس وارث ہیں: ۱/اَب، ۲/جد، ۳/اَخ خیفی، ۴/بنت، ۵/بنت الابن، ۶/اُخت عینی، ۷/اُخت علّی، ۸/اُخت خیفی ۹/اُم، ۱۰/جدۂ صحیحہ۔ اگر میت سے نکاح کا تعلق ہوتو وہ ذوی الفروض سببی کہلاتے ہیں، سببی کا مصداق صرف زوج اورزوجہ ہیں۔

ذوی الفروض نسبی پرردکی وجہ:

دراصل وارثین قرابت کی بنا پر میت کے ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں، اورزوجین میں قرابت کا معنی نہیں ہے، صرف نکاح کا معنی ہے اور وہ بھی انتقال کے بعد ختم ہوجاتا ہے، جس کا تقاضا یہ تھا کہ ان کو کچھ نہ ملتا؛ مگر قرآن مجید میں خلاف قیاس ان کے حصص بیان کئے گئے ہیں؛ اسی وجہ سے حصۂ متعینہ دینے کے بعد اُن کے اندر رَد کی صلاحیت باقی نہیں رہتی، اسی لیے ان پر رَد نہیں کیا جاتا ہے، برخلاف ذوی الفروض نسبی، کہ ان کا تعلق میت سے قرابت اورنسب کا ہے جو سبب (نکاح) سے قوی ہے اورانتقال کے بعد بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، جس کی وجہ سے اُن میں رَد کی صلاحیت نہیں رہتی ہے، اسی لیے اُن پر رد کیا جاتا ہے۔(۱)

---

(۱) الرد علی ذوي الفروض النسبية، لبقاء قرابتهم، بعد أخذهم فرائضهم، دون ذوي الفروض السببية، لأنه لا رد على الزوجين كما مر، إذ لا قرابة لهما بعد أخذ فروضهما. (الشريفية: ص ۹)

www.besturdubooks.net

رَ دبقدرحق کی تفصیل:

پھر رد میں اس بات کا لحاظ بھی ضروری ہوگا کہ جس وارث کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے مال زائد مل رہا ہو، اس پر رد کی مقدار بھی اسی اعتبار سے زائد ہوگی، اور جس کو کم مل رہا ہو، اس کو بطور رد بھی اسی اعتبار سے کم ملے گا۔ مثال کے طور پر اگر ورثہ میں صرف لڑکی اور پوتی ہو تو لڑکی کو نصف اور پوتی کو تکملۃ للثلثین سدس ملے گا۔

مسئلہ: ٦ ر ۴	
بنت	بنت الابن
نصف	سدس
۳	۱

وضاحت: ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے قاعدہ کے مطابق مسئلہ چھ سے بنے گا، تین سہام کا استحقاق لڑکی کو اور ایک سہم کا استحقاق پوتی کو ہوگا، دو سہام باقی رہے، حال یہ ہے کہ میت کے عصباتِ نسبیہ وسببیہ میں سے کوئی موجود نہیں، تو یہ دو سہام بھی انہی لڑکی اور پوتی پر ان کے حصوں کی بقدر رد کئے جائیں گے؛ لہٰذا ان دو سہام کے چار حصے کر کے تین لڑکی کو اور ایک پوتی کو دیں گے۔ باب الرد کے قوانین کا لحاظ رکھتے ہوئے کل مال کے نتیجہ کے اعتبار سے چار حصے ہوں گے، تین حصوں کی مستحق لڑکی اور ایک حصہ کا استحقاق پوتی کو ہوگا۔

فائدہ: متاخرینِ احناف زوجین پر رد کی ایک صورت یہ بیان کرتے ہیں کہ چوں کہ موجودہ دور میں بیت المال موجود نہیں ہے، اس لیے بیت المال کے نہ ہونے کی وجہ سے دسویں درجے میں موصیٰ لہ بجمیع المال کے نہ ہونے کے وقت زوجین پر رد کیا جائے گا، گویا بیت المال کے بجائے فی زماننا ہٰذا زوجین پر ان کے حصوں کے بقدر ''رد'' ہوگا۔(۱)

---

(۱) وفي الأشباه و النظائر يرد على الزوجين، بناء على أنه ليس في زماننا بيت المال، لأنهم=

www.besturdubooks.net

صنفِ سادس: ثم ذوي الأرحام.

ذوی الارحام کی تعریف:

لغت میں مطلقاً قرابت کے معنی میں ہے، اصطلاح میں ذوی الارحام وہ وارث کہلاتے ہیں جن کا میت سے قرابت کا تعلق ہو، لیکن وہ ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں، خواہ میت کی ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں جیسے ماموں' خالہ، یا باپ کی طرف سے جیسے پھوپھی۔(۱)

ذوی الارحام ''رد'' سے کیوں مؤخر ہیں؟:

نسبی ذوی الفروض کو بہ نسبت ذوی الارحام کے میت سے زیادہ قرب حاصل ہے، اسی لیے ذوی الارحام کو ''رد'' سے مؤخر رکھا گیا۔(۲)

= لا يضعونه موضعه، وعليه المتأخرون منا، أقول و ذل قدم بعض الأعلام في فهم المرام من هذا المقام، بأن فهموا أن الزوجين لما تقرر لهم الرد، فيرد عليهما عند عدم أصحاب الفرائض النسبية، و هما مقدمان على ذوي الأرحام، و الحق أن الرد عليهما وضع موضع بيت المال، فدرجتهما درجة بيت المال، يعني لو لم يكن الموصى له بجميع المال، فلأن يرد على الزوجين تفقد بيت المال في زماننا. (حاشیہ سراجی: رقم:۴/ص۶)

(۱) ذوو الأرحام في اللغة بمعنى ذوي القرابة مطلقًا وفي الشريعة: هو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة. (التعريفات: ص ۱۱۱)

(۲) وانما أخرواعن الرد لأن أصحاب الفرائض النسبية أقرب إلى الميت وأعلى درجة منهم. (الشريفية: ص ۹)

www.besturdubooks.net

ذوی الارحام کے مستحق ہونے کی صورتیں:

ذوی الارحام کے مال لینے کی صرف دوصورتیں ہیں:

(۱) کسی قسم کے ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو۔

(۲) صرف ذوی الفروض سببی (احدالزوجین) موجود ہو، تو ان کا ما بقیہ ذوی الارحام کو ملے گا۔

صنفِ سابع: ثم مولی الموالاۃ:

مولی الموالاۃ کی تعریف:

أَنْ يُعَاهِدَ شَخْصٌ شَخْصًا آخَرَ عَلٰى أَنَّهُ إِنْ جَنٰى فَعَلَيْهِ إِرْشُهُ وَ إِنْ مَاتَ فَمِيْرَاثُهُ لَهُ. (۱) - یعنی کسی شخص کا دوسرے شخص سے یہ معاہدہ کرنا کہ اگر مجھ سے کوئی موجب جنایت بات صادر ہو جائے، تو اس کا تاوان تجھ کو بھرنا پڑے گا، اور اگر میں مر گیا تو میری جائیداد تجھے وراثت میں مل جائے گی۔

مولی الموالاۃ کو ذوی الارحام سے مؤخر کرنے کی وجہ:

ذوی الارحام کا میت سے قرابت کا تعلق ہوتا ہے، برخلاف مولی الموالات کے، کہ اس کا میت سے قرابت کا کوئی تعلق نہیں، اسی وجہ سے ذوی الارحام سے مولی الموالاۃ کو مؤخر کیا گیا۔(۲)

---

(۱) التعريفات الفقهية: ص ۲۲۰

(۲) وإنما أخرنا مولى الموالاة عن ذوي الأرحام لقرابتهم. (الشريفية: ۱۰)

www.besturdubooks.net

مولی الموالات کے مستحق ہونے کی صورتیں:

صرف دو صورتیں ہیں:

(۱) میت کے ذوی الفروض، عصبات، ذوی الارحام میں سے کوئی بھی وارث موجود نہ ہو۔

(۲) صرف زوجین (میاں، بیوی) موجود ہوں، تو ان سے باقی ماندہ ترکہ کا استحقاق مولی الموالات کو ہوگا۔

عقد موالات کے شرائط:

(۱) موالات کرنے والا (موجِب) آزاد عاقل اور بالغ ہو۔(۱)

(۲) کسی دوسرے کا مولی العتاقہ نہ ہو، کیوں کہ ولاء العتاقہ ولاء الموالاۃ سے اقویٰ ہے۔(۲)

(۳) کسی ایسے شخص سے عقد موالات نہ کر چکا ہو، جس نے اس کا خون بہا ادا کر دیا ہو، اس لیے کہ تاوان ادا کرنے کے بعد معاہدہ توڑنا جائز نہیں۔(۳)

---

(۱) وأما شرائط العقد، فمنها عقل العاقد، وأما البلوغ، فهو شرط الإنعقاد في جانب الإيجاب. (بدائع الصنائع: ۵/۵۰۵، كتاب الولاء)...... وشرطه أن يكون حرًا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۹/۱۷۵، كتاب الولاء) (۲) ومنها ألا يكون معتق أحد، فإن كان لا يصح منه عقد الموالاة، لأن ولاء العتاقة أقوى من ولاء الموالاة. (بدائع الصنائع: ۵/۵۰۶) (۳) وكذا إذا عقل عن الذي يواليه. (بدائع الصنائع: ۵/۵۰۷) --- أن لا يكون له ولاء عتاقة و لا ولاء موالاة مع أحد وقد عقل عنه. (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۹/۱۷۵)

www.besturdubooks.net

(۴) بیت المال نے اس کا خون بہا ادا نہ کیا ہو۔(۱)

(۵) عقد میں دیت اور وراثت کی صراحت ہو۔(۲)

(۶) عاقد کا کوئی وارث نہ ہو۔(۳)

(۷) کسی عربی کا آزاد کیا ہوا نہ ہو۔(۴)

مذکورہ بالا شرائط موالات کرنے والے یعنی موجب میں ضروری ہیں، قبول کرنے والے کے لیے فقط عاقل ہونا کافی ہے، حتی کہ صبی عاقل اور غلام بھی اپنے والد وصی اور آقا کی اجازت سے عقد موالات قبول کرسکتا ہے۔(۵)

نوٹ: (الف) علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق موالات کرنے والے موجب کے لیے مجہول النسب ہونا شرط نہیں ہے۔ اسی لیے شرائط میں اس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔(۶)

---

(۱) ومنها أن لا يكون قد عقل عنه بيت المال. (بدائع الصنائع:۵/۵۰۶)

(۲) أن يشترط العقل والإرث. (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۹/۱۷۵)

(۳) ومنها ألا يكون للعاقد وارث. (بدائع الصنائع:۵/۵۰۶)

(۴) ومنها ألا يكون من موالي العرب لأن مولاهم منهم . (بدائع الصنائع:۵/۵۰۶)

(۵) و أما من جانب القبول، فهو شرط النفاذ، حتى لو والى بالغ صبيًا، فقبل الصبي، ينعقد موقوفًا على إجازة أبيه أو وصيه، فإن أجاز جاز، لأن هذا نوع عقد مكان قبول الصبي فيه بمنزلة قبوله في سائر العقود....... وكذلک لو والى رجل عبداً فقبل العبد وقف على إجازة المولى فإذا أجاز جاز.
(بدائع الصنائع ۵/ ۵۰۵)

(۶) وفي شرح المجمع: كونه مجهول النسب ليس بشرط عندالبعض، وهو المختار.
(رد المحتار: ۹/ ۱۷۵، كتاب الولاء)

www.besturdubooks.net

(ب) مذکورہ بالا وارثین کی عدم موجودگی میں مولی الموالات کو جمیع مال سے اس وقت ملے گا جب زوجین بھی نہ ہو، اگر زوجین موجود ہوں تو ان کو دینے کے بعد ما باقی مال مولی الموالات کو ملے گا۔(۱)

صنفِ ثامن: ثُمَّ الْمُقَرُّ لَهُ بِالنَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ بِحَيْثُ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ بِإِقْرَارِهِ مِنْ ذَالِکَ الْغَيْرِ إِذَا مَاتَ الْمُقِرُّ عَلٰى إِقْرَارِهِ.

مقرلہ بالنسب علی الغیر کا مطلب:

میت نے نسب کا اقرار اس طور پر کیا ہو کہ اس نسب کی تحمیل غیر پر ہو رہی ہو، مثلاً میت نے حالتِ حیات میں کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں اقرار کیا ہو کہ یہ میرا بھائی ہے؛ گویا اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ یہ میرے باپ کا لڑکا ہے، تو اس کا یہ اقرار غیر (باپ) پر نسب کا اقرار ہے۔

مقرلہ بالنسب علی الغیر کو مولی الموالاۃ سے مؤخر کرنے کی وجہ:

موالاۃ اس عقد کو کہتے ہیں جس کو انسان بطیبِ خاطر کرتا ہے، اس میں غیر پر کوئی بوجھ اور طعن نہیں ہوتا۔ برخلاف مقرلہ بالنسب علی الغیر کے، اس میں غیر پر بوجھ اور طعن ہوتا ہے۔ اسی لیے مولی الموالاۃ کو مقدم اور مقرلہ بالنسب علی الغیر کو مؤخر رکھا گیا۔(۲)

---

(۱) ثم مولى الموالاة أي عند عدم هؤلاء المذكورين، يبدأ في جميع الميراث بمولى الموالاة، إن لم يوجد أحد الزوجين، وإن وجد يبدأ به أيضًا لكن في الباقي من فرضه. (الشريفية: ص ۹)

(۲) فان قلت لم قدم مولى الموالاة، على المقر له بالنسب على الغير، قلت لأن الموالاة عقد الرجل بطيب نفسه، وليس لأحد فيه طعن، بخلاف الإقرار بالنسب على الغير، لإن أباه أو جده مثلاً كذبه وطعن في إقراره. (حاشيه شريفيه: رقم ۹/ص ۱۰)

www.besturdubooks.net

قیودِ عبارت مع فوائدِ قیود

مصنف کی لائی ہوئی عبارت میں تین قیود ہیں:

قیدِ اوّل: **المقر له بالنسب علی الغیر** – یعنی مقر کی جانب سے اس کے نسب کا ایسا اقرار ہو جو متضمن ہو غیر سے نسب کے اقرار کو، مثلاً مجہول النسب شخص کے بارے میں یہ اقرار کہ وہ میرا بھائی ہے، یہ اقرار متضمن ہے اس بات کو کہ یہ میرے باپ کا بیٹا ہے۔(۱)

قیدِ ثانی: **بحیث لم یثبت نسبه بإقراره من ذلک الغیر** – یعنی اس اقرار سے اس مقر لہ کا نسب غیر سے ثابت نہ ہو، یعنی غیر نے اس اقرار کی تصدیق نہ کی ہو۔(۲)

قیدِ ثالث: **إذا مات المقر علی إقراره** – یعنی مقر اپنے اسی اقرر پر انتقال کر گیا ہو، زندگی میں اس سے رجوع یا انکار نہ کیا ہو۔(۳)

نـــوٹ: عبارت کی ان قیود ثلثہ سے دو شرطیں اور مفہوم ہو رہی ہیں جو عبارت میں ضمناً آ گئی ہیں اس لیے انہیں مستقلاً ذکر نہیں کیا۔

---

(۱) واعتبرت فیه قیود، الأول أن یکون الإقرار بنسبه من المقر متضمنا لإقراره بنسبه علی غیره، کما إذا أقر المجهول النسب، بأنه أخوه فإنه یتضمن إقراره علی أبیه بانه ابنه. (الشریفیة: ص ۱۰)

(۲) الثاني: أن یکون ذالک الإقرا ر بحیث لا یثبت به نسبه من ذلک الغیر کما إذا لم یصد قه أبوه فی هذا السنب. (الشر یفیة: ص ۱۰)

(۳) والثالث: أن یموت المقرعلی إقراره. (الشریفیة: ص ۱۰)

www.besturdubooks.net

(۱) مقرلہ مجہول النسب ہو۔(۱)

(۲) اقرار شرعاً معتبر بھی ہو، اگر کوئی شخص اپنے باپ کے ہم عمر شخص کے بھائی ہو نے کا اقرار کرے تو یہ لغو ہوگا۔

فوائد قیود:

قیدِ اول کا فائدہ: اگر اقرار تحمیل نسب علی الغیر کے بجائے اپنی ذات سے متعلق ہو، مثلاً یہ اقرار کرے کہ وہ میرا بیٹا ہے، اور باقی شرطیں بھی پائی جائیں، تو اس کا یعنی مقرلہ کا نسب مقر سے ثابت ہو جائے گا، اور وہ عصبہ نسبیہ میں داخل ہو کر ترکہ پائے گا، مقرلہ باقی نہیں رہے گا۔(۲)

قیدِ ثانی کا فائدہ: اگر مقر علیہ یعنی وہ غیر جس پر نسب کے اقرار کی تحمیل کی گئی تھی اس نے مقِر کے اقرار کی تصدیق کردی تو مقرلہ اب مقرلہ نہیں رہے گا بل کہ مقر علیہ سے نسب ثابت ہو کر عصبۂ نسبی میں داخل ہو جائے گا۔(۳)

---

(۱)ومنها أن لايكون المقرّ بنسبه معروف النسب من غيره فإن كان لم يصح.

(بدائع الصنائع: ۲۲۲/۱۰، كتاب الإقرار)

(۲) فوائد القيود ظاهــرة، أما الأول، فلان إقراره لمجهول النسب بنسبه منه، إذا لم يتضمن بتحميل النسب على غيره، واشتمل على شرائط صحته، أوجب ثبوت نسبه منه، واندراجه فيما مر ذكره عن الوراثة النسبية، كان يقر له بأنه ابنه. (الشريفية: ص ۱۰)

(۳) وأما الثاني فلانه إذا صدقه أبوه في ذلک النسب، يثبت بإقراره على هذا الوجه نسبه من أبيه أيضا، وكان المجهول أخا للمقر. (الشريفية: ص ۱۰)

www.besturdubooks.net

قیدِ ثالث کا فائدہ: اگر مقِر نے اپنی زندگی میں اس اقرار سے رجوع کرلیا ہوتو، یہ اقرار ختم ہو جائے گا، اور مقرلہ اس کا وارث نہ ہوگا۔(۱)

مقرلہ بالنسب کے وارث ہونے کی وجہ:

دراصل مقر مقرلہ کے لیے دو چیزوں کا اقرار کرتا ہے: (۱) غیر پر نسب کا اقرار (۲) اس کے لیے اپنے مال کا استحقاق بطورِ وراثت۔

اول، یعنی غیر پر نسب کے ثبوت کا اقرار چوں کہ غیر کی ذات سے متعلق ہے، اور اس سے ثبوتِ نسب کا دعویٰ کرنا ہے، جس پر کوئی دلیل نہیں ہے، اسی لیے محض مقِر کے اقرار سے وہ نسب ثابت نہ ہوگا، بل کہ شرعاً باطل ہے؛ البتہ مقرلہ کے لیے مال کے استحقاق کا اقرار چوں کہ خود مقِر کی اپنی ذات سے متعلق ہے، اس لیے اس کا اعتبار ہوگا۔ اور یہ اقرار گویا معناً وصیت کے حکم میں ہے بنابریں مقرلہ کو بشرطیکہ اِس درجہ میں اوپر کا کوئی وارث نہ ہو، مقر کا وارث شمار کیا جائے گا۔(۲)

---

(۱) وأما الثالث، فلأنه إذا رجع المقر عن ذالک الإقرار، لا يعتد به قطعًا، فلا يثبت به ارثه أصلاً.

(الشريفية: ص۱۰)

(۲) وإذا اجتمعت هذه الصفات في المقر له، صار عندنا وارثا في المرتبة المذكورة، لأن المقر كان مقراً بشيئين: النسب، واستحقاق المال بالإرث، لكن إقراره بالنسب باطل، لأنه يحمل نسبه على غيره، والإقرار على الغير دعوى فلا تسمع، ويبقى اقراره بالمال صحيحا، لأنه لا يعدوه إلى غيره، إذا لم يكن له وارث معروف، أي ويكون هذا الإقرار وصية معنىً.

(ردالمحتار: ۱۰/۱۵۰، كتاب الفرائض)

www.besturdubooks.net

صنفِ تاسع: ثم الموصیٰ له بجمیع المال.

موصیٰ لہ بجمیع المال کا مطلب:

اگر میت نے کسی کے لیے تہائی سے زائد یا سارے ترکہ کی وصیت کی ہو اور مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہ ہو تو سارا ترکہ اس موصیٰ لہ کو دیا جائے گا۔

موصیٰ لہ بجمیع المال کو مقرلہ بالنسب علی الغیر سے مؤخر کرنے کی وجہ:

مقرلہٗ کو مقِر سے ایک قسم کی قرابت وابستہ ہے اگرچہ وہ محض مقر کے اقرار سے ہو، برخلاف موصی لہ بجمیع المال کے، کہ وہ بالکل اجنبی ہے، اور موصِی کی طرف سے موصیٰ لہ کو محض تبرعا بغیر کسی قرابت کے مال ملتا ہے۔ اسی لیے موصی لہ کو مقرلہ سے مؤخر کیا گیا۔(۱)

صنفِ عاشر: ثم بیت المال.

اگر مذکورہ ورثہ و مستحقین ترکہ میں سے کوئی موجود نہیں تو پھر میت کا کل ترکہ بیت المال (اسلامی خزانہ) میں داخل کر دیا جائے گا جو عامۃ المسلمین کے فقراء وغرباء ومساکین اور حاجت مند لوگوں پر خرچ کیا جائے گا؛ مگر بیت المال میں ترکہ کا جمع ہونا بطور وراثت نہ ہوگا کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، اسی وجہ سے مذکر ومؤنث باپ بیٹا وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب پر برابر برابر صرف کیا جائے گا؛ بل کہ وہ بطور فئ کے ہوتا ہے، اور اس پر فئ کے احکام جاری ہوں گے۔(۲)

---

(۱) ان في الوصية بجميع المال تبرعا محضا للموصى له من الموصى بغير قرابة واقعية، أو عند الموصي، بخلاف المقر له، فيقدم لامحالة. (حاشیہ شریفیہ: رقم:۱۰/ص۱۰)

(۲) في بيت مال المسلمين يوضع، وذلك على سبيل الفيء عندنا. (رسائل ابن عابدین:۲/۱۹۷)
ثم يوضع في بيت المال لا إرثا بل فيئًا للمسلمين. (ردالمحتار: ۱۰/۵۰۲، كتاب الفرائض)

www.besturdubooks.net

نوٹ: مال فیٔ وہ مال ہے، جو کفار سے بلا قتال حاصل ہو۔(۱)

بیت المال سے متعلق پانچ اہم فائدے

فائدۂ اولیٰ: بیت المال کی بے راہ روی کی صورت میں زوجین پر رد کا حکم:

فی زمانناہٰذا اسلامی خزانہ میں بے راہ روی ہے یا بیت المال (اسلامی خزانہ) ہے ہی نہیں، ایسی صورت میں اگر صرف زوجین ہوں، تو متاخرین علما نے زوجین پر رد کرنے کے سلسلے میں فتویٰ دیا ہے؛ لیکن یاد رہے کہ یہ زوجین پر رد اسی وقت ہوگا جب کہ ذوی الارحام موجود نہ ہوں۔(۲)

فائدۂ ثانیہ: بیت المال کے نہ ہونے صورت میں لاوارث میت کے مال کا حکم:

اگر کوئی میت لاوارث ہو؛ یعنی نہ تو قریب کے رشتہ دار ہوں اور نہ دور کے، اور آج کل کے دور میں بیت المال بھی نہیں ہے، تو اس لاوارث میت کے چھوڑے ہوئے مال کا کیا ہوگا؟

---

(۱) الفيء: ما ردّه الله تعالٰی علی أهل دينه من أموال من خالفهم في الدين بلا قتال.

(التعريفات: ص ۱۷۱)

(۲) قال في القينية: ويفتی بالرد علی الزوجين في زماننا لفساد بيت المال، وفي الزيلعي عن النهاية ما فضل عن فرض أحد الزوجين يرد عليه. قال في المستصفی: والفتوی اليوم بالرد علی الزوجين، وهو قول المتأخرين من علمائنا. وقال الحدادي: الفتوی اليوم بالرد علی الزوجين، وقال المحقق أحمد بن يحيی بن سعد التفتازاني: أفتی كثير من المشائخ بالرد عليهما، إذا لم يكن من الأقارب سواهما، لفساد الإمام وظلم الحكام فی هذه الأيام. (ردالمحتار ۱۰/ ۵۴۰)

www.besturdubooks.net

یہ مال معتبر دینی مدارس کے سپرد کردیا جائے؛ کیوں کے اسلامی بیت المال موجود نہ ہونے کی صورت میں یہ مدارس اس کے قائم مقام قرار دیے جاتے ہیں، اس لیے کے ان اداروں میں بھی مسلمانوں کے اموال کو نادار غریب طلبہ پر صرف کرنے کا انتظام ہوتا ہے۔(۱)

فائدۂ ثالثہ: بیت المال کی تعریف:

لغتاً وہ مکان جس کو حفظِ مال کے لیے بنایا گیا ہو، خواہ خاص ہو یا عام اور اصطلاح میں بیت المال کا لفظ حکومتِ اسلامیہ میں اس عمارت یا مکان کے لیے استعمال ہوتا تھا جس میں عامۃ الناس کے اموال کی حفاظت کی جاتی تھی۔(۲)

---

(۱) وما أخذ من تركة الميت الذي مات، ولم يترک وارثا ...... وهذا النوع يصرف إلى نفقة المرضى وأدويتهم، وهم فقراء، والى كفن الموتى الذين لامال لهم، وإلى اللقيط، وعقل جنايته، وإلى نفقة من هو عاجزعن الكسب، وليس له من تجب عليه نفقته، وما أشبه ذالک.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۹۱، كتاب الزكاة الباب السابع في المصارف)

قال العلامة ابن عابدين وأما الرابع أي الضوائع، مثل ما لا يكون له أناس وارثون، فمصرفه المشهور، وهو اللقيط الفقير، والفقراء الذين لا أولياء لهم، فيعطى منه نفقتهم، وأدويتهم، وكفنهم، وعقل جنايتهم. (الدرالمختار مع الشامي: ۲۸۳/۳، كتاب الزكاة قبيل باب المصارف، امداد الفتاوى: ۳۴۴/۴، كتاب النوازل: ۱۷۶/۱۸)

(۲) بيت المال لغةً: هو المكان المعد لحفظ المال، خاصا كان أو عاما. وأما في الإصطلاح: فقد استعمل لفظ "بيت مال المسلمين" في صدر الإسلام، للدلالة على المبنىٰ، و المكان الذي تحفظ فيه الأموال العامة للدولة الإسلامية من المنقولات. (الموسوعة الفقهية: ۲۴۲/۸)

www.besturdubooks.net

فائدۂ رابعہ: بیت المال کی ابتدا کب سے ہوئی:

بیت المال سب سے پہلے سیدنا عمر بن خطابؓ نے بنایا۔(۱)

فائدۂ خامسہ: بیت المال کی اقسامِ اربعہ اوران کے مصارف:

قسمِ اول: بیت الزکاۃ: اموال، سوائم کی زکاۃ اور عشری زمینوں کا عشر اور وہ عشر جو مسلمان تاجروں سے لیا جاتا ہے جب وہ عاشر کے پاس سے گزرے، یہ سارے اموال بیت الزکوۃ میں رکھے جاتے ہیں۔

مصرف: بیت المال کے اس قسم کا مصرف وہ مصارفِ ثمانیہ ہیں جن کی صراحت قرآن میں موجود ہے۔(۲)

قسمِ ثانی: بیت الاخماس: بیت المال کی اس قسم میں غنائمِ منقولہ (وہ غنیمت کا مال جو منتقل ہونے کے صلاحیت رکھتا ہو) اور وہ رکاز (خزانہ) جس پر علامتِ کفر ہو، رکھے جاتے ہیں۔

مصرف: بیت المال کے اس قسم کے مصارف پانچ ہیں، جس کی صراحت آیتِ کریمہ: "وَاعْلَمُوْٓا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي

---

(۱) تشير بعض المصادر إلى أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان أول من اتخذ بيت المال نقل ذلک ابن الأثير. (الموسوعة الفقهية: ۸/۲۴۳)

(۲) البيت الأول: بيت الزكاة من حقوقه، زكاة السوائم، وعشور الأرضى الزكوية، والعشور التي تؤخذ من التجار المسلمين إذا مروا على العاشر و زكاة الأموال الباطنة إن أخذها الإمام ومصرف هذا النوع المصارف الثمانية التي نص عليها القرآن العظيم. (الموسوعة الفقهية: ۸/۲۴۹)

www.besturdubooks.net

الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ" میں ہے۔(۱)

ترجمہ: اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے، سو اللہ کے واسطے ہے، اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے۔

غنیمت کی تعریف: لغتاً: اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے حاصل کیا جائے اور اصطلاحِ شریعت میں غیر مسلموں سے جو مال جنگ وقتال اور قہر وغلبہ کے ذریعے حاصل ہو۔(۲)

قسمِ ثالث: بیت الضوائع: بیت المال کی اس قسم میں وہ اموال رکھے جاتے ہیں جس کے مالک کا پتہ نہ چل سکے، مثلاً ایسا لقطہ جس کا مالک معلوم نہ ہو، ایسا چوری کیا ہوا مال جس کے مالک کا پتہ نہ چل سکے، وغیرہ۔

مصرف: اس قسم کے اموال کے مصارف ایسا لقیط ہے جو فقیر ہو یا ایسے فقراء جن کا کوئی ولی نہ ہو، فی زمانناہٰذا معتمد مدارس اسلامیہ بھی ہیں۔(۳)

---

(۱) البيت الثاني: بيت الأخماس، خمس الغنائم المنقولة، خمس ما يوجد من كنوز الجاهلية. ومصرف هٰذا النوع خمسة أسهم......على ما قال الله تعالىٰ:وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (الموسوعة الفقهية:۸/۲۴۹)

(۲) الغنيمة اسم لما يؤخذ من أموال الكفرة، بقوة الغزاة و قهر الكفرة، على وجه يكون إعلاء كلمة الله. (التعريفات الفقهية: ص۱۶۵، معارف القرآن:۴/۲۳۷)

(۳) البيت الثالث: بيت الضوائع: وهي الأموال الضائعة ونحوها، من لقطة لايعرف صاحبها أو =

www.besturdubooks.net

قسمِ رابع: بیت المال الفیٔ: مال خراج، خراجی زمین، جزیہ، اہلِ ذمہ کا عشر (ٹیکس) وغیرہ۔

مصرف: اس قسم کا مصرف مسلمانوں کے مصالح عامہ ہیں۔ امام وقت اپنے صوابدید کے مطابق ان مصلحتوں میں خرچ کرے گا۔(۱)

= مسروق لايعلم صاحبه، و نحوهما على ما تقدم، فتحفظ في هٰذا البيت محرزة لأصحابها، فإن حصل اليأس من معرفتهم صرف في وجهه. ومصرف أموال هٰذا البيت على مانقله ابن عابدين عن الزّيلعي، وقال إنه المشهورعند الحنيفة، هو اللقيط الفقير، والفقراء الذين لا أولياء لهم: فيعطون منه نفقتهم وأدويتهم وتكاليف أكفانهم ودية جناياتهم. (الموسوعة الفقهية: ۸/۲۵۰)

(۱) البيت الرابع وهو بيت مال الفئ: ما أخذ من الكفار من خراج و الجزية، وعشور أهل الذمة. ومصرف أموال هٰذا البيت المصالح العامة للمسلمين فيكون تحت يد الإمام ويصرف منه بحسب نظره واجتهاده في المصلحة العامة. (الموسوعة الفقهية: ۸/۲۴۶، ۲۵۰)

www.besturdubooks.net

موانعِ اِرث کا بیان

اَلْـمَـانِـعُ مِـنَ الْإِرْثِ أَرْبَـعَةٌ: الـرِّقُّ وَافِرًا كَانَ أَوْ نَاقِصًا، وَالْقَتْلُ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهٖ وُجُـوْبُ الْـقِـصَاصِ أَوْ بِالْكَفَّارَةِ، وَ اِخْتِلافُ الدِّيْنَيْنِ، وَ اِخْتِلافُ الدَّارَيْنِ إِمَّا حَـقِيْـقَةً كَـالْحَرْبِيِّ وَالذِّمِّيِّ، أَوْ حُكْمًا كَالْمُسْتَأْمِنِ وَالذِّمِّيِّ، أَوِ الْحَرْبِيَّيْنِ مِنْ دَارَيْـنِ مُـخْتَـلِفَيْـنِ، وَالـدَّارُ إِنَّمَا تَخْتَلِفُ بِاخْتِلافِ الْمَنْعَةِ وَالْمَلِكِ لِإِنْقِطَاعِ الْعِصْمَةِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ۔

ترجمہ: وراثت سے روکنے والی چیزیں چار ہیں: غلامی، کامل ہو یا ناقص، اور وہ قتل جس سے قصاص یا کفارے کا وجوب متعلق ہوتا ہے، اور وہ دو دینوں کا اختلاف ہے اور (کافروں کے درمیان) دوملکوں کا اختلاف خواہ حقیقتاً (حساً) ہو جیسے حربی اور ذمی یا حکماً ہو جیسے مستأمن اور ذمی، یا دو مختلف دارالحرب کے رہنے والے دو کافر۔ اور ملک مختلف ہوتا ہے لشکر اور بادشاہ کے الگ ہونے سے آپس میں سلامتی کے ختم ہونے کی وجہ سے۔

توضیح وتشریح: یہاں چھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) تمہید (۲) مانع کے لغوی وشرعی معنی (۳) اقسام موانع (۴) رق کے لغوی وشرعی معنی (۵) غلامی کے مانعِ ارث ہونے کی وجہ (۶) غلام کی قسمیں مع تعریف واحکام

www.besturdubooks.net

بحثِ اول: تمہید:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وارث سببِ وراثت کے پائے جانے کے باوجود اپنی ذات میں کسی وصف کے پائے جانے کی وجہ سے وراثت سے محروم ہوجاتا ہے، ان اوصاف کو ''موانعِ ارث'' کہتے ہیں۔ اس فصل میں اُنہی موانع کا بیان ہے۔ مصنفؒ نے مذکورہ بالاعبارت میں موانعِ اربعہ (رقیت، قتل، اختلافِ دین، اختلافِ ملک) کا ذکر کیا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے: مانع اول: ''الرق وافرًا كان أو ناقصًا'' پس ہر قسم کے غلام کو وراثت نہیں ملے گی خواہ وہ کامل ہو، مثلاً عبدِ خالص یا ناقص مثلاً مکاتب، مدبر، ام ولد، اور معتق البعض۔

بحثِ ثانی: مانع کے لغوی وشرعی معنی:

لغتاً: مانع کی جمع موانع آتی ہے، بمعنی حائل۔

اصطلاحاً: مانع ایسا سبب (نقص) ہے جو کہ وارث کے اندر موجود ہوتا ہے، اور اس کو میراث لینے سے روک دیتا ہے، اور اگر سبب (نقص) وارث کی ذات میں نہ ہو بل کہ کسی غیر میں ہو، جس کی وجہ سے وہ وارث نہ بن رہا ہو، تو اس کو ''حجب'' کہتے ہیں، اور ایسے وارث کو ''محجوب'' کہتے ہیں۔(۱)

---

(۱) المانع لغة الحائل، واصطلاحًا ماينتفي لأجله الحكم عن شخص، لمعنى فيه بعد قيام سببه، ويسمى محرومًا، فخرج ما انتفى لمعنى في غيره، فإنه محجوب. (ردالمحتار: ۱۰/۵۰۳)

www.besturdubooks.net

بحثِ ثالث: اقسام موانع:

(۱) مانع عن الارث: ایسا وصف جو وراثت سے روک دے لیکن اہلیتِ ارث کو باقی رکھے یہ اصلاً مانع نہیں ہے، حاجب ہے۔

(۲) مانع عن الوارثیہ: ایسا وصف جو آدمی کے اندر اہلیتِ اِرث ہی کو ختم کردے، مثلاً قتل، کفر وغیرہ، یہاں یہی موانع مراد ہیں۔(۱)

بحثِ رابع: رق کے لغوی وشرعی معنیٰ:

لغتاً: ضعف کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاحاً: رقیت ایک معنوی کمزوری ہے، جس کو اللہ نے کفر وشرک اختیار کرنے کی وجہ سے انسان میں رکھی ہے، اسی لیے اس اثر کی وجہ سے غلام ان اہم تصرفات (شہادت، ولایت، ملکیت وغیرہ) سے عاجز ہوتا ہے جن پر ایک آزاد شخص قادر ہوتا ہے۔(۲)

بحثِ خامس: غلامی کے مانعِ ارث ہونے کی وجہ؟

غلام کے محروم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مال کا مالک نہیں ہوتا، اس کا سارا مال آقا کا ہوتا ہے، اس لیے اس کو وراثت دینا گویا اس کے آقا کو وراثت دینا ہے، جو میت کا رشتہ دار

---

(۱) ینقسم المانع في باب الإرث إلى قسمين: مانع عن الوارثية، وهو ماتفوت به أهلية الإرث، ومانع عن الإرث، وهو ما يفوت به الإرث، فما يفوت به الإرث دون أهليته، ليس من الموانع بل هو حاجب. (كتاب المنهل الفائض في علم الفرائض: ص۷)

(۲) الرق هو لغة الضعف، وعرفًا عجز حكمي قائم بالإنسان، بمعنى أن الرقيق عاجز، لا يقدر على ما يقدر عليه الحر من الشهادة والولاية والملک. (حاشیہ کتاب سراجی رقم:۵/ص۷)

www.besturdubooks.net

نہیں ہوتا ہے، اور غیر رشتہ دار کو بغیر کسی سبب کے وراثت دینا بالا جماع باطل ہے۔(۱)

بحثِ سادس: غلام کی قسمیں مع تعریف واحکام:

(۱) مکاتب: وہ غلام ہے جس کو اس کا آقا کہہ دے، کہ اگر تو اتنے درہم ادا کردے، تو تو آزاد ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ کتابت قبضے کے اعتبار سے آزادی ہے، اسی لیے مالک اس کو فروخت نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کو بیع وشراء سے روک سکتا ہے، البتہ ذات کے اعتبار سے مکاتب مملوک رہے گا، جب تک وہ مالِ کتابت ادا نہ کردے، اسی لیے وہ وراثت کا اہل نہیں ہے۔(۲)

(۲) مدبر: مدبر کی دو قسمیں ہیں:

(الف) مدبر مطلق: وہ غلام ہے جس کو آقا نے کہہ دیا ہو، کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔

(ب) مدبر مقید: وہ غلام ہے جس کی آزادی کو آقا محلِ خطر پر معلق کردے، مثلاً اگر میں اپنی اس بیماری میں مرگیا تو تو آزاد ہے۔(۳)

---

(۱) لأن الرقيق مطلقًا لايملك المال بسائر أسباب الملک، فلا يملكه أيضًا بالإرث، ولأن جميع ما في يده من المال، فهو لمولاه، فلو ورّثناه من أقربائه لوقع الملک لسيده، فيكون توريثًا للأجنبي بلا سبب، وأنه باطل إجماعا. (الشريفية: ص ۱۱) (۲) المكاتب هو العبد الذي قال له مولاه، إن أدّيت من دراهمُ كذا إليّ، فأنت حرٌ، وحكمه أنه لوأداه عتق، ويصير الكتابة حرًا يدًا، فيبيع ويشتري، لكنه مملوک رقبة، ما لم يؤد كل المال. (حاشیہ شریفیہ: رقم: ۷/ص۱۱) (۳) والمدبر هو العبد الذي قال له سيده، إذا متُ فأنت حرٌ، والمدبر على قسمين: مطلق ومقيد، أما المطلق فمّر تعريفه، فأما المقيد، فهوأن يعلق عتقه بصفة على خطر الوجود، مثل إن متُ من مرضى هذا، فأنت حرٌ. (حاشیہ شریفیہ: رقم: ۸/ص۱۱)

www.besturdubooks.net

(۳) ام ولد: وہ باندی جس سے اس کے آقا نے وطی کی ہو، اور وہ حاملہ ہو کر بچہ جن دے تو یہ بچہ آزاد ہوگا، اور باندی اپنے آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوگی۔ اسی لیے آقا کے مرنے سے پہلے یہ باندی مملوک ہونے کی وجہ سے وراثت کی حقدار نہیں ہوگی۔(۱)

(۴) معتقُ البعض غلام: یہ وہ غلام ہے، جس کا بعض آزاد ہو چکا ہو، اور باقی کے سلسلے میں وہ سعی کر رہا ہو، موانع ارث میں سے ہے یا نہیں۔ تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ما باقی مال کی ادائیگی تک مملوک ہے، اس لیے وارث بھی نہیں ہوگا، اور صاحبین کے نزدیک وہ آزاد مدیون ہے؛ لہٰذا وہ وارث ہوگا۔ دراصل یہ اختلاف اس اصول پر مبنی ہے کہ اِعتاق عندابی حنیفہ متجزی ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں۔(۲)

مفتی بہ قول اور اس کا مستدل:

فتویٰ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہے۔ اور اس کے مستدل میں محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں کئی صفحات پر محیط مفصل کلام کیا ہے، جو دیکھنے کے لائق ہے۔ تاہم اس قولِ مفتی بہ کے مستدل کی اصل اور بنیاد یہ ہے کہ اعتاق متجزی ہے، لہٰذا یہ اعتاق صرف اتنے حصے پر ہی ہوگا جتنا آزاد ہوا، مکمل غلام آزاد نہیں ہوگا، جیسا کہ مندرجۂ ذیل احادیث سے واضح ہے:

---

(۱) وأم الولد الأمَة التي وطيها سيدها، ووضعت الحمل منه، فالولد الذي ولد صار حرًا، إذا ولد تبعًا للأب، والموطوءَة تصير معتقة، بعد موت السيد. (حاشیہ شریفیہ: رقم:۸/ص۱۱)

(۲) وكذا معتق البعض، هو مَن أعتق بعضه، فيسعى في فكاك باقيه، وهو عند الإمام بمنزلة المملوك، ما بقي عليهم درهم، و قالا: هو حر مديون، فيرث، ويحجب بناء على تجزى الإعتاق عنده لاعندهما. (ردالمحتار: ۱۰/۵۰۳، كتاب الفرائض، الشريفية: ص ۱۱)

www.besturdubooks.net

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنُ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ قِيْمَةَ عَدْلٍ فَأَعْطٰى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ وَعُتِقَ عَلَيْهِ وَ إِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عُتِقَ. (۱)

خلاصۂ حدیث:

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص شرکت والے غلام کو آزاد کردے تو دیکھا جائے گا کہ آزاد کرنے والے شریک کے پاس غلام کی قیمت کے بقدر مال ہے، اگر ہے تو غلام کی قیمتِ عدل (مارکیٹ کے اعتبار سے) لگائی جائے گی، اور اس غلام کے شریکوں کو جو ان کا حصہ ہوتا ہے دے دیا جائے گا، اور غلام آزاد ہوگا، اور اگر آزاد کرنے والے شریک کے پاس مال نہیں ہے تو غلام اسی کے آزاد کرنے کے بقدر ہی آزاد ہوگا۔

علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام کے بعضِ حصہ کا آزاد ہونا صحیح ہے۔(۲)

---

(۱) الصحیح للبخاری: ۸۹۲/۲، رقم: ۲۳۸۶

(۲) قال المحقق ابن الهمام بعده: أفاد هذا الحديث تصور عتق البعض فقط.

(فتح القدير: ۴۱۸/۴، كتاب العتاق)

www.besturdubooks.net

قول مفتی بہ کی تخریج:

قول امام رحمہ اللہ کی تصحیح کے سلسلے میں علامہ شامی(۱) فتاویٰ ہندیہ(۲)، فتاویٰ تاتارخانیہ(۳)وغیرہ میں بھی صراحت مذکور ہے۔

مانعِ ثانی: وَالْقَتلُ الَّذِيْ يَتَعَلَّقُ بِهٖ وُجُوْبُ الْقِصَاصِ أَوْ بِالْكَفَّارَةِ.

موانعِ ارث میں سے دوسرا مانع وہ قتل ہے، جس میں قاتل پر قصاص یا کفارہ واجب ہو۔

---

(۱) قال الشامي في تحت قوله (والصحيح قول الإمام) وكذا نقل العلامة القاسم تصحيحه، عن أئمة التصحيح، وأيّده في فتح القدير بالمعنى وبالسمع، ومنه حديث الصحيحين: ''من أعتق شركا له في عبد، فكان له مال يبلغ ثمن العبد، قوم عليه قيمة عدل، فأعطى شركاءه حصصهم، وعتق العبد عليه، وإلا فقد عتق ما أعتق'' أفاد تصورعتق البعض فقط. (ردالمحتار:۵/۶۰۴)

(۲) من أعتق بعض عبده سواء كان ذالک البعض معينا، كربعک حر أو لا، كبعضک، أو جزء منک، أو شقص غيرأنه يؤمر بالبيان، لم يعتق كله عند الإمام، وقالا: يعتق كله ويسعى فيما بقي من قيمته لمولاه عنده، كذا في النهر الفائق، والصحيح قول أبي حنيفة هكذا في المضمرات. (الفتاوى الهندية: ۲/۹)

(۳) وإذا أعتق بعض العبد، بأن أعتق نصفه أوثلثه أو ربعه، فهذا على وجهين، إما إن كان العبد كله له، أوكان العبد مشتركًا بينه و بين غيره، فإن كان العبد كله له فعلى قول أبي حنيفة (رحمه الله) يعتق قدر ما أعتقه، ويبقى الباقي رقيقا، إن شاء أعتقه، وإن شاء استسعاه، وقال أبو يوسف و محمد (رحمهما الله) يعتق كله ولا سبيل له على العبد، و في الزاد والصحيح قول أبي حنيفة. (الفتاوى التاتارخانية:۳/۳۳۳، القول الصواب في مسائل الكتاب:ص۵۵۵، كتا ب العتاق)

www.besturdubooks.net

مانعِ ثانی (قتل) سے متعلق تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) اقسام قتل مع تعریفات واحکام (۲) قتل کے مانعِ ارث ہونے کی وجہ

(۳) قتل سے متعلق سات اہم فائدے

بحثِ اول: اقسام قتل مع تعریفات واحکام:

قتل کی پانچ قسمیں ہیں (۱):

(۱) قتلِ عمد:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جان بوجھ کر کسی ہتھیار، یا قائم مقام ہتھیار آلے سے قتل کرنا (۲)۔

حکم: اس قسم میں گناہ کے ساتھ قصاص واجب ہوتا ہے، اور قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے، اس میں قاتل پر کفارہ نہیں ہے (۳)۔

---

(۱) القتل الذي يتعلق به الأحكام الآتية من قود، ودية، وكفارة، وإثم، وحرمان إرث، خمسة. (الدر المختار: ۱۰/۱۵۵، كتاب الجنايات)

(۲) هو العمد، وهو أن يقصد ضربه بمحدّد أو ما يجري مجراه في تفريق الأجزاء. (ردالمحتار: ۱۰/۵۰۴، كتاب الفرائض)

(۳) موجبه الإثم، وموجبه القود عيناً لا الكفارة. (تنوير الأبصار مع الدرالمختار: ۱۰/۱۵۷، كتاب الجنايات) اتفق الفقهاء على أن القتل الذي يتعلق به القصاص، يمنع القاتل البالغ العاقل من الميراث، إذا كان القتل مباشرا. (الموسوعة الفقهية: ۳۲/۳۴۳)

www.besturdubooks.net

(۲) قتل شبہِ عمد:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جان بوجھ کر کسی ایسی چیز سے مار ڈالنا جو نہ تو ہتھیار ہو، اور نہ ہی ہتھیار کے قائم مقام؛ مگر جان نکلنے کا غالب گمان ہو، جیسے کوڑا، بڑی لاٹھی وغیرہ۔(۱)

حکم: اس قسم میں گناہ کے ساتھ کفارہ، اور عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے، نیز ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے، البتہ قصاص واجب نہیں ہوتا ہے۔(۲)

(۳) قتل خطا:

اس کی دو صورتیں ہیں: (الف) خطا فی القصد (ب) خطا فی العمل۔

خطا فی القصد: اپنے مورث کو شکار سمجھ کر مار ڈالنا، خطا فی القصد ہے۔

خطا فی العمل: نشانہ چوک جائے، مثلاً ہرن کا نشانہ کر کے فائر کیا، اچانک مورث سامنے آ گیا اور اسے گولی لگ گئی، یہ خطا فی العمل ہے۔(۳)

---

(۱) وشبه العمد، هو أن يتعمد ضربه بما لايقتل به غالبًا، فالضرب المفضي إلى الموت شبه عمد. (الوجيز في الميراث: ص٥٦)

(۲) وموجبه الإثم والكفارة، ودية مغلظة أي من مائة إبل على العاقلة، لا القود لشبهه بالخطاء. (رد المحتار مع الدرالمختار ١٥٩/١٠، كتاب الجنايات) --- يجب على الجانى في القتل شبه العمد، الدية والكفارة والحرمان من الميراث. (الموسوعة الفقهية: ٣٣٥/٣٢)

(۳) قسم الحنفية القتل الخطأ إلى قسمين: الخطأ في الفعل والخطأ في القصد، وذلک لأن الرمي إلى شيء مثلاً يشتمل على فعل الجارحة، وهو الرمي، وفعل القلب، و هو القصد، فإن اتصل الخطأ بالأول، فهو الخطأ في الفعل، و ان اتصل بالثاني فهو الخطا في القصد.

(المو سوعة الفقهية: ٣٢٨/٣٢)

www.besturdubooks.net

(۴) شبہ خطا:

اَن جانے قتل ہو جانا مثلاً نیند میں کروٹ بدلتے ہوئے بچہ دب کر مر جائے۔(۱)

قتل خطا و شبہِ خطا کا حکم: قتلِ خطا کی دونوں قسموں میں کفارہ اور دیتِ خفیفہ لازم ہوتی ہے؛ نیز ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے۔(۲)

نوٹ: (الف) دیت مغلظہ میں چار طرح کے سو اونٹ، اور دیت مخففہ میں پانچ طرح کے سو اونٹ واجب ہوتے ہیں۔(۳)

(ب) قتل کی مذکورہ بالا چاروں صورتوں میں قاتل وراثت سے محروم ہوگا۔

(۵) قتل بالسبب:

قتل کا سبب اختیار کرنا مثلاً کسی نے غیر کی زمین میں کنواں کھودا، اتفاق سے کنواں کھودنے والے کا رشتہ دار اس میں گر کر مر گیا۔ یا غیر کی مملوکہ زمین میں پتھر رکھ دیا،

---

(۱) ذكر الحنفية قسمًا آخر للقتل سموه ما أجرى مجرى الخطأ، فمثل النائم ينقلب على رجل فيقتله. (الموسوعة الفقهية: ۳۲/ ۳۳۱)

(۲) وموجبه أي يوجب هذا النو ع من الفعل، و هو الخطاء و ما أجرى مجراه الكفارة، و الدية على العاقلة. (الدر المختار: ۱۰/ ۲۰۱) --- ذهب الحنفية والشافعية إلى ان القتل الخطاء سبب من أسباب الحرمان من الميراث. (الموسوعة الفقهية: ۳۲/ ۳۲۹)

(۳) و في شبه العمدية مغلظة على العاقلة ...... وديته عند أبي حنيفة و أبي يوسف مائة من الإبل أرباعا، خمس و عشرون بنت مخاض، و خمس و عشرون بنت لبون، و خمس وعشرون حقة، و خمس و عشرون جزعة ...... و قتل ا لخطأ تجب به الدية على العاقلة ...... والدية في الخطأ مائة من الإبل أخماسا، عشرون بنت مخاض، و عشرون بنت لبون، و عشرون ابن مخاض، و عشرون حقة، و عشرون جزعة. (الهداية: ۴/ ۵۶۸)

www.besturdubooks.net

اتفاق سے پتھر رکھنے والے کا رشتہ دار اس پتھر سے ٹکرا کر گرا اور جاں بحق ہو گیا۔(۱)

حکم: اس قتل میں صرف عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے نہ تو کفارہ واجب ہوتا ہے اور نہ ہی قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے۔(۲)

بحثِ ثانی: قتل کے مانعِ اِرث ہونے کی وجہ؟:

علما نے قاتل کے وراثت سے محروم ہونے پر دلائل نقلی وعقلی تحریر فرمائے ہیں۔

دلیل نقلی: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْقَاتِلُ لَا يَرِثُ. (۳)

مفہوم حدیث: حدیث میں صاف بیان کیا گیا ہے کہ قاتل وارث نہیں ہوتا۔

دلیل عقلی: قاتل قتل محظور کے ذریعہ میراث کو جلدی حاصل کرتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے لینا چاہے، وہ بطور سزا اس چیز سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قاعدۂ فقہیہ ہے: ''مَنِ اسْتَعْجَلَ بِالشَّيْءِ قَبْلَ أَوَانِهٖ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِهٖ'' ۔ نیز اگر قاتل کو وراثت سے محروم نہ کیا جائے گا تو لوگ میراث کے خاطر مورث کو قتل کریں گے اور نظامِ عالم تہہ و بالا ہو جائے گا۔(۴)

---

(۱) من صور القتل بسبب حفر البئر و نصب حجر أو سكين تعديا في ملك غير ه بلا إذن. (الموسوعة الفقهية: ۳۲۶/۳۲) (۲) وذهب الحنفية إلى أنه قتل بسبب، وموجبه الدية على العاقلة، لأنه سبب التلف، وهو متعد فيه، ولا كفارة فيه، ولا يتعلق به حرمان الميراث. (الموسوعة الفقهية: ۳۲۶/۳۲) (۳) السنن للترمذي: ۳۱/۲، كتاب الفرائض، ماجاء في إبطال ميراث القاتل.

(۴) وإن القاتل قد يقصد استعجال ميراثه بالقتل المحذور، فعوقب بحرمانه زجرا له، ومعاملة له، =

www.besturdubooks.net

بحثِ ثالث: قتل سے متعلق سات اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: قتل عمد میں کفارہ کیوں واجب نہیں ہوتا:

قتل عمد میں کفارہ واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قتل عمد کبیرہ محضہ ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلِ النَّفْسِ وَ عُقُوْقِ الْوَالِدَيْنِ". (۱)

اور کفارہ میں عبادت کے معنی ہیں، کیوں کہ کفارہ کا حکم روزہ اعتاق وغیرہ سے دیا گیا جو عبادت ہے، اس لیے کفارہ قتل عمد کے لائق نہیں ہے۔ (۲)

فائدۂ ثانیہ: قتل عمد میں وجوبِ قصاص کے شرائط:

(الف) قاتل کے شرائط: (۱) قاتل عاقل ہو (۲) بالغ ہو۔

پس اگر قاتل مجنون یا بچہ ہو تو قصاص واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ قصاص عقوبت ہے، اور یہ دونوں اہلِ عقوبت (سزا) میں سے نہیں ہیں، نیز قصاص بغیر جنایت کے واجب

= بـنقيض قصده، ولأن التوريث مع القتل، يؤدي إلى فساد في الأرض، باجتراء بعض الناس عليه، والـلّٰـه لا يـحـب الفساد، ولأننا لوسوّغنا أن يرث القاتل، و القتل في ذاته جريمة، لكانت الجريمة سببًا لثبوت المال، وذالک لم يعهد في الشرع الإسلامي. (الو جيز في الميراث: ص۵۵)

(۱) الصحيح للبخاري كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر: الرقم: ۵۹۷۵

(۲) لا الـكـفـارة، لأنه كبيرة محضة، وذلک بنص الحديث الصحيح، و هو قوله (صلى الله عليه وسـلـم) أكبر الكبائر الاشراک بالله، وقتل النفس، و عقوق الوالدين، وفي الكفارة معنى العبادة، بدليل ان للصوم والاعتاق فيها مدخلا ، فهي دائرة بين العبادة والعقوبة، فلايناط بها.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱۰/ ۱۵۸، كتاب الجنايات)

www.besturdubooks.net

نہیں ہوتا اور ان دونوں کا فعل جنایت کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔

(۳): قاتل نے قتل کا قصد کر کے جان کر قتل کیا ہو، پس اگر قاتل مخطی ہوگا تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**الـعَـمَدُ الْقَوَدُ**" یعنی قتل عمد قصاص کو واجب کرتا ہے۔

(۴) قاتل نے ایسا عمد کیا ہو جس میں عمد کا شبہ نہ ہو، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمد کی مطلقاً شرط لگائی ہے۔

(۵) قاتل مختار ہو۔(۱)

(ب) مقتول کے شرائط:

(۱) مقتول قاتل کی ملک نہ ہو پس اگر باپ اپنے بیٹے کو عمداً قتل کر دے تو باپ پر قصاص واجب نہیں ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**لا يقاد بالولد الوالد**". (۲)

---

(۱) فلوجوب القصاص شرائط: أما الذي يرجع إلى القاتل فخمسة: أحدها: أن يكون عاقلاً والثاني: أن يكون بالغا فان كان مجنونا أو صبيًا لا يجب، لأن القصاص عقوبة، و هما ليسا من أهل العقوبة، لأنهما لا تجب إلا بالجناية، وفعلهما لا يوصف بالجناية، والثالث: أن يكون متعمدًا في القتل قاصدًا إياه، فان كان مخطئًا فلا قصاص عليه، لقول النبي صلى الله عليه وسلم " العمد القود" أي القتل العمد يوجب القود، والرابع: أن يكون القتل منه عمدًا محضًا ليس فيه شبهة العمد، لأنه صلى عليه وسلم شرط العمد مطلقًا، والخامس: أن يكون القاتل مختارًا.

(بدائع الصنائع: ۶/۲۷۳، ۲۷۴، كتاب الجنايات)

(۲) سنن الدارمي: ۲/۲۵۰، كتاب الديات، باب القود بين الوالد والولد

www.besturdubooks.net

(۲) مقتول قاتل کی ملک نہ ہو اور نہ ملک کا شبہ ہو، پس اگر آقا اپنے عبدِ خالص کو یا مکاتب کو قتل کر دے تو عبدِ خالص میں ملک اور مکاتب میں شبہ ملک کے پائے جانے کی وجہ سے آقا پر قصاص واجب نہیں ہوگا؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **"لا یقاد الوالد بولده و لا السید بعبده"۔**

(۳) قاتل مطلقاً معصوم الدم ہو، پس اگر کوئی مسلمان یا کوئی ذمّی حربی کافر یا مرتد کو قتل کر دے، تو قاتل پر قصاص واجب نہیں ہے، کیوں کہ کافر حربی اور مرتد میں اصلاً عصمت نہیں ہے۔(۱)

(ج) نفس قتل کی ایک شرط:

وجوب قصاص کے لیے نفس قتل کی شرط یہ ہے کہ قتل مباشرۃً ہو، پس اگر قتل کا سبب اختیار کیا گیا ہوگا تو قصاص واجب نہ ہوگا؛ کیوں کہ قتل بالتسبیب قتل مباشر کے برابر نہیں ہے۔(۲)

---

(۱) وأما الذي يرجع إلى المقتول، فثلاثة أنواع: أحدها: أن لا يكون جزء القاتل، حتى لو قتل الأب ولده لا قصاص عليه، والأصل فيه ما روي عن النبيّ صلى الله عليه وسلم انه قال: لا يقاد الولد بولده. والثاني: أن لا يكون ملك القاتل، ولا له فيه شبهة الملك، حتى لايقتل المولى بعبده، لقوله عليه السلام لايقاد الوالد بولده ولا السيد بعبده، وكذا إذا كان له فيه شبهة الملك، كالمكاتب إذا قتل عبدًا من كسبه. والثالث: أن يكون معصوم الدم مطلقًا، فلا يقتل مسلم ولا ذمّي بالكافر الحربي، ولا بالمرتد لعدم العصمة أصلاً ورأسًا.

(بدائع الصنائع: ص ۶/ ۲۷۴ تا ۲۷۶، كتاب الجنايات)

(۲) وأما الذي يرجع إلى نفس القتل، فنوع واحد، وهو أن يكون القتل مباشرة، فإن كان تسببيا لايجب القصاص، لأن القتل تسببيا لا يساوى القتل مباشرة. (بدائع الصنائع: ۶/ ۲۸۲، كتاب الجنايات)

www.besturdubooks.net

(د) وجوب قصاص کے لیے مقتول کے ولی کی شرط:

ولی معلوم ہو، پس اگر ولی مجہول ہوگا تو قصاص واجب نہیں ہوگا؛ کیوں کہ قصاص کا وجوب استیفاءِ حق کے لیے ہے اور ولی مجہول کی طرف سے استیفاءِ حق کا ہونا متعذر رہے۔(۱)

فائدۂ ثالثہ: حدیث ''القاتل لایرث'' کے عموم میں تخصیص ہے یا نہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''**القاتل لایرث**'' کے عموم کا تقاضا تو یہ ہے کہ قاتل مطلقاً وراثت سے محروم ہو، خواہ یہ قتل عمداً ہو، یا خطأً، تسبیاً (کسی سبب کو اختیار کر کے) ہو یا حقاً (کسی شرعی حق کی وجہ سے) قاتل خواہ بالغ ہو یا نابالغ، عاقل ہو یا مجنون۔

پھر مصنفؒ نے ''**والقتل الذي يتعلق به وجوب القصاص أو الكفارة**'' عبارت میں وجوب قصاص وکفارہ کی قید لگا کر قاتل بحقٍ، قاتل بالتسبیب اور صبی مجنون معتوہ کو حرمان ارث والے حکم سے کیوں مستثنیٰ کر دیا۔

حدیث سے قاتل بحقٍ کے اخراج کی وجہ:

قاتل بحقٍ کا اخراج حدیث سے اس لیے کیا گیا، کیوں کہ حرمان ارث بطور سزا قتل محظور کے لیے مشروع کیا گیا ہے، جب کہ قاتل بحقٍ شریعت کی طرف سے قتل کے سلسلے میں مامور (اجازت یافتہ) ہے، اور جب شریعت کی طرف سے اس کو قتل کی اجازت ہے،

---

(۱) وأما الذي يرجع إلى ولي القتيل، فواحد أيضا، وهو أن يكون الولي معلوما، فإن كان مجهولا لا يجب القصاص، لإن وجوب القصاص وجوب للإستيفاء، والإستيفاء من المجهول متعذر .

(البدايع الصنايع: ۲۸۲/۶)

www.besturdubooks.net

تو وہ مستحق عقوبت (حرمانِ ارث) کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے؟(۱)

حدیث سے قاتل بالتسبیب کے اخراج کی وجہ:

سبب اختیار کر کے قتل کرنے والا حقیقتاً قاتل ہی نہیں ہے، کیوں کہ قتل حقیقی کے لیے قاتل ومقتول کا اجتماع ضروری ہوتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حافر یا واضع حجر کو وقت حفر یا وقت وضع قاتل مانا جائے تو وہ اس وجہ سے ممکن نہیں ہے کہ مقتول معدوم ہے۔ اور اگر مقتول کے کنویں میں گرتے وقت یا پتھر سے ٹکراتے وقت حافر یا واضع کو قاتل مانا جائے تو یہ بھی ممکن نہیں ہے، کیوں کہ وقت وقوع حافر یعنی قاتل معدوم ہے۔

معلوم ہوا کسی صورت میں قاتل ومقتول کا اجتماع نہیں ہوا رہا ہے، اسی لیے یہ قتل حقیقی نہیں ہے، کہ اس کے ساتھ جزاءِ قتل (حرمان ارث) کا حکم متعلق کیا جائے، رہی بات عاقلہ پر وجوبِ دیت، تو وہ اس لیے کہ دمِ مقتول ضائع اور رائیگاں نہ ہو۔(۲)

---

(۱) وأما إخراج القاتل بحق، فلأن الحرمان شرع عقوبة على القتل المحظور، والقاتل بحق مامور من الشارع بالقتل، لا ممنوع عنه فليس بمستحق للعقوبة حتى يترتب عليه جزاء العقوبة وهو حرمان الميراث. (الشريفية مع الحاشية :ص ١٣)

(٢) وأما إخراج المسبب، فلأنه ليس بقاتل حقيقة ...... القتل لايتم إلا بمقتول، وقد انعدم حال التسبيب، فإن حفره مثلا اتصل بالأرض دون الحيوان، ولايمكن أن يجعل قاتلا عند الوقوع في البئر، إذ ربما كان الحافر حينئذ ميتًا، وإذا لم يكن قاتلا حقيقة لم يتعلق به جزاء المقتل، أعني حرمان الميراث والكفارة. وأما وجوب الدية على العاقلة فلصيانة دم المقتول عن الهدر.

(الشريفية: ص١٣)

www.besturdubooks.net

حدیث سے صبی اور مجنون کے اخراج کی وجہ:

حرمان عن المیراث، قتل محظور کی جزا ہے، اور ہر چند صبی اور مجنون کا فعل شرعاً موصوف بالخطر نہیں ہے؛ کیوں کہ شارع کے خطاب کی توجہ ان دونوں کی طرف متصور نہیں ہے۔(۱)

فائدۂ رابعہ: قتل کی ایک صورت کو لے کر مصنف کی عبارت پر اشکال:

”**والقتل الذي يتعلق به وجوب القصاص أو الكفارة**“ اس عبارت میں مصنف نے اس قتل کو مانعِ ارث بتلایا ہے جس کے ساتھ وجوبِ قصاص یا وجوبِ کفارہ متعلق ہو؛ حالاں کہ اگر باپ اپنے بیٹے کو عمداً قتل کر دے تو باپ پر نہ ہی قصاص واجب ہوتا ہے اور نہ ہی کفارہ، پھر بھی باپ اپنے مقتول بیٹے کی وراثت سے محروم ہوتا ہے؟

جواب: جناب والا باپ کا اپنے بیٹے کو عمداً قتل کرنے کی صورت میں اصلاً تو قصاص ہی واجب تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ”**لا يقتل الوالد بولده**“ کی وجہ سے قصاص کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ پس اصلاً قصاص کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ قتل مانعِ ارث بنا۔(۲)

---

(۱) وأما إخراج الصبي و المجنون، فلان الحرمان كما ذكرنا جزاء للقتل المحظور، و فعلهما مما لا يصلح أن يوصف بالخطر شرعا، إذ لا يتصور توجه خطاب الشارع إليهما. (الشريفية: ص ۱۳)

۲) فإن قلت أ ليس إذا قتل الأب ابنه عمدًا لم يثبت به قصاص، و لا كفارة أيضًا مع أنه محروم إتفاقا، قلتُ هو موجب في أصله للقصاص إلاَّ أنه سقط بقوله عليه السلام لا يقتل الوالد بولده و لا السيد بعبده . (الشريفية: ص۱۳)

www.besturdubooks.net

فائدۂ خامسہ: مخطی کے وراثت سے محروم ہونے کی وجہ:

سوال: مخطی اور مسبِّب حکم میں برابر ہیں، کیوں کہ صفتِ عمد کسی کی طرف سے نہیں پائی گئی، پھر مخطی کو میراث سے محروم کرنا نہ کہ مسبب کو، یہ ترجیح بلا مرجح ہے جو درست نہیں ہے۔

جواب: مخطی اور مسبب میں فرق ہے، وہ اس طرح کہ مسبب نہ تو مباشرِ قتل ہے، اور نہ ہی عند التسبیب یا عند القتل قاتل شمار ہوتا ہے، جیسا کہ گزشتہ فائدہ میں گزرا، برخلاف مخطی کے، وہ اپنے فعل کے ساتھ مباشر ہے، اور اس میں عمد کا شبہ پایا گیا اسی لیے اس کو میراث سے محروم کیا گیا۔(۱)

فائدۂ سادسہ: مقتول کی دیتِ خطا میں وراثت کا حکم:

مقتول کی دیتِ خطا میں ملنے والا مال اس کے تمام اموال کی طرح ترکہ میں داخل ہوگا جس سے مقتول کے دیون ادا کئے جائیں گے، اور ثلث میں اس کی وصیت کو نافذ کیا جائے گا، اور اس کے تمام ورثاء اس مال کے وارث ہوں گے۔ لیکن حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دیت کے مال میں زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

دلیل: موت کی وجہ سے زوجیت ختم ہو جاتی ہے اور دیت کا وجوب بعد الموت ہی ہوتا ہے۔(۲)

---

(۱) والجواب أنه فرق بين المخطي و المسبب، لأن المسبب ليس بمباشر للقتل، ولا يعدُّ أيضا قاتلاً عند التسبيب، أو عند القتل، بخلاف المخطي فانه مباشر بفعله، و فيه شبهة العمد فلذا يلزمه الحرمان عن الميراث و الكفارة الذين هما جزاء القتل. (حاشيه شريفيه: رقم: ۷/ص۱۳)

(۲) وقال مالكؒ لا يورث الزوج الزوجة من الدية شيئا، لأن وجو بها بعدالموت، والزوجية تنقطع بالموت. (المبسوط للسرخسي: ۱۸۹/۲۶، كتاب الديات باب العفو من القصاص)

www.besturdubooks.net

حضرات احناف کے نزدیک دیت کے مال میں زوجین بھی ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔

نقلی دلیل: امام مالک نے اپنی مؤطا میں ضحاک بن سفیان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اَشیم کی دیت کے سلسلے میں حکم دیا کہ اَشیم کی بیوی کو ان کے شوہر کی دیت کا وارث بنائے۔ضحاک ابن سفیان نے یہ بات اس وقت بتائی جب سیدنا عمر بن خطابؓ نے مقامِ منی میں پوچھا کہ دیت کے سلسلے میں کسی کے پاس کوئی علم ہے؟ تو اس حدیث کو سن کر امیر المومنینؓ نے بھی اسی حدیث کے مطابق فیصلہ فرمادیا۔(۱)

عقلی دلیل: میراث کا استحقاق اس زوجیت کے اعتبار سے ہوتا ہے، جو وقتِ موت قائم ہو، نہ کہ اس زوجیت کے اعتبار سے جو فی الحال موجود ہو، جیسے زوجین تمام اموال میں وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، جب کہ بعد الموت ان دونوں کے درمیان زوجیت باقی نہیں رہتی، اور وارث ہونا بھی موت کے بعد ہی ہوتا ہے۔پس اسی طرح زوجین اس زوجیت کے اعتبار سے جو وقتِ موت موجود ہے، دیت میں بھی ایک

---

(۱) میراث العقل والتغلیظ: فیه مالک عن ابن شهاب أن عمر بن الخطابؓ أنشد اللّٰه الناس بمنیٰ من كان عنده علم من الدية أن يخبرني، فقام ضحاک بن سفیان الكلابي، فقال كتب إليّ رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أوَرِّث امرأة أشيم الضبابي من دية زوجها، فقال له عمر بن الخطّابؓ أدخل الخباء حتى اٰتیک، فلمّا نزل عمر بن الخطّاب، أخبره الضحاک فقضیٰ بذالک عمر بن الخطّاب، قال ابن شهاب وكان قتل أشيم خطأً. (الموطأ للامام مالکؒ ص ۳۳۹/ كتاب العقول، المبسوط للسرخسي: ۲۶/ ۱۹۰، كتاب الديات .باب العفوعن القصاص)

www.besturdubooks.net

دوسرے کے وارث ہوں گے۔(۱)

فائدۂ سابعہ: مقتول کے حق قصاص میں ملنے والے مال میں وراثت کا حکم:

اس سلسلے میں دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اول: حضرات حنفیہؒ کے نزدیک مقتول کے حق قصاص میں ملنے والے مال میں اس کے سارے ورثاء کے ساتھ زوجین بھی شریک ہوں گے۔

دلیل: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شخص مال چھوڑے یا کوئی حق چھوڑے؟ تو وہ اس کے ورثاء کو ملے گا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قصاص مقتول کا ایک حق ہے، کیوں کہ قصاص مقتول کے نفس کا بدل ہے، پس مال دیت کی طرح تمام ورثاء اپنے حق اِرث کے مطابق مالِ قصاص کے مستحق ہوں گے۔(۲)

مذہبِ ثانی: محمد ابن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی الانصاری فرماتے ہیں کہ زوجین کو مال قصاص میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

دلیل: مال قصاص میں زوجین محض عقد زوجیت کی وجہ سے مستحق نہیں ہوں گے، اس کے لیے قرابت کا ہونا ضروری ہے۔ اور زوجین میں قرابت نہیں ہے، جیسے موصی لہ محض

---

(۱) نقول إستحقاق الميراث بإعتبار زوجية قائمة إلى وقت الموت، منتهية به لا باعتبار زوجية قائمة في الحال، ألا ترى أن في سائر الأموال يرث أحدهما من الآخر، مع أنه لا زوجية بينهما بعد الموت، فكذالک في الدية. (حاشية شريفيه: رقم: ١٠/١٣)

(٢) وحجتنا في ذالک قول النبي صلى الله عليه وسلم من ترک مالا أو حقا، فلورثته والقصاص حقه، لأنه بدل نفسه، فيكون ميراثا لجميع ورثته كالدية.

(المبسوط للسرخسي: ٢٦/١٩٠، كتاب الديات، باب العفوعن القصاص)

www.besturdubooks.net

عقد وصیت کی وجہ سے مالِ قصاص کا مستحق نہیں ہوتا کیوں کہ اس میں بھی قرابت کا معنی نہیں ہے۔(۱)

جواب: زوجیت کی وجہ سے زوجین کے استحقاق ارث کو موصیٰ لہ پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے، کیوں کہ دیگر وارثین کی طرح زوجین کا استحقاق اِرث ان کے قبول ورد پر موقوف نہیں ہوتا، زوجین قبول کریں یا رد کریں دونوں صورتوں میں دیگر وارثین کی طرح ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، جب کہ موصیٰ لہٗ کا حق، موصیٰ لہٗ کے قبول ورد پر موقوف ہوتا ہے، یعنی موصیٰ لہٗ قبول کرے تو حق ثابت ہو جاتا ہے، اور اگر رد کرے تو حق رد ہو جاتا ہے۔(۲)

---

(۱) وقال ابن أبي ليلٰى لا حق لهما في القصاص، لأنه لايستحق بالعقد الذي هو سبب إستحقاقهما، كما لا حق فيه للموصٰى له. (الشريفية: ۱۴) --- وعلى قول ابن أبي ليلٰى لايثبت حقهما في القصاص لأن سبب استحقاقهما العقد لا يستحق بالعقد.

(المبسوط للسرخسي: ۲۶/۱۹۰)

(۲) و هو مردود بأن استحقاق الإرث بالزوجية، لا يتوقف على القبول، كاستحقاقه بالقرابة، بخلاف الوصية، فإن حق الموصٰى له يتوقف على قبوله، ويرتد برده، هكذا ذكره الإمام السرخسي في كتاب الديات. (الشريفية: ص ۱۴) --- ودليل عليه أن استحقاق الإرث بالزوجية، كإستحقاقه بالقرابة، حتى لا يتوقف على القبول، ولا يرتد بالرد، وبه فارق الوصية، ولهٰذا تبيّن أن الاستحقاق ليس بالعقد.

(المبسوط للسرخسي: ۲۶/۱۹۰۰، كتاب الديات، باب العفو عن القصاص)

www.besturdubooks.net

مانعِ ثالث: اختلاف الدینین:

یہاں تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) تمہید (۲) اختلاف دین کی دو صورتوں کی تفصیل

(۳) اختلاف دین سے متعلق دو اہم فائدے

بحثِ اول: تمہید:

وارث اور مورث کے دین کا مختلف ہونا ہے، یعنی دو مختلف دین والوں کے درمیان وارثت جاری نہ ہوگی، مثلاً ایک مسلمان ہے اور دوسرا خواہ اس کا وارث ہو یا مورث یہودی، نصرانی، ہندو وغیرہ ہو تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

بحثِ ثانی: اختلاف دین کی دو صورتوں کی تفصیل:

صورتِ اولیٰ: متفق علیہ: کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔

(الف) دلیل کتاب: وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا. (۱) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے مؤمنین پر راستہ نہیں بنایا۔

طریقۂ استدلال: اس آیت میں راستہ کی نفی حقیقتاً، اور کافر کو مسلمان کا وارث بنانا یہ اثباتِ سبیل حکماً ہے۔ (۲)

---

(۱) النساء: ۱۴۴

(۲) لقوله تعالى: ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا" والمراد منه نفي السبيل من حيث الحقيقة وفي الميراث إثبات السبيل للكافر على المومن حكمه. (حاشیہ شریفیہ: الرقم: ۵/ص ۱۴)

www.besturdubooks.net

(ب)دلیل سنت: عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ.(۱)

صورتِ ثانیہ:مختلف فیہ: مسلمان کافر کا وارث ہوگا یا نہیں، اس سلسلے میں علما کے دوگروہ ہیں:

(الف)حضرت علی جمہور صحابہؓ،امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ کے نزدیک مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوگا۔

دلیل(۱): عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَايَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ.(۲)

دلیل(۲): عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ.(۳)

مفہومِ حدیث: مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا۔

(ب) معاذ ابن جبلؓ، معاویہ بن سفیانؓ، حسن بصریؒ، محمد بن حنیفہؒ، مسروقؒ وغیرہ کے نزدیک، مسلمان کافر کا وارث ہوگا۔

دلیل: الْإِسْلَامُ يَعْلُوْا وَ لَا يُعْلٰى عَلَيْهِ — اسلام سربلند ہوتا ہے نیچا نہیں ہوتا

---

(۱) الصحيح البخاري: ۲/۱۰۰۱، كتاب الفرائض باب لايرث المسلم الكافر (۲) السنن للترمذي: ۲/۳۱، كتاب الفرائض، باب ماجاء في إبطال الميراث بين المسلم والكافر: الرقم: ۲۱۰۸ (۳) الصحيح للبحاري: ۲/۱۰۰۱، كتاب الفرائض، باب لايرث المسلم الكافر.

www.besturdubooks.net

ہے۔ظاہر ہے کہ مسلمان جب کافر کے مال کا وارث بنے گا تو اس میں اسلام کی بلندی اور برتری ہوگی۔

فریقِ ثانی کی دلیل کا جواب:

فریقِ ثانی نے جو روایت دلیل میں پیش کی ہے، وہ ان کے مدعیٰ پر محکم نہیں ہے، اس میں دوسرے معانی کا احتمال ہے۔

(۱) حدیث میں نفسِ اسلام کا ذکر ہے کہ اگر کسی میں اسلام اور غیر اسلام کی جہت موجود ہو تو اس کو علوِ اسلام کی وجہ سے مسلمان قرار دیا جاتا ہے، مثلاً باپ اور ماں میں ایک کافر دوسرا مسلمان ہے، تو ان سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کو مسلمان کہا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ حدیث میں نفسِ اسلام کی بلندی مراد ہے، نہ کہ وراثت۔

(۲) حدیث میں حجت کے اعتبار سے اسلام کا بلند ہونا مراد ہے، یعنی حجتِ اسلام غالب ہوتی ہے، حجتِ کفر پر۔

(۳) حدیث میں قہر وغلبہ کے اعتبار سے اسلام کا بلند ہونا مراد ہے کہ انجام کار کے لحاظ سے آخرت میں مسلمان کو اسلام کی وجہ سے غلبہ ہوگا۔

الحاصل: فریقِ ثانی کی اس محتمل حدیث کے مقابلے میں حضراتِ جمہور کے دلائل صریح ومحکم ہیں۔(۱)

---

(۱) الجواب: أن المذكور في هذا الحديث نفس الإسلام، حتى أن ثبت الإسلام على وجه، ولم يثبت على وجه آخر، فإنه يثبت ويعلو، كالمولود بين المسلم والكافر، فإنه يحكم بإسلام الولد، أو أن المراد العلو بحسب الحجة، أو بحسب القهر و الغلبة، أي النصرة في العاقبة للمسلمين. (الشريفية: ص ۱۴)

www.besturdubooks.net

سوال: اگر جمہور کے مذہب کے مطابق مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا ہے، تو پھر مسلمان مرتد کا وارث کیسے ہوتا ہے؟

جواب: مسلمان کو مرتد کا وارث بنانے کے سلسلے میں دو مذہب ہیں:

(الف) مذہبِ ابی حنیفہ: مسلمان کو مرتد کے اس مال میں وارث بنایا جائے گا جو اس نے حالتِ اسلام میں کمایا تھا، اور جو مال حالت ارتداد میں کمایا تھا، اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی بل کہ اس میں فئ کے احکام جاری ہوں گے۔

(ب) مذہبِ صاحبین: مرتد کی دونوں حالتوں کی کمائیاں اس کے مسلمان وارثوں کو دے دی جائیں گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اس کے ارتداد کا اعتبار ہی نہیں ہے، اس لیے کہ اس کو مرتد ہونے کی حالت میں باقی نہیں رکھا جائے گا، بل کہ اس کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اسلام ہی کی حالت پر برقرار رہے، لہٰذا جب اس کے اِرتداد کا اعتبار ہی نہیں تو گویا مسلمان، مسلمان کے مال کا وارث ہوا۔(۱) فلا اشکال علیہ، فلیتأمل!

بحثِ ثالث: اختلاف دین سے متعلق دو اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: اگر کافر (وارث) قبل تقسیم الترکہ مسلمان ہو جائے:

اگر کوئی کافر اپنے مسلمان مورث کے انتقال کے بعد، بعض میراث کے تقسیم

(۱) فأما أن المسلم يرث عندنا من المرتد، مع أنه لايرث من المسلم، فلأن إرث المسلم منه مستندًا إلى حال الإسلام، ولذالک قال أبو حنيفة أن يورث منه ما اكتسبه في زمان إسلامه، ويكون ما اكتسبه في زمان ردّته فيئًا للمسمين، والوجه على قولهما أن الجميع لورثته، أن المرتد لا يُقرّ على ما اعتقده، بل يجبر على العود إلى الإسلام، فيعتبر حكم الإسلام في حقه، لا فيما ينتفع هو به وارثه. (الشريفيه: ص/۱۴)

www.besturdubooks.net

سے پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اس ماباقی مال کا وارث ہوگا، جو ابھی تقسیم نہیں ہوا ہے، اور اگر اس کا پورا مال تقسیم ہو گیا اور ہر وارث کا حق متعین ہو گیا، پھر وہ اسلام قبول کرتا ہے تو اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ مذکورہ مسئلہ کے برخلاف اگر کوئی غلام اپنے وارث کے موت کے بعد تقسیم ترکہ سے پہلے آزاد ہو جائے، تو وہ غلام اپنے مورث کے کسی بھی مال کا وارث نہیں ہوگا۔ ان دونوں مسئلوں (کافر کا مسلمان ہونا، غلام کا آزاد ہونا) کے مابین فرق یہ ہے کہ اسلام اعظمِ طاعات والقرب ہے، اسلام کی وجہ سے تالیف کا حکم ہے "إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ".

اس لیے اس (مسلمان) کی توریث کا حکم بطور ترغیب ہے۔ برخلاف معتق (غلام) اس میں اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔(۱)

فائدۂ ثانیہ: غیر مسلم ممالک میں وراثت کی ایک صورت:

یہ بات تقریباً فقہا کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کا اور کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا؛ لیکن اس وقت غیر مسلم ممالک میں ایک صورت یہ درپیش ہے کہ بعض دفعہ مسلمان مورث کی حیثیت میں ہوتے ہیں اور کسی غیر مسلم سے اس

---

(۱) لو أسلم كافر بعد موت مورثه المسلم، وقبل قسم بعض الميراث، ورث مما بقي، دون الذي قسم لما تقدم، وأما إذا قسم الجميع، وتعين حق كل وراث، ثم أسلم، فلا شيء له. لايرث من عتق بعد موت مورثه وقبل القسمة، بخلاف من أسلم قبلها كما تقدم. والفرق أن الإسلام أعظم الطاعات والقرب، ورد الشرع بالتاليف عليه، وورد بتوريثه ترغيبًا له في الإسلام، والمعتق لا صنع له فيه، ولا يحمد عليه، فلا يصح قياسه عليه. (العذب الفائض شرح عمدة الفارض: ۱/۴۳)

www.besturdubooks.net

کی ایسی قرابت ہوتی ہے کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسے بھی حقِ میراث حاصل ہوتا، قانون کے ذریعہ اس مسلمان کے مال سے اس غیر مسلم رشتے دار کو متروکہ مال دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر مورث غیر مسلم ہو اور اس کا کوئی مسلمان قرابت دار ہو تو قانون اسے ترکہ میں حق دلاتا ہے، اگر وہ نہ لے تو ترکہ دوسرے غیر مسلم قرابت داروں میں تقسیم ہو جائے گا۔ تو کیا ایسی صورت میں جب کہ مسلمان کے مال سے غیر مسلم کو ترکہ دلایا جاتا ہو۔ مسلمان بھی اس ترکہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

اِس سلسلے میں اس بات کو بھی پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ دعوتی نقطۂ نظر سے بھی اس مسئلہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ اپنے صاحبِ ثروت کافر والد یا والدہ کے ترکہ سے بالکل محروم ہو جائے گا تو مادیت کے غلبہ کی وجہ سے یہ بات اس کے قبولِ اسلام کے لیے رکاوٹ بن سکتی ہے تو کیا اس صورت میں اب بھی حکم وہی ہوگا کہ مسلمان کافر مورث کا وارث نہیں ہوگا۔

جواب: بطورِ وراثت مسلم اور غیر مسلم میں ترکہ کا استحقاق شرعاً ثابت نہیں ہے، جمہور فقہاء کی رائے یہی ہے؛ البتہ دارالحرب میں اگر دھوکہ کے بغیر کوئی مال قانونی طور پر کسی مسلمان کو حاصل ہو رہا ہو تو حضراتِ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک حربی کا مال ہونے کی حیثیت سے اسے لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ لیکن مسلم ممالک میں اگر یہ صورت پیش آتی ہے تو اس کی اجازت نہ ہوگی۔(۱)

(۱) لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب، و لأن مالهم مباح، و بعقد الأمان منهم لم يصر معصوما، إلا أنه التزم أن لا يتعرض لهم بغدر، ولا لما في أيديهم بدون رضاهم، فإذا أخذ =

www.besturdubooks.net

مانع رابع: اختلاف الدارین:

یہاں چار بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) تمہید (۲) حربی، ذمی، مستأمن کی تعریف (۳) اختلاف دار کی دو صورتیں مع مثال (۴) اختلاف دین سے متعلق تین اہم فائدے

بحثِ اول: تمہید:

میراث کا چوتھا مانع اختلافِ دار ہے یعنی اگر ایک دارالحرب کا کافر ہو، دوسرا دارالاسلام کا کافر، تو وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے، گرچہ دونوں کے درمیان سببِ اِرث قرابت موجود ہو۔

بحثِ ثانی: حربی، ذمی، مستأمن کی تعریف:

حربی کی تعریف: حربی اس کافر کو کہتے ہیں جو دارالحرب کا مستقل باشندہ ہو۔(۱)

ذمی کی تعریف: اس کافر کو کہتے ہیں، جو جزیہ دے کر دارالاسلام میں مستقل رہتا ہو۔(۲)

= برضاهم أخذ مالاً مباحًا بلا غدر، فيملكه بحكم الإباحة السابقة.

(البحر الرائق: ٦ / ٢٢٦، كتاب البيوع قبيل باب الحقوق، كتاب النوازل: ١٨ / ١٨٢)

(۱) الحربي وهو الكافر المقيم في دارالحرب. (حاشیہ کتاب: رقم:۲/ص۸)

(۲) والذمي وهو الكافر الذي أقام في دارالإسلام بقبول الجزية. (حاشیہ کتاب رقم:۲/ص۸)

www.besturdubooks.net

مستأمن کی تعریف: اس کافر کو کہتے ہیں، جو دارالاسلام میں ویزا لے کر عارضی اقامت حاصل کئے ہوئے ہو۔(۱)

بحثِ ثالث: اختلاف دار کی دو صورتیں مع مثال:

(الف) اختلافِ دار حقیقتاً: جیسے حربی اور ذمی یعنی ایک حربی ہو، اور دوسرا ذمی، تو یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے، کیوں کہ ان کے مابین ملک حقیقتاً مختلف ہے، اس لیے کہ حربی دارالحرب کا مستقل باشندہ ہے۔

(ب) اختلاف دار حکماً: جیسے مستأمن اور ذمّی ان دونوں کے مابین ملک حکماً مختلف ہے، اگر چہ بظاہر دونوں (وارث، مورث) ایک ہی ملک میں ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مستأمن دارالاسلام میں عارضی طور پر آیا ہے، اس کا مستقل وطن تو دارالحرب ہے، جب کہ ذمی کا مستقل وطن دارلاسلام ہے، اس لیے یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ مصنفؒ نے عبارت **"أو الحربيين من دارين مختلفين"** سے اختلافِ دار کی دونوں قسموں کی مثال پیش کی ہے۔

اختلافِ دار حقیقی کی مثال: دو الگ الگ ملک کے حربی ہوں، مثلاً ایک روس کا اور دوسرا برطانیہ کا، تو یہ اختلافِ دار حقیقتاً کی مثال ہوئی۔

اختلاف دار حکمی کی مثال: دو الگ الگ ملک کے دو حربی دارالاسلام میں مستأمن کی حیثیت سے آجائیں، تو بظاہر حقیقتاً دونوں ایک جگہ ہیں، لیکن اصلاً دونوں دو

(۱) المستأمن وهو الكافر الذي دخل دارنا بأمان. (حاشیہ کتاب: رقم:۳/ص۸)

www.besturdubooks.net

الگ الگ ملک کے ہیں، اس اعتبار سے یہ اختلاف دار حکماً کی مثال ہوئی۔ مصنفؒ کی عبارت سے اختلاف دار حقیقی وحکمی دونوں مثال کے نکالنے کی دلیل ''من دارین'' ہے کہ مصنفؒ نے ''من'' کا استعمال فرمایا ''فی'' کا نہیں۔ فتدبر!(۱)

نوٹ: یہ اختلاف دار فیما بین الکفار مانع ارث ہے، فیما بین المسلمین مانع ارث نہیں ہے، لہٰذا اگر ایک مسلمان مورث مثلاً لندن میں ہو، اور اس کا وارث مثلاً ہندوستان میں ہو، تو یہ اپنے مورث کا وارث ہوگا۔(۲)

بحث رابع: اختلاف دار سے متعلق تین اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: مستأمن اور حربی کے مابین وراثت کا مسئلہ:

مثلاً امریکہ (دار الحرب) کے دو حربی رشتہ دار ہوں، ان میں سے ایک عارضی ویزا لے کر سعودیہ چلا گیا، اور اسی دوران اس کے رشتہ دار کا دار الحرب میں انتقال ہوگیا، تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، کیوں کہ بظاہر دونوں کا ملک الگ الگ رہا ہے، لیکن حقیقتاً دونوں ایک ہی ملک امریکہ کے ہیں۔(۳)

---

(۱) (والحربيين) قال الشامي: و فيه أنه من اختلا ف الدار حقيقةً و حكمًا كما قدمناه، إلا أن يحمل على أنهما من دارين مختلفين حقيقة، لكهنما مستأمنان في دارنا، فهما في دار واحدة حقيقة، وفي دارين مختلفين حكمًا، يؤيده أنه قال من دارين لا في دارين، وإن كان الأولٰى أن يقول المستأمنين بدل الحربيين، و كأنه ترك هذا الأولى إشارة إلى أنه يمكن جعله مثالا للإختلافين. (ردالمحتار: ۱۰/۵۱۰، كتاب الفرائض) (۲) هذا الحكم في حق أهل الكفر، لا في حق المسلمين، حتى لو مات مسلم في دار الحرب، يرث ابنه الذي في دار الإسلام. (الفتاوى الهندية: ۶/۴۵۴)

(۳) يجري التوارث بين الحربي الذي في دارالحرب، و بين المستأمن الذي في دار الإسلام، لأن الدارين وإن اختلفا حقيقةً، لكن المستأمن من دار الحرب حكمًا، فهما متحدان حكمًا۔ (حاشیہ سراجی: رقم: ۴/ص ۸)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثانیہ: اختلافِ دار مسلمانوں کے حق میں مانعِ ارث کیوں نہیں ہے؟

دارالاسلام اصلاً دارالاحکام ہے، جو محض مسلمانوں کے مابین لشکر اور بادشاہ کے بدلنے سے مختلف نہیں ہوتا ہے، اس لیے کہ حکم اسلام انہیں ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیتا ہے، اسی لیے اختلافِ دار مسلمانوں کے حق میں مانعِ ارث نہیں ہے۔

برخلاف دارالحرب کے، وہ قہر وغلبہ کا ملک ہے، اسی لیے بادشاہ ولشکر کے بدلنے سے بدل جاتا ہے اسی وجہ سے کفار کے حق میں اختلافِ دار مانعِ ارث قرار دیا گیا۔(۱)

فائدۂ ثالثہ: بعض حضرات نے موانع ارث آٹھ گنائے ہیں، چار وہی جو متن میں ہیں، اور دیگر چار مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) رِدّت: لغۃً مطلقاً رجوع کو کہتے ہیں، اور عرفاً "الرجوع عن دین الإسلام" (دین اسلام سے نعوذ باللہ پھر جانے) کو۔

(ب) جہالۃ الوارث: کسی التباس کی وجہ سے وارث کا علم نہ ہوسکے، مثلاً ایک عورت نے کسی بچہ کو اپنے بچہ کے ساتھ میں دودھ پلایا اور مرگئی اور پتہ نہ چلے کہ اس کا بچہ کونسا تھا، تو دونوں بچے اس کے وارث نہیں ہوں گے۔

---

(۱) وهو عندنا مانع فيما بين الكفار دون المسلمين، لثبوت التوارث بين أهل البغي وأهل العدل، وإن اختلف المنعة والمُلک، وذالک لأن دار الإسلام دار أحكام، فلا تختلف الدار فيما بين المسلمين باختلاف المنعة والملک، لأن حكم الإسلام يجمعهم، وأما دار الحرب فهي دار قهر وغلبة، فباختلاف المنعة والملک تتباين الدار فيما بينهم وبتباينها ينقطع التوارث. (الشريفية: ص۱۷)

www.besturdubooks.net

(ج) جہالۃ تاریخ الموت: چند وہ رشتہ دار جو ایک ساتھ کسی حادثہ میں انتقال کر گئے اور معلوم نہ ہو سکے کہ کون پہلے مرا اور کون بعد میں، تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

(د) نبوت: نبی کو امتی کی میراث نہیں ملتی، اسی طرح وفات پر اس کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔

نوٹ: حقیقت میں موانع ارث پہلے چار ہی ہیں، دوسرے یا تو کسی دوسرے کے ذیل میں داخل ہیں یا فقدانِ شرط کی وجہ سے کالعدم ہیں۔(۱)

موانعِ اِرث کا نقشہ
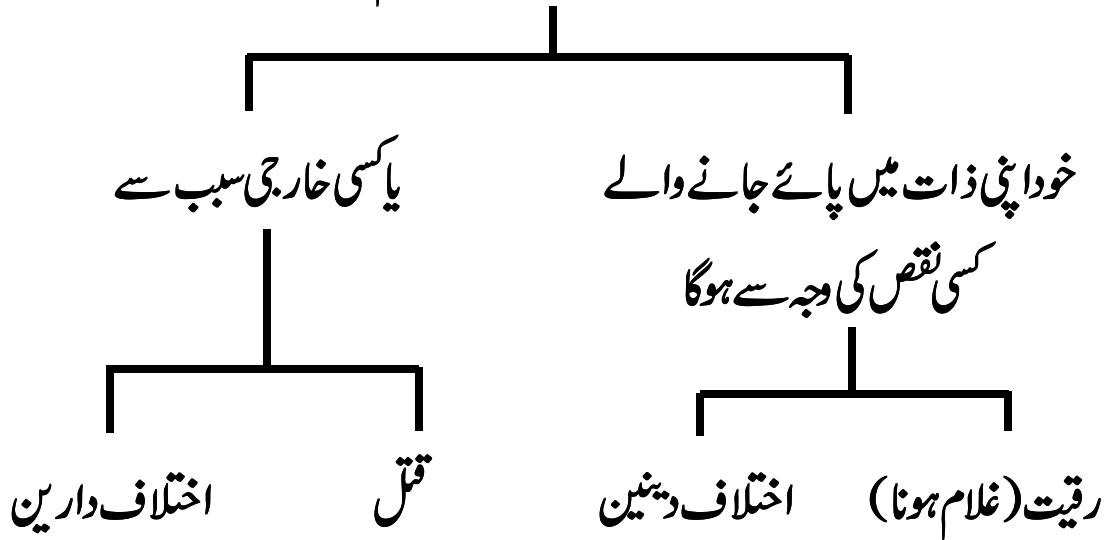
(۱) وقال بعض ثمانية، أربعة المذكورة في المتن، والخامس: الردة وهي لغة الرجوع مطلقا وعرفا الرجوع عن دين الإسلام، والسادس: جهالة تاريخ الموت فيمن يموتون جملة بنحو الغرق، والسابع: جهالة الوارث لإلتباسه بغيره كا مرأة ارضعت صبيًا مع ولدها فماتت ولم يعلم ولدها، الثامن: النبوة فان الأنبياء لا يرثون ولا يرثون۔(حاشیہ سراجی: رقم:۴/ص۷)

www.besturdubooks.net

باب معرفة الفروض و مستحقيها

(فروضِ مقدرہ اور اُن کے مستحقین)

اَلْـفُرُوْضُ الْمُقَدَّرَةُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى سِتَّةٌ: النِّصْفُ وَالرُّبُعُ وَالثُّمُنُ، وَ الثُّلُثَانِ وَالثُّلُثُ وَالسُّدُسُ عَلَى التَّضْعِيْفِ وَالتَّنْصِيْفِ۔

ترجمہ: قرآن پاک میں جو حصے متعین کردہ ہیں وہ چھ ہیں: نصف (آدھا) ربع (چوتھائی) ثمن (آٹھواں) ثلثان (دوتہائی) ثلث (ایک تہائی) سدس (چھٹا) تضعیف وتنصیف کے طریقے پر۔

توضیح وتشریح: یہاں پانچ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) ارث کی انواعِ اربعہ (۲) ارث بالفرض اور ارث بالتعصیب کے مابین فرق (۳) فروض مقدرہ ستہ کے مستحقین کی تفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں (۴) اسئلۂ ثلاثہ مع اجوبہ (۵) ضعیف وتصنیف کا مطلب

بحثِ اول: ارث کی چار قسمیں ہیں:

۱/ ارث بالفرض: ارث کی یہ قسم اصحاب الفرائض میں جاری ہوتی ہے۔

۲/ ارث بالتعصیب: ارث کی یہ قسم عصبات میں جاری ہوتی ہے۔

www.besturdubooks.net

۳/ارث بالرد: ارث کی یہ قسم اصحاب الفرائض نسبی پر جاری ہوتی ہے۔

۴/ارث بالرحم: ارث کی یہ قسم ذوی الارحام میں جاری ہوتی ہے۔(۱)

بحثِ ثانی: ارث بالفرض اور ارث بالتعصیب کے مابین فرق:

(الف) وارث بالفرض کا حصہ محدود ہے، کتاب اللہ میں متعین ومقرر ہے، جیسے نصف، ربع وغیرہ۔

(ب) وارث بالتعصیب اس کا حصہ نہ تو محدود ہے، اور نہ ہی کتاب اللہ میں متعین ومقرر ہے بل کہ ان کی تین حالتیں ہیں:

۱۔ اگر اکیلے ہو تو کل مال کا مستحق ہوتا ہے، مثلاً:

مسئلہ: ۱

ابن
۱

۲۔ اگر اس کے ساتھ کوئی ذی فرض ہو، تو وارث بالتعصیب ما بعد الفرض باقی مال لیتا ہے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۴

زوج	بنت	عم
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

(۱) أنواع الإرث أربعة: وهي إرث بالفرض، إرث بالتعصيب، إرث بالرد، إرث بالرحم، وستأتي هذه الأقسام مفصلة إن شاء الله تعالى. (المواريث للصابوني: ص ۳۸)

www.besturdubooks.net

۳۔اگر فرضیت میں کل ترکہ ختم ہو جائے، تو وارث بالتعصیب کو کچھ نہیں ملتا ہے۔(۱) مثلاً:

مسئلہ:۲

زوج	اخت (ع)	عم
نصف	نصف	عصبہ
۱	۱	×

بحثِ ثالث: فروضِ مقدرہ ستہ کی تفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں:

قرآن میں وراثت کے چھ حصے مذکور ہیں جن کو دو نوع میں تقسیم کیا گیا ہے۔

نوع اول: نصف، ربع، ثمن   نوع ثانی: ثلثان، ثلث، سدس

نوع اول: (الف) نصف (آدھا $\frac{1}{2}$) کا ذکر قرآن میں پانچ مستحقین کے لیے ہوا ہے۔

۱/ بنت (بیٹی)   ۲/ بنت الابن (پوتی)

إِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (۲)

اگر بیٹی یا پوتی ایک ہو اسے نصف ملے گا۔

---

(۱) الإرث نوعان: إرث بالفرض، وإرث بالتعصيب، والفرق بينهما الوارث بالفرض له نصيب محدد مقدر في كتاب الله تعالى، كالنصف والربع والثمن، أما الوارث بالتعصيب، فليس له نصيب محدد مقدر شرعاً، والبحث فيه ينحصر في ثلاثة أحوال: الأول: العاصب إذا انفرد بحيث لم يوجد معه وارث بالفرض، فانه يضم التركة كلها تعصيبا. الثاني: وإذاكان معه وارث با لفرض، فانه يأخذ الباقي بعدالفرض. الثالث: أما إن استغرقت سهام الوارثين بالفرض جميع التركة، بحيث لم يبق منها شيء، فلاشيء للوارث بالتعصيب في هذه الحالة. (مرجع الطلاب في المواريث: ص ۱۳)

(۲) النساء ۱۱

www.besturdubooks.net

نوٹ: پوتی بیٹی کے قائم مقام ہے، یعنی بنت کی عدم موجوگی میں ایک پوتی کو نصف ملتا ہے۔(۱)

۳/ اخت عینی (عینی بہن) ۴/ اختِ علاتی (علاتی بہن)

وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (۲)– اور میت کی ایک بہن ہو تو اس کو نصف ملے گا۔

نوٹ: علاتی بھن حقیقی بھن کے قائم مقام ہے۔(۳)

(۵) زوج: عدم اولاد کی صورت میں **وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ** (۴)– اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں کے ترکہ کا آدھا ہے، اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو۔

(ب) ربع (چوتھائی- $\frac{1}{4}$) کا ذکر قرآن میں دو مستحقین کے لیے ہوا ہے۔

(۱) زوج وجود اولاد کی صورت میں: **فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ.** (۵) پس اگر بیویوں کی اولاد موجود ہوں تو تمہارے لیے چوتھائی ہے اس مال میں سے جو وہ چھوڑ گئیں۔

(۲) زوجہ عدم اولاد کی صورت میں: **وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ**

---

(۱) وبنات الابن كبنا ت الصلب، ولهن أحوال ست، النصف للواحدة، والثلثان للاثنتين فصاعدة، عـند عدم بنات الصلب، فهاتان حالتان من الثلث الأولى، ويشترط فيها عدم الصلبيات، لأن النص ورد فيها صريحا، فإذا عدمن، قامت بنات الابن مقامهن. (الشريفية: ص ۲۲)

(۲) النساء: ۱۷۶

(۳) وله أخت فلها نصف ماترک والمراد الأ خوات لأب وأم أولأب. (الشريفية: ص ۲۶)

(۴) النساء: ۱۲ (۵) النساء: ۱۲

www.besturdubooks.net

لَكُمْ وَلَدٌ.(۱) بیویوں کے لیے تمہارے ترکہ کا چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔

(ج) ثمن (آٹھواں- $\frac{1}{8}$) کا ذکر قرآن صرف ایک وارث کے لیے ہوا ہے۔

(۱) زوجہ وجود اولاد کی صورت میں: فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ (۲)؛ پس اگر تمہاری اولاد موجود ہو تو بیویوں کو آٹھواں حصہ ملے گا تمہارے چھوڑے ہوئے مال سے۔

نوع ثانی: (الف): ثلثان (دوتہائی-$\frac{2}{3}$) کا ذکر قرآن میں چار مستحقین کے لیے ہوا ہے:

(۱) بنت (۲) بنت الابن جب کہ یہ دو یا دو سے زیادہ ہوں۔

فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ.(۳)

پس اگر لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکہ کا دوتہائی ہے۔

(۳) اُخت عینی (۴) اُخت علاتی جب کہ یہ دو یا دو سے زائد ہو۔

فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ.(۴)

پس اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو ترکہ کا دوتہائی ملے گا۔

(ب) ثلث (ایک تہائی $\frac{1}{3}$) کا ذکر قرآن میں دو وارثوں کے لیے ہوا ہے۔

(۱) اولاد الام (اخیافی بھائی بہن) جب کہ یہ دو یا دو سے زائد ہوں۔

فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ.(۵)

پس اگر یہ اخیافی بھائی بہن زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔

---

(۱) النساء۱۲ (۲) النساء:۱۲ (۳) النساء:۱۱ (۴) النساء:۱۷۶ (۵) النساء:۱۲

www.besturdubooks.net

(۲) ام (ماں) عدم اولاد واخوۃ کی صورت میں۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ. (۱) پس اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین وارث ہوں تو میت کی ماں کو ایک تہائی ملے گا۔

(ج) سدس (چھٹا حصہ $\frac{1}{6}$) کا ذکر قرآن میں چار مستحقین کے لیے آیا ہے۔

(۱) اولاد الام (اخیافی بھائی بہن) جب کہ ایک ہو۔

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ. (۲) اور اگر ایسا مرد یا عورت جس کی میراث ہے، باپ یا بیٹا کچھ نہ چھوڑا ہو اور اس کا اخیافی بھائی یا بہن موجود ہو تو ان کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(۲) اب (باپ)، (۳) جد (دادا)، (۴) اُم (ماں) وجود ولد کی صورت میں۔

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ. (۳) اور والدین میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے چھوڑے ہوئے مال سے اگر میت کی کوئی اولاد ہو۔

بحثِ رابع: اسئلۃ ثلاثۃ مع اجوبہ:

سوال اول: ولأبويه لكل واحد ... الخ

آیت کریمہ سے جد کے لیے حصۂ سدس کو کیسے ثابت کیا گیا؟

جواب: قرآن میں اللہ نے آدم وحواء کو ابوین کہا ہے۔ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ. (۴)

---

(۱) النساء: ۱۱ (۲) النساء: ۱۲ (۳) النساء: ۱۱ (۴) الاعراف

www.besturdubooks.net

اس سے معلوم ہوا کہ اب پر جد اعلیٰ دادا اور جد ادنیٰ باپ دونوں کا معنی صادق آتا ہے، نیز حضرت یوسفؑ نے فرمایا: "وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ" (۱)۔ اس آیت میں اب الاب کو بھی اَب قرار دیا ہے، اس لیے کہ ابراہیم اور اسحاق علیہم السلام یوسف علیہ السلام کے جدِ اعلیٰ ہیں؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ دادا کتنی ہی پشتوں سے آئے وہ 'اَب' ہی شمار ہوگا۔(۲)

سوال ثانی: جب جد صحیح اَب کے قائم مقام ہے تو اب کی موجودگی میں جد محروم کیوں ہوتا ہے۔

جواب: وارثت کا مدار اقرب فالاقرب پر ہے، اور ظاہر ہے کہ باپ دادا کے مقابلہ میں میت سے زیادہ قریب ہے، اس لیے اَب کی موجودگی میں جد محروم ہو جاتا ہے۔

سوال ثالث: ولأبويه الخ: آیت کریمہ سے جیسے کئی پشتوں کے دادا کے حالت سدس کو نکالا گیا، ایسے ہی کئی پشتوں کے دادیوں کی حالت سدس کو بھی نکالنا چاہیے، کیوں کہ ابوین میں جیسے اَب ہے اور اسی اَب سے کئی پشتوں کے دادا کو بھی مراد لیا گیا ہے، ایسے ہی اَبوین میں اُم بھی موجود ہے، تو اسی اُم سے کئی پشتوں کی جدات کو بھی مراد لینا چاہیے، اور ان کے حصے کو بھی قرآن سے ثابت کرنا چاہیے؟

---

(۱) یوسف (۲) والجد الصحيح كالأب، لقوله تعالى: كما أخرج أبويكم من الجنة، وهما أدم وحواء سماها أبًا لنا، وهو الجد الأعلى، و إذا كان الجد الأعلى أبًا، فلأن يكون الجد الأدنى أبًا كان أولى، وكذلك قوله تعالى حاكيًا عن يوسف عليه والسلام "واتبعت ملة آبائى إبراهيم وإسحق ويعقوب وكان إسحاق جده وإبراهيم جد أبيه. (حاشيه شريفيه: رقم:۱۹/۳)

www.besturdubooks.net

جواب: اَبوین کا اطلاق (اَب، اُم) پر غلبتاً ہے کہ اَب کو اُم پر غلبہ دے دیا گیا، جیسے سورج اور چاند کو غلبتاً قمرین کہہ دیا، اور جو شئ غالب ہوتی ہے اس پر دوسروں کو قیاس کر کے مراد لیا جاسکتا ہے، اور جو شئ مغلوب ہوگی اس پر دوسروں کو قیاس کر کے مراد نہیں لیا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے "**التابع تابع لایفرد بالحکم**" یعنی جو شئ تابع ہوتی ہے اس کا مستقل حکم نہیں لگایا جاتا۔ اَبوین میں چوں کہ اَب غالب اور مستقل ہے، لہٰذا اس پر قیاس کر کے کئی پشتوں کے دادا کا حصۂ سدس نکالا گیا، اور اُم مغلوب ہے لہٰذا اس پر قیاس کر کے کئی پشتوں کی جدات کا حصۂ سدس کو نہیں نکالا جاسکتا ہے، اس لیے کہ جدہ کی حالتِ سدس حدیث سے ثابت ہے نہ کہ قرآن سے۔ (مؤلف)

نــــوٹ: سدس کے مستحقین مجموعی طور پر سات ہیں، چار کا ذکر اوپر ہو چکا، مزید تین جن کے لیے حصۂ سدس حدیث سے ثابت ہے وہ مندرجۂ ذیل ہیں:

(۱) بنت الابن (پوتی) بنتِ واحدہ کی موجودگی میں

(۲) اختِ علاتی (علاتی بہن) ایک عینی بہن کی موجودگی میں

حدیث: **عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى أَبِيْ مُوْسٰى وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ فَسَأَلَهُمَا عَنِ الابْنَةِ وَ ابْنَةِ الابْنِ وَ أُخْتٍ لِأَبٍ وَ أُمٍّ فَقَالا: لِلابْنَةِ النِّصْفُ، وَ لِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ وَ الْأُمِّ مَا بَقِيَ وَ قَالا لَهُ: اِنْطَلِقْ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ، فَاسْأَلْهُ فَإِنَّهُ سَيُتَابِعُنَا، فَأَتٰى عَبْدَ اللّٰهِ فَذَكَرَ ذَالِکَ لَهُ وَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالا: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ، قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ، وَلٰكِنْ أَقْضِيْ فِيْهِمَا كَمَا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِلِابْنَةِ النِّصْفُ، وِلِابْنَةِ الْاِبْنِ**

www.besturdubooks.net

السُّدُسُ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ، وَلِلأُخْتِ مَا بَقِيَ. (۱)

مفہومِ حدیث:

ایک شخص نے بیٹی پوتی عینی بہن کے سلسلے میں ابوموسیٰ اشعری اور سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہما سے استفتاء کیا، تو ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا بیٹی کو نصف اور ما باقی اُخت عینی کو ملے گا، اور ساتھ میں فرمایا، یہ مسئلہ عبداللہ ابن مسعودؓ سے پوچھ لو۔ تو اس شخص نے ابن مسعودؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا، ابن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا: "**قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ**" اگر میں اس مسئلہ میں ان کی متابعت کروں گا تو میں بھٹک جاؤں گا، میں وہی فیصلہ کرتا ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، کہ بیٹی کو نصف اور پوتی کو تکملۃ للثلثین سدس اور اُخت کو ما باقی ملے گا۔

طریقۂ استدلال: حدیث میں پوتی کے لیے سدس کا استحقاق صاف واضح ہے، اور ایک اخت عینی کی موجودگی میں اخت علاتی کے لیے بھی سدس کا ثبوت اسی حدیث سے ہے جس میں بنت واحدہ کی موجودگی میں بنت الابن کو سدس مل رہا ہے؛ کیوں کہ لڑکیوں کا حصہ ثلثان سے زائد نہیں ہوتا ہے، تو جیسے بنت کے نصف لینے کے بعد تکملۃ للثلثین پوتی کو سدس ملا ایسے ہی اخت عینی کے نصف لینے کے بعد علاتی بہن کو تکملۃ للثلثین سدس ملے گا۔ (۲)

---

(۱) السنن للترمذي: ۲/۲۹، كتاب الفرائض ماجاء في ميراث ابنة الابن: الرقم: ۲۰۹۳

(۲) و لهن السدس مع الأخت لأب وأم تكملة للثلثين فإن حق الأخوات الثلثان وقد أخذت الأخت لأب وأم النصف فبقي منه السدس فيعطى للأخوات لأب حتى يُكمل حق الأخوات. (الشريفية: ص ۲۷)

www.besturdubooks.net

(۳) جدہ (دادی، نانی) عدمِ حاجب کی صورت میں:

حدیث: عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ: جَاءَ تِ الْجَدَّةُ أُمُّ الْأُمِّ أَوْ أُمُّ الْأَبِ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: إِنَّ ابْنَ اِبْنِيْ أَوْ إِنَّ ابْنَ اِبْنَتِيْ مَاتَ، وَ قَدْ أُخْبِرْتُ أَنَّ لِيْ فِيْ الْكِتَابِ حَقًّا، فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا أَجِدُ لَکِ فِيْ الْكِتَابِ مِنْ حَقٍّ، وَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى لَکِ بِشَيْءٍ، وَ سَأَسْأَلُ النَّاسَ قَالَ: فَسَأَلَ النَّاسَ فَشَهِدَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ قَالَ: وَ مَنْ سَمِعَ ذَالِکَ مَعَکَ قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ سَلِمَةَ قَالَ فَأَعْطَاهَا السُّدُسَ. (۱)

مفہومِ حدیث:

حضرت قبیصہ ابن ذوَیبؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں دادی اور نانی اپنے پوتے اور نواسے کی وراثت کے سلسلہ میں آئیں، تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نہ تو کتاب اللہ میں تیرا کوئی حق پاتا ہوں اور نہ ہی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؛ لہٰذا میں صحابہؓ سے پوچھتا ہوں تو مغیرہ ابن شعبہؓ نے شہادت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس عنایت فرمایا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا اس پر تمہارے ساتھ کوئی گواہ ہے، تو محمد ابن سلمہ نے تائید کی، اس پر حضرت ابوبکرؓ نے جدہ کو سدس دے دیا۔

(۱) السنن للترمذي: ۲/ ۳۰، كتاب الفرائض ما جاء في ميراث الجدة

www.besturdubooks.net

بحثِ خامس: تضعیف وتنصیف کا مطلب:

فروض مقدرہ کی دونوں قسموں (لائنوں) کی خوبی یہ ہے کہ اگران کو داہنی طرف سے دیکھا جائے تو ہر عدد، دوسرے عدد کے مقابلے میں دوگنا نظر آئے گا، مثال کے طور پر قسم اول کو داہنی طرف سے دیکھو تو نصف، ربع کا دوگنا ہے اور ربع، ثمن کا؛ اسی طرح قسم ثانی میں بھی ثلثان، ثلث کا دوگنا ہے، اور ثلث، سدس کا، اس کو ''تضعیف'' کہتے ہیں۔ تضعیف کے معنی ہیں دوچند کرنا یعنی عدد کو اس طرح ذکر کرنا کہ داہنی طرف سے ہر عدد دوسرے کا دوگنا نظر آئے۔ انہی عددوں کو اگر بائیں طرف سے دیکھا جائے تو ہر عدد دوسرے کے مقابلے میں آدھا نظر آئے گا، مثال کے طور پر قسم اول کو بائیں طرف سے دیکھئے ثمن، ربع کا آدھا اور ربع، نصف کا آدھا ہے، اور دوسری قسم میں سدس، ثلث کا آدھا اور ثلث، ثلثان کا آدھا ہے۔ اس کو ''تنصیف'' کہتے ہیں، تنصیف کے معنی ہیں آدھا کرنا یعنی عدد کو اس طرح ذکر کرنا کہ بائیں طرف سے ہر عدد دوسرے کے مقابلے میں آدھا نظر آئے۔

تضعیف وتنصیف کا مطلب فیصد کی روشنی میں:

نوع اول	نوع ثانی
نصف ۱/۲ = 50	ثلثان ۲/۳ = 66.66
ربع ۱/۴ = 25	ثلث ۱/۳ = 33.33
ثمن ۱/۸ = 12.50	سدس ۱/۶ = 16.66

مذکورہ بالا فروض مقدرہ میں سے نوع اول کو داہنی طرف سے دیکھئے، نصف

www.besturdubooks.net

(50) ربع (25) کا دوگنا ہے اور ربع (25) ثمن (12.50) کا دوگنا ہے۔ اسی طرح ثلثان (66.66) ثلث (33.33) کا دوگنا ہے، اور ثلث (33.33) سدس (16.66) کا دوگنا ہے یہ تضعیف ہے۔

اور تنصیف یہ ہے کہ مثلاً نوع اول کو بائیں طرف سے دیکھئے ثمن (12.50) ربع (25) کا آدھا ہے اور ربع (25) نصف (50) کا آدھا ہے؛ اسی طرح نوعِ ثانی سدس (16.66) ثلث (33.33) کا آدھا ہے، اور ثلث (33.33) ثلثان (66.66) کا آدھا ہے۔

www.besturdubooks.net

اصحاب الفرائض کا بیان

وَأَصْحَابُ هَذِهِ السِّهَامِ اِثْنَا عَشَرَ نَفَرًا أَرْبَعَةٌ مِنَ الرِّجَالِ، وَهُمُ الْأَبُ، وَالْجَدُّ الصَّحِيْحُ وَهُوَ أَبُ الْأَبِ وَ إِنْ عَلا، وَالْأَخُ لِأُمٍّ، وَالزَّوْجُ، وَ ثَمَانٌ مِنَ النِّسَاءِ وَهُنَّ الزَّوْجَةُ، وَالْبِنْتُ، وَبِنْتُ الِابْنِ وَ إِنْ سَفُلَتْ، وَالْأُخْتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَالْأُخْتُ لِأَبٍ، وَالْأُخْتُ لِأُمٍّ، وَالْأُمُّ، وَالْجَدَّةُ الصَّحِيْحَةُ وَهِيَ الَّتِي لَايَدْخُلُ فِي نِسْبَتِهَا إِلَى الْمَيِّتِ جَدٌّ فَاسِدٌ.

ترجمہ: اوران حصوں کے لینے والے بارہ افراد ہیں، چار مردوں میں سے ہیں، اور وہ باپ اور دادا ہے، اور وہ باپ کا باپ ہے، چاہے (رشتہ میں) اوپر ہو یعنی پردادا ہو، اور اخیافی (ماں شریک) بھائی، اور شوہر ہے۔ اور آٹھ عورتوں میں سے ہیں، اور وہ بیوی اور لڑکی اور پوتی چاہے رشتہ میں نیچے ہو، یعنی پر پوتی ہو اور حقیقی بہن اور علاتی بہن اور اخیافی بہن اور ماں اور جدۂ صحیحہ (دادی اور نانی اوپر تک) ہے اور وہ ایسی جدہ ہے جس کی نسبت میت کی طرف کرنے میں جد فاسد داخل نہ ہو۔

توضیح وتشریح: یہاں چار بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) اصحاب الفرائض کی تعداد وتعیین (۲) مصنفؒ نے اصحاب الفرائض کا ذکر

www.besturdubooks.net

جس ترتیب سے کیا ہے اس ترتیب کی وجہ (۳) اجداد صحیح وفاسد اور جدات صحیحہ وفاسدہ کی تعریف (۴) جدۂ صحیحہ کی اقسام ثلثہ

بحثِ اول: اصحاب الفرائض کی تعداد وتعیین:

اصحاب الفرائض کل بارہ ہیں، ان میں سے چار مرد ہیں: اب، جد، اخ لام، زوج، اور آٹھ عورتیں ہیں: زوجہ، بنت، بنت الابن، اخت عینی، اخت علاتی، اخت اخیافی، ام اور جدۂ صحیحہ (دادی، نانی)۔

بحثِ ثانی: ترتیب بیان کی وجہ:

مصنفؒ نے مردوں میں اَب کو جد پر اس لیے مقدم کیا کہ اَب' جد کے لیے حاجب ہے' اور جد کو اَخ لام پر مقدم کرنے کی وجہ بھی جد کا اخ لام کے لیے حاجب ہونا ہے، اور اخ لام کو زوج پر نسب کی وجہ سے مقدم کیا، کیوں کہ نسب سبب سے اقویٰ ہے۔(۱)

زوج کے بعد زوجہ کے ذکر کرنے کی وجہ:

عورتوں میں سے زوجہ کا ذکر زوج کے بعد اس لیے کیا کہ عورت شوہر کی پرورش میں ہوتی ہے، جدا نہیں ہوتی ہے، تو بہت مناسب ہے کہ ذکرِ زوج زوجہ کے ذکر سے متصل ہو، تاکہ ہجران لازم نہ آئے اور اس کا لطف پوشیدہ نہیں ہے۔(۲)

---

(۱) وقدم الأب على الجد لكونه محجوبًا بالأب، وكذا يحجب الجد الأخ لأم إجماعا، و تقديمه على الزوج، لأن النسب أقوى من السبب. (الشريفية: ص۱۸)

(۲) إن الزوجة تكون في حجر الزوج، ولا تفارقه ينبغي أن يكون ذكر الزوج متصلاً بذكرها، وذكرها في حجر ذكره. (حاشيه شريفيه: رقم: ۵/ص۱۸)

www.besturdubooks.net

زوجہ کو بنت پر مقدم کرنے کی وجہ:

پھر بنت چوں کہ زوجہ کی فرع ہے۔ اور زوجہ اصل ہے، اس لیے زوجہ کو بنت پر مقدم کیا۔(۱)

بنت کو بنت الابن پر مقدم کرنے کی وجہ:

(۱) بنت' میت سے بنت الابن کے مقابلے میں زیادہ قریب ہے۔

(۲) بنت الابن' بنت کی عدم موجودگی میں بنت کے قائم مقام ہوتی ہے۔(۲)

بنت الابن کو اخت عینی پر مقدم کرنے کی وجہ:

اخت عینی قرابت میں بنت الابن کے مقابلے میں میت سے ابعد ہے۔(۳)

اُخت عینی کو اُخت علاتی پر مقدم کرنے کی وجہ:

(۱) اُخت عینی کو اُخت علاتی کے مقابلے میں قوت قرابت حاصل ہے۔(۴)

(۲) اُخت عینی کی عدم موجگی میں اخت علاتی عینی کے قائم مقام ہوتی ہے۔(۵)

---

(۱) قدم الزوجة على البنت، لأنها أصل الولادة. (الشريفيه: ص۱۸)

(۲) وقدم البنت على بنت الابن، لكونها أقرب إلى الميت منها، لأن بنت الابن تقو م مقام البنت عند عدمها. (الشريفية: ص۱۸)

(۳) وأخر الأخت لأب وأم عن بنت الابن، لكونها أبعد منها في القرابة. (الشريفية: ص۱۸)

(۴) وقدمها على الأخت لأب لقوة القرابة. (الشريفية: ص۱۸)

(۵) ولأن الأخت لاب يقوم مقامها عند عدمها. (الشريفية: ص۱۸)

www.besturdubooks.net

اخت علاتی کو اُخت اخیافی پر مقدم کرنے کی وجہ:

اخت علاتی کو قرابتِ اب حاصل ہے اور اخت اخیافی کو قرابتِ ام، اور قرابتِ اب اقوی ہے قرابتِ اُم سے۔(۱)

اُخت خیفی کو اُم پر مقدم کرنے کی وجہ:

دو اُخت خیفی اُم کے لیے حاجب نقصان بنتی ہیں، اس طور پر کہ اُم کے حصۂ ثلث کو سدس سے بدل دیتی ہیں، اور جنسِ حاجب جنسِ محجوب پر مقدم ہوتا ہے۔(۲)

اُم کو جدہ پر مقدم کرنے کی وجہ:

ام جدہ کے مقابلے میں میت سے زیادہ قریب ہے کیوں کہ ام میت سے بلاواسطہ منسوب ہوتی ہے، جب کہ جدہ اگر دادی ہے تو بواسطۂ اَب اور اگر نانی ہے تو بواسطہ اُم منسوب ہوتی۔(۳)

نوٹ: اگر یہ اشکال پیدا ہو، کہ رجال میں جب باپ کو اصل ہونے کی وجہ سے مقدم کیا، تو نساء میں بھی اُم کے اصل ہونے کی وجہ سے اُم کو دیگر نساء پر مقدم کرنا چاہیے تھا۔ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ نصیب الام (حصۂ اُم) کی معرفت نصیب الاخوات کی معرفت پر من وجہ موقوف ہے۔ نہ کہ نصیب الاخوات کی معرفت نصیب الام کی معرفت پر موقوف

(۱) وتقديمها على الاخت لأم، لأن قرابة الاب اقوى من قرابةالام.(الشريفية: ص ۱۸)

(۲) وتقديم الأخت لأم على الأم لأن الأختين لأم، تحجبان الأم من الثلث إلى السدس، و جنس الحاجب يقدم على جنس المحجبوب. (الشريفية: ص۱۸)

(۳) وتقديم الام على الجدة لكونها أقرب. (الشريفية: ص۱۸)

www.besturdubooks.net

ہے۔ مثلاً: اُم کا حصۂ ثلث اس وقت ہوگا جب اَخوات نہ ہوں، اور سدس اس وقت ہوگا جب کہ اَخوات موجود ہوں، تو ماں کے حصۂ ثلث وسدس کی معرفت اَخوات کے ہونے اور نہ ہونے پر موقوف ہوئی؛ اسی لیے ماں کے اصل ہونے کے باوجود جنس نساء میں اس کو مؤخر ذکر کیا۔(۱)

بحث ثالث: اجدادِ صحیح وفاسد جداتِ صحیحہ وفاسدہ کی تعریف:

(الف) جدِ صحیح کی تعریف:

هُوَ الَّذِيْ لَا تَدْخُلُ فِيْ نِسْبَتِهٖ إِلَى الْمَيِّتِ أُمٌّ كَأَبِ الْأَبِ وَإِنْ عَلا – جدِ صحیح وہ مذکر اصل بعید ہے، جس کی نسبت میت سے جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ نہ آئے، جیسے دادا اگر چہ اوپر تک ہی کیوں نہ ہو۔

(ب) جدِ فاسد کی تعریف:

هُوَ الَّذِيْ تَدْخُلُ فِيْ نِسْبَتِهٖ إِلَى الْمَيِّتِ أُمٌّ كَأَبِ الْأُمِّ وَإِنْ عَلا – جد فاسد وہ مذکر اصل بعید ہے، جس کی نسبت میت سے جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ آئے، جیسے نانا اگر چہ اوپر تک ہی کیوں نہ ہو۔

(ج) جدۂ صحیحہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِيْ لَا يَدْخُلُ فِيْ نِسْبَتِهَا إِلَى الْمَيِّتِ جَدٌّ فَاسِدٌ كَأُمِّ الْأَبِ وَإِنْ عَلَتْ

---

(۱) لا يقال تقديم الأب في الرجال، يقتضي تقديم الأم في النساء، لأنا نقول معرفة نصيب الأم تتوقف على معرفة نصيب الأخوات من وجه دون العكس. (الشريفية: ص۱۸)

www.besturdubooks.net

جدۂ صحیحہ (دادی، نانی) وہ مؤنث اصل بعید ہے جس کی نسبت میت سے جوڑنے میں جد فاسد کا واسطہ نہ آئے، جیسے دادی اگر چہ اوپر تک ہی کیوں نہ ہو۔

(د) جدۂ فاسدہ کی تعریف:

هِيَ الَّتِي يَدْخُلُ فِيْ نِسْبَتِهَا إِلَى الْمَيِّتِ جَدٌّ فَاسِدٌ كَأُمِّ أَبِ الْأُمِّ وَ إِنْ عَــلَــتْ – جدۂ فاسدہ وہ مؤنث اصل بعید ہے جس کی نسبت میت سے جوڑنے میں جد فاسد کا واسطہ آئے، جیسے نانا کی ماں اگر چہ اوپر تک ہی کیوں نہ ہو۔

بحثِ رابع: جدۂ صحیحہ (دادی، نانی) کی اقسام ثلثہ:

قسمِ اول: المدلية بمحض الأناث كأم أم الأم – یعنی جو محض مؤنث کے واسطے میت سے منسوب ہو جیسے نانی کی ماں۔

قسم ثانی: المدلية بمحض الذكور كأم أب الأب – یعنی وہ مؤنث جو محض مذکر کے واسطے میت سے منسوب ہو، جیسے دادا کی ماں۔

قسم ثالث: المدلية بمحض الأناث إلى محض الذكور كأم أم الأب – یعنی وہ مؤنث جو مؤنث و مذکر دونوں کے واسطوں سے میت سے منسوب ہو، جیسے دادی کی ماں۔(۱)

(۱) قال الشامي: هي ثلاثة أقسام، المدلية بمحض الإناث، كأم أم الأم، أو بمحض الذكور، كأم أب الأب، أو بمحض الإناث إلي محض الذكور، كأم أم الأب، بخلاف العكس، كأم أب الأم، فإنها فاسدة .(ردالمحتار: ۱۰/۵۱۵، كتاب الفرائض) --- الصحيحة منهن لا يتخلل في نسبتها إلى الميت ذكر بين أنثيين، كأم أب الأم، والفاسدة من تخلل في نسبتها ذكر، وذلک جد فاسد، فمن يدلى به يكون فاسدًا، ذكرا كان أوأنثى. (البحر الرائق: ۹/۳۷۱، كتاب الفرائض)

www.besturdubooks.net

باپ کے احوال

أَمَّا الْأَبُ فَلَهُ أَحْوَالٌ ثَلٰثٌ، اَلْفَرْضُ الْمُطْلَقُ هُوَ السُّدُسُ، وَذَالِكَ مَعَ الْاِبْنِ أَوِ ابْنِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ، وَالْفَرْضُ وَالتَّعْصِيْبُ مَعًا، وَذَالِكَ مَعَ الْاِبْنَةِ أَوِ ابْنَةِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفُلَتْ، وَالتَّعْصِيْبُ الْمَحْضُ وَذَالِكَ عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ۔

ترجمہ: بہرحال باپ تو اس کی تین حالتیں ہیں، مطلق مقررہ حصہ اور وہ سدس ہے اور وہ لڑکے یا پوتے کے ساتھ ہے، خواہ پوتا رشتہ میں نیچے ہو، اور مقررہ حصہ (سدس) اور عصبہ بھی اور وہ لڑکی یا پوتی کے ساتھ ہے خواہ رشتہ میں نیچے تک ہو، اور عصبۂ محض اور وہ لڑکے لڑکی اور پوتے پوتی (اگرچہ رشتہ میں نیچے ہوں) کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔

توضیح وتشریح: یہاں تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) اب کے احوالِ ثلاثہ مع دلیل ومثال (۲) عبارت سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب (۳) احوالِ ثلاثہ کی دلیلِ حصر مع نقشہ

بحثِ اول: اَب کے احوالِ ثلاثہ مع دلیل ومثال:

(الف) اگر میت نے باپ کے ساتھ اپنی کوئی مذکر اولاد (بیٹا، پوتا، پر پوتا نیچے

www.besturdubooks.net

تک) چھوڑی ہو تو باپ کو سدس (چھٹا) ملے گا۔اس حالت کو مصنف نے فرضِ مطلق سے تعبیر کیا ہے۔مثال:

مسئلہ:۶

اَب	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

(ب)اگر میت نے اپنے باپ کے ساتھ صرف مؤنث اولاد (بیٹی، پوتی، پر پوتی نیچے تک) چھوڑی ہو تو باپ سدس پانے کے ساتھ عصبہ بھی ہوگا، اس حالت کو مصنف نے فرض مع التعصیب سے تعبیر کیا ہے۔مثال:

مسئلہ:۶

اب	بنت
سدس وعصبہ	نصف
۱+۲=۳ +	۳=۶

مذکورہ بالا دونوں حالتوں کی دلیل:

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ. (۱)

یعنی والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے، اگر میت کی اولاد موجود ہو۔

طریقۂ استدلال:

آیتِ کریمہ میں والدین کے لیے اولاد کی موجودگی میں سدس کی صراحت کی گئی ہے۔اَب اولاد میں مذکر (ابن) اور مؤنث (بنت) دونوں داخل ہیں، اس لیے اگر اولاد ابن ہے تو اَب کو فرضیت محض سدس ملے گا اور ابن عصبہ ہوگا، اور اگر اولاد مؤنث ہے تو باپ فرضیت

(۱) النساء:۱۱

www.besturdubooks.net

(سدس) کے ساتھ عصبہ بھی بنے گا، یعنی مؤنث (بنت) سے بچا ہوا بھی لے لے گا۔(۱)

(ج) اگر میت کی کوئی مذکر و مؤنث اولاد، یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک نہ ہو، تو باپ تنہا ہونے کی صورت میں پورا ترکہ اور دوسرے اصحاب الفرائض کے ساتھ ہونے کی صورت میں ان کو دینے کے بعد بچا ہوا ترکہ پائے گا۔ اس حالت کو مصنفؒ نے تعصیبِ محض سے تعبیر کیا ہے۔ مثال:

مسئلہ:۳			مسئلہ:۱
ام		اب	اب
ثلث		عصبۂ محض	عصبۂ محض
۱=۳	+	۲	۱

دلیل: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ (۲)۔ یعنی اگر اولاد نہ ہوں اور میت کے والدین وارث ہوں تو اس کی ماں کو ایک تہائی ترکہ ملے گا۔

طریقۂ استدلال: اس آیت کریمہ میں باپ کا حصہ بیان نہیں کیا گیا، صرف ماں کا حصہ ثلث کو بیان کیا گیا، یہی تو عصوبت کی علامت ہے یعنی اولاد کی عدم موجودگی میں ماں کو ثلث دینے کے بعد باقی مال باپ کو بحیثیت عصبہ ملے گا۔(۳)

(۱) فهذا تنصيص على ان فرض الأب مع الولد هو السدس، لكن اسم الولد يتناول الا بن والبنت، فان كان مع الأب ابن، فله فرضه اعني السدس، والباقي للابن ...... وان كانت معه بنت، فله سدس وللبنت النصف بالفرض، وما بقي فللأب، لأنه أولى رجل ذكر من العصبات، عند عدم الابن وابنه. (الشريفية: ص ۱۹) (۲) النساء:۱۱

(۳) إذ يفهم منه ان الباقي للأب فيكون عصبة. (الشريفية: ص ۱۹)

www.besturdubooks.net

بحثِ ثانی: عبارت سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: مصنف نے جب باپ کی فرض محض اور فرض مع التعصیب والی حالت کا ذکر کیا، تو وجود اولاد کو بتانے کے لیے ''اوْ'' حرف عطف کا استعمال کیا ''مع الابن او ابن الابن؛ مع الابنة او ابنة الابن'' ۔اور جب عصبۂ محض والی حالت کا ذکر کیا تو عدم اولاد کو بتانے کے لیے ''وْ'' حرف عطف کا استعمال کیا ''عند عدم الولد و ولد الابن'' یہ فرق کیوں؟

جواب: باپ کے لیے فرض محض، یا فرض مع التعصیب کے ثبوت کے لیے اولاد میں سے کسی ایک کا ہونا بھی کافی ہے، مثلاً فرض محض کے لیے خواہ ابن ہو یا ابن الابن، اسی طرح فرض مع التعصیب کے لیے خواہ بنت ہو یا بنت الابن، اور اس معنی کی ادائیگی ''اَوْ'' سے ہی ہوسکتی تھی، اس لیے مصنفؒ نے ''اَوْ'' کا استعمال فرمایا۔ برخلاف عصبۂ محض والی حالت، کہ وہاں باپ کا عصبۂ محض بننا مطلقاً عدم اولاد پر موقوف تھا یعنی باپ اسی وقت عصبۂ محض ہوگا جب کہ اولاد میں سے کوئی بھی نہ ہو، اور یہ معنیٰ ''وْ'' کے ذریعہ ہی ادا ہوسکتا تھا، اس لیے مصنف نے ''وْ'' کا استعمال فرمایا۔

بحثِ ثالث: احوالِ ثلثہ کی دلیل حصر مع نقشہ:

باپ کی کل تین حالتیں ہیں، میت نے اپنے باپ کے ساتھ کوئی اولاد چھوڑی ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں چھوڑی تو باپ ''عصبۂ محض'' ہوگا اور اگر کوئی اولاد چھوڑی ہے تو اولاد (مذکر ہوگی یا فقط مؤنث) اگر مذکر ہے، تو باپ ذوالفرض محض ہوگا یعنی سدس پائے گا، اور اگر اولاد فقط مؤنث ہے تو باپ ''ذوالفرض مع التعصیب'' ہوگا یعنی سدس پانے کے ساتھ عصبہ بھی ہوگا۔

www.besturdubooks.net

احوالِ اب کا نقشہ

www.besturdubooks.net
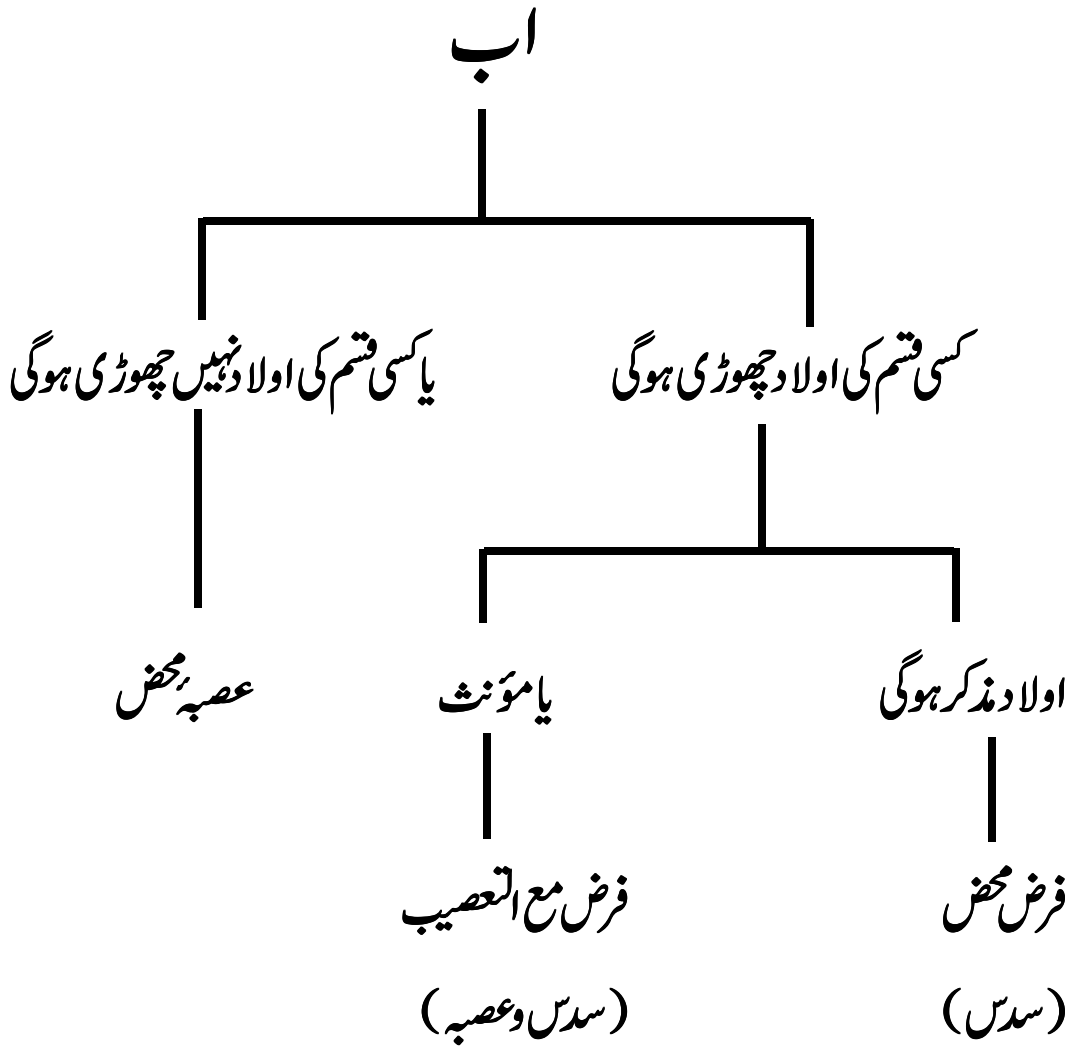
جد کے احوال

وَالْجَدُّ الصَّحِيحُ كَالْأَبِ إِلَّا فِي أَرْبَعِ مَسَائِلَ. وَسَنَذْكُرُهَا فِي مَوَاضِعِهَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَ يَسْقُطُ الْجَدُّ بِالأَبِ لِأَنَّ الْأَبَ أَصْلٌ فِي قَرَابَةِ الْجَدِّ إِلَى الْمَيِّتِ، وَالْجَدُّ الصَّحِيحُ هُوَ الَّذِي لَاتَدْخُلُ فِي نِسْبَتِهٖ إِلَى الْمَيِّتِ أُمٌّ.

ترجمہ: دادا باپ کی طرح ہے مگر چار مسئلوں میں اور عنقریب ہم ان مسئلوں کو ان کی جگہوں پر ذکر کریں گے (ان شاء اللہ!) اور دادا باپ کی وجہ سے محروم ہو جاتا ہے، اس لیے کہ میت سے دادا کا رشتہ جوڑنے میں باپ اصل (واسطہ) ہے، دادا وہ مذکر اصل بعید ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں داخل (واسطہ) نہ ہو۔

توضیح وتشریح: یہاں پانچ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) جد کے احوالِ اربعہ مع دلیل و مثال (۲) اِلا فی اَربع مسائل کی تفصیل (۳) اَب کی وجہ سے جد کے سقوط کی وجہ (۴) ویسقط الجد بالاب عبارت پر دو اہم سوال مع جواب (۵) احوالِ اربعہ کی وجہ حصر مع نقشہ

www.besturdubooks.net

بحثِ اول: جد کے احوال اربعہ مع دلیل ومثال:

(الف) اگر میت کے دادا کے ساتھ اس کا باپ بھی موجود ہو تو دادا ساقط ہوگا اس لیے کے باپ کا رشتہ میت سے قریب ہے، اور وراثت کا قاعدہ ہے کہ اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد ساقط ہوتا ہے، اسی طرح دادا کی وجہ سے پردادا محروم ہوگا۔ مثال:

مسئلہ:۱

اب الاب (دادا)	اب
م	عصبہ محض
	۱

مسئلہ:۱

اب اب الاب (پردادا)	اب الاب (دادا)
م	عصبہ محض
	۱

دلیل: **الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة.** (۱) یعنی بابِ میراث میں اقرب کو ابعد پر تقدم حاصل ہوتا ہے، باپ چوں کہ میت سے دادا کے مقابلے میں زیادہ قریب ہے۔

(ب) اگر میت کا باپ نہ ہو اور دادا کیساتھ میت کی مذکر اولاد (بیٹا پوتا وغیرہ) ہو تو دادا کو فرضِ محض سدس ملے گا۔ مثال:

مسئلہ:٦

اب الاب	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

مسئلہ:٦

اب الاب	ابن الابن
سدس	عصبہ
۱	۵

(۱) السراجی: ص۲۲

www.besturdubooks.net

(ج) اگر دادا کے ساتھ میت کی صرف مؤنث اولاد (بیٹی پوتی وغیرہ) ہوتو دادا کو فرض مع التعصیب کا حق حاصل ہوگا۔ مثال:

مسئلہ:٦

اب الاب	بنت
سدس وعصبہ	نصف
۱+۲=۳	۳

مسئلہ:٦

اب الاب	بنت الابن
سدس وعصبہ	نصف
۱+۲=۳	۳

(د) اگر دادا کے ساتھ میت کی کوئی اولاد نہ ہوتو دادا عصبہ محض ہوگا۔ یعنی تنہا ہونے کی صورت میں پورا ترکہ اور دوسرے اصحاب فرائض کے ساتھ ہونے کی صورت میں ان کو دینے کے بعد بچا ہوا ترکہ پائے گا۔ مثال:

مسئلہ:۱

اب الاب
عصبہ محض
۱

مسئلہ:۳

اب الاب	اُم
عصبہ	ثلث
۲	۱

نوٹ: جد کے ان تینوں حالتوں کی وہی دلائل ہیں جو اَب کی ہیں۔

بحثِ ثانی: اِلّا فی اربع مسائل کی تفصیل:

عام حالات میں باپ دادا کا حکم ایک ہے لیکن چار مسائل میں باپ دادا کے در میان فرق ہے:

www.besturdubooks.net

پہلا مسئلہ: حقیقی اور علاتی بھائی بہن باپ کی موجودگی میں بالاتفاق ساقط ہو جاتے ہیں لیکن دادا کی موجودگی میں صاحبین کے نزدیک ساقط نہیں ہوتے، البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بھی ساقط ہو جاتے ہیں، اور اسی پر فتویٰ ہے؛ پس صاحبین کے مسلک کے اعتبار سے باپ اور دادا میں فرق ہوگا، امام صاحبؒ کے مفتی بہ قول کے مطابق کوئی فرق نہیں ہوگا۔ اس مسئلہ کا ذکر مصنف نے علاتی بہنوں کے احوال میں کیا ہے۔(۱)

دوسرا مسئلہ: اگر ورثاء میں میاں بیوی میں سے کوئی ایک، اور ماں کے ساتھ باپ بھی ہو تو ماں کو ثلث باقی یعنی شوہر یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد جو مال بچا ہے، اس کا ثلث ملے گا لیکن اگر باپ کے بجائے دادا ہو تو ماں کو ثلث کل یعنی پورے ترکہ کا ثلث ملے گا، یہی طرفین کا مسلک ہے، اور اسی پر فتوی ہے؛ البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بھی ماں کو ثلث باقی ملے گا، پس طرفین کے مفتی بہ قول کے مطابق تو باپ دادا میں فرق ظاہر ہوا، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو مصنفؒ نے احوال اُم کے تحت ذکر کیا ہے۔

تیسرا مسئلہ: باپ کی موجودگی میں دادی ساقط ہو جاتی ہے، لیکن دادا کی موجودگی میں دادی ساقط نہیں ہوتی، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ پس دادا اور باپ کے مابین متفق علیہ قول کے مطابق فرق ظاہر ہو گیا۔ اس مسئلہ کو مصنفؒ نے احوالِ جدہ کے تحت ذکر کیا ہے۔

---

(۱) ويسقط بنو الأعيان وهم الإخوة و الأخوات لأب وأم بثلاثة، بالابن، وابنه وان سفل، وبالأب اتفاقا، وبالجد عند أبي حنيفةؒ، وقالا يقاسمهم على أصول زيد، ويفتى بالأول، وهو السقوط، كما هو مذهب أبي حنيفة. (الدر المختار: ۱۰/ ۵۳۰، كتاب الفرائض)

www.besturdubooks.net

چوتھا مسئلہ: اگر میت نے ورثاء میں مولیٰ العتاقہ (معتق) کا باپ اور بیٹا چھوڑا ہوتو امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک معتق کے باپ کو ولاء کا سدس ملے گا، اور باقی معتق کے بیٹے کو ملے گا، لیکن اگر ورثاء میں معتق کا دادا اور بیٹا ہوتو پوری ولاء بیٹے کو ملے گی، اور طرفین کے نزدیک معتق کے بیٹے کی موجودگی میں نہ معتق کے باپ کو کچھ ولاء ملتی ہے، نہ معتق کے دادا کو، اسی پر فتویٰ ہے، پس امام ابو یوسف کے نزدیک باپ اور دادا میں فرق ہوگا، طرفین کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہوگا۔ اس مسئلہ کو مصنفؒ نے باب العصبات کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً:

	مسئلہ:٦		مسئلہ:١	
	اب المعتق	ابن المعتق	جد المعتق	ابن المعتق
عند ابی یوسف:	١	٥	م	١
عند الطرفین:	م	١	م	١

نوٹ: امام ابو یوسفؒ اور حضراتِ طرفینؒ کے دلائل عصبات کے اخیر میں ذکر کی گئی ہیں۔

بحثِ ثالث: اَب کی وجہ سے جد کے سقوط کی وجہ:

مصنفؒ اَب کی وجہ سے جد کے ساقط ہونے کی وجہ یہ ذکر کی ہے، کہ جد میت کی طرف منسوب ہوتا ہے اَب کے واسطے سے، اس اعتبار سے اَب اصل میت میں جد کے مقابلے میں اقرب ہے، اور اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد ساقط ہوجاتا ہے۔ اس لیے اَب کی وجہ سے جد ساقط ہوجاتا ہے۔

www.besturdubooks.net

بحثِ رابع: "ویسقط الجد بالأب" عبارت پر دواہم سوال مع جواب:

سوال اول: اَب' جد کے لیے حاجب بن رہا ہے تین معانی کی وجہ سے ۱/ اصل، ۲/ اقربیت یعنی اَب' جد کے مقابلے میں میت سے زیادہ قریب ہے، ۳/ اِدلاء اَب کے ذریعہ جد میت کی طرف منسوب ہو رہا ہے، تو یہ تینوں معانی تو اولادالام (اخیافی بھائی بہن) کے سقوط کے لیے اُم میں بھی موجود ہیں کہ وہ باپ کی طرح اصل ہے، اور اولادالام کے مقابلے میں میت سے زیادہ قریب ہے، اسی طرح اولادالأم۔ اُم کے واسطے میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں جب اَب اُم میں معانی ثلاثہ کا اتحاد ہے، تو اُم کو اولادالأم کے لیے ایسے ہی حاجب ماننا چاہیے، جیسے اَب الاب کے لیے اب حاجب ہے۔

جواب: علما نے اس سوال کے دو جواب دیئے ہیں: (۱) باپ کے اندر دو سببِ ارث ہے: ۱/ ارث بالفرض، ۲/ ارث بالتعصیب؛ برخلاف اُم کے، اس کے اندر صرف اِرث بالفرض ہے، اس لیے اَب اُم سے قوی ہوا، اسی لیے اَب تو جد کے لیے مسقط ہوا، لیکن اُم، اولادالام کے لیے حاجب نہیں ہوگی؛ پس معلوم ہوا کہ اسقاط کے لیے مطلق اصل ہونا کافی نہیں ہے بل کہ اصل قوی ہونا ضروری ہے۔

(۲) اب کی وجہ سے جد کے سقوط کے لیے مصنفؒ نے جو قاعدہ ذکر کیا ہے: "لأن الأب أصل في قرابة الجد إلى الميت" یہ ضابطہ کلیہ ہے جس کے تحت کثیر التعداد مسائل بلا نقض مندرج ہوتے ہیں، اس قاعدہ پر عمل اس وقت ہوگا جب کہ یہ نص کے خلاف نہ ہو، اور "إيراث أولاد الأم مع الأم" (اُم کے ساتھ اولادالأم کا وارث ہونا) پر نص موجود ہے، کیوں کہ اولادالأم از قبیل کلالہ ہیں، ان کے وارث ہونے کے لیے

www.besturdubooks.net

بالاجماع عدم ولد ووالد شرط ہے۔ آیت کریمہ کے رو سے "قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَةِ، اِنِ امْرُؤٌا هَلَکَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَکَ" اور حدیث شریف کی رؤ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَ لَمْ یَدَعْ وَلَدًا وَ لَا وَالِدًا" (۱)- ولد میں ابن، بنت اور ولد الابن (پوتا پوتی) داخل ہیں، اور والد میں جد بھی داخل ہے۔

یعنی اگر مورث رجل کلالہ ہو، اور اپنے پیچھے نہ ولد چھوڑا ہو اور نہ والد، تو ہی اولاد الام کو میراث ملے گی۔ پس معلوم ہوا کہ اولاد الام کے سقوط میں اَب کے ساتھ جد کا تو دخل ہے جو بمقتضائے نص ثابت ہے، لیکن اُم کا سقوط میں کوئی دخل نہیں ہے، اور جب اولاد الام کا ام کے ساتھ وارث ہونا نص سے معلوم ہو گیا تو اس ضابطہ کی روشنی میں ام کو اب پر قیاس کرتے ہوئے اولاد الام کے حرمان پر استدلال کرنا ہی درست نہیں ہوگا، کیوں کہ قیاس کو نص کے مقابلے میں دخل نہیں ہے۔ (۲)

---

(۱) ابوداؤد کتاب الفرائض: رقم: ۲۸۸۷ (۲) لأن الأب أصل، فهو واسطة الميراث الجد، و يسقط الفروع و ذو الواسطة عند وجود الأصل والواسطة، و لكونه ضابطة كلية، يندرج تحتها كثير من المسائل، ذكره في موضع الدليل، تكثيرا للفائدة، وإن لم يكن دأبه ذكر الدلائل في هذه الرسالة المختصرة، واعترض على هذه القاعدة و التعليل، بأنه يلزم منه سقوط أولاد الأم بالأم، لأنها أصل في قرابة أولادها، و أجيب بأن الأب والأم، و إن تساويا في كون كل منهما أصلاً، فينبغي أن يسقط أولاد الأم بالأم، كما أن الجد يسقط بالأب، لكن الأب مع كونه صاحب فرض عصبة أيضا، فلأب بسبب الإنضام العصوبة قوة، ليست للأم بتلك المشابة، فيكون الأب مسقطا للجد، دون الأم لأولادها، فليست إلا إصالة المحضة المطلقة علة للإسقاط، بل الإصالة القوية علة له، والأولى بل الصحيح في الجواب أن يقال أن الضابطة تقتضى السقوط، لكن لم نعمل به =

www.besturdubooks.net

سوال ثانی: اگر باپ میں دو سبب اِرث (بالفرض، بالتعصیب) موجود ہیں، تو جد میں بھی یہ دونوں سبب اِرث موجود ہیں، اور جد تو اب کا بھی اصل ہے، تو جد کے ذریعہ اُب کو ساقط ہونا چاہیے، نہ کہ اَب کے ذریعہ جد کو۔

جواب: سبب اِرث عصبیت کو زیادتی قرب کی وجہ سے ترجیح حاصل ہوتی ہے، یعنی جو عصبہ میت سے زیادہ قریب ہوگا اس کو دوسرے عصبہ جو میت سے زیادہ قریب نہیں ہے، اس پر ترجیح حاصل ہوتی ہے، اور اَب' جد کے مقابلے میں زیادہ قریب ہوتا ہے، اس اعتبار سے اَب میں صفتِ عصوبت راجح ہے، اور جد میں صفتِ عصوبت مرجوح، اسی لیے جد باوجود اَب کا اصل ہونے کے اَب کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے۔(۱)

بحثِ خامس: جد کے احوالِ اربعہ کی دلیل حصر مع نقشہ:

جدِ صحیح کی چار حالتیں ہیں، اس لیے کہ میت نے اپنے باپ کو چھوڑا ہوگا یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے تو دادا محروم ہوگا۔ اور اگر نہیں چھوڑا ہے تو اپنی اولاد چھوڑی ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں چھوڑی تو دادا عصبہ محض ہوگا، اور اگر چھوڑی ہے تو اولاد مذکر ہوگی یا فقط مؤنث؟ اگر مذکر ہے تو دادا ذو الفرض محض ہوگا یعنی سدس پائے گا، اور اگر فقط مؤنث ہے تو دادا ذو الفرض مع التعصیب ہوگا۔

= لوجود ورود النص الصحيح في ايراث أولاد الأم مع الأم، لأن القياس لايصح في مقابلة النص، فالضابطة مخصوصة بغير المنصوص. (حاشيه سراجی: رقم:۳/ص ۱۰)

(۱) فإن قيل إن الجد أيضا صاحب فرض وعصوبة كالأب، قلنا نعم لكن العصوبة ترجح بزيادة القرب، فللأب عصوبة راجحة، وللجد مرجوحة، لكونه بعيدًا من الميت. (حاشيه شريفيه رقم:۸/ص ۱۹)

www.besturdubooks.net

احوالِ جد کا نقشہ

www.besturdubooks.net
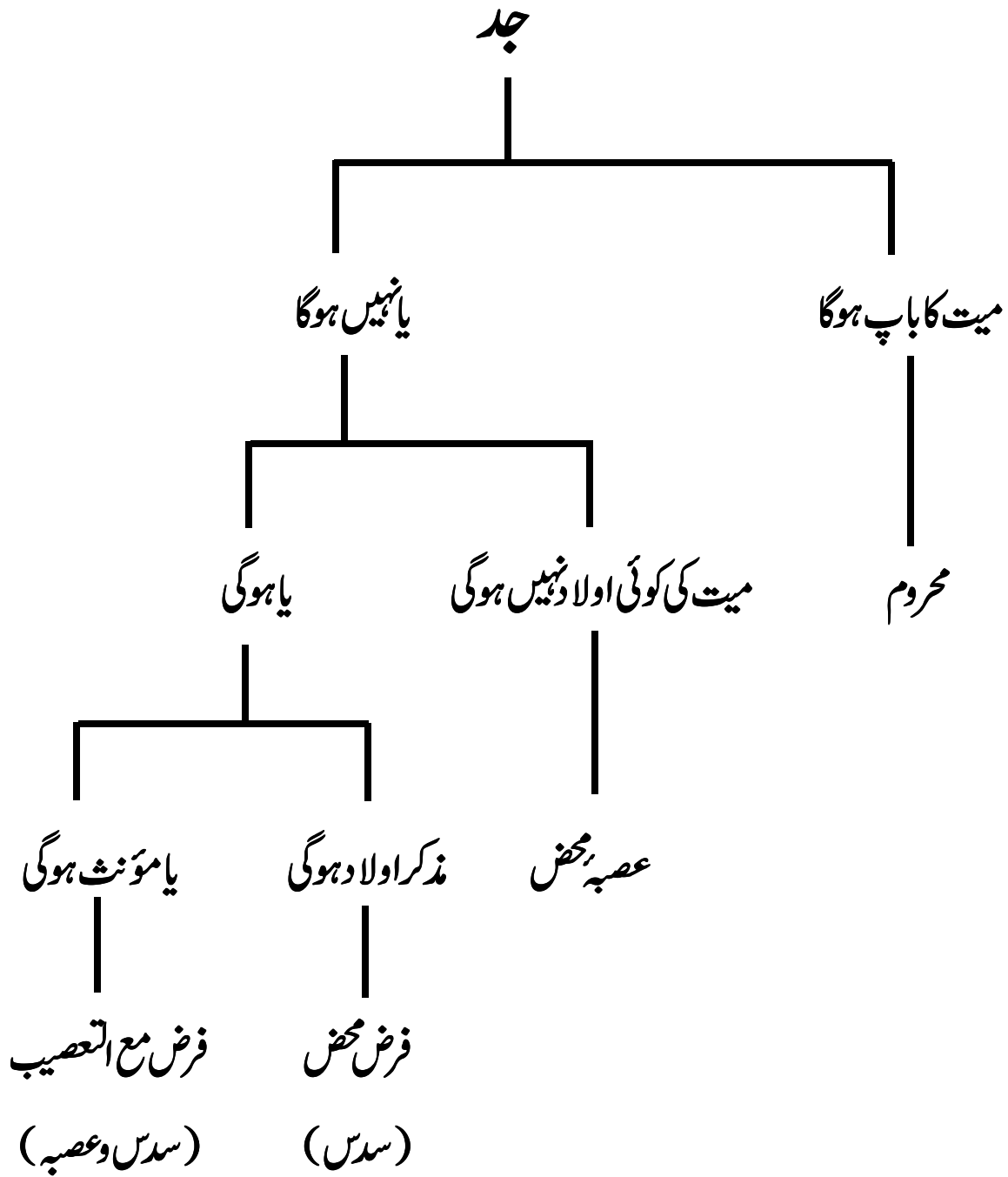
اخیافی بھائی بہن کے احوال

وَأَمَّا الْأَوْلَادُ الْأُم فَأَحْوَالٌ ثَلٰثٌ، السُّدُسُ لِلْوَاحِدِ، وَالثُّلُثُ لِلْإِثْنَيْنِ فَصَاعِدًا، ذُكُورُهُمْ وَإِنَاثُهُمْ فِي الْقِسْمَةِ وَالْإِسْتِحْقَاقِ سَوَاءٌ، وَيَسْقُطُونَ بِالْوَلَدِ وَوَلَدِ الْإِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ، وَبِالأَبِ وَالْجَدِّ بِالْإِتِّفَاقِ.

ترجمہ: اور رہے ماں شریک بھائی بہن تو ان کی تین حالتیں ہیں: سدس ایک کے لیے اور ثلث دو یا زیادہ کے لیے، ان کے مذکر اور مؤنث (یعنی ماں شریک بھائی اور ماں شریک بہن) تقسیم میں اور حقدار ہونے میں برابر ہیں، اور یہ سب ساقط ہو جاتے ہیں اولاد سے اور بیٹے کی اولاد سے چاہے وہ رشتے میں نیچے ہوں، اور باپ اور دادا سے بالاتفاق۔

توضیح وتشریح: یہاں سات بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) اولاد الام کے اصول ثلاثہ مع مثال ودلیل (۲) **ذکورھم وإناثھم فی القسمة والإستحقاق سواء** کا مطلب (۳) 'قسمۃ' اور 'استحقاق' دونوں لفظ لانے کی وجہ (۴) اخیافی بھائی بہنوں کے مابین للذکر مثل حظ الانثیین قاعدہ کیوں جاری نہیں ہوتا (۵) 'وبالجد بالاتفاق' عبارت میں 'بالاتفاق' کی قید کا فائدہ (۶) احوال ثلاثہ کی وجہ حصر مع نقشہ (۷) اولاد الام سے متعلق ایک اہم فائدہ (یعنی خواص اربعہ متعلقہ من اولاد الام)

www.besturdubooks.net

بحثِ اول: اولاد الام کے احوال ثلاثہ مع مثال ودلیل:

(الف) ایک اخیافی بھائی یا اخیافی بہن ہو تو اس کو سدس ملے گا۔ مثال:

مسئلہ:٦

اُخت لام	عم
سدس	عصبہ
١	٥

مسئلہ:٦

اَخ لام	عم
سدس	عصبہ
١	٥

دلیل: وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ.(١)

طریقۂ استدلال: اس آیت کریمہ میں اَخ اور اُخت سے بالاجماع اخیافی بھائی بہن مراد ہیں، حضرت ابی ابن کعبؓ کی قرأت میں ہے، وہ "ولـه أخ أو أخـت من الأم" جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مرد یا عورت کے ورثاء میں اس کے باپ یا اولاد نہ ہوں، بل کہ صرف ایک اخیافی بھائی بہن ہو تو اس کو سدس ملے گا۔(٢)

(ب) اگر اخیافی بھائی بہن ایک سے زائد ہوں تو ان کو ثلث ملے گا۔ مثال:

مسئلہ:٣

۴/اخت لام	عم
ثلث	عصبہ
١	٢

مسئلہ:٣

٢/اخت لام، ٣/اخ لام	عم
ثلث	عصبہ
١	٢

(١) النساء:١٢ (٢) ولـه أخ أو أخـت فـلـكل واحد منهما السدس والمراد أولاد الأم إجماعا وتدل عليه قرأت أبي وله أخ أو أخت من الأم. (الشريفية: ص ٢٠)

www.besturdubooks.net

(ج) اگر میت کی اولاد یا فرع مذکر کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی) یا اصول مذکر (باپ دادا اوپر تک) میں سے کوئی موجود ہو تو اخیافی بھائی بہن ساقط ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ:۱
م

أُخت لام	ابن
م	عصبہ
	۱

مسئلہ:۲
م

اَخ لام	بنت الابن	عم
م	نصف	عصبہ
	۱	۱

مسئلہ:۱
م

اَب	أُخت لام
عصبہ	م
۱	

مسئلہ:۱
م

اخ لام	بنت	عم
م	نصف	عصبہ
	۱	۱

دلیل: وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ. (۱)

طریقۂ استدلال: آیت کریمہ میں ''کلالة'' کا لفظ آیا ہے، جس کا معنی وہ مرد یا عورت ہے، جس کے نہ باپ دادا اوپر تک ہوں۔ اور نہ ہی کسی طرح کی کوئی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک ہو، ترکہ پہلے میت کے فروع اور اصول پر تقسیم ہوتا ہے، اصول وفروع کی موجودگی میں دوسرے لوگ محروم رہتے ہیں اسی لیے اخیافی بھائی بہن میت کے باپ دادا اوپر تک اور اولاد اور مذکر اولاد کی اولاد نیچے تک کی موجودگی میں محروم ہوتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) النساء:۱۲ (۲) لأنهم من قبيل الكلالة كما علم من الآية وقد اشترط في إرثها عدم الولد والوالد اجماعا. (الشريفية: ص ۲۰)

www.besturdubooks.net

بحثِ ثانی: ذکورهم و إناثهم في القسمة ... الخ کا مطلب:

اولادالام اگر متعدد ہوں، کچھ مذکر اور کچھ مؤنث ہوں تو تقسیم واستحقاق میں مذکر کو مؤنث پر فضیلت نہیں ہوگی بل کہ یہاں مذکر ومؤنث دونوں کا حصہ برابر ہوگا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶×۲=۱۲

م ـــــــــــــــــــــــ

۲/اخت لام		۲/اخ لام	ام	عم	
ثـــــ	ـــــــ	ـــــلـــــث	سدس	عصبہ	
۲	۴=۲×۲	۲	۲×۱	۲×۳	
فی نفر=۱		فی نفر=۱	۲	۶	(حاصل جمع: ۱۲)

وضاحت: مذکورہ مثال میں غور کیجئے کہ اولاً ۲/اخیافی بھائی اور ۲/اخیافی بہن کو بطور ثلث ۲/ملا، پھر بعد التصحیح ۴/ملا جو مذکر ومؤنث سب پر برابر تقسیم ہوا، مذکر کو مؤنث کا دوگنا نہیں ملا، عبارت کا یہی مطلب ہے۔ اور تساوی بین الذکر والانثیٰ کی دلیل آیت کریمہ: "فَـإِنْ كَانُوْٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِيْ الثُّلُثِ"(۱) ہے۔

وجہِ استدلال: آیتِ کریمہ میں لفظِ شرکت مطلق ہے، اور جب شرکت کو مطلق رکھا جائے تو وہ حصوں میں تساوی کو ثابت کرتا ہے۔(۲)

---

(۱) النساء:۱۲ (۲) یقسم بینهم بالتساوي بین الذکو روالإناث، لأن تفضیل الذکور علی الإناث، یکون في الارث بالتعصیب، والاخوة والاخوات لام لیسوا من العصبات، بل ارثهم بالفرض دائما، والدلیل علی هذه الحالة قول اللّٰه تعالی "فإن کا نوا أکثرمن ذلک فهم شرکاء في الثلث"=

www.besturdubooks.net

بحثِ ثالث: قسمۃ اور استحقاق دونوں لفظ لانے کی وجہ:

قسمۃ کا لفظ تو تعدد کا تقاضا کرتا ہے برخلاف استحقاق کے، کہ وہ تعدد کا مقتضی نہیں ہے، پس متعدد اور غیر متعدد کا حکم بتانے کے لیے مصنفؒ نے دونوں لفظ ذکر فرما دیئے، ایک پر اکتفا نہیں کیا۔ نیز استواء فی الاستحقاق مستلزم ہے استواء فی القسمۃ کو برخلاف استواء فی القسمۃ کہ وہ استواء فی الاستحقاق کو مستلزم نہیں ہے یعنی جہاں استواء فی الاستحقاق ہوگا (جیسے اولاد الام میں) تو وہاں استواء فی القسمت بھی ضرور ہوگا تو گویا استحقاق وقسمت دونوں لازم ملزوم تھے، اس لیے مصنفؒ نے دونوں کو ذکر کیا۔ برخلاف استواء فی القسمہ کہ وہ جہاں ہوگا جیسے (دو بنت ثلثان میں) تو وہاں استواء فی الاستحقاق کا ہونا ضرور نہیں ہے؛ لہٰذا دو بنت ثلثان کو تو تقسیم کرنے میں برابر ہیں لیکن ثلثان کے مستحق ہونے میں برابر نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر ان کے ساتھ مذکر آجائے تو ان کا استحقاقِ ثلثین باطل ہو کر بقاعدۂ للذکر مثل حظ الانثیین عصبہ بالغیر سے بدل جاتا ہے۔ فافہم جیدا!(۱)

= والشركة كما علم عند اطلاقها بعدم بيان نصيب بعض الشركاء، تدل على التساوي في الانصبة. (الوجيز فی الميراث: ص ۸۴)

(۱) ولا يخفى عليک أنه بيان فرق بين القسمة والاستحقاق، لئلا يرد الإيراد، حاصله أن الاستحقاق يعم الواحد والمتعدد، لأن الإستحقاق لا يقتضى التعدد، لأنه كما يكون للاثنين يكون للواحد، بخلاف القسمة، فإنها لا تكون إلا بين اثنين فصاعدًا، وأيضًا ان الإستواء فی الاستحقاق يستلزم الاستواء في القسمة، والإستواء فی القسمة لا يستلزم الاستواء في الاستحقاق، ألا ترى أن البنتين في قسمة الثلثين مستويتان، وليس للقسمة استحقاق الثلثين، فلابد من ذكر الإستحقاق بعد القسمة في أداء المقصود، فلا يرد أنه لا حاجة إلى ذكره فافهم. (حاشيه شريفيه: رقم: ۶/ص ۲۰)

www.besturdubooks.net

بحثِ رابع: اخیافی بھائی بہنوں کے مابین للذکر مثل حظ الانثیین قاعدہ کیوں جاری نہیں ہوتا:

دراصل تفضیلِ ذکر علی الاناث ارث بالتعصیب میں جاری ہوتا ہے، اور اخوۃ و اخوات لام اپنے فروض کے دائمی ہونے کی وجہ سے اِرث بالفرض سے متعلق ہیں، یعنی ان کے جو فروض ہیں وہ ہمیشہ برقرار رہتے ہیں؛ برخلاف وہ اصحاب الفرائض (بنت، بنت الابن، اخت عینی، اُخت علی) جن میں ارث بالتعصیب کا معنی موجود ہے وہ اپنے حالت فرض پر برقرار نہیں رہتے، خالی عن العاصب (ابن، ابن الابن، اَخ عینی، اَخ علی) کی صورت میں صاحب فرض ہوتے ہیں اور وجود عاصب کی صورت میں عصبہ بن جاتے ہیں؛ جب کہ اولاد الام خواہ وہ تنہا ہوں یا مذکر و مؤنث مخلوط ہو کر آئیں، ہر حال میں ان کا فرض برقرار رہے گا۔

دلیل: فَإِنْ كَانُوٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ.(۱)

طریقۂ استدلال:

آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اخیافی بھائی بہن متعدد ہوں تو یہ سب ترکہ کے ایک تہائی (ثلث) میں برابر کے شریک ہوں گے۔

(۱) النساء:۱۲

www.besturdubooks.net

بحثِ خامس: ’’وبالجد بالاتفاق‘‘ عبارت میں ’’بالاتفاق‘‘ کی قید کا فائدہ:

مصنفؒ نے ’’وَيَسْقُطُوْنَ بِالْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفُلَ، وَبِالأَبِ وَالْجَدِّ بِالْاِتِّفَاقِ ‘‘ اس عبارت میں بالاتفاق کی قید جد کے ساتھ لگائی، اس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ فروعِ مطلق اور باپ کی موجودگی میں اولاد الام کا محروم ہونا مختلف فیہ ہے؛ حالاں کہ ایسا نہیں ہے بل کہ اولاد الام کا باپ اور فروع مطلق (ابن بنت) کی موجودگی میں بھی محروم ہونا متفق علیہ ہے۔ پھر دادا کے ساتھ بالاتفاق کی قید اس وجہ سے لگائی تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ جد کی وجہ سے اخوات عینیہ وعلیہ کا تو محروم ہونا مختلف فیہ ہے (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محروم اور صاحبین کے نزدیک مستحق) لیکن دادا کی وجہ سے اولاد الام کا محروم ہونا متفق علیہ ہے۔(۲)

بحثِ سادس: احوالِ ثلاثہ کی وجہ حصر مع نقشہ:

اخیافی بھائی بہن کی تین حالتیں ہیں، میت نے اخیافی بھائی بہنوں کے ساتھ فروع مطلق اور اصول ومذکر میں سے کسی کو چھوڑا ہوگا یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے تو اخیافی بھائی بہن ساقط ہوں گے، اور اگر نہیں چھوڑا تو ایک ہونے کی صورت میں ان کو سدس اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں ثلث ملے گا۔

---

(۲) قوله بالإتفاق يعني أن سقوط أولاد الأم بوجود الجد أيضا متفق عليه بين أصحاب أبي حنيفة، بخلاف بني الأعيان والعلات، فإنهم يسقطون بالأب اتفاقًا، وبالجد عند أبي حنيفة، لا عند صاحبيه كما سيجيء في متن الكتاب، وليس معناه أن سقوط أولاد الأم بالولد ولد الابن مختلف فيه، وبالأب والجد متفق عليه. (حاشيه سراجی: رقم ۳/ص: ۱۱)

www.besturdubooks.net

اولاد الام کا نقشہ
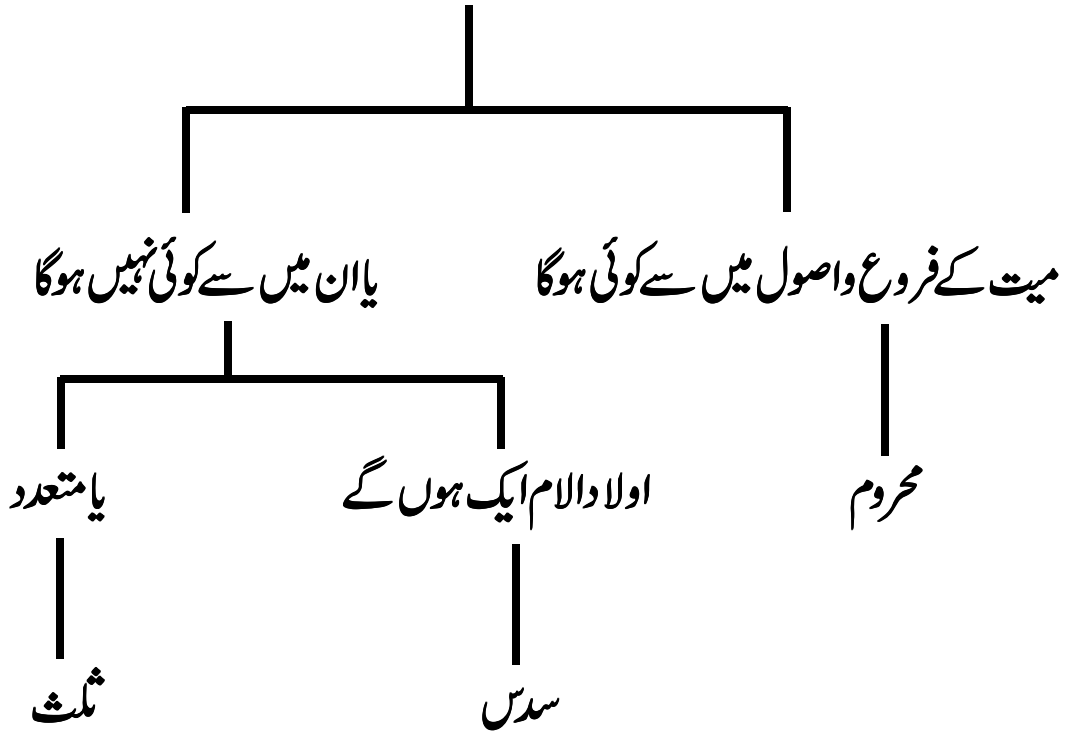
بحثِ سابع: ایک اہم فائدہ (خواص اربعۂ متعلقہ من اولاد الام):

خاصۂ اولیٰ: توریث میں اولاد الأم کے مذکر کو مؤنث پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے خواہ یہ توریث انفرادی ہو یا اجتماعی۔

دلیل: فَإِنْ كَانُوٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ.(۱)

یعنی اگر اولاد الام ایک سے زائد ہوں تو یہ ثلث میں شریک ہوں گے۔(۲)

(۱) النساء:۱۲

(۲) لایفضل ذکرهم علی أنثاهم في الارث اجتماعًا وانفرادا لقوله تعالی فَإِنْ كَانُوٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ. (الجداول الإلکترونية: ص ۵۸)

www.besturdubooks.net

طریقۂ استدلال: علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ جب شرکت کومطلق لایا جائے، تو یہ لفظ مساوات (برابری) کا تقاضا کرتا ہےاورآیت کریمہ میں بھی یہ لفظ مطلق آیا ہےاس لیے مذکرومؤنث اگراخیافی بہن بھائی ہوں تو تقسیم میں دونوں برابر ہوں گے۔(۱)

سوال: آپ نے تقسیم وراثت میں اولا دالام کے مذکرومؤنث کے مابین فضیلت کی ممانعت اجتماعی اور انفرادی دونوں اعتبار سے کی، جب کہ تقسیم وراثت صورت اجتماع میں تو متحقق ہوتی ہے نہ کہ صورت انفراد میں، جب صورت انفراد میں تقسیم کا تحقق ہی نہیں ہے،تو پھر ممانعت میں صورت انفراد کو کیوں داخل کیا؟

جواب: یقیناً صورت انفراد میں تقسیم کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن یہاں انفرادی صورت کو ممانعت میں داخل کر کے ایک معنی کی طرف اشارہ مقصود ہے،اور وہ یہ ہے کہ اولا د الام میں دوطرح کے استواء کی صلاحیت مقصود ہے۔۱/استواء فی القسمۃ (تقسیم میں مذکر و مؤنث کا برابر ہونا) ۲/استواء فی الاستحقاق (نفس استحقاق میں مذکرومؤنث کا برابر ہونا)؛ برخلاف دوسرے مذکر ومؤنث، مثلاً: ابن، بنت، اخت عینی اخت علاتی وغیرہ کہ یہاں مؤنث، مثلاً دو بنت یا دو اخت عینی ہوں تو ثلثان میں تقسیم کے اعتبار سے یہ برابر ہیں یعنی یہ ثلثان دو بنت پر یا دو اخت عینی پر برابر تقسیم ہوگا؛ لیکن ان میں استحقاق کا معنی موجود نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ان کے ساتھ ان کے مقابل کا اگر کوئی مذکر آجائے تو ان کا استحقاق ثلثین باطل ہو کر بقاعدۂ ''للذکر مثل حظ الانثیین'' عصبہ بالغیر سے بدل جاتا ہے۔(مؤلف)

---

(۱) لأن الشركة إذا أطلقت تقتضي المساواة، قال العلامة البيضاوي في تفسيرها، سوى بين الذكر و الأنثى في القسمة. (العذب الفائض: ۱/۷۳)

www.besturdubooks.net

خاصۂ ثانیہ: اولاد الام کے خواص میں سے یہ ہے کہ یہ مؤنث (اُم) کے واسطے میت سے منسوب ہوتے ہیں، پھر بھی وارث ہوتے ہیں، برخلاف ان کے علاوہ دیگر وارثین کے، اگر وہ مؤنث کے واسطے میت سے منسوب ہوتے ہیں تو ساقط ہو جاتے ہیں، مثلاً: ابن البنت وبنت البنت (نواسا، نواسی) ابن الاخت، بنت الاخت (بھانجہ، بھانجی) وغیرہ۔(۱)

نوٹ: یہ مؤنث کے ذریعہ میت سے منسوب ہونے کی وجہِ سقوط کا حکم صرف نسب میں جاری ہوگا، ولاء میں نہیں، اگر وہاں کوئی وارث مؤنث کے واسطے میت سے منسوب ہوتا ہے تو وہ وارث ہوگا، مثلاً: ابن المعتقہ آزاد کرنے والی آقا (مؤنث) کا بیٹا، کہ اگر آزاد کرنے والی آقا کا انتقال ہو گیا، تو آزاد کردہ غلام کی ولاء معتقہ کے بیٹے کو ملے گی، جب کہ وہ اسی مُعتِقہ کے واسطے آزاد کردہ غلام (میت) سے منسوب ہو رہا ہے۔(۲)

سوال: آپ نے نسبی وارثین کے سلسلے میں یہ ضابطہ بیان کیا کہ اگر وہ مؤنث کے واسطے میت سے منسوب ہوں تو ساقط ہو جاتے ہیں، جیسے ابن البنت (نواسا) تو اس ضابطہ کی وجہ سے اُم الام (نانی) کو بھی ساقط ہو جانا چاہیے، کیوں کہ وہ بھی مؤنث (اُم) کے واسطے میت کی طرف منسوب ہوتی ہے، جب کہ وہ ذی فرض ہے۔

---

(۱) ان ذکر هم یدلیٰ بأنثیٰ، ویرث بخلاف غیرهم، فإنه إذا أدلی بأنثیٰ، لا یرث کابن بنت.

(الجداول الإلکترونیة: ص ۵۹)

(۲) وهذا في النسب، أمَا في الولاء فیرث، وان أدلی بأنثی، کابن المعتقة.

(الجداول الإلکترونیة: ص ۵۹)

www.besturdubooks.net

جواب: اس کا ذی فرض ہونا نصِ حدیث سے ثابت ہے، اسی لیے وہ بواسطۂ مؤنث منسوب ہونے کے باوجود وارث ہوتی ہے۔ (مؤلف)

خاصۂ ثالثہ: اولا دالام اپنے واسطے کے لیے حاجبِ نقصان ہوتے ہیں۔ مثلاً:

مسئلہ: ٦

۲/اخ لام	اُم	عم
ثلث	سدس	عصبہ
۲	۱	۳

وضاحت: غور کیجیے اولا دالام نے اُم کو اس کے حصۂ اکثر ثلث سے حصۂ اقل سدس کی طرف پہنچا دیا۔ بر خلاف اولا دالام کے علاوہ، دیگر وارثین اپنے واسطہ کی موجودگی میں حاجب نقصان بننے کے بجائے ساقط ہو جاتے ہیں؛ مثلاً ابن الاخ، اَخ واسطہ کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے، وغیرہ۔ (۱)

خاصۂ رابعہ: اولا دالام اپنے واسطے کے ساتھ بھی وارث ہوتے ہیں۔ مثلاً:

مسئلہ: ٦

اَخ لام	اُم	عم
سدس	ثلث	عصبہ
۱	۲	۳

وضاحت: غور کیجیے اُم واسطہ موجود ہے، پھر بھی اَخ لام ذی واسطہ وارث ہو رہا ہے، جب کہ دیگر وارثین وہ اپنے واسطہ کی موجودگی میں ساقط ہو جاتے ہیں۔ مثلاً: ابن الابن (ذی واسطہ) اپنے واسطہ (ابن) کی موجودگی میں ساقط ہو جاتا ہے۔ (۲)

(۱) إنهم يحجبون من أدلوا به نقصانا أي أن الأم التي أدلوا بها تحجب بهم من الثلث إلي السدس بخلاف غيرهم فإن المدلى به منهم يحجب المدلي ففي المثال السابق حجبوا الأم من الثلث إلى السدس. (الجداول الإلكترونية: ص ٥٩)

(۲) إنهم يرثون مع من أدلوا به، فإنهم يرثون مع الأم التي أدلوا بها وغيرهم، لايرث مع من أدلى به كابن الابن، فإنّه لايرث مع الابن. (الجداول الإلكترونية: ص ٥٩)

www.besturdubooks.net

شوہر کے احوال

أَمَّـا لِـلزَّوْجِ فَحَالَتَانِ: النِّصْفُ عِنْدَ عَدمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْإِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ، وَالرُّبُعُ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْإِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ.

ترجمہ: بہر حال شوہر تو اس کی دو حالتیں ہیں، نصف (آدھا) ہے، اولاد (ابن، بنت) اور بیٹے کی اولاد (پوتا، پوتی) کی عدم موجودگی میں خواہ یہ اولاد رشتہ میں نیچے تک ہوں، اور ربع (چوتھائی) ہے، اولاد (پوتا، پوتی) کی موجودگی میں خواہ یہ اولاد رشتہ میں نیچے تک ہوں۔

توضیح وتشریح: یہاں دو بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) احوال زوج مع مثال ودلیل (۲) احوالِ زوج کی وجہ حصر مع نقشہ

بحثِ اول: احوالِ زوج:

(الف) اگر میت کی اولاد (ابن، بنت) یا مذکر اولاد کی اولاد (پوتا پوتی) نیچے تک نہ ہوں تو شوہر کو نصف ملے گا۔ مثال: مسئلہ:۲

م ــــــــــــ

زوج	اب
نصف	عصبہ
۱	۱

www.besturdubooks.net

دلیل: وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ. (۱)

یعنی شوہروں کے لیے بیویوں کے ترکہ کا آدھا ہے اگر بیویوں کی اولاد نہ ہوں۔

(ب) اگر میت کی اولاد یا اولاد کی اولاد میں سے کوئی موجود ہو تو شوہر کو ربع ملے گا۔ مثال:

مسئلہ:۴

زوج	بنت	عم
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

مسئلہ:۴

زوج	ابن
ربع	عصبہ
۱	۳

دلیل: فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ. (۲) -یعنی اگر بیویوں کی کوئی اولاد ہے تو شوہروں کو بیویوں کے ترکہ کا ربع (چوتھائی) ملے گا۔

بحثِ ثانی: احوالِ زوج کی وجہ حصر مع نقشہ:

بیوی نے کوئی اولاد چھوڑی ہوگی یا نہیں؟ اگر اولاد چھوڑی ہے تو ربع ملے گا اور اگر اولاد نہیں چھوڑی ہے تو نصف ملے گا۔

(۱) النساء:۱۲ (۲) النساء:۱۲

www.besturdubooks.net
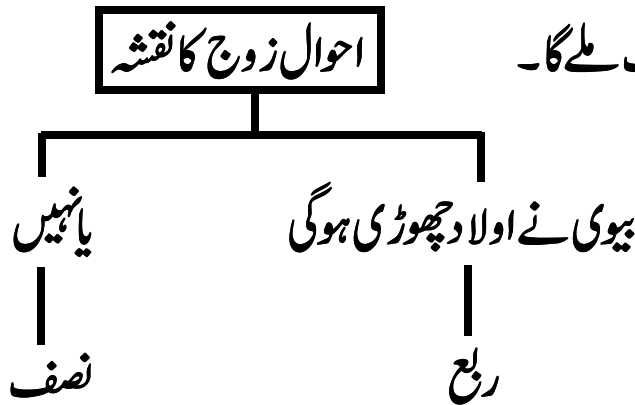
بیوی کے احوال

فَصْلٌ فِيْ النِّسَاءِ: أَمَّا لِلزَّوْجَاتِ فَحَالَتَانِ: الرُّبُعُ لِلْوَاحِدَةِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَ وَلَدِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ، وَالثُّمُنُ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ.

ترجمہ: بہرحال بیویاں، تو ان کی دو حالتیں ہیں: ربع (چوتھائی) ملے گا، خواہ ایک ہو یا متعدد اولاد اور بیٹے کی اولاد کی عدم موجودگی میں اگرچہ یہ اولاد نیچے تک ہوں، اور ثمن ملے گا اولاد یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ اگرچہ اولاد نیچے تک ہوں۔

توضیح وتشریح: یہاں تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) احوالِ زوجہ مع مثال ودلیل (۲) احوالِ زوجہ کی وجہ حصر مع نقشہ

(۳) زوجین سے متعلق چھ اہم فائدے

بحثِ اول: احوالِ زوجہ:

(الف) اگر شوہر نے کوئی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد نہ چھوڑا ہو تو بیویوں کو ربع ملے گا۔ مثال:

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۴	
زوجہ	عم
ربع	عصبہ
۱	۳

مسئلہ:۴	
۲/زوجہ	اَخ
ربع	عصبہ
۱	۳

دلیل: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ. (۱)

یعنی بیویوں کو ربع ملے گا اگر شوہر کے اولاد میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔

(ب) اگر شوہر نے اپنی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد میں سے کسی کو چھوڑا ہے تو بیویوں کو ثمن ملے گا۔ مثال:

مسئلہ:۸		
زوجہ	بنت	عم
ثمن	نصف	عصبہ
۱	۴	۳

مسئلہ:۸	
۲/زوجہ	ابن
ثمن	عصبہ
۱	۷

مسئلہ:۸		
۳/زوجہ	بنت الابن	عم
ثمن	نصف	عصبہ
۱	۴	۳

دلیل: فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ. (۲)

یعنی اگر شوہروں نے اپنی اولاد میں سے کسی کو چھوڑا ہے، تو بیویوں کو ثمن ملے گا۔

بحثِ ثانی: احوالِ زوجہ کی وجہِ حصر مع نقشہ:

بیوی کی دو حالتیں ہیں: شوہر نے اولاد چھوڑی ہوگی یا نہیں، اگر اولاد چھوڑی ہے

(۱) النساء:۱۲ (۲) النساء:۱۲

www.besturdubooks.net

تو بیوی کو ثمن ملے گا، ورنہ ربع۔
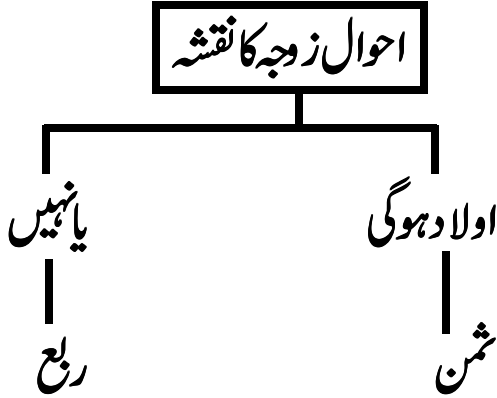
بحثِ ثالث: زوجین سے متعلق چھ اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: احوالِ زوجین میں عدمِ وجودِ ولد کی صورت میں 'وٗ' اور وجودِ ولد کی صورت میں ''اَوْ'' حرف عطف لانے کی وجہ:

مصنفؒ نے جب زوجین کے لیے حصۂ نصف وربع کو بیان کیا تو **"عند عدم الولد وولد الابن"** کی شرط پر معلق کیا، اور ولد وولد الابن کو 'وٗ' کے ساتھ ذکر کیا۔ اور جب زوجین کے لیے حصۂ ربع وثمن کو بیان کیا تو مع الولد اَوولد الابن کی شرط پر معلق کیا اور عبارت میں 'اَوْ' حرف عطف لائے، یہ فرق کیوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ زوجین کے لیے حصۂ نصف وربع کے ثبوت کے لیے ولد اور ولد الابن میں سے ہر ایک کا نہ ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے -و- کے ساتھ سب کو عدمیت میں جمع کر دیا، کیوں کہ -و- جمع کے لیے آتا ہے، جب کہ زوج کے لیے ربع اور زوجہ کے لیے ثمن کے استحقاق کے لیے ولد یا ولد الابن میں سے کسی ایک کا بھی ہونا کافی ہے۔ (۱)

(۱) ما الفرق بين الفصلين: فإنه في الأول بحرف الواو، وفي الثانية بحرفِ أو، قلنا الفرق أن في الفصل الثاني يكفي وجود أحدهما، فإذا نص على أن للزوج الربع عند وجود أحدهما، كان ذالک نصا على أن للزوج الربع عند وجود أحدهما بطريق الأولى، بخلاف الفصل الأول، فإنه =

www.besturdubooks.net

اسی لیے اس بات کو سمجھانے کے لیے "أو" کے اسلوب سے اس کو ذکر کیا، کیوں کہ "أو" تخییر کے لیے آتا ہے۔(۱)

فائدۂ ثانیہ: زوج کے لیے صیغہ واحد اور زوجہ کے لیے صیغہ جمع لانے کی وجہ:

مصنفؒ نے جب زوج کے احوال بیان کئے تو "أما للزوج" صیغہ واحد کے ساتھ ذکر کیا اور جب زوجہ کے احوال بیان کئے تو "أما للزوجات" صیغہ جمع کے ساتھ ذکر کیا؟

اس کی وجہ یہ ہے کے جب بیوی مرتی ہے تو صرف اس کا ایک ہی شوہر ہو سکتا ہے، اور جب شوہر مرے تو اس کی ایک سے زائد بیویاں ہو سکتی ہیں، اس لیے مصنفؒ نے یہ اسلوب اختیار کیا۔(مؤلف)

فائدۂ ثالثہ: حصۂ زوجین میں قاعدۂ "للذکر مثل حظ الانثیین" کا لحاظ:

شریعتِ مطہرہ نے زوج وزوجہ دونوں کے حصوں میں قاعدۂ "للذکر مثل حظ الانثیین" (مذکر کو دوگنا اور مؤنث کو ایک گنا) کا لحاظ کیا ہے، عدم اولاد کی صورت میں بیوی (مؤنث) کا حصہ ربع $\frac{1}{4}$ (25 فیصد) ہے، شوہر (مذکر) کا حصہ اس سے دوگناہ نصف $\frac{1}{2}$ (50 فیصد) ہے۔ اور وجود اولاد کی صورت میں بیوی کا حصہ ثمن $\frac{1}{8}$ (12.50 فیصد)

= لا يكفي فيه إنتفاء أحدهما، بل ينبغي انتفائهما جميعا، فلهذا ذكر في الأول بلفظ الواو، وفي الثاني بحرف أو. (حاشیہ سراجی: رقم ۶/ص ۱۱)

(۱) فالواو لجمع مطلقا ...... وأو لثبوت الحكم لأحد الامرين مبهما لابعينه.

(هداية النحو: ص۱۳۷، حروف العطف)

www.besturdubooks.net

ہے تو شوہر کے لیے اس کا دوگنا ربع $\frac{1}{4}$ (25 فیصد) ہے۔(۱)

فائدۂ رابعہ: الربع للواحدۃ فصاعدۃ - عبارت میں فصاعدۃ کا فائدہ:

فصاعدۃ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سہم الزوجہ ربع، ثمن ہے، خواہ زوجہ ایک ہو، یا زیادہ؛ پس اگر زوجات متعدد ہوں تو ربع المال یا ثمن المال ان کے مابین مساوی طور پر تقسیم ہوگا، ایسا نہیں ہے کہ ہر ایک کے لیے ربع وثمن علاحدہ ہو(۲)؛ اسی لیے اللہ رب العزت نے آیاتِ میراث میں مردوں کا ذکر بر سبیل مخاطب کیا ہے۔ "**ولكم نصف ماترك**" "**فلكم الربع**" "**فإن كان لكم ولد**" "**إن لم يكن لكم ولد**". اور عورتوں کا ذکر بر سبیلِ غائب کیا: **إن لم يكن لهن ولد، فإن كان لهن ولد، ولهن الربع، فلهن الثمن.** اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زوجات کی جماعت کو واحد کا درجہ دیا ہے۔ اس لیے کہ اگر ہر ایک کو علاحدہ علاحدہ ربع یا ثمن دیا جائے گا تو دو حال سے خالی نہیں ہوگا، یا تو کل مال ان کو ہی دینے میں ختم ہو جائے گا یا پھر ان کا حصہ زوج سے بڑھ جائے گا اور یہ دونوں باتیں ضابطۂ میراث کے خلاف ہیں۔(۳)

---

(۱) حاصل ماذكر في الزوجين أنه جعل الذكر على الضعف من الأنثى في الحالين، لأن فيه ذكورة، وهي تقتضي التعصيب. (العذب الفائض: ۱/۷۰، حاشیہ سراجی: رقم: ۲/ص۱۳)

(۲) فصاعدة يشير بهذا إلىٰ أن سهم الزوجة هو الربع و الثمن، سواء كا نت واحدة أو أكثر، فلو كانت الزوجات أربعا، يقسم ربع المال أو ثمنه بينهن بالسوية، لا أن يكون لكل واحد منهن ربعا علاحدة. (حاشیہ سراجی: رقم ۷/ص ۱۱) (۳) ومما يدل على فضل الرجال على النساء، أنه سبحانه وتعالى ذكر الرجال على سبيل المخاطبة، وذكر النساء على سبيل الغائبة، والحكمة فيه أنه سبحانه وتعالى جعل للجماعة من الزوجات مثل ما للواحدة، لأنه لو جعل لكل واحدة الربع، وهن أربع أخذن جميع المال، وزاد فرضهن على فرض الزوج. (العذب الفائض: ۱/۷۰)

www.besturdubooks.net

فائدۂ خامسہ: آیاتِ میراث میں وجود ولد وعدم وجود ولد کی نسبت صرف احد الزوجین کی طرف کرنے کی وجہ:

زوجین کے لیے حصۂ ربع وثمن کی جو آیات میراث ہیں اس میں اللہ رب العزت نے جب زوج کا حصہ بیان کیا تو وجود ولد اور عدم وجود ولد کی نسبت زوجہ کی طرف کی، اور جب زوجہ کا حصہ بیان کیا تو وجود ولد اور عدم وجود ولد کی نسبت زوج کی طرف کی، جیسے:

(الف) زوج کے لیے حصۂ نصف کو بتانے کے لیے "**إن لم يكن لهن ولد**" عدم وجود ولد کی نسبت صرف زوجہ کی طرف کی گئی۔

(ب) زوج کے لیے حصۂ ربع کو بتانے کے لیے "**فإن كان لهن ولد**" وجود ولد کی نسبت صرف زوجہ کی طرف کی گئی۔

(ج) زوجہ کے لیے حصۂ ربع بتانے کے لیے "**إن لم يكن لكم ولد**" عدم وجود ولد کی نسبت صرف زوج کی طرف کی گئی۔

(د) زوجہ کے لیے حصۂ ثمن بتانے کے لیے "**فإن كان لكم ولد**" وجود ولد کی نسبت صرف زوج کی طرف کی گئی۔

جب کہ وجود ولد اور عدم وجود ولد میں زوج اور زوجہ دونوں کا دخل ہوتا ہے، پھر وجود ولد اور عدم وجود ولد میں صرف ایک کی طرف نسبت کیوں کی گئی؟

جواب: وجود ولد اور عدم وجود ولد میں زوج اور زوجہ دونوں کا یقیناً دخل ہے اور یہ امر بدیہی ہے، اسی لیے کتاب اللہ میں دونوں کی طرف وجود ولد اور عدم وجودِ ولد کی نسبت نہیں کی گئی۔ تاہم صرف احد الزوجین کی طرف وجود وعدم وجود کی نسبت میں ایک اہم

www.besturdubooks.net

بات کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ: ''نسبت اولاد الی الزوجین'' کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اولاد کا تعلق مرنے والے اور جینے والے دونوں سے ہوگا، مثلاً: زوجین میں سے جس کا انتقال ہوا وہ اور جو باحیات ہے وہ اس موجود بچہ کے ماں باپ ہوں۔

(۲) اولاد کا تعلق مرنے والے اور جینے والے میں سے کسی ایک ہی سے ہوگا۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) زوجین میں سے ولد کا تعلق صرف زوجہ سے ہوگا، مثلاً رُقیہ نے زید سے نکاح کیا اور زید سے ایک لڑکا فہد پیدا ہوا، بعدہ زید کا انتقال ہوگیا، بعد العدۃ رقیہ نے قاسم سے نکاح کرلیا، تو فہد رقیہ کا تو لڑکا ہے، لیکن زوج (قاسم) کا لڑکا نہیں۔

(ب) زوجین میں سے ولد کا تعلق صرف زوج سے ہوگا مثلاً شاکر نے قاسمہ سے نکاح کیا، اور قاسمہ سے ایک لڑکی سمیہ پیدا ہوئی، پھر قاسمہ کا انتقال ہوگیا، پھر شاکر نے زاہدہ سے نکاح کیا، تو سمیہ زوج شاکر کی تو لڑکی ہے، زوجہ زاہدہ کی نہیں۔

اب اگر وجود ولد وعدم وجود ولد کی نسبت زوجین میں سے ہر ایک کی طرف کرتے تو یہ اسلوب پہلی صورت (جس میں اولاد کا تعلق میاں بیوی دونوں سے ہوتا ہے) کو شامل ہوتا دوسری کو نہیں، اور پہلی صورت چوں کہ امر بدیہی تھی اس لیے اس کو ترک کر کے دوسرے اسلوب (نسبت اولاد الی احد زوجین) کو اختیار کیا، اور دوسرے اسلوب کو اختیار کرنے سے ایک اہم سوال کے جواب کی طرف اشارہ مقصود ہے، اور وہ یہ ہے کہ نسبت اولاد الی احد الزوجین کی الف والی صورت میں ولد کا تعلق صرف زوجہ سے ہے۔

www.besturdubooks.net

(۱) اگر زوجہ کا انتقال ہو تو زوج کو کیا ملے گا۔ (۲) اگر زوج کا انتقال ہوا تو زوجہ کو کیا ملے گا؟

تو اس کا جواب اسی دوسرے اسلوب نسبت اولاد الی احد الزوجین نے یہ دیا کہ وجودِ ولد وعدم وجودِ ولد میں مرنے والے کا اعتبار ہوگا، اگر مرنے والا ولد چھوڑا ہے تو مدِ مقابل کو حصہٴ اقل ملے گا اور اگر مرنے والے نے ولد نہ چھوڑا ہو تو مدِ مقابل کو حصہٴ اکثر ملے گا۔

اس رہنمائی کی روشنی میں ہم نے مذکورہ بالا سوال میں غور کیا تو نمبر ایک والی صورت میں چوں کہ زوجہ کا انتقال ہوا، اور ولد کا بھی تعلق اسی سے ہے، اس لیے زوج کو ربع ملے گا۔ اور نمبر دو والی صورت میں انتقال زوج کا ہوا اور ولد کا تعلق اس سے نہیں ہے اس لیے زوجہ کو حصہٴ اکثر ربع ملے گا۔ اسی طرح ''ب'' والی صورت میں ولد کا تعلق صرف زوج سے ہے۔ (۱) اگر زوج کا انتقال ہو جائے تو زوجہ کو کیا ملے گا۔ (۲) اگر زوجہ کا انتقال ہو جائے تو زوج کو کیا ملے گا۔ تو اس اصول کی روشنی میں ہم اس کا جواب دیں گے کہ نمبر ایک میں زوجہ کو ثمن ملے گا کیوں کہ مرنے والا زوج کا ولد ہے۔ اور نمبر دو میں زوج کو نصف ملے گا، کیوں مرنے والی زوجہ کا ولد نہیں ہے۔ (مؤلف)

فائدہٴ سادسہ: سببِ زوجیت سے وراثت کے شرائط:

زوجیت کی وجہ سے وراثت پانے کے لیے دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔

(الف) عقدِ نکاح شرعاً صحیح ہو، پس اگر عقدِ نکاح فاسد ہوگا اور زوجین میں سے کوئی مرے تو دوسرا اس کا وارث نہیں ہوگا۔ (۱)

---

(۱) أن يكون عقد الزواج صحيحًا شرعًا، فلو كان فاسدًا، ومات أحدهما لايرثه الآخر، ولو كان معه دخول أو خلوة.

www.besturdubooks.net

(ب) زوجین کے مابین زوجیت وقتِ وفات تک قائم ہو، پس اگر قبل الوفات طلاق واقع ہوگئی اور عدت بھی گزر گئی تو بوقتِ انتقال دوسرا اس مرنے والے کا وارث نہیں ہوگا۔(۱)

نوٹ: اگر شوہر نے طلاق رجعی دی اور عدت کے دوران شوہر کا انتقال ہوجائے تو بیوی اپنے شوہر کی وارث ہوگی کیوں کہ طلاق رجعی کی عدت میں رشتۂ زوجیت باقی رہتا ہے؛ لیکن اگر شوہر نے طلاق بائن دیا ہے، تو چوں کہ طلاق بائن سے رشتۂ زوجیت محض طلاق دینے سے ہی ختم ہو جاتا ہے، اس لیے عدت کے دوران بھی انتقال کی صورت میں حکم وراثت متعلق نہیں ہوگا۔

---

(۱) شروط الإرث بالزوجية، أن تكون الزوجية بين الزوجين قائمة وقت الوفاة، والأصل أن الطلاق الرجعي لايقطع حكم الزوجية مادامت المطلقة في العدة، والطلاق البائن يقطع حكم الزوجية من حين وقوعه. (الوجيزفي الميراث:ص ۷۰)

www.besturdubooks.net

صلبی بیٹیوں کے احوال

وَأَمَّا لِبَنَاتِ الصُّلْبِ فَأَحْوَالٌ ثَلٰثٌ: النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلإِثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً، وَمَعَ الِابْنِ "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" وَهُوَ يُعَصِّبُهُنَّ.

ترجمہ: رہی صلبی بیٹیاں تو ان کی تین حالتیں ہیں، نصف ایک کے لیے اور ثلثان دو یا زیادہ کے لیے اور بیٹے کے ساتھ مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصوں کے برابر ہے، اور وہ ان کو عصبہ بناتا ہے۔

توضیح وتشریح: یہاں تین بحثیں ذکر جائیں گی:

(۱) بنت کی احوال ثلاثہ مع مثال ودلیل (۲) احوال بنات کی وجہ حصر مع نقشہ

(۳) بناتِ صلبیہ کی حالتِ ثانیہ سے متعلق اختلافِ ائمہ مع دلائل

بحثِ اول: بنت کی احوال ثلاثہ مع مثال ودلیل:

(الف) اگر بیٹی ایک ہو تو نصف ملے گا۔ مثال:

دلیل: إِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ. (۱)

یعنی اگر ایک بیٹی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔

مسئلہ:۲

بنت	اب
نصف	سدس وعصبہ
۳	۱+۲=۳

(۱) النساء:۱۱

(ب) اگر بیٹیاں دو یا زیادہ ہوں تو ان کو ثلثان ملے گا، جسے وہ آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیں گی۔ مثال:

مسئلہ:۶

۲/بنت	جد
ثلثان	سدس وعصبہ
۴	۱+۱=۲

دلیل: فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ.(۱)

یعنی اگر لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکہ کا دو تہائی ہے۔

(ج) اگر بیٹیوں کے ساتھ کوئی بیٹا بھی ہو تو وہ ان کو عصبہ بنائے گا، اور پورا ترکہ یا ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو مال بچے وہ ان کے درمیان اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ مثال:

مسئلہ:۱۰

۲/بنت	۴/ابن
عصبہ بالغیر	عصبہ بنفسہ
۲	۸

مسئلہ:۴

زوج	ابن	بنت
ربع	عصبہ بنفسہ	بالغیر
۱	۲	۱

دلیل: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.(۲)

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے سلسلے میں حکم دیتے ہیں کہ مذکر کے لیے دو مؤنث کے برابر حصہ دو۔

---

(۱) النساء:۱۱ (۲) النساء:۱۱

www.besturdubooks.net

بحثِ ثانی: احوالِ بنات کی وجہ حصر مع نقشہ:

بیٹیوں کے تین حالتیں ہیں، میت نے بیٹیوں کی ساتھ کوئی بیٹا چھوڑا ہوگا یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے تو بیٹیاں عصبہ ہوں گی اور اگر نہیں چھوڑا تو پھر بیٹی ایک ہوگی یا زیادہ؟ اگر بیٹی ایک ہے تو اس کو نصف ملے گا اور دو یا زیادہ ہیں تو ثلثان ملے گا۔
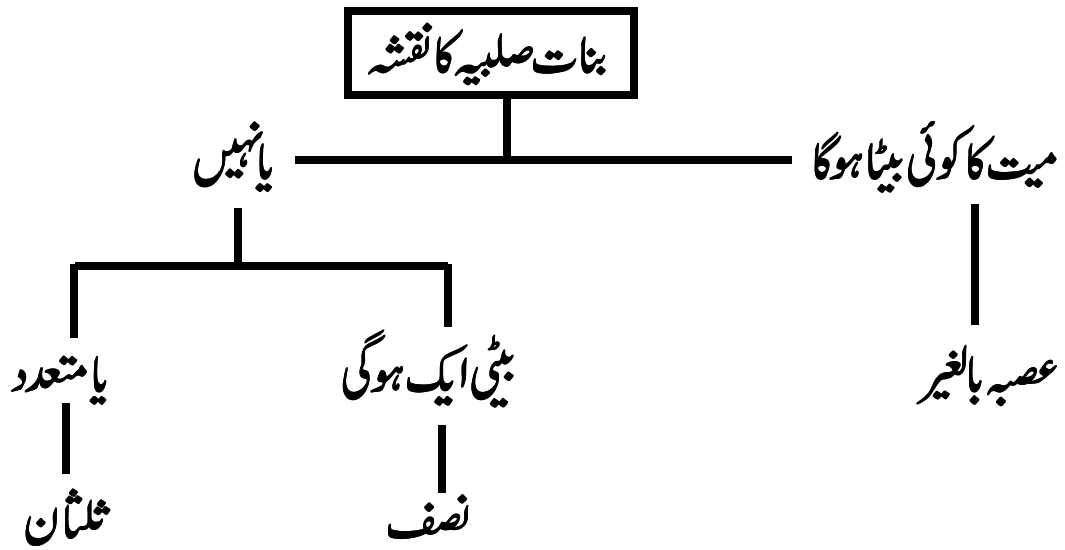
بحثِ ثالث: بناتِ صلبیہ کی حالتِ ثانیہ سے متعلق اختلافِ ائمہ مع دلائل:

"**والثلثان للاثنتين فصاعدة**" مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے بناتِ صلبیہ کی دوسری حالت کا ذکر کیا ہے، اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں:

(الف) متفق علیہ: جب لڑکیاں دو سے زائد ہوں، تو وہ ثلثان کی مستحق ہوں گی، اس مسئلہ میں سارے فقہاء متفق ہیں۔

(ب) مختلف فیہ: اگر لڑکیاں صرف دو ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک انہیں نصف ملے گا اور عام صحابہؓ و جمہور علمائے احناف کے نزدیک انہیں اس صورت میں بھی ثلثان ملے گا۔

www.besturdubooks.net

ابنِ عباسؓ کے دلائل:

دلیلِ نقلی: فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ.(۱)

طریقۂ استدلال: ابن عباسؓ نے مذکورہ آیتِ کریمہ کے ظاہر کو دیکھ کر اثنتین (دو) کو واحد (ایک) کے ساتھ ملحق کیا، اس لیے کہ آیت میں استحقاقِ ثلثین کو فوق اثنتین پر معلق کیا گیا ہے، اور یہ قانون ہے کہ معلق بالشرط قبل وجود الشرط معدوم ہوتا ہے، یعنی جو شئ کسی شرط پر معلق ہو تو اس شرط کے پائے جانے سے پہلے وہ شئ معدوم ہوتی ہے؛ اسی طرح یہاں لڑکیوں کے لیے ثلثان کے استحقاق کو دو سے زائد کے ہونے پر معلق کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کے لیے حصہ ثلثان اسی وقت ہوگا جب کہ وہ دو سے زائد صیغۂ جمع کے ساتھ ہوں، اور اگر صیغۂ جمع والی شرط مفقود ہوگی تو لڑکیاں ثلثان کی حقدار نہیں ہوں گی، کیوں کہ آیت میں لفظ نساء جمع ہے، اور نساء کے لفظ سے جمع کا معنی مراد لینے کے لیے فوق اثنتین سے تصریح کی گئی، اور اسی معنی جمع کو "فلهنّ ثلثا ما ترک" کی ضمیر جمع سے مؤکد کیا گیا۔(۲)

دلیل عقلی: اگر ابن واحد کے ساتھ دو لڑکیاں ہوں تو انہیں نصف مال ملتا ہے۔ مثال:

مسئلہ: ۴

ابن	۲/ بنت
۲	۲

وضاحت: اس مثال میں مسئلہ چار سے بنا جس میں سے آدھا یعنی دو حصہ ابن کو ملا، اور آدھا یعنی دو حصہ لڑکیوں کو ملا، پس معلوم ہوا کی ۲/ لڑکیوں کا حصہ نصف ہے۔(۳)

---

(۱) النساء: ۱۱ (۲) وأما الإثنتان فحكمها عند ابن عباسؓ حكم الواحدة وهو ظاهر. (الشريفيه: ص ۲۱) --- فجعل لهما النصف لقوله تعالى فإن كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك، والمعلق بشرطٍ لايثبت بدونه (حاشيه شريفيه رقم: ۴ ص ۲۱) (۳) ولأن اللّٰه تعالىٰ جعل للبنتين =

www.besturdubooks.net

جمہور علما کے دلائل:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ تْ اِمْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ بِابْنَتَيْهَا مِنْ سَعْدٍ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَاتَانِ اِبْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قُتِلَ أَبُوْهُمَا مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيْدًا، وَإِنَّ عَمَّهُمَا أَخَذَ مَالَهُمَا، فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا، وَلَا تُنْكِحَانِ إِلَّا وَ لَهُمَا مَالٌ، قَالَ يَقْضِيْ اللّٰهُ فِيْ ذَالِكَ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيْرَاثِ، فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلٰى عَمِّهِمَا، فَقَالَ أَعْطِ اِبْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ، أَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ. (۱)

مفہوم حدیث:

مذکورہ حدیث پاک میں سعد بن ربیع کی میراث کا واقعہ مذکور ہے، یہ اسلام میں سب سے پہلی تقسیم میراث ہے جس کو بذات خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حصے متعین فرما کر تقسیم کا حکم فرمایا۔

حضرت سعد بن ربیع کی بیوی اپنی دو لڑکیوں کیساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم یہ دونوں لڑکیاں سعد ابن ربیع کی ہیں، ان کے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے ہیں، ان بچیوں کے چچا نے ان کا سارا

= النصف مع الابن، وهو يستحق النصف، وحظ الذكر مثل حظ الانثيين، فعلم بذلك ان حظ البنتين النصف عند الإنفراد. (حا شيه شريفيه: رقم: ۴/ ص ۲۱)

(۱) السنن للترمذي: ۲/ ۲۹، أبواب الفرائض، ما جاء في ميراث البنات

www.besturdubooks.net

مال لے لیا ہے، ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صبر کرو، اللہ تعالی اس کا فیصلہ فرمادیں گے۔ چناں چہ آیت میراث **"یوصیکم اللّٰہ في أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین"** نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چچا سے فرمایا کہ سعد کی بیوی کو ثمن ($\frac{1}{8}$) اور دونوں لڑکیوں کو ثلثان ($\frac{2}{3}$) دیدو اور باقی مال تمہارا ہے۔

طریقۂ استدلال:

حدیث پاک میں صاف موجود ہے **"أعط ابنتي سعد الثلثین"** (کہ سعد کی دونوں لڑکیوں کو ثلثان دیدو) جو دو لڑکیوں کے لیے ثلثان کے استحقاق پر دلیل ہے؛ پس آیت کریمہ **"فإن کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ماترک"** دو لڑکیوں کے لیے استحقاقِ ثلثین کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ کسی شئ کو خاص کر کے ذکر کرنے سے اس کے علاوہ کی نفی ثابت نہیں ہوتی، پس ہم نے جمع کا حکم کتاب اللہ سے اور تثنیہ کا حکم سنت سے جان لیا، کیوں کہ تثنیہ سے کبھی کبھی جمع کا معنی مراد ہوتا ہے، خصوصاً بابِ میراث میں۔(۱)

دلیل عقلی (الف): دو بہنوں کا حصہ ثلثان تو قرآن پاک میں صراحتاً بیان کیا گیا **"فإن کانتا اثنتین فلهما الثلثان مما ترک"** جب کہ دو لڑکیوں کا حصہ صراحتاً بیان نہیں کیا گیا، اور دو سے زائد لڑکیوں کا حصہ قرآن میں صراحتاً بیان کیا گیا **"فإن کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ماترک"** جب کہ دو سے زائد بہنوں کا حصہ قرآن میں

---

(۱) وما تلا لاینافی إستحقاق البنتین الثلثین، لأن تخصیص الشيء بالذکر لا ینفی الحکم عما عداه، علی ما عرف في موضعه، فعرفنا أن حکم الجمع بالکتاب، وحکم المثنی بالسنة، ولأن الجمع قد یراد به التثنیة، لاسیما في المواریث. (حاشیه شریفیه: رقم: ۴/ص ۲۱)

www.besturdubooks.net

صراحتاً بیان نہیں کیا گیا۔اس اسلوب بیان سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب دو بہنوں کا حصہ ثلثان ہوگا، تو دولڑکیوں کا حصہ ثلثان بدرجۂ اولی ہوگا، اس لیے کہ لڑکیاں بہ نسبت بہنوں کے قرابت میں قوی ہیں، اور جب دولڑکیوں سے زائد کا حصہ ثلثان ہوگا تو دو بہنوں سے زائد کا حصہ ثلثان بدرجۂ اولی ہوگا، اس لیے کہ وہ لڑکیوں سے باعتبار قرابت کے ضعیف ہیں، اور جب قوی (بنات) باوجود اپنی قوت کے مافوق اثنتین (دو سے زائد) کی صورت میں ثلثان میں مشترک ہیں، تو جو ضعیف القرابت (اخوات) ہیں، وہ تو بدرجۂ اولی ثلثان میں مشترک ہوں گی۔لہٰذا اس انداز بیان سے دولڑکیوں کا حکم جو صراحتاً مذکور نہیں وہ مستفاد ہوگیا، دو حقیقی بہنوں کے حکم سے جو صراحتاً مذکور ہے۔اور دو سے زائد بہنوں کا حکم جو صراحتاً قرآن میں مذکور نہیں وہ مستفاد ہوگیا دو سے زائد لڑکیوں کے حکم سے جو قرآن میں صراحتاً مذکور ہے۔**فاعتبروا یا أولی الأبصار!**(۱)

(ب) "**یوصیکم اللّٰه في أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین**" اس آیت کریمہ میں مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصے کے برابر حصہ بتایا گیا ہے، یعنی دو مؤنث کو جو حصہ ملتا ہے وہ اکیلے مذکر کو ملتا ہے، پس ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ مذکر و مؤنث کا ادنی اختلاط یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں ایک ابن اور ایک بنت جمع ہو جائیں تو اس صورت میں بنت کو مال کا ایک ثلث اور ابن کو اس کا دوگنا دوثلث ملتا ہے جو دو مؤنث کا حصہ ہے۔مثلاً:

---

(۱) إن البنتين أمس رحما من الأختين اللتين تحرزان الثلثين فهما أولى بذلك الإحراز.

(الشريفية: ص ۲۱)

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۳

ابن	بنت
عصبہ بنفسہ	عصبہ بغیرہ
۲	۱
(ثلثان)	(ثلث)

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ حالت انفراد میں دو بنت کا حصہ ثلثان ہے، اسی وجہ سے دو بنت کا ذکر کتاب اللہ میں صراحتاً نہیں کیا گیا کیوں کہ اس کی ضرورت نہیں تھی، اور دو سے زائد بنات کا ذکر کر دیا گیا، یعنی بنات کی تعداد خواہ کتنی ہی ہو، وہ سب ثلثان میں شریک ہوگی۔(۱)

حضرت ابن عباسؓ کی دلیل کا جواب:

"**فإن كن نساءً فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك**"۔ اس آیت کریمہ میں دو سے زائد لڑکیوں کا حکم صراحتاً مذکور ہے۔ اور دو لڑکیوں کے حکم سے آیت کریمہ ساکت ہے، اس سے یہ استدلال کرنا کہ دو لڑکیوں کو بھی نصف ملے گا، یہ استدلال دو وجہ سے درست نہیں ہے۔

وجہِ اوّل: آیت کریمہ میں لڑکیوں کے لیے استحقاقِ ثلثین کو فوق اثنتین کی شرط پر معلق کرنا "**تخصيص الشيء بالذكر لا ينفي الحكم عما عداه**" کے قبیل سے ہے، یعنی جب کسی شئ کے حکم کو کسی شئ کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہرگز

(۱) قال اللّٰه تعالى: للذكر مثل حظ الأنثيين، وأدنى مراتب الاختلاط ابن وبنت، فللابن حينئذٍ الثلثان بالإتفاق، فعرف بهذه الإشارة أن البنتين لهما الثلثان في الجملة، وليس ذلك إلا في حالة انفرادهما عن الابن، فله حاجة إلى بيان حالهما، بل إلى بيان حال مافوقهما فلذلك قال فإن كن نساءً فوق اثنتين، أي فإن كن جماعة بالغات ما بلغن من العدد، فلهن ماللإثنتين أعني الثلثين لايتجاوزنه. (الشريفية: ص ۲۱)

www.besturdubooks.net

نہیں ہوتا کہ وہ حکم اس کے علاوہ میں نہیں پایا جائے گا، اس لیے کہ نصوص میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہے، جیسے "وربائبكم التي في حجوركم" یعنی تمہاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں ان سے تمہارا نکاح حرام ہے، مفہوم مخالف کے طور پر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر وہ لڑکیاں شوہروں کی پرورش میں نہ ہوں تو نکاح جائز ہوگا۔

اسی طرح یہاں استحقاق ثلثین حکم کو فوق اثنتین کے ساتھ خاص کرنے سے اثنتین (دولڑکیوں) سے حکم کی نفی نہیں ہوگی، اسی وجہ سے ہم نے دو سے زائد لڑکیوں کا حکم آیت کریمہ سے جانا، دولڑکیوں کے لیے ثلثان کا حکم سنتِ رسول سے جانا، کیوں کہ بابِ میراث میں تثنیہ کو حکم جمع حاصل ہے۔(۱)

وجہِ ثانی: آیت کریمہ فان کن نساء فوق اثنتین، میں لفظ فوق زائد ہے، جیسے "فاضربوا فوق الأعناق– أي اضربوا الأعناق" اور جب فوق زائد ہے تو شرطیت کا معنی ہی باقی نہ رہا، اور دو یا دو سے زائد (لڑکیوں) دونوں کے لیے ثلثان کا حکم ثابت ہوگیا۔(۲)

---

(۱) وما تلا لا ينافي استحقاق البنتين الثلثين، لأن تخصيص الشيء بالذكر لا ينفي الحكم عما عداه على ماعرف في موضعه، فعرفنا أنّ حكم الجمع بالكتاب، وحكم المثنى بالسنة، ولأنّ الجمع قد يراد به التثنية لا سيما في المواريث، فيكون المثنى مرادًا بالآية، ألا ترى أن الواقعة كانت للبنتين، فأعطاهما رسول الله صلى الله عليه وسلم الثلثين بحكم الآية.

(حاشیه شریفیه: رقم ۴/ص ۲۱)

(۲) ولفظ فوق في الآية صلة كما في قوله تعالىٰ "فاضربوا فوق الأعناق" أى إضربوا الأعناق.

(حاشیه شریفیه: رقم: ۴/ص ۲۱)

www.besturdubooks.net

سوال: اگر لفظ فوق زائد ہے، تو اس کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: ایک لڑکی کا حصہ (نصف) صراحتاً بیان کیا گیا: "**إن كانت واحدة فلها النصف**"، اور جب اس پر ایک لڑکی کا اضافہ ہو تو ان دولڑکیوں کا حکم (ثلثان) قرآن وحدیث سے ثابت ہوا، اس سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ اگر دولڑکیوں پر ایک لڑکی کا اضافہ ہو، تو ان تین لڑکیوں کے لیے پھر سے سدس (چھٹا حصہ) کا اضافہ ہوگا جیسے نصف (50) کے ساتھ سدس (16.66) کا اضافہ کر کے دولڑکیوں کے لیے ثلثان (66.66) کو ثابت کیا گیا تھا؛ حالاں کہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ اگر ہم ہر ایک لڑکی کے اضافہ سے لڑکیوں کے لیے سدس (چھٹا حصہ- 16.66) کا اضافہ کرتے رہیں گے، تو سارا ترکہ لڑکیوں میں ہی ڈوب جائے گا، اور انہیں ان کے منصوص حصے (ثلثان) سے زائد دینا لازم آئے گا، جو باطل ہے، اس وہم کو لفظ "فوق" سے دور کیا گیا کہ دو سے زائد لڑکیاں کتنی ہی ہوں وہ سب کی سب ثلثان ہی میں مشترک ہوں گی، انہیں ثلثان سے زیادہ نہیں ملے گا۔(۱)

ابن عباسؓ کے دلیل عقلی کا جواب:

(۱) ابن عباسؓ نے اختلاط بنتین مع الابن پر حالت انفراد بنتان کو قیاس کیا ہے، جو قیاس مع الفارق ہے؛ کیوں کہ اختلاط والی صورت میں جو بنتان کو کل ترکہ کا نصف مل رہا ہے، وہ عصبہ بالغیر کی وجہ سے ہے، اور ہماری بحث اس نصف پر ہو رہی ہے، جو فرضیت کی وجہ سے ہو، گویا ابن عباسؓ نے ارث بالتعصیب پر ارث بالفرض کو قیاس کیا ہے۔

---

(۱) فنصّ على حكمه لئلا يتوهم متوهم، إذا رأى سدسًا زائدًا على النصف بزيادة بنت، أنه كلما ازدادت بنت، يزداد سدس حتى إلى أن تستغرق جميع المال. (حاشيه سراجی: رقم ۵/ص ۱۲)

www.besturdubooks.net

(۲) ابن واحد کے ساتھ دولڑکیوں کا نصف ترکہ کا مستحق ہونا حالت اجتماع (ابن مع البنتین) کی صورت میں ہے، جو حالت انفراد میں نصف کے استحقاق کو ثابت نہیں کرے گا۔ جیسے اگر ابن واحد کے ساتھ تین لڑکیاں ہوں، تو وہ تین خمس (پانچواں حصہ) کی مستحق ہوتی ہے۔ مثلاً:

مسئلہ:۵ (حالت اجتماع)

ابن	۳/بنات
عصبہ بنفسہ	عصبہ بالغیر
۲	۳

وضاحت: مذکورہ مثال میں مسئلہ پانچ سے بنا جس میں سے دو خمس ابن کو اور تین خمس تین لڑکیوں کو ملا، اور یہی تین لڑکیاں اگر حالت انفراد میں ہوں تو ثلثان کی مستحق ہوتی ہیں، پس حالت اجتماع وانفراد میں فرق ظاہر ہوگیا، تو حالتِ اجتماع کی صورت کو لے کر دولڑکیوں کے لیے استحقاقِ نصف کا دعویٰ کرنا کیسے صحیح ہوگا، گویا ابن عباسؓ نے حالتِ انفراد کو حالتِ اجتماع پر قیاس کیا جو قیاس مع الفارق ہے۔(۱)

مذہبِ احناف کی وجہ ترجیح:

ترجیح اول: **فإن کن نساءً فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک** – اس آیت کریمہ میں دو سے زائد لڑکیوں کی صراحت ہے، اور دولڑکیوں کے حکم سے آیت ساکت ہے، جب کہ حدیثِ پاک: **أعط بنتي سعدِ الثلثین** میں دولڑکیوں کی صراحت ہے،

---

(۱) قلنا استحقا قهما ذلک عند الإجتماع، لا یدل علی إستحقاقهما إیاه عندالانفراد، أ لا تری أن الثلاث منهن یأخذن مع الإبن ثلثة أخماس المال، وعند الإنفرد الثلثین. (حاشیہ شریفیہ: رقم:۴/ص۲۱)

www.besturdubooks.net

اور دو سے زائد لڑکیوں کے حکم سے حدیث ساکت ہے۔ بظاہر آیت اور حدیث میں تعارض ہے۔ اب یہ تعارض مذہبِ احناف میں رفع ہوجاتا ہے۔ اور آیت وحدیث کے مابین تطبیق ہوجاتی ہے، جب کہ ابن عباسؓ کے مذہب میں آیت وسنن میں تعارض ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے احناف کا مذہب اولیٰ وبہتر ہے، کیوں کہ تطبیق، تعارض سے اولیٰ ہوتی ہے۔ (۱)

ترجیح ثانی: ابن عباسؓ کے اِس مذہب (بنتان کو نصف ملے گا) کو عقل قبول نہیں کرتی ہے؛ کیوں کہ جب ایک لڑکی کے ساتھ ایک لڑکا ہوگا، تو آیت کریمہ "للذکر مثل حظ الانثیین" کی رُو سے بالاتفاق لڑکی کل ترکہ میں سے ایک ثلث (تہائی) کی مستحق ہوگی، اور لڑکا لڑکی کے حصے کے دوگنا (دو ثلث) کا مستحق ہوگا۔ تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جب ایک لڑکی دوسری لڑکی کے ساتھ آئے تو اس دوسری لڑکی کو بھی پہلی لڑکی کی طرح ثلث ملنا چاہیے۔ اس اعتبار سے دونوں لڑکیوں کا حصہ ثلثان ہوجائے گا؛ حالاں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق دونوں لڑکیوں کو نصف حصہ ملے گا۔ جو دونوں پر برابر تقسیم ہوگا۔ تو ایک لڑکی کو بجائے ثلث کے ربع ملے گا۔ اور ربع ثلث سے کم ہے جو اجماعی اتفاقی مسئلہ کے خلاف ہے؛ لہٰذا یہ فیصلہ کہ دو لڑکیوں کو نصف دیا جائے بداہت عقل کے بھی خلاف ہے۔ (۲) فلیتدبر!

---

(۱) وحمله علىٰ هذا أولىٰ عما ذهب إليه ابن عباسؓ لحصول التو فيق بين السنة والآية.

(حاشیہ شریفیہ: رقم:۴ص/۲۱)

(۲) والواحدة تأخذ الثلث مع الابن والنصف عند الإنفراد.

(حاشيه شريفيه: رقم ۴/ص ۲۱، المصالح العقلية للأحكام التفصلية: ص ۳۹۹)

www.besturdubooks.net

پوتیوں کے احوال

وَبَنَاتُ الْاِبْنِ كَبَنَاتِ الصُّلْبِ، وَلَهُنَّ أَحْوَالٌ سِتٌّ: النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لَلْإِثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ بَنَاتِ الصُّلْبِ، وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الْوَاحِدَةِ الصُّلْبِيَّةِ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ، وَلَا يَرِثْنَ مَعَ الصُّلْبِيَّتَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ بِحِذَائِهِنَّ أَوْ أَسْفَلَ مِنْهُنَّ غُلامٌ فَيُعَصِّبُهُنَّ، وَالْبَاقِي بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ، وَيَسْقُطْنَ بِالْابْنِ.

ترجمہ: اور پوتیاں صلبی بیٹیوں کی طرح ہیں، اوران کی چھ حالتیں ہیں، نصف ایک کے لیے، اور ثلثان دو یا دو سے زیادہ کے لیے، صلبی بیٹیوں کے نہ ہونے کی صورت میں اوران کے لیے سدس ہے، ایک صلبی بیٹے کے ساتھ، دوتہائی پورا کرنے کے لیے اور دو صلبی بیٹیوں کے ساتھ پوتیاں وارث نہیں ہوتیں؛ مگر یہ کہ ان کے برابر یا ان کے نیچے کوئی لڑکا ہو، تو وہ لڑکا ان سب کو عصبہ (بالغیر) بنائے گا، اور باقی مال ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین (مذکر کو دو مؤنث کے حصوں کے بقدر) تقسیم ہوگا اور پوتیاں لڑکے کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

توضیح وتشریح: یہاں چار بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) پوتیوں کی احوالِ ستہ مع مثال و دلیل (۲) پوتیوں کی احوال کی وجہ حصر مع

www.besturdubooks.net

نقشہ (۳) مسئلۂ تشبیب سے متعلق پانچ اہم بحثیں (۴) پوتیوں سے متعلق تین اہم فائدے

بحثِ اول: پوتیوں کی احوالِ ستہ مع مثال ودلیل:

۱/ بیٹیوں کی عدمِ موجوگی میں ایک پوتی کونصف ملے گا۔ مثال:

مسئلہ: ۲
م

بنت الابن	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

دلیل: إِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ. (۱)
یعنی اگر صلبی بیٹی نہ ہو تو چوں کہ پوتی صلبی بیٹی کے قائم مقام ہوتی ہے، اس لیے وہ بھی تنہا ہونے کی صورت میں نصف کی مستحق ہوگی۔ (۲)

۲/ بیٹیوں کی عدم موجودگی میں پوتیاں اگر دو یا دو سے زائد ہیں تو ان کو ثلثان ملے گا اور ثلثان ان کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا۔ مثال:

مسئلہ: ۶
م

۳/ بنات الابن	جد
ثلثان	سدس وعصبہ
۴	۲=۱+۱

دلیل: فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ. (۳) ۔ یعنی اگر پوتیاں دو سے زائد ہوگی تو ان کو ترکہ کا دوثلث ملے گا۔ (۴)

---

(۱) النساء: ۱۱ (۲) ويشترط فيها عدم الصلبيات، لأن النص ورد فيها صريحًا، فإذا عدمن قامت بنات الابن مقامهن. (الشريفية: ص ۲۲) (۳) النساء: ۱۱

(۴) ودليل إرثها هو نفس دليل إرث البنت، لأن بنت الابن بمنزلة البنت عند فقدها. (المواريث للصابوني: ص ۵۱)

www.besturdubooks.net

(۳) اگرایک صلبی بیٹی ہوتو پوتیوں کوسدس ملے گا، تاکہ دوتہائی جولڑکیوں کا حصہ ہے وہ پوراہوجائے۔مثال: مسئلہ:٦

بنت	بنت الابن	اب
نصف	سدس	سدس وعصبہ
۳	۱	۱+۱=۲

دلیل: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَقْضِيْ فِيْهِمَا كَمَا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلِابْنَةِ النِّصْفُ وَ لِإِبْنَةِ الْإِبْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ وَلِلْأُخْتِ مَا بَقِيَ. (۱)

طریقۂ استدلال:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹی، پوتی اور عینی بہن کی وراثت کا مسئلہ آیا تو آپؓ نے ارشادفرمایا کہ میں اس مسئلہ میں وہی فیصلہ کرتا ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، کہ بیٹی کو ''نصف'' اور پوتی کو ثلثان پورا کرتے ہوئے ''سدس'' اور جو بچ جائے وہ عینی بہن کو ملے گا۔(۲)

(۱) السنن للترمذي: ۲/۲۹، كتاب الفرائض، في ميراث ابنة الابن مع ابنة الصلب

(۲) إذا كان للميت بنت واحدة فقط، فتأخذ البنت النصف، وتأخذ بنت الابن أو بنات الابن السدس تكملة للثلثين، لأن نصيب الإناث الثلثان، فإذا أخذت البنت النصف، بقي السدس، فتأخذه بنت الابن. (المواريث للصابوني: ص٦٠)

www.besturdubooks.net

تکملۃً للثلثین -ثلثان پورا کرنے کا مطلب:

تکمۃ للثلثین کو اس طرح سمجھئے کہ مثلاً: 100 ایک عدد ہے، اس کا نصف (50) ہے، سدس (16.66) ہے، نصف (50) میں اگر سدس (16.66) ملا دیا جائے تو 50 اور 16.66 مل کر 66.66 ہو جائیں گے، یعنی نصف اور سدس مل کر مجموعی طور پر ثلثان ہو جاتے ہیں، اسی کو تکملۃ للثلثین کہا جاتا ہے۔

(۴) اگر صلبی بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہوں، تو پوتیاں ساقط ہو جائیں گی۔ مثال:

مسئلہ: ۳

۳/ بنات	بنت الابن	عم
ثلثان	م	عصبہ
۲		۱

دلیل: لڑکیوں پر ثلثان پورا ہو گیا، اور مؤنث کا حصہ ثلثان سے زیادہ نہیں ہے، کہ پوتیوں کو حصہ دیا جائے۔(۱)

(۵) اگر پوتیوں کے ساتھ کوئی پوتا ہو، تو پوتیاں عصبہ بالغیر ہوں گی، اور پوتا اور پوتی کے مابین بقاعدۂ "لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" پوتے کو دو گنا اور پوتی کو ایک گنا ملے گا۔ مثال: مسئلہ: ۳

بنت الابن	ابن الابن
عصبہ بالغیر	عصبہ بنفسہ
۱	۲

مسئلہ: ۴

زوج	بنت الابن	ابن الابن
ربع	عصبہ بالغیر	عصبہ بنفسہ
۱	۱	۲

(۱) الأصل فيه قول الله: "فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك" ففرض البنات كلهن الثلثين، وبنات الصلب و بنات الابن كلهن نساء من الأولاد، فكان لهن الثلثان، بفرض كتاب الله لا يزدن عليه. (الجداول الإلكترونية: ص٦٨)

www.besturdubooks.net

دلیل: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. (۱)

طریقۂ استدلال:

اولاد میں بیٹا پوتا نیچے تک، اور بیٹی پوتی نیچے تک داخل ہیں یعنی ان میں سے جب بھی مذکر و مؤنث ایک ہی درجہ وقوت میں جمع ہوکر آئیں گے تو مؤنث مذکر کے ساتھ عصبہ بالغیر بنے گی اور دونوں کے مابین مال بقاعدۂ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا۔(۲)

ملاحظہ : اگر دو یا دو سے زائد بنات صلبیہ کی وجہ سے پوتیاں ساقط ہورہی ہوں تو دو قسم کے پوتوں کی وجہ سے ساقط ہونے والی پوتیاں پوتے کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوجاتی ہے۔

(۱) متحاذی پوتا، یعنی برابر کا پوتا موجود ہو، اسی کو صاحب کتاب نے "إلا أن يكون بحذائهن" سے بیان کیا ہے۔مثال:

مسئلہ:۳

۵/بنات	۲/بنات الابن	ابن الابن
ثلثان	عصبــــــــــــــــــــــه	
۲	۱	

(۱)النساء:۱۱ (۲) العصبة بالغير، المراد بها كل أنثى لها فرض مقدر، تحتاج في كونها عصبة إلى عاصب بنفسه، فتشاركه في العصوبة، ولايكون هذا النوع إلا فيمن فرضه النصف عند الإنفراد والثلثان عند التعدد، ومن ثم كان منحصرا في أربع، هن البنت الصلبية، بنت الابن، الأخت الشقيقة، الأخت لأب فإذا وجد مع كل واحدة منهن عاصب بنفسه في درجاتها وقوتها صارت عصبة به فترث معه بالتعصيب، لا بالفرض، ويرثان معًا "للذكر مثل حظ الأنثيين" قوله تعالىٰ: "يوصيكم الله في أولاد كم للذكر مثل حظ الأنثيين. (الوجيز في الميراث:ص ۱۱۱)

www.besturdubooks.net

وضاحت: مثال مذکورہ میں بنات پر ثلثان پورا ہو جانے کی وجہ سے بنات الابن فرضیت سے تو ساقط ہوگئیں، لیکن متحاذی پوتے کی موجودگی کی وجہ سے عصبہ بالغیر بن کر ایک حصہ میں پوتے کے ساتھ شریک ہوگئیں۔

(۲) اسفل پوتا یعنی کوئی پوتی سے نیچے درجہ کا پوتا موجود ہو، اسی کو صاحب کتاب نے "**أو أسفل منهن غلام فيعصبهن**" سے بیان کیا ہے۔ مثال:

مسئلہ: ۳

۳/ بنات	۵/ بنات الابن	ابن ابن الاان
ثلثان	عصبہ	
۲	۱	

وضاحت: مثال مذکور میں بنات الابن ثلثان کے پورا ہونے کی وجہ سے ساقط ہو رہی تھیں، لیکن ان سے ایک درجہ نیچے کا پوتا ابن ابنِ الابن نے انہیں عصبہ بالغیر بنا کر ایک حصے میں اپنے ساتھ شریک کر لیا جو ان کے مابین للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطے سے تقسیم ہوگا۔

(۶) اگر پوتیوں کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا ہو، تو پوتیاں اور پوتے سب ساقط ہو جائیں گے۔ مثال:

مسئلہ: ٦

ابن	بنت الابن	اب
عصبہ	م	سدس
۵		۱

مسئلہ: ٦

ابن	بنت الابن	ابن الابن	جد
عصبہ	م	م	سدس
۵			۱

www.besturdubooks.net

دلیل: ابن میت سے بہ نسبت پوتے اور پوتیوں کے قریب ہے اور قاعدہ ہے کہ ''اقرب'' کی موجودگی میں ''ابعد'' ساقط ہو جاتے ہیں۔(۱)

ملاحظہ: ابن کی وجہ سے جیسے پوتے اور پوتیاں ساقط ہو جاتے ہیں ایسے ہی اعلیٰ پوتے کی وجہ سے بھی اسفل پوتیاں ساقط ہو جائیں گی، لیکن پوتے کی وجہ سے بنات صلبیہ ساقط نہیں ہوتی ہیں۔ مثال: مسئلہ:۴

زوج	بنت	بنت ابن الابن	ابن الابن
ربع	نصف	م	عصبہ
۱	۲	×	۱

وضاحت:

مثال مذکور میں ابن الابن اعلیٰ پوتے نے اسفل پوتی بنت ابنِ الابن کو تو ساقط کردیا لیکن بنت صلبیہ کو ساقط نہیں کیا، کیوں کہ وہ میت سے بہ نسبت ابن الابن کے زیادہ قریب ہے۔

بحثِ ثانی: پوتیوں کے احوال کی وجہِ حصر مع نقشہ:

پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں: میت کا بیٹا ہوگا یا نہیں؟ اگر ہے تو پوتے پوتیاں سب ساقط ہوں گی، اور اگر بیٹا نہیں چھوڑا تو دیکھیں گے بیٹی چھوڑی ہے یا نہیں؟ اگر چھوڑی ہے تو ایک یا متعدد؟ اگر ایک ہے تو پوتیوں کو تکملۃ للثلثین سدس ملے گا، اور اگر متعدد ہیں تو

(۱) الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة. (السراجي: ص ۲۲)

www.besturdubooks.net

دیکھیں گے کہ برابر کا پوتا چھوڑا ہے یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے، تو پوتیاں عصبہ بالغیر ہوں گی، اور پوتا نہیں ہے تو دیکھیں گے کہ پوتی ایک ہے یا متعدد؟ اگر ایک ہے تو اس کو نصف ملے گا، اور اگر متعدد ہیں تو ان کو ثلثان ملے گا۔

www.besturdubooks.net
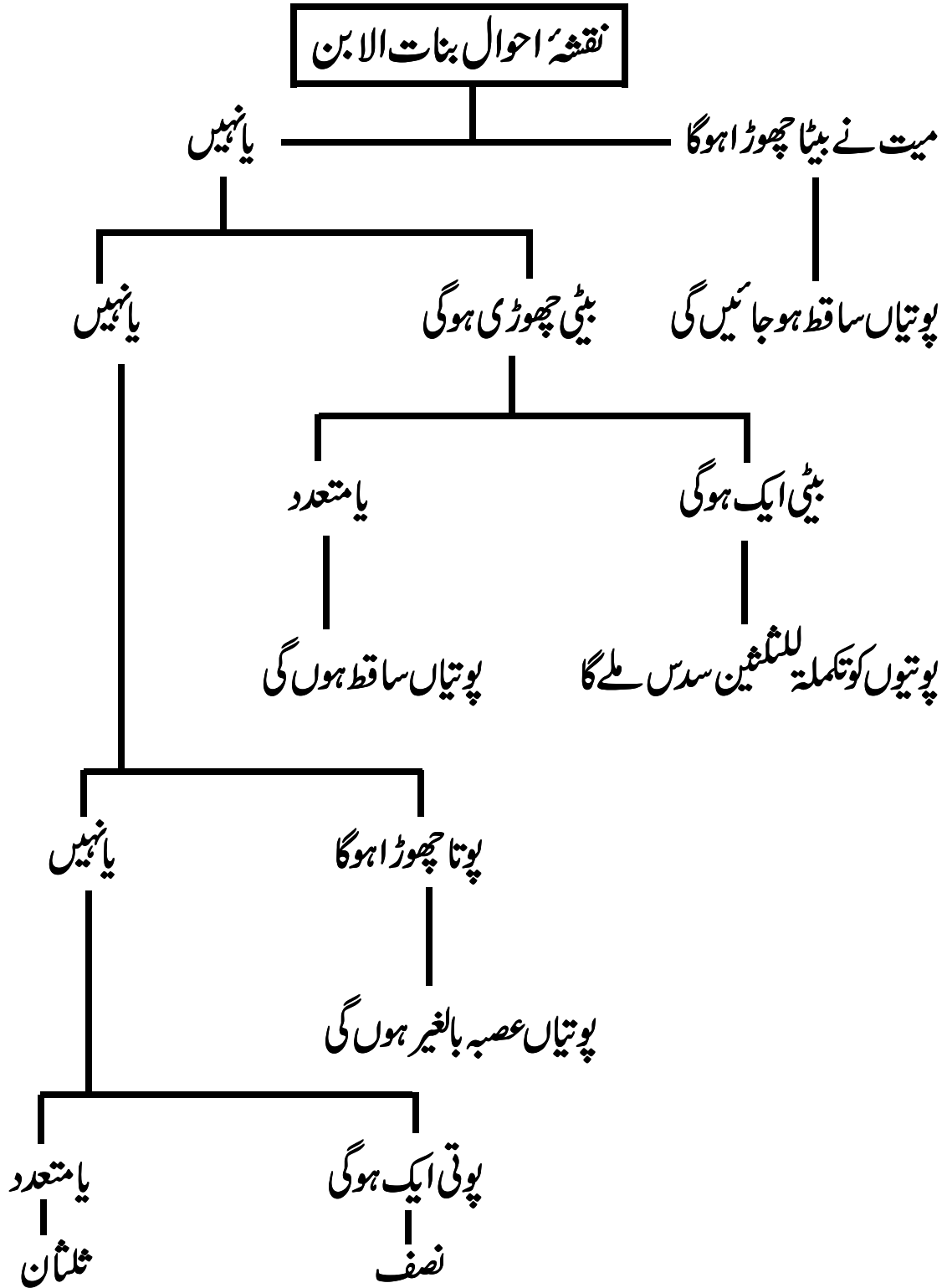
بحث ثالث: مسئلہ تشبیب:

وَلَـوُ تَرَكَ ثَلاثَ بَنَاتِ اِبُنٍ، بَعُضُهَا أَسُفَلَ مِنُ بَعُضٍ، وَ ثَلٰثَ بَنَاتِ اِبُنِ اِبُـنٍ آخَـرَ بَـعُـضُهُـنَّ أَسُـفَلَ مِنُ بَعُضٍ، وَثَلٰثَ بَنَاتِ اِبُنِ اِبُنِ اِبُنٍ آخَرَ بَعُضُهُنَّ أَسُفَلَ مِنُ بَعُضٍ بِهَذِهِ الصُّوُرَةِ

	الفريق الاول		الفريق الثانی		الفريق الثالث	
	ابن (عمر)		ابن (بکر)		ابن (خالد)	
الدرجۃ الاولی	ابن	بنت	ابن		ابن	
الدرجۃ الثانی	ابن	بنت	بنت	ابن	ابن	
الدرجۃ الثالثۃ	بنت		ابن	بنت	ابن	بنت
الدرجۃ الرابعۃ			بنت		ابن	بنت
الدرجۃ الخامسۃ					بنت	

الـعُـلُيَا مِنَ الُفَرِيُقِ الُأَوَّلِ لَا يُوَازِيُهَا أَحَدٌ، وَالُوُسُطٰی مِنَ الُفَرِيُقِ الُأَوَّلِ تُـوَازِيُهَـا الُعُلُيَا مِنَ الُفَرِيُقِ الثَّانِيِّ، وَالسُفُلٰی مِنَ الُفَرِيُقِ الُأَوَّلِ تُوَازِيُهَا الُـوُسُـطٰـی مِنَ الُفَرِيُقِ الثَّانِيِّ وَالُعُلُيَا مِنَ الُفَرِيُقِ الثَّالِثِ، وَ السُّفُلٰی مِنَ الُـفَـرِيُـقِ الثَّـانِـيِّ تُـوَازِيُهَا الُوُسُطٰی مِنَ الُفَرِيُقِ الثَّالِثِ، وَ السُّفُلٰی مِنَ الُـفَـرِيُـقِ الثَّـالِـثِ لَايُـوَازِيُهَا أَحَدٌ، إِذَا عَرَفُتَ هٰذَا فَنَقُوُلُ: لِلُعُلُيَاءِ مِنَ

www.besturdubooks.net

الْـفَـرِيْقِ الْأَوَّلِ النِّصْفُ، وَ لِلْوُسْطٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الْأَوَّلِ مَعَ مَنْ يُّوَازِيْهَا السُّـدُسُ تَـكْـمِـلَةً لِلثُّلُثَيْنِ، وَلَا شَيْءَ لِلسُّفْلَيَاتِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مَعَهُنَّ غُـلامٌ فَيُـعَـصِّبُهُنَّ مَنْ كَانَتْ بِحِذَائِهٖ وَمَنْ كَانَتْ فَوْقَهٗ مِمَّنْ لَمْ تَكُنْ ذَاتَ سَهْمٍ، وَ يَسْقُطُ مَنْ دُوْنَهٗ.

ترجمہ: اور اگر میت تین پوتیوں کو چھوڑے، اس طور پر کہ ان کی بعض بعض سے نیچے ہوں، اور تین پر پوتیوں کو (دوسرے لڑکے سے اس طور پر کہ) ان کی بعض بعض سے نیچے ہوں، اور تین سکڑ پوتیوں کو (تیسرے لڑکے سے، اس طور پر کہ) ان کی بعض بعض سے نیچے ہوں، اس نقشے کے مطابق کہ پہلے فریق کی اوپر والی پوتی کے مقابل کوئی نہیں ہے، اور پہلے فریق کی بیچ والی پوتی کے مقابلے، دوسرے فریق کی اوپر والی پوتی ہے، اور پہلے فریق کی نیچے والی کے مقابل دوسرے فریق کی بیچ والی اور تیسرے فریق کی اوپر والی ہے۔

اور دوسرے فریق کی نیچے والی کے مقابل تیسرے فریق کی بیچ والی ہے، اور تیسرے فریق کی نیچے والی کے مقابل کوئی نہیں ہے۔

جب آپ نے یہ جان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ پہلے فریق کی اوپر والی کے لیے نصف ہے، اور پہلے فریق کی بیچ والی کے لیے، ان کے بالمقابل (دوسرے فریق کی اوپر والی) کے ساتھ سدس ہے، ثلثان کو پورا کرنے کے لیے اور نیچے والیوں کے لیے کچھ نہیں ہے، مگر یہ کہ ان کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو وہ عصبہ بنائے گا اپنے برابر والیوں کو، اور اپنے سے اوپر والی ان پوتیوں کو جو حصہ والی نہ ہوں، اور وہ لڑکا اپنے سے نیچے والیوں کو ساقط کر دے گا۔

www.besturdubooks.net

توضیح وتشریح: مصنفؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں مسئلۂ تشبیب بیان کیا ہے۔اس مسئلے میں پانچ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱)تشبیب کے لغوی واصطلاحی معنی (۲)وجۂ تسمیہ (۳)تمہیدی اصول (۴)مسئلہ تشبیب بصورت نقشہ۔(۵)پوتیوں سے متعلق تین اہم فائدے

بحث اول: تشبیب کے لغوی واصطلاحی معنی:

لغتاً تشبیب از تفعیل ،مصدر ہے، اشعار میں عورتوں کے محاسن واوصاف کو ذکر کرنا،شعراء کی یہ عادت ہے کہ مدحیہ قصیدے کے شروع میں تشبیب کرتے ہیں، پھر ہر چیز کی ابتدا کو تشبیب کہا جانے لگا اگر چہ ان میں ایام شباب اور عورتوں کا ذکر نہ ہو۔(۱)

اصطلاحاً: **ذِكْرُ الْبَنَاتِ عَلٰى اِخْتِلَافِ الدَّرَجَاتِ** -یعنی لڑکیوں کو درجہ وار ذکر کرنا۔(۲)

بحث ثانی: وجہ تسمیہ:

شعراء کی وجہ سے جس طرح سامعین کا ذہن اشعار کی طرف مائل ہوتا ہے، اسی طرح ذکر کئے گئے مسئلہ کی باریکی اور اس کی خوبی کو دیکھ کر طالب علم کا ذہن اس کے سمجھنے

---

(۱) شبَّبَ قصيدته حسّنها وزينها بذكر النساء، والعادة أن يكو ن التشبيب فى مبدء قصائد المدح ثم سمى ابتداء كل أمر تشبيبا، وإن لم يكن فيه ذكر الشباب والنساء.

(حاشیہ الفوز الکبیر:ص۸۹،حاشیہ شریفیہ:رقم:۷/ص۲۵)

(۲) وهى فى إصطلا ح أهل الفرا ئض مسئلة، ذكر فيها البنا ت على إختلاف الد رجات.

(حاشیہ شریفیہ:رقم:۹/ص۲۳)

www.besturdubooks.net

کے لیے آمادہ ہوجاتا ہے۔(۱)

بحثِ ثالث: تمہیدی اصول:

(الف) علیا نہ ہوتو سفلی اس کے قائم مقام ہوگی، اگر چہ دوسرے فریق سے ہو، جیسا کہ سراجی میں ہے: **للعلیا من الفریق الاول النصف،** ملاحظہ ہوکہ علیا پوتی بنت نہیں ہے، لیکن بنت کی عدم موجودگی میں وہ بنت کے قائم مقام ہوکر نصف کی مستحق ہورہی ہے۔

(ب) علیا جب ایک ہوتو سفلی کو تکملۃ للثلثین سدس ملے گا چاہے سفلی ایک ہو، یا زیادہ اسی فریق سے ہو یا دوسرے سے جیسا کہ سراجی میں ہے: "**وللوسطی من الفریق الأول مع من یوازیھا السدس**".

(ج) علیا جب ایک سے زیادہ ہوں چاہے ایک بطن اور ایک ہی فریق سے ہوں، یا الگ الگ بطن اور الگ الگ فریق سے تو سفلی محجوب ہوگی، اگر چہ کسی اور فریق سے ہو، کیوں کہ علیا میں ثلثان پورا ہوگیا، جیسا کہ سراجی میں ہے: "**ولاشيء للسفیات**"۔

(د) ابن الابن (پوتے) کی تین حالتیں ہیں:

۱/متحاذی پوتا ۲/اعلی پوتا ۳/اسفل پوتا

متحاذی پوتا متحاذی پوتی کو ہر حال میں عصبہ بناتا ہے، خواہ متحاذی پوتی فرضیت

---

(۱) واعلم ان ذکر البنات علی إختلاف الدرجات کما ذکر فی الکتاب، یسمی مسئلة التشبیب، لأنھا بدقتھا وحسنھا تشحذ الأذھان، ویمیل الآذان إلی استماعھا فتشبھّت بتشبیب الشاعر القصیدة لتحسینھا وإستدعاء الإصغاء لسماعھا. (الشریفیة: ص ۲۵)

www.besturdubooks.net

سے حصہ پا رہی ہو، یا نہ پا رہی ہو جیسا کہ سراجی میں ہے '**فيعصبهن من كانت بحذائه**' اعلیٰ پوتا سفلی کو ہمیشہ محجوب کرتا ہے، جیسا کہ سراجی میں ہے "**ويسقط من دونه**"۱ ور اسفل پوتا علیا پوتیوں کو اس وقت عصبہ بنائے گا جب کہ علیا کو فرضیت سے نہ مل رہا ہو، ورنہ نہیں جیسا کہ سراجی میں ہے "**ومن كانت فوقه ممن لم تكن ذات سهم**".

بحث رابع: مسئلہ تشبیب بصورت نقشہ:

	الفریق الاول		الفریق الثانی		الفریق الثالث	
	ابن (عمر)		ابن (بکر)		ابن (خالد)	
بطنِ اول:	ابن	بنت	ابن		ابن	
بطنِ ثانی:	ابن	بنت	بنت	ابن	ابن	
بطنِ ثالث:	بنت		ابن	بنت	ابن	بنت
بطنِ رابع:			بنت		ابن	بنت
بطنِ خامس:					بنت	

نقشہ کی وضاحت: اس نقشے میں پانچ درجوں کی پوتیاں ہیں، پہلے درجہ کی پوتی کے مقابلے میں کوئی پوتی نہیں ہے، اور دوسرے درجے میں دو ہیں: ۱رفریق اول کی وسطیٰ، ۲رفریق ثانی کی علیا، تیسرے درجے میں تین ہیں: ۱رفریق اول کی سفلی ۲رفریق ثانی کی وسطیٰ ۳رفریق ثالث کی علیا، چوتھے درجے میں دو ہیں: ۱رفریق ثانی کی سفلی ۲رفریق ثالث کی وسطیٰ، پانچویں درجے میں ایک ہے، فریق ثالث کی سفلیٰ۔

www.besturdubooks.net

اب فرض کیجئے کہ مورث کی صرف پوتیاں ہی زندہ ہیں، سارے پوتے وفات پا چکے ہیں، پس فریق اول کی علیا میت سے سب سے قریب ہے، تو وہ بنت کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے نصف پائے گی، اور دوسرے درجے میں دو پوتیاں ہیں ان کو مشترکہ طور پر سدس دیا جائے گا، تاکہ ثلثان مکمل ہو جائے، اس کے بعد والی ساری پوتیاں محروم ہو جائیں گی اس لیے کہ ثلثان سے زیادہ لڑکیوں کو نہیں ملتا۔ البتہ اگر پوتوں کو زندہ مان لیا جائے، تو اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہوگی:

اگر پہلی پوتی کے مقابل کا پوتا زندہ ہو تو پوتی اس کی وجہ سے عصبہ بالغیر ہو جائے گی، اور للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقے پر مال تقسیم ہوگا، اور نیچے کی ساری (سفلیات) پوتیاں ساقط ہو جائیں گی۔

اور اگر دوسرے درجے کی پوتیوں کے مقابل والا پوتا زندہ ہو تو درجہ اولیٰ کی پوتی کو نصف ملے گا، اور دوسرے درجے کی پوتیاں اپنے مقابل والے پوتے کے زندہ ہونے کی وجہ سے عصبہ بالغیر ہوں گی، اور ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقے پر تقسیم ہوگا۔

اور اگر تیسرے درجے کی پوتیوں کے برابر کا کوئی پوتا زندہ ہو تو وہ اپنے برابر والی پوتیوں کو عصبہ بالغیر بنائے گا، اور پہلے درجے کی پوتی کو نصف اور دوسرے درجے کی پوتیوں کو تکملة للثلثین کے طور پر سدس ملے گا، باقی چوتھے اور پانچویں درجے کی پوتیاں محروم ہو جائیں گی۔ اور اگر چوتھے درجے کا پوتا زندہ ہو تو وہ تیسرے درجے کی تینوں (عُلیا) پوتیوں کو، اور چوتھے درجے کی دونوں (متحاذی) پوتیوں کو عصبہ بنائے گا، اور پانچویں درجے کی سفلیٰ پوتی محروم رہے گی۔

www.besturdubooks.net

اب ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی مال ان سب کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقے پر تقسیم ہوگا۔

بحثِ خامس: پوتیوں سے متعلق تین اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: پوتیوں کی قسمیں:

پوتیوں کی تین قسمیں ہیں:

(الف) المدلية بمحض الذكور، جیسے بنت ابن ابن الابن

(ب) المدلية بمحض الإناث، جیسے بنت بنت بنت الابن

(ج) المدلية بمحض الذكور إلى محض الإناث، جیسے بنت ابن بنت الابن

ان تینوں میں سے صرف پہلی پر، بنت الابن (پوتی) کی تعریف صادق آتی ہے، اوراسی پر بنت الابن کے احوال ستہ میں سے کسی حالت کا حکم لگایا جائے گا۔اور آخر الذکر دونوں ذوی الارحام میں سے ہونے کی وجہ سے فرضیت سے کچھ بھی نہیں پائے گی،اسی لیے اگران تینوں کا اجتماع ہوجائے تو پہلی وارث ہوگی اور آخر الذکر دونوں محروم ہوں گی۔(۱)

مثلاً: مسئلہ:۲

بنت ابن ابن الابن	بنت بنت بنت الابن	بنت ابن بنت الابن	عم
نصف	م	م	عصبہ
۱	×	×	۱

(۱) بنت الابن وان نزل أبوها بمحض الذكور، وقولهم وان نزل أبوها بمحض الذكور احتراز من =

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثانیہ: مابقیہ مال میں متحاذی پوتے کا متحاذی پوتی کو عصبہ بنانے کے سلسلے میں اختلاف ائمہ مع دلائل:

"إلا أن يكـون بحذائهن" یعنی ابن صلبی جیسے بنات صلبیہ کو عصبہ بناتا ہے، ایسے ہی ابن الابن بھی ان پوتیوں کو جو پوتے کے درجے میں ہوں، اس وقت عصبہ بناتا ہے، جب کہ میت کا کوئی ابن صلبی نہ ہو۔

پوتے کا پوتی کو عصبہ بنانے کی دو صورتیں ہیں:

(الف) استحقاق جمیع مال: مثال: مسئلہ:۳

ابن ابن الابن	بنت ابن الابن
عصبہ	
۲	۱

وضاحت: مثالِ مذکور میں پرپوتا اور پرپوتی کے علاوہ کوئی وارث نہیں ہے اس لیے دونوں کل ترکہ کے وارث ہوگئے اور مذکر کو دو اور مؤنث کو ایک حصہ ملا۔

(ب) استحقاق الباقی من الثلثین - یعنی دو صلبی بیٹی کی موجودگی میں ان کے ثلثان کو لینے کے بعد ماباقی مال میں پوتے اور پوتی کا وارث ہونا۔ مثال:

= بـنـت بنت الابن، لأنه لم ينزل أبوها اصلاً، وقولهم بمحض الذكور احتر از من التي نزل أبوها، لا بـمحض الذكور، كبنت ابن بنت الابن أي تو سطت بنت بين ابنين، فهذه لا ترث، و تصنف في ذوي الأرحام. (الجداول الإلكترونية: ص ۳۰)

www.besturdubooks.net

مسئلہ: ۳×۳=۹

م

۲/ بنات	ابن الابن	بنت الابن
ثلثان	عصبـــــــــــــــــــــــــــــــــہ	
۳×۲	(۳=۳×۱)	
۶ +	۲ +	۱ = ۹

صورتِ ثانیہ میں جمہور علماء اور ابن مسعودؓ کا اختلاف:

(الف) مذہبِ جمہور: پوتا اور پوتی جیسے جمیع مال کے استحقاق میں عصبہ بن رہے تھے، ایسے ہی استحقاق الباقی من الثلثین میں بھی عصبہ بنیں گے۔(۱)

(ب) مذہبِ ابن مسعودؓ: صورتِ ثانیہ میں پوتا اور پوتی عصبہ نہیں بنیں گے بلکہ ماباقی پورا مال پوتا لے گا اور پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔

ابن مسعودؓ کے دلائل:

دلیلِ اول: استحقاق باقی من الثلثین میں اگر ہم پوتے اور پوتی کو عصبہ بنا کر بقاعدہ 'لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ' مال تقسیم کریں گے، تو ایک بڑی خرابی لازم آئے گی

---

(۱) إن بنات الابن إذا كان بحذائهن غلام، سواء كان أخاهن، أو ابن عمهن، فإنه يعصبهن، كما أن ابن الصلبي يعصب البنات الصلبية، وذلك لأن الذكر من أولاد الابن، يعصب الإناث اللاتي في درجته، إذا لم يكن للميت ولد صلبي با لإتفاق في إستحقاق جميع المال، فكذا يعصبها في إستحقاق الباقي من الثلثين مع الصلبيتين، وإليه ذهب عامة الصحابة وعليه جمهور العلماء.

(الشريفية: ص ۲۲)

www.besturdubooks.net

اور وہ یہ ہے کہ بنات کو ان کے حصہ ثلثان سے زیادہ دینا لازم آئے گا، اور وہ اس طرح کہ دو صلبی بیٹیاں ثلثان لے لیں گی اور پوتی کو بطور عصبہ ایک ملے گا جو بقاعدہ" **لایزاد حق البنات علی الثلثین** " کی رو سے درست نہیں ہے۔(۱)

دلیلِ ثانی: مذکر کے ساتھ وہی مؤنث عصبہ ہوگی جو مذکر کے بغیر حالت انفراد میں صاحب فرض ہو، جیسے بنات اور اخوات، اور وہ مؤنث جو مذکر کے بغیر حالت انفراد میں صاحب فرض نہ ہو تو وہ اپنے مقابل کے مذکر کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی، جیسے بنات الاخوہ، بنات الاعمام، کہ بنت الاخ، بنت العم اپنے مدمقابل کے مذکر ابن الاخ، ابن العم کے بغیر صاحب فرض نہیں ہے، اسی لیے ابن الاخ' بنت الاخ کے ساتھ اور ابن العم' بنت العم کے ساتھ عصبہ نہیں ہوتی ہیں۔

اس اصول کی روشنی میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ مسئلۂ مجوث عنہا میں بنت الابن مذکر کے بغیر حالت انفراد میں صاحب فرض نہیں ہے، کیوں کہ وہ دو یا دو سے زائد بنات صلبیہ کی موجودگی میں مجوب ہو رہی ہیں اور جب وہ حالت انفراد میں صاحب فرض نہیں ہے، تو اپنے مقابل کے مذکر کے ساتھ مل کر عصبہ بھی نہیں بنے گی۔(۲)

---

(۱) وقال ابن مسعود رضي الله عنه، لايعصبهن، بل الباقي كله لابن الابن، ولاشيء لبناته، إذ لو جعل الباقي ههنا بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين، لزاد حق البنات على الثلثين، وقال عليه السلام لايزاد حق البنات على الثلثين. (الشريفية: ص ۲۲)

(۲) وأيضا الأنثى إنما تصير عصبة بالذكر، إذا كانت ذات فرض عند الإنفراد عنه، كالبنات والأخوات، وأما إذا لم تكن كذالک فلا تصير به عصبة، كبنات الإخوة والأعمام مع بينهم.

(الشريفية: ص ۲۲)

www.besturdubooks.net

جمہور کی دلیل: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.(۱)

طریقۂ استدلال:

آیتِ کریمہ میں عصبہ بالغیر کا حکم مطلق ہے، یعنی لڑکی لڑکے کے ساتھ عصبہ بنے گی خواہ دونوں کل ترکہ کے مستحق ہو رہے ہوں، یا بعضِ ترکہ کے، جس سے معلوم ہوا کہ استحقاق الباقی من الثلثین کی صورت میں بھی پوتا پوتی عصبہ بنتے ہیں۔

ابن مسعودؓ کے دلائل کے جوابات:

دلیل اول کا جواب: لا یزاد حق البنات علی الثلثین (یعنی لڑکیوں کے لیے ثلثان سے زیادہ کا استحقاق نہیں ہے) والا قاعدہ صرف ارث بالفرض میں جاری ہوتا ہے، ارث بالتعصیب میں نہیں، اور استحقاق الباقی من الثلثین والی صورت میں ثلثان پر زیادتی ارث بالتعصیب کی وجہ سے ہے، وہ اس طرح کہ بنات کا ثلثان کا استحقاق ارث بالفرض کی وجہ سے ہے، اور بنات الابن کا استحقاق ارث بالتعصیب کی وجہ سے ہے۔ اور یہ دونوں دو مختلف سبب ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں ثلثان پر اضافہ فرضیت سے نہیں ہے، کہ وہ درست نہ ہو، بل کہ عصبیت کی وجہ سے ہے جو ممانعت میں داخل نہیں ہے۔(۲)

فلا اعتراض علیه!

---

(۱) النساء:۱۱

(۲) وأجيب عن الأول بأن استحقاق الصلبيتين بالفرض، واستحقاق بنات الابن بالتعصيب، وهما سببان مختلفان، فلايضمُّ أحد الحقين إلى الآخر، فلازيادة على الثلثين. (الشريفية: ص ۲۲)

www.besturdubooks.net

دلیل ثانی کا جواب:

ہمیں تسلیم ہی نہیں ہے کہ بنات الابن ذی سہم نہیں ہیں، کیوں کہ پوتی کے تنہا ہونے کی صورت میں ہم نے ان کو نصف پاتا ہوا دیکھا ہے''إن كانت واحدة فلها النصف''. اور'دو'یا'دو'سے زائد ہونے کی صورت میں ثلثان لیتا ہوا دیکھا ہے۔ **فإن كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك**'' اور مسئلۂ مجوث عنہا ''**استحقاق الباقي من الثلثين مع الصلبيتين**'' میں بنت الابن کا ذی سہم نہ ہونا ایک امر عارض کی وجہ سے ہے، اور وہ دو بنات صلبیہ کی موجودگی ہے؛ لہٰذا ابن مسعودؓ کا بنات الابن کو بنات الاخوۃ وبنات الاعمام پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے، کیوں کہ بنات الابن ذی فرض ہیں، اور بنات الاخوۃ وبنات الاعمام ذوی الارحام میں سے ہیں۔(۱)

سوال: کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ بنات الابن کا ذی سہم ہونا ''**النظر إلى أحوال بنات الابن**'' کے رو سے ہے، اور ہماری بحث ایک مخصوص مسئلہ، مسئلۂ استحقاق الباقی من الثلثین کے سلسلے میں چل رہی ہے، جس میں بالاتفاق بنت الابن ذی سہم نہیں ہے؛ اسی لیے اس میں یہ اصول (جو مؤنث ذی سہم نہ ہو، وہ اپنے مقابل کے ساتھ عصبہ بالغیر نہیں ہوگی) جاری ہوگا۔

---

(۱) وعن الثاني بان بنت الابن صاحبة فرض عند الإنفراد عن ابن الابن، لكنها محجوبة بالصلبيتين ههنا، ألاترى انها تأخذ النصف عند عدم الصلبيات، بخلاف بنات الأخ والعم إذ لافرض لها عند انفرادها عن أبنهما، فلا تصير عصبة به. (الشريفية: ص۲۳)

www.besturdubooks.net

اس سوال کے جواب دو انداز سے دیئے جا سکتے ہیں:

(الف) الجواب علی سبیل الترقي:

جو اصول آپ نے ذکر کیا ہے، وہ اصولِ کلی ہے، یعنی کسی مؤنث کا ذی سہم ہونا یا نہ ہونا، اسی وقت معلوم ہوگا، جب کہ اس مؤنث کو تنہا کھڑا کیا جائے، جیسے آپ نے بنات اور اخوات کو تنہا کھڑا کیا تو معلوم ہو گیا کہ وہ ذی سہم ہیں، اور بنات الاخوۃ و بنات الاعمام کو تنہا کھڑا کیا تو معلوم ہو گیا کہ وہ ذی سہم نہیں ہیں- ایسے ہی انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ بنت الابن کو بھی تنہا کھڑا کرتے تا کہ اصول کلی کی صورت میں یہ بنت الابن کا بھی ذی سہم ہونا ثابت ہو جاتا، لیکن آپ نے اصولِ کلی کو ایک جزئی مسئلہ پر پیش کیا جو درست نہیں ہے۔

(ب) الجواب علی سبیل التنزل:

اگر ہم اصول کلی کے اجراء کو مسئلہ جزئی (**استحقاق الباقي من الثلثين مع الصبليتن**) پر تسلیم بھی کر لیں، تب بھی ہمارا ہی مذہب صحیح ثابت ہوگا۔ وہ اس طرح کہ آپ نے اصول میں مؤنث کے ذی سہم کی مثال میں بناتؔ کے ساتھ اَخواتؔ کو ذکر کیا ہے - اسی اَخوات میں بنات الابن کی طرح اَخوات عِلّیہ بھی ہیں، یعنی جس طرح بنات الابن کی آپ نے ایک جزئی صورت پیش کی ہے۔ مثلاً:

مسئلہ:
م

۲/ بنات بنت الابن ابن الابن

ایسے ہی اخواتِ عِلّیہ کی بھی ایک جزئی صورت ہے۔ مثلاً:

www.besturdubooks.net

مسئلہ: ۳×۳=۹

م

۲/ اخت عینی	اخت علاتی	اخ علاتی
ثلثان	عصبـــــــــــ	ـــــــــــه
۳×۲	۱×۳=۳	
۶	۱	۲

جس میں ثلثان اخواتِ عینیہ پر پورا ہونے کی وجہ سے اختِ علّی ذی سہم نہیں ہے، اور جب وہ ذی سہم نہیں ہے تو اصول کے مطابق اخ علّی کے ساتھ عصبہ بالغیر نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ اصول کلی میں اخوات کو مطلقاً ذی سہم کی مثال میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود آپ نے اخت علّی کو بطور عصبہ بالغیر حصہ دیا، تو بنات الابن کو بدرجہ اُولی بطور عصبہ کے حصہ ملنا چاہئے کیوں کہ بنات الابن، اخوات علیہ سے قوی ہیں۔ **فما هو جوابكم فى المسئلة الأخت العليّ فهو جوابنا في المسئلة بنت الابن.**

(مؤلف)

فائدۂ ثالثہ: اسفل پوتے کا علیا پوتی کو عصبہ بنانے کے سلسلہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل:

أو أسفل منهن غلام فيعصبهن: مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جیسے متحاذی پوتا متحاذی پوتی کو عصبہ بناتا ہے۔ ایسے ہی اسفل پوتا بھی علیا پوتی کو اس وقت عصبہ بنائے گا، جب کہ وہ ذی سہم (فرضیت سے حصہ نہ پارہی ہو) نہ ہو۔ مثلاً:

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۳×۳=۹

۲ بنات	بنت الابن	ابن ابن الابن
ثلثان	عصبہ	
۲×۳=۶	۱	۲

لیکن بعض متاخرین فقہاءفرماتے ہیں کہ اسفل پوتا علیا پوتی کو کبھی بھی عصبہ نہیں بنائے گا، بل کہ ما باقی پورا مال غلام یعنی اسفل پوتا لے لے گا، علیا پوتی کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔(۱)

دلائل:

دلیلِ اول: اسفل پوتا متحاذی پوتی کو تو عصبہ بناتا ہے، اپنے سے اوپر والی (علیا) پوتی کو عصبہ نہیں بناتا جیسے: ابن الابن، بنات صلبیہ کو عصبہ نہیں بناتا؛ کیوں کہ ابن الابن اسفل ہے، اور بنات صلبیہ علیا ہیں۔(۲)

خلاصۂ دلیل: مذکورہ دلیل سے مدمقابل تین طرح سے استدلال کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ اسفل پوتا (ابن ابن الابن) علیا پوتی (بنت الابن) کو عصبہ نہیں بنائے گا، جیسے ابن الابن اسفل پوتا بنات صلبیہ (علیا) کو عصبہ نہیں بناتا۔

(۲) اعلیٰ پوتا (ابن الابن) سفلیٰ پوتی (بنت ابن الابن) کو بالاتفاق تفاوت درجہ کی وجہ سے عصبہ نہیں بناتا، ایسے ہی مسئلہ مبحوث عنہا (اسفل پوتا کا علیا پوتی کو عصبہ بنانا) میں بھی تفاوت درجہ کی وجہ سے اسفل پوتا علیا پوتی کو عصبہ نہیں بنائے گا۔

---

(۱) وقال بعض المتأخرين لا يعصبهن بل الباقي للغلام خاصة. (الشريفية: ص/ج۲۳)

(۲) لان الذكر ا نما يعصب من هو في درجته، لا من هو أعلى منه، فإن ابن الابن لا يعصب البنات. (الشريفية: ص۲۳)

www.besturdubooks.net

(۳) اگر اسفل پوتا علیا پوتی کو عصبہ بالغیر بنائے گا، تو اعلیٰ پوتا تو سفلی پوتی کو بدرجۂ اولیٰ عصبہ بنائے گا، کیوں کہ اسفل پوتے میں صرف ایک قوت ہے، اور وہ مذکر ہونا ہے، جب کہ اعلیٰ پوتے کو دو قوت حاصل ہے، ایک مذکر ہونا، دوسرے اقرب واعلیٰ ہونا، تو جب ایک قوت والا اسفل پوتا علیا کو عصبہ بنا رہا ہے، تو دو قوت والا اعلیٰ پوتا بھی سفلی پوتی کو عصبہ بنانا چاہیے، جب کہ یہ تمہارے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے۔ (مؤلف)

دلیل ثانی: اگر اسفل پوتا علیا پوتی کو عصبہ بنائے گا، تو اسفل پوتا خود ہی محروم ہو جائے گا، کیوں کہ اِرث بالتعصیب میں اقرب ابعد پر مقدم ہوتا ہے، خواہ اقرب مذکر ہو یا مؤنث۔

اقرب مذکر کے مقدم ہونے کی مثال:　　اقرب مؤنث کے مقدم ہونے کی مثال:

مسئلہ:۱

م

ابن	ابن الابن
عصبہ	عم
ا	م

مسئلہ:۲

م

بنت	اخت (ع)	ابن الاخ (ع)
نصف	مع الغیر	م
ا	ا	

وضاحت: اس مثال میں اُخت (ع) باوجود عصبہ مع غیرہ ہونے کے ابن الاخ (ع) مذکر عصبہ بنفسہ پر مقدم ہے، کیوں کہ اُخت (ع) اُقرب ہے اور ابن الاخ (ع) ابعد ہے۔ ایسے ہی اسفل پوتا باوجود مذکر ہونے کے، ابعد ہونے کی وجہ سے خود محروم ہو جائے گا، تو وہ علیا (پوتی) کو بھی عصبہ نہیں بنائے گا، کیوں کہ محروم کسی کو عصبہ نہیں بناتا۔(۱)

(۱) وأیضا لو عصّب الذكر من هو أعلى منه لصار محروما، لأن في إرث العصبة يقدم الأقرب =

www.besturdubooks.net

متاخرین فقہاء کے دلائل کا جواب:

دلیل اول کا جواب: اسفل اور علیا پوتوں کو ابن الابن اور بنات صلبیہ پر قیاس کرنا ہی صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اولاً، بنات پوتی نہیں ہے۔

ثانیاً: اسفل پوتا علیا کو مطلقاً عصبہ نہیں بناتا، بل کہ اس وقت عصبہ بناتا ہے جب اس کو فرضیت سے کوئی حصہ نہ مل رہا ہو، اور بنات صلبیہ تو ہمیشہ ذی سہم ہوتی ہیں، اسی لیے ابن الابن اس کو عصبہ نہیں بناتا ہے۔(۱)

دلیل ثانی کا جواب: اسفل پوتا اپنی متحاذی پوتی کو بالاجماع عصبہ بناتا ہے، تو علیا پوتی کو تو بدرجۂ اولیٰ عصبہ بنائے گا، کیوں کہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ سفلی (ابعد) پوتی تو عصبہ بنے اور علیا (اقرب) پوتی عصبہ نہ بنے۔(۲)

= علی الأبعد ذکرا کان الأقرب أو أنثی، ألا تری أنّ الأخت لما صارت عصبة مع البنت، قدّمت علی ابن الأخ، وإذا صار محروما لم یعصب أحدًا أصلا. (الشریفیة: ص۲۳)

(۱) والجواب أن الذکر یعصب من فوقه أیضًا بشرط، أن لا یکون من فوقه ذات سهم، والشرط هٰهنا مفقود، لأن البنات الصلبیة ذوات سهم. (حاشیہ شریفیہ: رقم:۴/ص۲۳)

(۲) ولنا ان هذه الأنثی (بنت الا بن الاسفل) لو کا نت في درجة الذکر لصارت به عصبة، وإذا کانت أقرب منه کانت بذلک أولی، وکیف لا ومن فی درجة الغلام هاهنا من الإناث یستحق شیئًا، والقول بإن الأقرب من البنات محروم مع استحقاق الأبعد منهن یشبه المحال. (الشریفیة: ص۲۳)

www.besturdubooks.net

عینی بہنوں کے احوال

وَأَمَّا لِأَخَوَاتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ فَأَحْوَالٌ خَمْسٌ: النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلِاثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً، وَمَعَ الْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ للذكر مثل حظ الأنثيين، يَصِرْنَ بِهِ عَصَبَةً لِإِسْتَوَائِهِمْ فِي الْقَرَابَةِ إِلَى الْمَيِّتِ، وَلَهُنَّ الْبَاقِي مَعَ الْبَنَاتِ أَوْ بَنَاتِ الِابْنِ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِجْعَلُوا الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً.

ترجمہ: اور حقیقی بہنیں تو ان کی پانچ حالتیں ہیں: نصف ایک کے لیے ہے، اور ثلثان دو اور زیادہ کے لیے، اور حقیقی بھائی کے ساتھ مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصے کے بقدر ہے، اس صورت میں حقیقی بہنیں حقیقی بھائی کے ساتھ عصبہ ہوں گی، میت سے رشتہ میں برابر ہونے کی وجہ سے، اور ان کے لیے بچا ہوا مال ہے، لڑکیوں یا پوتیوں کے ساتھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے کہ بہنوں کو لڑکیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔

توضیح وتشریح: یہاں چار بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) عینی بہنوں کی احوال خمسہ مع مثال و دلیل (۲) اجعلو الاخوات مع البنات عصبۃ کی تحقیق (۳) احوالِ خمسہ کی وجہ حصر مع نقشہ (۴) دو اہم فائدے

www.besturdubooks.net

بحثِ اول: عینی بہنوں کی احوالِ خمسہ مع مثال ودلیل:

(۱) اگر حقیقی بہن ایک ہے تو اس کو نصف ملے گا۔ مثال:

مسئلہ:۲ دلیل: وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ(۱)

م

یعنی ایک عینی بہن کو ترکہ کا آدھا ملتا ہے۔

اخت الاب وام	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

(۲) اگر حقیقی بہن دو یا دو یا سے زیادہ ہیں تو ان کو ثلثان ملے گا۔ مثال:

مسئلہ:۳

م

۴/اخت لاب واُم	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

دلیل: فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ.(۲)

(۳) اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ حقیقی بھائی ہو تو بہن عصبہ بالغیر ہوکر بقاعدۂ "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ" مال کی مستحق ہوگی، یعنی مذکر کو دوگنا اور مؤنث کو ایک گنا حصہ ملے گا۔ مثال:

---

(۱) النساء:۱۷۶ (۲) النساء:۱۷۶

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۳

اخت لاب وام	اخ الاب وام
عصبہ	
۱	۲

دلیل: وَإِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. یعنی اگر حقیقی بھائی بہن مل کر آئیں تو وہ عصبہ بالغیر ہوں گے یعنی مذکر کو دو گنا اور مؤنث کو ایک گنا مال ملے گا۔

(۴) اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ لڑکی پوتی (نیچے تک) میں سے کوئی ہو تو حقیقی بہنوں کو (لڑکی پوتی وغیرہ کا حصہ دینے کے بعد) باقی ماندہ ترکہ ملے گا اس حالت کو عصبہ مع الغیر کہتے ہیں۔ مثال:

مسئلہ:۲

اخت لاب وام	بنت
مع الغیر	نصف
۱	۱

مسئلہ:۳

۲/ بنت الابن	اخت لاب وام
ثلثان	مع الغیر
۲	۱

دلیل: اجعلوا أخوات مع البنات عصبة ۔ یعنی لڑکیوں وغیرہ کے ساتھ بہنیں عصبہ مع الغیر ہوتی ہیں۔

(۵) حقیقی بہنیں اور بھائی فروع مذکر (بیٹا پوتا تا سلسلہ اخیر) اور اصول مذکر باپ دادا (اوپر تک) کی موجودگی میں ساقط ہو جاتے ہیں۔ مثال:

مسئلہ:۱

ابن	اخت لاب وام
عصبہ	م
۱	

مسئلہ:۱

جد	اخت لاب وام	اخ لاب وام
عصبہ	م	م
۱		

www.besturdubooks.net

دلیل: لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ. (۱)

نوٹ: مصنفؒ نے حقیقی بہن کی پانچویں حالات کو علاتی بہن کی ساتویں حالت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

طریقۂ استدلال: فروعِ مذکر کی وجہ سے بہنیں ساقط ہوتی ہیں، کیوں کہ بہنوں کے وارث ہونے کے لیے آیت کریمہ میں "عدمِ ولد" لیس له ولد کی قید ہے، یہاں ولد سے بالاتفاق ابن مراد ہے، اگر چہ ولد میں لغوی اعتبار سے مذکر ومؤنث دونوں داخل ہیں؛ کیوں کہ اخ اور اُخت بنت کے ساتھ وارث ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیتِ کریمہ میں ولد سے صرف ابن مراد ہے؛ کیوں کہ اگر بنت بھی مراد ہوتی تو اَخ اور اُخت بنت کے ساتھ وارث نہیں ہوتے۔ اور اُصولِ مذکر کی وجہ سے بھی حقیقی بہن محروم ہوتی ہیں، اس لیے کہ بہن کے وارث ہونے کے لیے میت کا " کلا له" ہونا ضروری ہے، کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں "لم یدع ولدًا ولا والدًا" جس کے نہ باپ ہو اور نہ کوئی اولاد؛ لہٰذا باپ کی موجودگی میں بہنیں محروم ہوں گی۔ اور دادا باپ کے قائم مقام ہوتا ہے اس لیے دادا کی وجہ سے بھی محروم ہوں گی۔ (۲)

---

(۱) النساء:۱۷۶ (۲) المراد بالولد هٰهنا هوالذكر بدليل قوله تعالىٰ، وهو يرثها ان لم يكن لها ولد، أي ابن بالاتفاق، لأن الأخ يرث مع الابنة .... و أما سقوط الأخوات به فبقوله تعالى: ليس له ولد وله أخت فلها نصف ما ترك. وأما سقوطهم بابن الابن فلدخوله تحت الابن وقيامه مقامه عند عدمه، وأما سقوطهم بالأب، فلأنهم كلالة، وتوريث الكلالة مشروط بفقد الولد والوالد كما عرفت، وأما سقوطهم بالجد عند أبي حنفية. (الشريفية:۲۷، ۲۸)

www.besturdubooks.net

بحث ثانی: اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة حدیث کی تحقیق:

علامہ شامیؒ نے ”اجعلو الاخوات مع البنات عصبة“ کے متعلق فرمایا کہ صاحبِ سراجی نے اس کو حدیثِ نبوی کہا ہے، جب کہ ان الفاظ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے بل کہ یہ بخاری وغیرہ کی حدیث کا مفہوم ہے۔علامہ باجوری لکھتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے بل کہ یہ الفاظ علمائے فرائض کے ہیں۔(۱)

بحثِ ثالث: احوالِ خمسہ کی وجہِ حصر مع نقشہ:

حقیقی بہنوں کی پانچ حالتیں ہیں: میت نے اپنے اصول مذکر (باپ دادا اوپر تک) اور فروعِ مذکر (نیچے تک) میں سے کسی کو چھوڑا ہوگا یا نہیں، اگر چھوڑا ہے، تو حقیقی بہنیں ساقط ہوگی اور اگر نہیں چھوڑا ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں، حقیقی بھائی ہوگا یا نہیں، اگر ہے تو حقیقی بہنیں عصبہ بالغیر ہوں گی، اور اگر نہیں ہے، تو پھر دو حال سے خالی نہیں، اولاد مؤنث (بیٹی پوتی وغیرہ) میں سے کوئی ہوگی یا نہیں، اگر ہے تو حقیقی بہنیں عصبہ مع الغیر ہوں گی، اگر مذکورہ ورثاء میں سے کوئی نہیں ہے تو حقیقی بہنوں کو ایک ہونے کی صورت میں نصف اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں ثلثان ملے گا۔

---

(۱) قال الشامي جعله في السراجية وغيرها حديثا، قال في سكب الأنهر: ولم أقف على من خرجه لكن أصله ثابت بخبر ابن مسعود وهو ما رواه البخاري وغيره. (رد المحتار: ۱۰/۵۲۳، كتاب الفرائض) وهذا معنى قول الفرضيين (اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة) وهذا القول من كلام الفرضيين وليس بحديث كما نبه على ذالک العلامة الباجوري في حاشته على الشنشوري.

(المواريث للصابوني: ص ۷۴)

www.besturdubooks.net
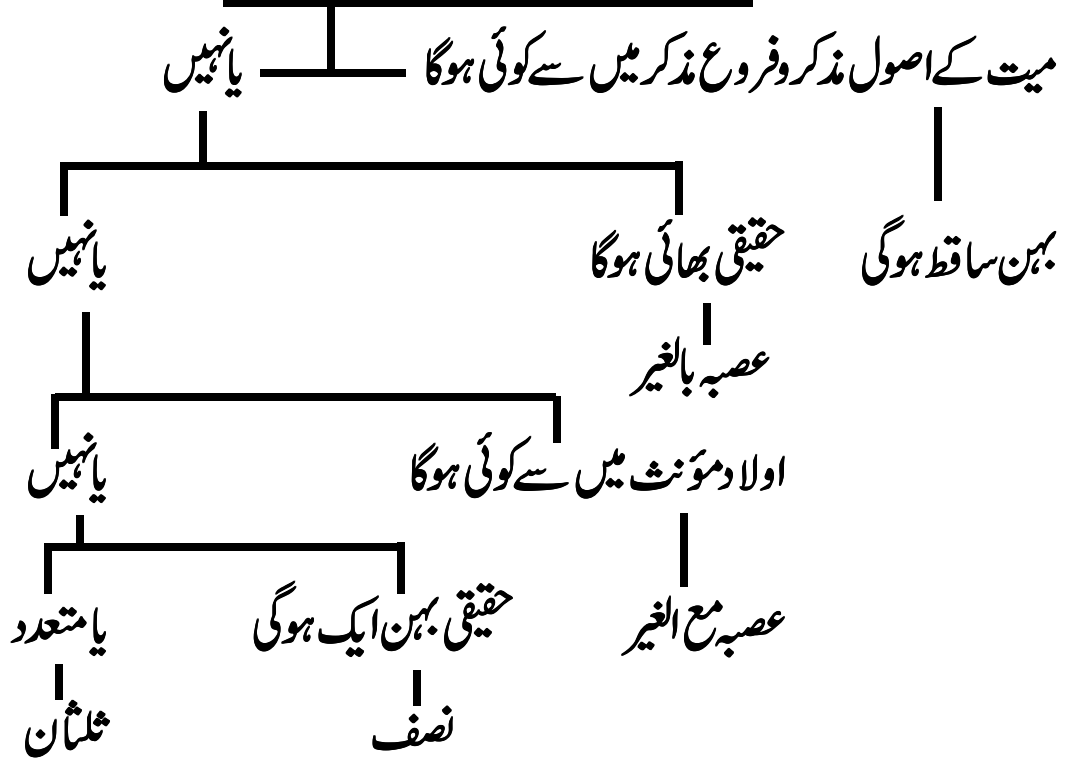
بحثِ رابع: دو اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: اختِ عینی کے ساتھ اخِ عینی اور بنت دونوں کی موجودگی کی صورت میں طریقۂ کار:

اگر اختِ عینی کے ساتھ اخِ عینی اور بنت دونوں موجود ہوں، تو سوال یہ ہے کہ اختِ عینی عصبہ بالغیر بنے گی یا مع الغیر؟ کیوں کہ اس صورت میں بنت کا تقاضا ہے کہ اختِ عینی عصبہ مع الغیر ہو، اور اخِ عینی کا تقاضا ہے کہ عصبہ بالغیر ہو؟

مذکورہ صورت میں حقیقی بہن اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بالغیر بنے گی، کیوں کہ دونوں قرابت الی المیت میں برابر ہیں، اس کی دلیل ارشادِ ربانی ہے: ”وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین“ آیت کریمہ میں حالت اختلاط کی

صورت میں بھائیوں کی طرح بہنوں کا بھی حصہ مقرر نہیں ہے، پس اسی عدم تقدیر سے معلوم ہوا کہ یہ حقیقی بہنیں اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بالغیر بنیں گی۔ مثلاً: (۱)

مسئلہ: ۲×۳=۶

م

اخت لاب وام	اخ لاب وام	بنت
عصبــــــــــــــــــــــــــــــــــہ		نصف
(۱×۳=۳)		۱×۳ / ۳
۱	۲	۳

مذکورہ صورت میں اخت عینی کی توریث وعدم توریث کے سلسلے میں اختلاف ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اول: بعض علما فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں بنت کو حصۂ نصف دینے کے بعد ماباقی مال اخ عینی لے لے گا، اور اخت عینی کو کچھ نہیں ملے گا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۲

م

بنت	اخ عینی	اخت عنی
نصف	عصبہ	م
۱	۱	

دلیل: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِي فَلِأَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ.(۲)

(۱) وإن كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين، فلم يقدر نصيب الاخوات فى حالة الاختلاط، كما لم يقدرنصيب الاخوة فدل ذالک على انهن قد صرن عصبات معهم. (الشريفية: ص ٢٦)

(۲) الصحيح للبخاري: ۲/۷ ۹ ۹، کتاب الفرائض، میراث الولد من أبيه وأمه: رقم ۶۷۳۲

www.besturdubooks.net

طریقۂ استدلال:

حدیث پاک میں اصحاب الفرائض سے بچے ہوئے ترکہ کا حقدار مرد کو بتایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اُخت عینی مرد نہیں ہے، اسی لیے اَخ عینی بنت سے بچے ہوئے ترکہ کو تنہا لے لےگا۔(۱)

مذہبِ ثانی: جمہور علماء کے نزدیک بنت کو حصہ دینے کے بعد ماباقی مال میں اَخ عینی کے ساتھ اخت عینی بھی شریک ہوگی اور بچا ہوا مال دونوں کے مابین للذکر مثل حظ الانثیین کی روشنی میں تقسیم ہوگا۔

دلیل: دلیل قیاس کی روشنی میں یہاں کل تین صورتیں ہیں:

صورتِ اولیٰ: وارثین میں بنت کے ساتھ بنت الابن، ابن الابن ہوں، تو بنت کو حصہ دینے کے بعد ما باقی مال بنت الابن اور ابن الابن کے مابین بالاجماع بقاعدہ 'للذکر مثل حظ الانثیین' تقسیم ہوتا ہے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۲×۳=۶

بنت	بنت الابن	ابن الابن
نصف	عصبہ	
۱×۳	(۱×۳=۳)	
۳	۱	۲

---

(۱) وقد خالف بعض العلماء فيما إذا خلف الميت ابنته وأخًا وأختًا لأب وأم، فقال الباقي بعد نصيب البنت للأخ دون الأخت، استدلالاً بقوله صلى الله عليه وسلم: فما أبقته أصحاب الفرائض فلأَولٰى رجلٍ ذكرٍ. (الشريفية: ص/۲٦)

www.besturdubooks.net

صورتِ ثانیہ: وارثین میں بنت کے ساتھ عم (چچا) اور عمۃ (پھوپھی) ہوں، تو بنت کو حصہ دینے کے بعد ما باقی پور مال بالاجماع صرف ''عم'' کو ملتا ہے، ''عمۃ'' کو ذی رحم ہونے کی وجہ سے کچھ بھی نہیں ملتا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۲

بنت	عم	عمہ
نصف	عصبہ	
۱	۱	م

صورتِ ثالثہ: وارثین میں بنت کے ساتھ اُخت عینی اور اَخ عینی ہوں تو بنت کو حصہ دینے کے بعد ما باقی مال کا کیا ہوگا؟ اگر صورتِ اولیٰ کے ساتھ لاحق کیا جائے تو اخت عینی اور اَخ عینی کے مابین ما باقی مال بنت الابن وابن الابن کی طرح بقاعدہ ''للذکر مثل حظ الانثیین'' تقسیم ہوگا، اور اگر صورتِ ثانیہ کے ساتھ لاحق کیا جائے تو ما باقی مال صرف عم کی طرح اَخ عینی کو ملے گا اور جیسے عمۃ کو کچھ نہیں ملا ایسے ہی اُخت عینی کو بھی کچھ نہیں ملے گا۔ دلیل قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ اخت عینی واخ عینی کو امر اول بنت الابن وابن الابن کے ساتھ لاحق کیا جائے، امر ثانی عم وعمہ کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے کیوں کہ جسے امر اول (بنت الابن وابن الاین) میں قاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین جاری ہوتا ہے۔ آیتِ کریمہ: ''**یوصیکم اللّٰہ في أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین** '' کی رُو سے؛ ایسے ہی اختِ عینی واخ عینی میں بھی جاری ہوتا ہے ''**وإن کانوا إخوۃ رجالاً ونساءً فللذکر مثل حظ الأنثیین** '' برخلاف عم وعمہ کہ ان کے مابین یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا۔(۱)

---

(۱) وردّ بأنھم اجمعوا في بنت وبنت ابن، وابن وابن علی أن الباقي بعد نصیبھا بین ولدي الابن للذکر مثل حظ الأنثیین، واجمعوا أیضا في بنت و عم و عمۃ علی أن الباقی للعم وحدہ، واختلفوا=

www.besturdubooks.net

مذہبِ اول کی دلیل کا جواب:

’’فما أبقته أ صحاب الفرائض فلأولى رجل ذكر‘‘ اس حدیث کی روشنی میں یہ استدلال کرنا کہ اصحاب الفرائض سے بچا ہوا مال مذکر لیتا ہے اور اخت (ع) مذکر نہیں ہے، اسی لیے بنت کو فرض دینے کے بعد ما باقی مال مذکر اَخِ عینی لے گا اور مؤنث اُخت عینی کو کچھ نہیں ملے گا، درست نہیں ہے؛ کیوں کہ عصبہ بالغیر میں اصل عصبہ مذکر ہی ہوتا ہے لیکن مذکر، مؤنث کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیتا ہے، اور اس مؤنث کی ذوالفرض والی حالت بدل کر عصوبت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے تا کہ مؤنث کا حصہ اپنے برابر والے مذکر وارث (بھائی) سے نہ بڑھے بل کہ اس کے برابر بھی نہ ہونے پائے کہ ’’للذکر مثل حظ الانثیین‘‘ کے خلاف ہو۔ پس معلوم ہوا کہ اخت (ع) براہِ راست عصبہ نہیں ہے کہ حدیث کے خلاف ہو۔(۱) فليتامل!

فائدۂ ثانیہ: عینی وعلاتی بہنوں کا بنات یا بنات الابن کے ساتھ عصبہ مع الغیر ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں اختلاف ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اول: جمہور علماء کے نزدیک عینی وعلاتی بہنیں بنات یا بنات الابن کے

= في الأ خ والأ خت مع البنت، فنقول إلحا قهما بابن الابن وبنت الابن، كان المال بينهما للذكر مثل حظ الأنثيين، كذالک أجمعوا على أنه إذا لم تكن مع الأخ و الأخت بنت، كان المال بينهما كذالک، بخلاف العم والعمة، فإنه إذا لم تكن معهما بنت، كان المال كله للعم وحده.

(الشريفية: ص ٢٦)

(۱) إن الغير في العصبة بغيره عصبة بنفسه فتتعدى بسببه العصوبة إلى الأنثى فالباء فيه للسببية. (العذب بالفائض: ١/١٢٦)

www.besturdubooks.net

ساتھ عصبہ مع الغیر ہوتی ہیں جیسا کہ صاحب سراجی رقمطراز ہیں: **ولهن الباقي مع البنات أو بنات الابن عصبة.**(۱)

مذہب ثانی: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عینی وعلاتی بہنیں بنات یا بنات الابن کی موجودگی میں عصبہ مع الغیر نہیں ہوتیں بل کہ ساقط ہوجائیں گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دلائل:

(الف) دلیل نقلی: **إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ.** (۲)

مفہوم آیت:

واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ ایک آدمی کا انتقال ہوا، اس نے ایک لڑکی اور ایک عینی بہن چھوڑی، ان کا حصہ کیا ہوگا۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا بنت کو نصف ملے گا اور اخت عینی کو کچھ نہیں ملے گا، بل کہ ماباقی مال عصبہ کو ملے گا، اس آدمی نے حضرت عمرؓ کا حوالہ دے کر کہا کہ انہوں نے تو آپ کے خلاف مسئلہ کی دوسری شکل بیان فرمائی، اور وہ یہ ہے کہ بنت کو نصف دینے کے بعد ماباقی (نصف) بطور عصبہ کے اُخت عینی کو ملے گا تو ابن عباسؓ نے غصے سے فرمایا "أنتم أعلم أم الله" اور مذکورہ آیتِ کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

---

(۱) ذهب اكثر الصحابةؓ الى تعصيب الأخوات مع البنات وهوقول جمهور العلماء.
(الشريفية: ص ٢٦)

(۲) النساء: ۱۷۶

www.besturdubooks.net

آیتِ کریمہ سے استدلال:

آیتِ کریمہ میں اخت عینی وعلاتی کے لیے ثبوت نصف کے لیے "لیس له ولد" کی شرط ذکر کی گئی ہے کہ مرنے والے شخص کی کوئی اولاد نہ ہوتو اخت کو نصف ملے گا، اور ولد میں مذکر ومؤنث دونوں داخل ہیں، اسی لیے بنت ولد کی موجودگی میں عینی بہن عصبہ نہیں ہوگی۔(۱)

(ب) دلیل عقلی: عینی اور علاتی بہنیں چوں کہ عصبہ بنفسہٖ نہیں ہیں، اسی لیے وہ غیر کے ساتھ عصبہ بنتی ہیں، جیسے اُختِ عینی اخ عینی کے ساتھ، اور اُختِ علاتی، اَخ علاتی کے ساتھ اور یہاں بہنوں کا اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بالغیر ہونا اس لیے صحیح ہوا کہ ان کے بھائی بھی عصبہ ہیں؛ پس معلوم ہوا کہ بہنیں اپنے غیر کے ساتھ اس وقت عصبہ ہوتی ہیں جب

---

(۱) عن أبي سلمة بن عبد الرحمٰن قال: جاء ابن عباس رضي الله عنه: مرةً رجل فقال: رجل توفی وترک بنته وأخته لأبيه وأمه، فقال ابن عباسؓ: لابنته النصف وليس لأخته شيء، ما بقي هو لعصبته، فقال له الرجل، إن عمر رضي الله عنه قد قضى بغير ذلک، قد جعل للأخت النصف وللبنت النصف، فقال ابن عباسؓ أنتم أعلم أم الله؟ قال معمر فلم أدر ما قوله أنتم أعلم أم الله حتى لقيت ابن طاؤس، فذكرت ذلک له، فقال ابن طاؤس: أخبرني أنه سمع ابن عباس رضي الله عنه يقول:قال الله تعالىٰ: "إن إمرءٌ هلک ليس له ولد وله أخت فلها نصف ما ترک" قال ابن عباس رضي الله عنه: فقلتم أنتم لها النصف وإن كان له ولد. (مصنف عبد الرزاق ۱۰/۲۵۴، كتاب الفرائض رقم الحديث ۱۹۰۲۳) ...... ما روى عن ابن عباسؓ "أنه لم يجعل للأخت مع البنت شيئا—فقيل له إن عمرؓ كان يقول: للأخت مابقى فغضب فقال: انتم أعلم أم الله ؟ يريد أن الله تعالى قال "إن امرؤ هلک ليس له ولد وله أخت فلها نصف ما ترک" فقد جعل الولد حاجبًا للأخت ولفظ الولد يتناول الذكر والأنثى. (العذب الفائض: ۱/۱۲۶)

www.besturdubooks.net

کہ وہ غیر بھی عصبہ ہو، اور یہاں (اجتماع اخت مع البنت) کی صورت میں بنت جو غیر ہے عصبہ نہیں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ اخواتِ عینیہ وعلّیہ بنت کی موجودگی میں عصبہ نہیں ہوں گی۔

نوٹ: مذکورہ بحث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ابن عباسؓ کے نزدیک عصبہ نسبی کی تین قسمیں نہیں بل کہ صرف دو ہی قسم عصبہ بنفسہٖ اور عصبہ بالغیر ہے۔(۱)

مذہبِ اول کے دلائل:

(الف) عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَأَقْضِيَنَّ فِيْهَا بِقَضَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْابْنَةِ النِّصْفُ وَ لِابْنَةِ الْاِبْنِ السُّدُسُ وَ مَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ. (۲)

مفہوم حدیث وطریقۂ استدلال:

ہزیل ابن شرحبیلؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک شخص کی ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک بہن ہیں، اس کا کیا حکم ہے، تو

---

(۱) وإنما تصير عصبة بغيرها إذا كان ذلك الغير عصبة، وليست للبنت عصوبة، فكيف تصير الأخت معها عصبة (الشريفية: ص٢٧) ...... وإنما تصير عصبة، يعني إن الأخت مما لم تكن عصبة بنفسها، فينبغي أن تكون عصبة بغير ها وهو أيضاً لا يصح، لأن الغير فى العصبة بالغير لابد أن يكون عصبة، والبنت ههنا ليست كذلك، لأنها صاحبة فرض ليست بعصبة، نعم ان الأخت تصير عصبة بالغير وهو الأخ، لا البنت، فلا يصح أن تكون عصبة بالبنت ...... فكان العصبة النسبية عند ابن عباسؓ ليست على ثلاثة اقسام بل على قسمين العصبة بالنفس، والعصبة بالغير.

(حاشيه شريفيه: رقم ١/ص٢٧)

(۲) الصحيح للبخاري: ٢/٩٩٨، كتاب الفرائض، ميراث أخوات مع البنات عصبة: الرقم: ٦٧٤٢

www.besturdubooks.net

ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا، کہ بنت کو نصف ملے گا، اور اخت کے لیے بطور عصبہ نصف ہے، اور کہا جا کر ابن مسعودؓ سے بھی پوچھ لو، وہ بھی میری مطابقت کریں گے، تو ابن مسعودؓ سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "**قد ضللت اذا و ما أنا من المهتدين**" یعنی اگر میں نے غلط بتایا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور میں ہدایت پر نہیں رہوں گا، میں اس مسئلہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، کہ بنت کے لیے نصف ہے اور پوتی کے لیے "تکملۃ للثلثین" کے طور پر سدس ہے، اور جو مابا قی مال ہوگا اخت عینی کے لیے ہوگا۔ اس حدیث کے اس ٹکڑے "**مابقي فللأخت**" سے صاف ظاہر ہے کہ اُخت عینی بنات اور بنات ابن کے ساتھ عصبہ مع الغیر بن رہی ہے، اور ماقبی مال (جو عصبہ کی صفت ہے) لے رہی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دلائل کا جواب:

دلیل نقلی کا جواب: آیتِ کریمہ: "**ان امرؤ هلك ليس له ولد وله أخت فلها نصف ماترك**" میں ولد سے مراد بالاتفاق صرف ابن ہے، بنت اس میں داخل نہیں ہے، کہ اخوات عینی وعلی بنت کی وجہ سے ساقط ہو جائیں۔ اس پر قرینہ "**وهو يرثها إن لم يكن لها ولد**" ہے یعنی اگر بہن کی اولاد نہ ہو، اور وہ مر جائے، اور اس کا بھائی حیات ہو، تو وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا۔

اب مورث بہن کے ترکہ کی وراثت میں بھائی کی دو حالتیں ہیں:

حالتِ اولیٰ: استغراقِ جمیع مال: اس کے لیے شرط ہے، کہ بہن کا نہ تو ابن ہو اور نہ ہی بنت۔

www.besturdubooks.net

حالتِ ثانیہ: استحقاقِ بعضِ مال: اس کے شرط ہے کہ صرف ابن نہ ہو، اگر بنت ہوگی تو بھی بھائی عصبہ ہوکر بنت سے بچا ہوا مال بطور عصبہ کے لے لے گا۔

پس صورتِ ثانیہ سے معلوم ہوا کہ توریث اخوۃ کے لیے "**إن لم يكن لها ولد**" کی نفی میں صرف ولد سے ابن کی نفی مراد ہے، بنت کی نہیں، کیوں کہ بنت کی موجودگی میں اخوۃ بالاتفاق وارث ہوتے ہیں، اگر ابن اور بنت دونوں مراد ہوتے تو بنت کی موجودگی میں اخوۃ ساقط ہوجاتا جب کہ ایسا نہیں ہے۔ ایسے ہی "**ليس له ولد وله أخت فلها نصف ماترك**" آیت کریمہ میں اخت کے توریث کی بھی دوصورتیں ہیں:

صورتِ اولیٰ: استحقاق نصف: اس کے لیے بنت اور ابن دونوں کا نہ ہونا ضروری ہے۔

صورتِ ثانیہ: استحقاق بر سبیل عصبہ مع الغیر: اس کے لیے صرف ابن کا نہ ہونا ضروری ہے۔

اگر بنت موجود ہوگی تو اخوات نصف کی مستحق نہیں ہوں گی، البتہ بطور عصبہ مع الغیر کے فرضیت سے بچے ہوئے مال کی مستحق ہوں گی، خواہ وہ بچا ہوا مال نصف ہو، یا ثلث ہو، یا سدس وغیرہ۔(۱)

---

(۱) ليس له و لد و له أخت من أبوين أو أب، فلها نصف ما ترك، وهو الأخ كذلك يرثها جميع ماتركت، إن لم يكن لها ولد، فإن كان لها ولد ذكر، فلا شيء له، أو أنثى، فله مافضل عن نصيبها. (جلالين: ص۹۳، النساء: ۱۷۶) --- قال تعالى: وهو يرثها ان لم يكن لها ولد، يعنى ان الاخ يستغرق ميراث الاخت اذا لم يكن للاخت ولد. (التفسير الكبير للرازي: ۲۷۵/۴) --- والجواب: ان المراد بالولد هٰهنا هو الذكر بدليل قوله تعالى وهو يرثها إن لم يكن لها ولد، اى ابن بالاتفاق لان الاخ يرث مع الابنة. (الشريفية: ص۲۷)

www.besturdubooks.net

دلیل عقلی کا جواب: عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَأَقْضِيَنَّ فِيهَا بِقَضَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلِابْنَةِ النِّصْفُ وَ لِابْنَةِ الِابْنِ السُّدُسُ وَ مَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ.(۱)

طریقۂ استدلال: لیس لہ ولد، میں ولد سے صرف ابن مراد ہے، بنت نہیں، مذکورہ حدیث سے ثابت ہے، جیسا کہ ابن مسعود نے فیصلۂ نبوی بیان کیا للابنۃ النصف – کہ بنت کو نصف ملے گا اور پوتی کو سدس ملے گا، اور اُخت عینی کو بطور عصبہ ماباقی مال ملے گا،، جو اس بات کی دلیل ہے کہ لیس لہ ولد کی نفی میں صرف ابن کی نفی مراد ہے بنت کی نہیں، اور حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بنت اگر چہ عصبہ بنفسہ نہیں ہے لیکن اس کی موجودگی میں اختِ عینی عصبہ بنی؛ لہٰذا ابن عباسؓ کی عقلی دلیل اس نص کی وجہ سے مردود ہوگی۔

---

(۱) الصحيح للبخاري: ۹۹۸/۲، كتاب الفرائض، ميراث أخوات مع البنات عصبة.

www.besturdubooks.net

علاتی بہنوں کے احوال

وَالْأَخَوَاتُ لِأَبٍ كَالْأَخَوَاتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَلَهُنَّ أَحْوَالٌ سَبْعٌ: النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلِاثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ الْأَخَوَاتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ، وَلَا يَرِثْنَ مَعَ الْأُخْتَيْنِ لِأَبٍ وَأُمٍّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعَهُنَّ أَخٌ لِأَبٍ فَيُعَصِّبُهُنَّ وَالْبَاقِي بَيْنَهُمْ لِلذكر مثل حظ الأ نثيين، وَالسَّادِسَةُ: أَنْ يَصِرْنَ عَصَبَةً مَعَ الْبَنَاتِ أَوْ بَنَاتِ الِابْنِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَبَنُو الْأَعْيَانِ وَالْعَلَّاتِ كُلُّهُمْ يَسْقُطُونَ بِالِابْنِ وَابْنِ الِابْنِ وَإِنْ سَفُلَ، وَبِالْأَبِ بِالِاتِّفَاقِ، وَبِالْجَدِّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَيَسْقُطُ بَنُو الْعَلَّاتِ أَيْضًا بِالْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ وَبِالْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ إِذَا صَارَتَ عَصَبَةً.

ترجمہ: اور علاتی بہنیں حقیقی بہنوں کی طرح ہیں، اور ان کی سات حالتیں ہیں: نصف ایک کے لیے، اور ثلثان 'دو' اور 'دو' سے زیادہ کے لیے، حقیقی بہنوں کی عدم موجودگی میں، اور ان کے لیے سدس ہے ایک حقیقی بہن کے ساتھ ثلثان کو پورا کرنے کے لیے اور علاتی بہنیں وارث نہیں ہوتی ہیں دو حقیقی بہنوں کے ساتھ؛ مگر یہ کہ ان کے ساتھ علاتی بھائی ہو تو وہ ان کو

www.besturdubooks.net

عصبہ بنالے گا، اور دیگر ورثہ سے بچاہوامال ان کے درمیان بقاعدۂ للذ کر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا، اور چھٹی حالت یہ ہے کہ وہ عصبہ مع الغیر ہوں گی لڑکیوں یا پوتیوں کے ساتھ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے حقیقی بہنوں کے احوال میں ذکر کی۔ اور حقیقی بھائی بہن اور علاتی بھائی بہن سب کے سب ساقط ہو جاتے ہیں لڑکے اور پوتے کی وجہ سے، اگرچہ رشتے میں نیچے کے ہوں، اور باپ کی وجہ سے بالاتفاق اور دادا کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور نیز علاتی بھائی بہن ساقط ہو جاتے ہیں حقیقی بھائی سے، اور حقیقی بہن سے بھی ساقط ہوتے ہیں جب کہ حقیقی بہن عصبہ مع الغیر ہو۔

توضیح وتشریح: یہاں پانچ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) اخواتِ علّیہ کی احوالِ سبعہ مع مثال ودلیل (۲) احوالِ سبعہ میں صرف چھٹی حالت کے لیے ''السادسۃ'' سے صراحت کرنے کی وجہ (۳) ایک تسامح عبارت (۴) دو اہم قاعدے کے جاری ہونے اور نہ ہونے کے محل کی وضاحت (۵) احوالِ سبعہ کی وجہ حصر مع نقشہ۔

بحث اول: اخواتِ علّیہ کی احوالِ سبعہ مع مثال ودلیل:

(۱) حقیقی بہن کی عدمِ موجودگی میں علاتی بہن ایک ہو، تو اسے نصف ملے گا۔ مثال:

مسئلہ:۲

اختُ الاب	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

دلیل: وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَکَ.(۱)

(۲) حقیقی بہن کی عدم موجودگی میں علاتی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں تو انہیں ثلثان ملے گا۔ مثال:

مسئلہ: ۳

۵/اخت الاب	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

دلیل: فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَکَ.(۲)

نوٹ: مذکورہ دونوں احوال میں پیش کردہ آیتِ کریمہ میں اخت سے اخت عینی وعلاتی دونوں مراد ہیں۔ (۳)

(۳) ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں علاتی بہن کو تکملۃً للثلثین کے طور پر سدس ملے گا، یعنی لڑکیوں اور پوتیوں کی طرح بہن کو بھی ثلثان سے زیادہ نہیں ملتا ہے تو جب ایک حقیقی بہن نے نصف لے لیا تو ثلثان مکمل ہونے کے لیے سدس بچا، یہ علاتی بہن کو مل جائے گا تا کہ ثلثان مکمل ہو جائے۔(۴) مثال:

---

(۱) النساء: ۱۷۶ (۲) النساء: ۱۷۶ (۳) قوله تعالیٰ (وله أخت) المراد منه الأخت من الأب والأم أومن الأب، لأن الأخت من الأم والأخ من الأم قد بين الله حكمه فى أول السورة بالاجماع. وقوله تعالیٰ: فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترک. وهٰذه الآية دالة على أن الأخت المذكورة ليست هى الأخت من الأم فقط. (التفسير الكبير للرازي: ۲۷۵/۴)

(۴) دلیل: "لايزاد حق البنات على الثلثين" فإن حق الأخوات الثلثان وقد أخذت الأخت لأب وأم النصف فبقي منه السدس فيعطٰى للأخوات لأب حتى يكمل حق الأخوات. (الشريفية: ص۲۷)

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۶

اخت لاب واُم	اخت الاب	ام	عم
نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳	۱	۱	۱

(۴) دو یا زیادہ حقیقی بہنوں کی موجودگی میں علاتی بہن ساقط ہوجائیں گی اس لیے کہ بہنوں کا حصہ ثلثان ہے، جو حقیقی بہنوں پر پورا ہوگیا اور علاتی بہن کے لیے کچھ نہیں بچا۔(۱)

مثال: مسئلہ:۳

۵/اخت لاب وام	اخت لاب	عم
ثلثان	م	عصبہ
۲		۱

(۵) علاتی بہنوں کے ساتھ اگر علاتی بھائی ہو، تو علاتی بہنیں بھائیوں کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوں گی، اور ذوی الفروض کے موجودگی میں مابقیہ ترکہ اور عدم موجودگی میں سارا ترکہ ان کو ملے گا، اور وہ آپس میں بقاعدۂ للذکر مثل حظ الانثیین (مذکر کو دوگنا مؤنث کو ایک گنا) تقسیم ہوگا۔ مثال:

(۱) دلیل: ”لایزاد حق البنات علی الثلثین“ لأنه قد کمل لهما حق الأخوات أعني الثلثين فلم يبق للأخوات لأب. (الشريفية: ص۲۷)

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۶×۳=۱۸

اخت لاب	اخ لاب	ام
عصبہ		سدس
۵	(۵×۳=۱۵) ۱۰	۱×۳=۳

دلیل: وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالاً وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.(۱)

یعنی مرد (ابن، ابن الابن، اَخ عینی، اَخ علاتی) اور عورت (بنت، بنت الابن، اُخت عینی، اُخت علاتی) میں سے اگر کوئی مذکر اپنی ہی جنس کے مؤنث کے ساتھ جمع ہو جائے تو مذکر کو دوگنا اور مؤنث کو ایک گنا ترکہ ملتا ہے۔(۲)

(۶) علاتی بہنوں کے ساتھ اگر اولاد (بیٹی، پوتی نیچے تک) میں سے کوئی ہو تو علاتی بہنیں ''عصبہ مع الغیر'' ہوں گی۔مثال: مسئلہ:۶

اخت لاب	بنت الابن	ام
مع الغیر	نصف	سدس
۲	۳	۱

دلیل: اجْعَلُوا الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً.

(۱) النساء:۱۷۶ (۲) لأن ميراث الإخوة والأخوات لأب و أم أجرى مجرى ميراث الأولاد الصلبية و ميراث الإخوة والأخوات لأب أجرى مجرى أولاد الابن ذكورهم كذكورهم و إناثهم كإناثهم. (الشريفية: ص۲۷)

www.besturdubooks.net

(۷) علاتی بھائی بہن فروع مذکر (بیٹا، پوتا تا سلسلۂ اخیر) اور اصولِ مذکر میں سے باپ کی وجہ سے بالاتفاق ساقط ہوجاتے ہیں، اور دادا (اوپر تک) کی وجہ سے بھی ساقط ہوجاتے ہیں، یہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے؛ نیز علاتی بھائی بہن حقیقی بھائی کی وجہ سے ساقط ہوجاتے ہیں، اور حقیقی بہن کی وجہ سے بھی ساقط ہوجاتے ہیں جب کہ حقیقی بہن عصبہ مع الغیر ہو۔ مثالیں:

مسئلہ:۱
م

اُختِ لأب	ابن الابن
م	عصبہ
	۱

مسئلہ:۱
م

اختِ لاب	اَب
م	عصبہ
	۱

مسئلہ:۱
م

اُختِ لاب	جد
م	عصبہ
	۱

مسئلہ:۱
م

اختِ لاب	اخ عینی
م	عصبہ
	۱

مسئلہ:۲
م

اُختِ لاب	بنت الابن	اختِ لاب وام
م	نصف	مع الغیر
	۱	۱

www.besturdubooks.net

دلیل: علاتی بہنوں کا فروع مذکر واصولِ مذکر کی موجودگی میں ساقط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے وارث ہونے کے لیے مورث کا کلالہ ہونا ضروری ہے، یعنی میت نے نہ تو اولاد چھوڑی ہو، اور نہ ہی باپ دادا چھوڑا ہو۔(۱)

علاتی کے حقیقی سے ساقط ہونے کی وجہ:

علاتی بہن اور حقیقی بہن کے احوال ملتے جلتے ہیں، البتہ علاتی بہنیں حقیقی بھائی اور حقیقی بہن (جب کہ عصبہ مع الغیر ہو) کی وجہ سے ساقط ہوتی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ باب میراث میں حقیقی بھائی بہن صلبی اولاد کے مانند ہوتے ہیں، اور علاتی بھائی بہن پوتے پوتی کے مانند ہیں تو جس طرح لڑکے کی وجہ سے پوتا ساقط ہوجاتا ہے، اسی طرح حقیقی کی وجہ سے علاتی ساقط ہوجاتے ہیں۔

نیز حقیقی بہن جب اولادِ مؤنث (بیٹی، پوتی) کے ساتھ عصبہ مع الغیر ہوتی ہے، تو وہ قوت میں حقیقی بھائی کی طرح ہوجاتی ہے، اس لیے اس صورت میں حقیقی بہن کی وجہ سے علاتی بہن ساقط ہوجاتی ہے۔(۲)

---

(۱) و أما سقوط الأخوات به فبقوله تعالى ليس له ولد وله أخت فلها نصف ما ترک، و أما سقوطهم بالأب فلأنهم كلالة، و توريث الكلالة مشروط بفقد الولد والوالد. (الشريفية: ص۲۸)

(۲) إن ميراث الإخوة والأخوات لأب وأم جار مجرى ميراث الأولاد الصلبية، وإن ميراث الإخوة و الأخوات لأب كميراث أولاد الابن، ذكورهم كذكورهم، وإناثهم كإناثهم، فكما يحجب أولاد الابن بالابن، كذلک يحجب أولاد العلات بالأخ لأب و أم. (الشريفية: ص۲۸)

www.besturdubooks.net

بحثِ ثانی: احوالِ سبعہ میں صرف چھٹی حالت کے لیے ''السادسۃ'' سے صراحت کرنے کی وجہ:

مصنفؒ نے چھٹی حالت کو بیان کرنے کے لیے ''**السادسة**'' کہا؛ حالاں کہ اس سے پہلی حالتوں میں یہ تعیین نہیں کی، اور نہ ہی اس کے بعد ساتویں حالت کو ''**السابعة**'' کہہ کر بیان فرمایا، آخر اس کی کیا خصوصیت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل پانچویں حالت مستقل ہے؛ مگر مصنفؒ نے جب اس کو بیان کیا تو غیر مستقل طریقہ پر تعبیر کیا یعنی حرف استثناء ''الا'' کے ذریعہ اس کو بیان کیا، اور چوں کہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کا تتمہ ہوتا ہے؛ جس سے بظاہر یہ وہم ہوسکتا تھا کہ یہ (پانچویں حالت) چوتھی حالت کا تتمہ ہے، اور چھٹی حالت کو پانچویں شمار کر لیتے، اس پر تنبیہ کرنے کی لیے ''السادسۃ'' کہہ دیا۔(۱)

سوال: پوتیوں کے حالات میں بھی پانچویں حالت کو غیر مستقل طریقہ پر یعنی اِلا حرف استثناء سے بیان کیا گیا ہے ''**إلا أن يكون بحذائهن**'' وہاں پر اس وہم کو کیوں نہیں دور کیا؛ حالاں کہ اسی جگہ پر تنبیہ کر دینی چاہئے تھی تا کہ اس پر قیاس کرتے ہوئے یہاں وہم نہ ہوتا؟

جواب: پوتیوں کے حالات اور علاتی بہنوں کے حالات بیان کرنے میں فرق ہے، چوں کہ پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں، اگر وہاں پانچویں حالت کو چوتھی حالت کا تتمہ مان

---

(۱) وإنما صرح بلفظ السادسة دون غيرها، كيلا يتوهم أن قوله أن يكون معهن أخ لأب من تتمة الرابعة، لكونه استثناء منها فلايكون حالة خامسة. (الشريفية: ص ۲۸)

www.besturdubooks.net

پس تو چھٹی حالت کو پانچویں حالت ماننا پڑتا اور آگے بیان ختم ہو رہا ہے؛ لہٰذا لامحالہ آخری کو چھٹی حالت ماننا پڑے گا، اور جو غیر مستقل صورتِ استثناء میں ہے وہ یقیناً پانچویں حالت ہے، اس لیے وہاں وہم نہ ہونے کی وجہ سے ''الخامسة'' نہیں کہا، برخلاف اس جگہ کے۔ اگر یہاں ''السادسة'' نہ کہا جاتا تو آگے سقوط کا بیان ہے ''**و بنو الأعيان والعلات كلهم يسقطون**'' اصلِ مذکر اور فرعِ مذکر کی موجودگی میں محروم ہونا' ہوسکتا تھا، کہ ان دونوں کو چھٹی اور ساتویں حالت شمار کر لیتے اس وجہ سے ''**السادسة**'' کہا گیا۔(۱)

بحث ثالث: ایک تسامح عبارت:''**و يسقط بنو العلات أيضا بالأخ لأب وأم**'' مصنفؒ نے اس عبارت میں لفظ ''**أيضا: بالأخ لأب و أم**'' سے پہلے ذکر کیا جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سقوط میں بنوالاعیان (عینی بھائی بہن) بھی داخل ہیں، اس لیے کہ عبارت کا ترجمہ یہ ہوگا ''اور محروم ہوجاتے ہیں بنوالعلات بھی حقیقی بھائی کے ساتھ'' اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ جس طرح بنوالعلات محروم ہوتے ہیں، اسی طرح بنو الاعیان بھی محروم ہوجائیں گے، حالاں کہ اس عبارت میں بنوالاعیان بنوالعلات کے لیے حاجب ہیں، اسی لیے اس وہم کو دور کرنے کے لیے لفظِ ''**أيضا**'' کو بالاخ لاب وام

---

(۱) لكن مثل ذلك قد مر في أحوال بنات الابن، فاكتفى هناك بشهادة المعنى فقط، فالمعنى هناك شاهد بأن قوله إلا أن يكون بحذائهن حال خامس، فلم يصرح بلفظ الخامسة، وبيان شهادته أنه لو جعل الإستثناء هناك من تتمة الحالة الرابعة، فيجعل مابعده حالة خامسة، وليس بعده أمر يجعل حالا سادسًا، و لبنات الابن أحوال ستة، فيعلم قطعا أن الاستثناء حال خامس، بخلاف الإستثناء ههنا لأنه يمكن أن يتوهم أن سقوط بني العلات بالابن وابن الابن حال سادس، و سقوطهم بالأب بالإتفاق، و بالجد عند الإمام حال. فافهم! (الشريفية مع الحاشية: ص۲۸)

www.besturdubooks.net

کے بعد لانا صحیح ہوگا، اور عبارت اس طرح ہوگی: "و یسقط بنو العلات بالأخ لأب وأم أیضا" اس پر کوئی وہم نہیں ہوگا۔(۱)

بحثِ رابع: دو اہم قاعدہ کے جاری ہونے اور نہ ہونے کے محل کی وضاحت:

قاعدہ: "لایزاد حق البنات علی الثلثین" کے جاری ہونے کے دو محل ہیں۔

(الف) ایک صلبی بیٹی کی موجودگی میں پوتیوں کو "تکملة للثلثین" سدس ملے گا، خواہ وہ ایک ہوں یا متعدد اسی کو مصنف نے "ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تکملة للثلثين" عبارت میں بیان فرمایا ہے۔ مثال:

مسئلہ: ۶

بنت	۳/بنت الابن	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

(ب) ایک عینی بہن کی موجودگی میں علاتی بہن کو "تکملة للثلثین" سدس ملے گا، خواہ علاتی بہن، ایک ہو یا متعدد، اسی کو مصنف نے "ولهن السدس مع الأخت لأب وأم تکملة للثلثين"۔ عبارت میں بیان فرمایا ہے۔ مثال:

مسئلہ: ۶

اخت(ع)	اخت(عل)	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

(۱) وفي عبارة المصنف مسامحة حيث قال: ويسقط بنو العلات أيضا بالأخ لأب وأم فإنه يفهم منها، أن بني الأعيان والعلات كلهم شركاء في سقوطهم بالأخ لأب والأم مع أنه ليس كذالک فالمناسب أن يقال ويسقط بنو العلات بالأخ لأب وأم أيضاً. فافهم!

(حاشية شريفية: رقم ۶/ص ۲۸)

www.besturdubooks.net

قاعدہ: "لایزاد الخ" کے جاری نہ ہونے کے بھی دو محل ہیں:

(الف) دو یا دو سے زائد صلبی بیٹیوں کی موجودگی میں پوتیاں ساقط ہوتی ہیں اسی کو مصنفؒ نے **"ولا یرثن مع الصلبیتین"** عبارت میں بیان فرمایا ہے۔ مثال:

مسئلہ: ۳

۵/بنات	بنت الابن	عم
ثلثان	م	عصبہ
۲		۱

(ب) دو یا دو سے زائد عینی بہن کی موجودگی میں علاتی بہنیں ساقط ہوتی ہیں اسی کو مصنفؒ نے **"ولا یرثن مع الأختین لأب وأم"** عبارت میں بیان فرمایا ہے۔

مثال:

مسئلہ: ۳

۵/اُخت (ع)	۳/اُخت (عل)	عم
ثلثان	م	عصبہ
۲		۱

www.besturdubooks.net

قاعدہ: "**إجعلوا لأخوات مع البنات عصبة**" کے جاری ہونے کے دو محل ہیں:

(الف) ایک صلبی بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں اخوات عینیہ وعلیہ خواہ ایک ہوں یا متعدد عصبہ مع الغیر ہوتی ہیں۔ مثال: مسئلہ:۲

بنت	۵/اخوات
نصف	مع الغیر
۱	۱

(ب) دو یا دو سے زائد بنات یا بنات الابن کی موجودگی میں اخوات عینیہ وعلیہ عصبہ مع الغیر ہوتی ہیں۔ مثال: مسئلہ:۳

۵/بنات لابن	اخوات ع/عل
ثلثان	مع الغیر
۲	۱

قاعدہ کے ان دونوں جاری ہونے کے محل کو مصنفؒ نے "**ولهن الباقي مع البنات أوبنات الابن**" اور "**أن يصرن عصبة مع البنات أوبنات الابن**" میں بیان کیا ہے، بنات، بنات الابن میں واحد، جمع دونوں کا حکم یکساں ہیں۔

تنبیہ ھام: اِن دو قاعدوں کے جاری ہونے اور نہ ہونے کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا جائے کیوں کہ مبتدی طلبہ کو ان دو قاعدوں کو عمل میں لانے کی صورت میں بہت مشابہت لگتی ہے۔

www.besturdubooks.net

بحثِ خامس: احوالِ سبعہ کی وجہ حصر مع نقشہ:

علاتی بہنوں کی سات حالتیں ہیں، میت نے اپنے اصول مذکر، اور فروعِ مذکر اور حقیقی بھائی اور عصبہ مع الغیر ہونے والی حقیقی بہن میں سے کسی کو چھوڑا ہوگا یا نہیں؟

اگر چھوڑا ہے تو علاتی بہنیں ساقط ہوں گی، اگر ان میں سے کوئی نہیں ہے تو دیکھا جائے گا کہ علاتی بھائی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو علاتی بہنیں عصبہ بالغیر ہوں گی، اور اگر علاتی بھائی بھی نہیں ہے، تو دیکھا جائے گا کہ حقیقی بہن ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو دو حال سے خالی نہیں، حقیقی بہن ایک ہوگی یا زیادہ، اگر ایک ہے تو علاتی بہنیں سدس پائیں گی ''تکملۃ للثلثین'' کے طور پر، اور اگر ایک سے زیادہ ہیں تو علاتی بہنیں ساقط ہوں گی، اور اگر حقیقی بہنیں نہیں ہیں تو دیکھا جائے گا کہ میت نے اپنی فروعِ مؤنث میں سے کسی کو چھوڑا ہے یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے تو علاتی بہن عصبہ مع الغیر ہوگی، اور اگر مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہیں تو علاتی بہن ایک ہونے کی صورت میں نصف اور ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں ثلثان پائیں گی۔

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

ماں کے احوال

وَأَمَّـا لِلْأُمِّ فَـأَحْوَالٌ ثَلٰثٌ: السُّدُسُ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْإِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ، أَوْ مَـعَ الْإِثْـنَيْنِ مِنَ الْإِخْوَةِ وَالْأَخْوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَا. وَ ثُلُـثُ الْـكُـلِّ عِنْدَ عَدَمِ هٰؤُلَاءِ الْمَذْكُوْرِيْنِ، وَثُلُثُ مَا بَقِيَ بَعْدَ فَرْضِ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ، وَذَالِكَ فِيْ مَسْئَلَتَيْنِ، وَزَوْجٌ وَأَبَوَيْنِ وَ زَوْجَةٌ وَ أَبَوَيْنِ، وَلَـوْ كَـانَ مَـكَـانَ الْأَبِ جَـدٌّ فَـلِلْأُمِّ ثُـلُـثُ جَمِيْعِ الْمَالِ إِلَّا عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَإِنَّ لَهَا ثُلُثُ الْبَاقِيْ۔

ترجمہ: اور رہی ماں تو اس کی تین حالتیں ہیں۔ سدس ہے اولاد کے ساتھ یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ، خواہ رشتے میں نیچے کے ہوں، یا دو یا دو سے زیادہ بھائی اور بہنوں کے ساتھ خواہ دونوں کسی جہت کے ہوں اور پورے مال کی تہائی ہے، ان مذکورہ ورثاء کے نہ ہونے کی صورت میں، اور میاں بیوی میں سے ایک کا حصہ دینے کے بعد بچے ہوئے مال کا ثلث ہے اور یہ دو مسئلوں میں ہے، شوہر اور ماں باپ، بیوی اور ماں باپ، اور اگر باپ کی جگہ (ان دونوں مسئلوں میں) دادا ہو تو ماں کے لیے پورے مال کا ثلث ہے؛ مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پس بیشک ماں کے لیے ثلثِ باقی ہے۔

www.besturdubooks.net

توضیح وتشریح: یہاں چار بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) ام کی احوال ثلاثہ مع مثال ودلیل (۲) زوج وابوین، زوجۃ وابوین میں اگر اب کی جگہ جد ہوتو حصۂ ام کے سلسلے میں مذاہبِ ائمہ مع دلائل (۳) احوال ثلاثہ کی وجہ حصر مع نقشہ (۴) ام سے متعلق چھ اہم فائدے

بحثِ اول: اُم کی احوال ثلاثہ مع مثال ودلیل:

۱- اگر ماں کے ساتھ میت کی فروع (بیٹا بیٹی، پوتا پوتی نیچے تک) میں سے کوئی ہو، یا میت کے تینوں قسموں (حقیقی، علاتی، اخیافی) بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ ہوں تو ماں کو سدس ملے گا۔ مثال:

مسئلہ: ٦

ام	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

مسئلہ: ٦

اُم	بنت الابن	عم
سدس	نصف	عصبہ
۱	۳	۲

مسئلہ: ٦

ام	۵/اخت لاب واُم	عم
سدس	ثلثان	عصبہ
۱	۴	۱

مسئلہ: ٦

ام	۵/اخ لاب واُم
سدس	عصبہ
۱	۵

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۶

م

ام	۲/اخت لام	عم
سدس	ثلث	عصبہ
۱	۲	۳

دلیل: اولاد کی موجودگی میں سدس ملنے کی دلیل: **وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ** (۱). یعنی والدین (ماں باپ) میں سے ہر ایک کے لیے سدس (چھٹا حصہ) ہے اگر میت کی اولاد موجود ہو۔

اِخوۃ واَخوات کی موجودگی میں سدس ملنے کی دلیل: **فان كان له اخوة فلأمه السدس.** (۲)

آیتِ کریمہ میں اخوۃ عام ہے، حقیقی، اخیافی، علاتی ہر طرح کے بھائی بہنوں کو شامل ہے خواہ وہ وارث ہو رہے ہوں یا ساقط، اکثر صحابہؓ اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے، نیز اِخوہ صیغۂ جمع ہے جو اقل جمع دو اور دو سے زیادہ سب کو شامل ہے۔ (۳)

(۲) اگر میت کی اولاد یا بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ نہ ہوں، تو ماں کو ثلث کل (پورے ترکہ کا تہائی) ملے گا۔ مثال:

(۱) النساء:۱۱ (۲) النساء:۱۱ (۳) ولفظ الاخوة يتناول الكل للإشتراك في الإخوة، وإلى هذا ذهب أكثر الصحابة وجمهور الفقهاء ...... و أيضا الجمع المطلق مشترک بين الإثنين وما فوقهما، وهذا المقام يناسب الدلالة علَى الجمع المطلق فدل لفظ الإخوة عليه. (الشريفية: ص ۲۹)

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۳

اُم	اب
ثلث کل	عصبہ
۱	۲

دلیل: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ، فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ (۱). آیتِ کریمہ میں عدم اولاد کی صورت میں اُم کے لیے ثلث کی صراحت ہے، نیز اِخوۃ کی موجودگی میں سدس کی صراحت ہے۔

نوٹ: اُم تین شرطوں کے ساتھ ثلث کل کی مستحق ہوتی ہے:

(الف) عدم اولاد (ب) عدم اِخوۃ واخوات (ج) عدم احد الزوجین مع الاب۔(۲)

(۳) اگر میت نے اپنی ماں کے ساتھ اپنے باپ اور میاں بیوی میں سے کسی ایک کو چھوڑا ہے تو ماں کو شوہر یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد بچے ہوئے ترکہ کا تہائی ملے گا، اسی کو ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثال:

مسئلہ:۶ (ماباقی ۳)

زوج	ام	اب
نصف	ثلث الباقی	عصبہ
۳	۱	۲

مسئلہ:۱۲ (ماباقی ۹)

زوجہ	ام	اب
ربع	ثلث الباقی	عصبہ
۳	۳	۶

---

(۱) النساء:۱۱ (۲) الأم ترث الثلث بثلاثة شروط: الأول عدم وجود الفرع الوارث للميت ذكرا كان أو انثىٰ، الثاني: عدم وجود الإثنين فأكثر من الإخوة والأخوات للميت مطقًا، الثالث: أن لايكون في المسئلة إحدى الغراويين أو العمريتين وهما أب و أم و أحد الزوجين. (الجداول الإلكترونية: ص۵۵)

www.besturdubooks.net

دلیل: **فإن لم یکن له ولد و ورثه أبواه فلأمه الثلث.** (۱)

طریقۂ استدلال: والدین جس مال کے وارث ہوتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) کل ترکہ (۲) بعض ترکہ اگر والدین پورے ترکہ کے وارث ہوں گے تو پورے ترکہ کی تہائی ماں کو ملے گی۔ مثلاً:

مسئلہ:۳

اَب	اَم
عصبہ	ثلث الکل
۲	۱

اور اگر والدین بعضِ ترکہ کے وارث ہوں گے تو ماں کو بعضِ ترکہ کی تہائی ملے گی۔ مثلاً:

مسئلہ:۶ (ماباقی ۳)

زوج	ام	اب
نصف	ثلث الباقی	عصبہ
۳	۱	۲

چناں چہ اولاد اور میاں بیوی کی عدم موجوگی میں والدین پورے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں، اس لیے ماں کو پورے ترکہ کی تہائی ملتی ہے؛ مگر میاں بیوی میں سے ایک موجود ہو تو والدین پورے ترکہ کے وارث نہیں ہوتے؛ بل کہ بیوی یا شوہر کا حصہ نکالنے کے بعد جو مال بچا ہے اس کے وارث ہوتے ہیں، اس لیے والدین کے ساتھ میاں بیوی میں سے کوئی ایک ہوگا تو ماں کو شوہر یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد جو مال بچا ہے، اس کی تہائی ملے گی۔

(۱) النساء:۱۱

www.besturdubooks.net

بحثِ ثانی: زوج وابوین، زوجہ وابوین میں اگر اب کی جگہ جد ہوتو حصۂ ام کے سلسلے میں مذاہبِ ائمہ مع دلائل:

ثلثِ باقی کی مصنفؒ نے جو دوصورتیں (زوج و ابوین، زوجہ وابوین) بیان فرمائی ہے، میں اگر باپ کی جگہ دادا ہوتو اس میں ماں کوثلثِ کل ملے گا، یا ثلثِ باقی۔ اس سلسلے میں دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اول: حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی ماں کو ثلثِ باقی ہی ملے گا۔

حضرت امام یوسفؒ کی دلیل: اصل ہونے میں دادا باپ کی طرح ہے، تو جیسے باپ ماں کوعصبہ بنا کراس کا دوگنا لیتا ہے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۱۲

زوجہ	اب	ام
ربع	عصبہ	ثلث الباقی
۳	۶	۳

ایسے ہی دادا بھی ماں کوعصبہ بنا کر اس کا دوگنا لے گا۔ مثلاً: (۱)

مسئلہ: ۱۲

زوجہ	جد	ام
ربع	عصبہ	ثلث الباقی
۳	۶	۳

(۱) إلاَّ عند أبي يوسف رحمة الله عليه فإن لها مع الجد أيضا ثلث الباقي، كما مع الأب وهو الرواية الأخرى عن أبي بكر رضي اللّٰه عنه، فعلى هذا الرواية جعل الجد كالأب، فيعصب الأم كما يعصبها الأب. (الشريفية : ص ۳۲)

www.besturdubooks.net

مذہبِ ثانی: حضراتِ طرفینؒ کے نزدیک اس صورت میں ماں کو ثلثِ کل ملے گا۔

حضراتِ طرفین کی دلیل:

ماں اور باپ قربِ درجہ میں برابر ہیں، اس لیے ہم نے باپ کے حق میں آیت کریمہ "**فلأمه الثلث**" کے ظاہر (ثلث کل) کو ترک کردیا، ورنہ تفضیل الانثی علی الذکر (مؤنث کو مذکر پر فضیلت کا حاصل ہونا) لازم آتا۔ جیسے:

مسئلہ ۶:
م

زوج	اب	ام
نصف	عصبہ	ثلث کل
۳	۱	۲

وضاحت: غور کیجیے اس مثال میں اب کو ایک گنا اور اُم کو مذکر سے دوگنا مل رہا ہے جو للذ کر مثل حظ الانثیین کے خلاف ہے، اس خرابی سے اسی وقت بچا جا سکتا ہے جب کہ اُم کو ثلث باقی دیا جائے۔ جیسے:

مسئلہ:۶
م

زوج	اب	ام
نصف	عصبہ	ثلث باقی
۳	۲	۱

وضاحت: غور کیجیے مذکورہ مثال میں باپ کو دوگنا اور ماں کو ایک گنا ملا، جو للذکر مثل حظ الانثیین کی موافق ہو گیا برخلاف دادا اور ماں، کہ دونوں قرب درجہ میں متساوی نہیں ہیں، اسی لیے ہم نے آیت کریمہ "فلأمه الثلث" کے ظاہر ثلث کل پر عمل کرتے ہوئے

www.besturdubooks.net

ماں کو دادا کی موجودگی میں ثلث کل دیا، اور قرب درجہ میں تفاوت کے ساتھ تفضیل الانثی علی الذکر والی خرابی لازم نہیں آتی ہے، جیسے ایک شخص نے بیوی، ایک عینی بہن اور ایک علاتی بھائی کو چھوڑا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۴
م

زوجہ	اخت (ع)	اخ (عل
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

تو اس صورت میں بیوی کو (۱) حصہ، اور علاتی بھائی کو (۱) اور عینی بہن کو (۲) حصہ ملا جو علاتی بھائی (مذکر) سے دوگنا ہے، کیوں کہ یہاں مؤنث کو مذکر کے مقابلے میں زیادتیٔ قرب حاصل ہے۔ ایسے ہی ماں مؤنث کو مذکر دادا کے مقابلے میں زیادتیٔ قرب حاصل ہے، اس لیے اگر ماں کو دادا کی موجودگی میں ثلث کل دینے کی صورت میں، ماں کو دادا پر فضیلت حاصل ہوتی ہے، تو یہ للذکر مثل حظ الانثیین کے خلاف نہیں ہوگا، کہ تفضیل الانثی علی الذکر کی خرابی لازم آئے۔ نیز ماں کو باپ کی طرح حقیقت ولادت کا وصف حاصل ہے۔ پس سبب میں اتحاد کی وجہ سے باپ ماں کو عصبہ بنائے گا، اس لیے ماں کو باپ کی موجودگی میں تو ثلثِ باقی دیا جائے گا تاکہ تفضیل الانثی علی الذکر والی خرابی لازم نہ آئے؛ برخلاف دادا، کہ اس کو حکم ولادت کا وصف حاصل ہے، حقیقت ولادت کا نہیں۔ پس دادا ماں کو عصبہ نہیں بنائے گا، کیوں کہ سبب میں اختلاف کے ساتھ کوئی مذکر مؤنث کو عصبہ نہیں بناتا؛ اسی لیے ہم نے دادا کی موجودگی میں ماں کو ثلثِ کل دیا، کیوں کہ یہاں تفضیل الانثی

www.besturdubooks.net

علی الذکر والی خرابی لازم نہیں آتی ہے۔(۱)

بحثِ ثالث: احوالِ ثلثہ کی وجہ حصر مع نقشہ:

ماں کی تین حالتیں ہیں: میت نے اپنی ماں کے ساتھ فروع (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) میں سے کسی کو یا تینوں قسموں کے بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ کو چھوڑا ہوگا یا نہیں؟ اگر چھوڑا ہے تو ماں کو ''سدس'' ملے گا، اور اگر نہیں چھوڑا تو زوجین میں سے کوئی میت کے ماں باپ کے ساتھ ہوگا یا نہیں، اگر ہے تو ماں کو ثلث باقی ملے گا، اور اگر مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہیں ہے تو ماں کو ''ثلثِ کل'' ملے گا۔

---
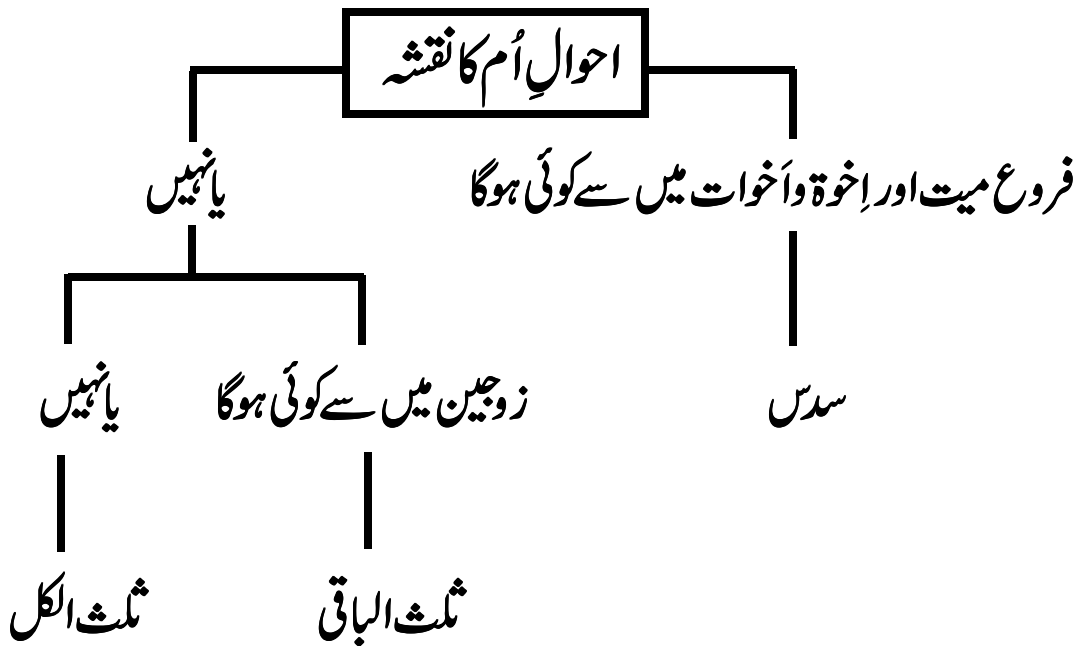
(۱) والوجه على الرواية الأولىٰ، هو إنا تركنا ظاهر قوله تعالىٰ فلأمه الثلث في حق الأب، وأولنا بما مرّ كيلا يلزم تفضيلها عليه مع تساويهما في القرب، وأيدنا تأويله بقول أكثر الصحابة، و أما في حق الجد فأجريناه عليظاهره لعدم التساوي في القرب وقوة الإختلاف فيما بين الصحابة، ولا استحالة في تفضيل الأنثى على الذكر مع التفاوة في الدرجة، كما إذا ترك امرأة و أختا لأب و أم و أخا لأب. فإن للمرأة الربع، و للأخت النصف، و للأخ الباقي، فقد فضلت ههنا الأنثى لزيادة =

www.besturdubooks.net

بحثِ رابع: اُم سے متعلق پانچ اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: من أيّ جهة كانا کی تفصیل:

”أو مع الإثنين من الإخوة والأخوات فصاعدًا من أيّ جهة كانا“

اس عبارت میں مصنفؒ نے اُم کی سدس والی حالت کا ایک جزء ذکر کیا ہے کہ عینی، علاتی، اخیافی بھائی بہن میں سے کسی بھی جہت کے دو یا دو سے زائد اگر مسئلہ میں موجود ہوں، تو ام کو بجائے ثلث کے سدس ملتا ہے، ”فإن كان له إخوة فلأمه السدس“۔ وجودِ اخوہ و اخوات کی وجہ سے اُم کو سدس ملنے کی استقرائی طور پر ۲۱ر صورتیں بنتی ہیں جو مع مثال مندرجہ ذیل ہیں۔ بطور تمہید مسئلہ کی ابتداءً تین صورتیں ہوں گی:

صورتِ اولیٰ: مسئلہ میں دو بھائی ہوں۔

صورتِ ثانیہ: مسئلہ میں دو بہن ہوں۔

صورتِ ثالثہ: مسئلہ میں ایک بھائی اور ایک بہن ہو۔(۱)

= قربقها على الذكر، وأيضا للأم حقيقة الولادة، كما للأب فيعصبها، والجد له حكم الولادة لا حقيقته، فلا يعصبها إذ لا تعصيب مع الإختلاف في السبب، بل مع الإتفاق فيه، وهذه المسئلة من المسائل الأربع التي استثناها في أوائل الباب، فإن أبا حنيفة و محمد رحمهما تعالى لم يجعلا الجد كالأب ههنا. (الشريفية: ص ۳۲)

(۱)قوله من أي جهة كانا أي سواء كانا من بني الاعيان، أو بني العلات، أو بني الأخياف، ويتصور في الاثنين أحد وعشرون صورة، لأنهما إما أخوان، أو أختان، أو أخت، أو أخ، وكل من الأولين إما لأبوين، أو لأب، أو لأم، أو أحدهما لأب والآخر لأم، فالمجموع اثنا عشر صورة. والقسم الثالث تسع صور، لأن الأخ إن كان للأبوين فالأخت إما لأب أو لأم، وإن كان لأب فكذالك، فكذا إن كان لأم ففي هذه الصور كلها للأم السدس. (حاشيه شريفيه: رقم: ۲/ص ۲۹)

www.besturdubooks.net

اول الذکر دونوں صورتوں میں سے ہر ایک کی چھ صورتیں بنیں گی جو مجموعی طور پر ۱۲؍صورتیں ہو جائیں گی۔ وہ اس طرح کہ یا تو دو بھائی یا دو بہن میں جہت یعنی عینی، علی، خیفی کا اتحاد ہوگا، یا اختلاف، پھر دو بھائی یا دو بہن کی اتحاد جہت کی چھ صورتوں کو اختلاف جہت کی چھ صورتوں میں ضرب دینے سے کل صورتیں بارہ ہوں گی جو مع مثال مندرجہ ذیل ذکر کی جاتی ہیں:

صورتِ اولیٰ (مسئلہ میں دو بھائی ہوں) کی چھ صورتیں مع مثال:

(الف) وجودِ اخوۃ مع اتحادِ جہت:

مسئلہ: ۶ مسئلہ میں دونوں بھائی عینی ہوں۔ مسئلہ: ۶ مسئلہ میں دونوں بھائی علاتی ہوں۔

(۱) م ــــــــــــ

۲؍اخ (ع)	ام
عصبہ	سدس
۵	۱

(۲) م ــــــــــــ

۲؍اخ (عل)	ام
عصبہ	سدس
۵	۱

مسئلہ: ۶ مسئلہ میں دونوں بھائی اخیافی ہوں۔

(۳) م ــــــــــــ

۲؍اخ (خ)	ام	عم
ثلث	سدس	عصبہ
۲	۱	۳

www.besturdubooks.net

(ب) وجودِ اخوۃ مع اختلافِ جہت:

مسئلہ:۶ ایک بھائی عینی دوسرا اخیافی ہو۔

(۱) م

اخ(ع)	اخ(خ)	ام
عصبہ	سدس	سدس
۴	۱	۱

مسئلہ:۶ ایک بھائی علاتی دوسرا اخیافی ہو۔

(۲) م

اخ(عل)	اخ(خ)	اُم
عصبہ	سدس	سدس
۴	۱	۱

مسئلہ:۶ ایک بھائی عینی دوسرا علاتی ہو۔

(۳) م

اخ(عل)	اخ(عل)	اُم
عصبہ	م	سدس
۵		۱

صورتِ ثانیہ (مسئلہ میں دو بہنیں ہوں) کی چھ صورتیں مع مثال:

(الف) وجودِ اخوات مع اتحادِ جہت:

مسئلہ:۶ مسئلہ میں دونوں بہنیں عینی ہوں۔

(۱) م

۲/اخت(ع)	اُم	عم
ثلثان	سدس	عصبہ
۴	۱	۱

مسئلہ:۶ دونوں بہنیں علاتی ہوں۔

(۲) م

۲/اُخت(عل)	اُم	عم
ثلثان	سدس	عصبہ
۴	۱	۱

www.besturdubooks.net

مسئلہ:٦ دونوں بہنیں اخیافی ہوں۔

(۳) م

۲/اُخت (خ)	اُم	عم
ثلث	سدس	عصبہ
۲	۱	۳

(ب) وجود اخوات مع اختلافِ جہت:

مسئلہ:٦ ایک بہن عینی دوسری اخیافی ہو۔

(۱) م

اخت (ع)	اُخت (خ)	اُم	عم
نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳	۱	۱	۱

مسئلہ:٦ ایک بہن علاتی دوسری اخیافی ہو۔

(۲) م

اخت (عل)	اخت (خ)	ام	عم
نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳	۱	۱	۱

مسئلہ:٦ ایک بہن عینی دوسری علاتی ہو۔

(۳) م

اُخت (ع)	اخت (عل)	اُم	عم
نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳	۱	۱	۱

www.besturdubooks.net

صورتِ ثالثہ (ایک بھائی ہو اور دوسری بہن) اس کی کل نو صورتیں بنتی ہیں:

وہ اس طرح کہ بھائی عینی ہوگا یا علاتی یا اخیافی ان میں سے ہر صورت میں بھائی کے ساتھ بہن یا تو عینی ہوگی یا علاتی یا اخیافی، بہنوں کی ان تین صورتوں کو بھائیوں کی ہر صورت میں ضرب دینے سے نو صورتیں ہو جائیں گی، جو مع مثال مندرجہ ذیل ذکر کی جاتی ہیں:

(الف) عینی بھائی مع اَخواتِ مختلفہ:

مسئلہ:۶ عینی بھائی کے ساتھ عینی بہن ہو۔

(۱) مسئلہ ۶

اخ(ع)	اخت(ع)	ام
عصبہ		سدس
۵		۱

مسئلہ:۶ عینی بھائی کے ساتھ علاتی بہن ہو۔

(۲) مسئلہ ۶

اخ(ع)	اخت(عل)	ام
عصبہ	م	سدس
۵	×	۱

مسئلہ:۶ عینی بھائی کے ساتھ اخیافی بہن ہو۔

(۳) مسئلہ ۶

اخ(ع)	اخت(خ)	ام
عصبہ	سدس	سدس
۴	۱	۱

www.besturdubooks.net

(ب)علاتی بھائی مع اخواتِ مختلفہ:

مسئلہ:٦ علاتی بھائی کے ساتھ عینی بہن ہو۔

(۱)م

اخ(عل)	اخت(ع)	ام
عصبہ	نصف	سدس
۲	۳	۱

مسئلہ:٦ علاتی بھائی کے ساتھ علاتی بہن ہو۔

(۲)م

اخ(عل)	اخت(عل)	ام
عصبہ		سدس
۵		۱

مسئلہ:٦ علاتی بھائی کے ساتھ اخیافی بہن ہو۔

(۳) م

اخ(عل)	اخت(خ)	ام
عصبہ	سدس	سدس
۴	۱	۱

(ج)اخیافی بھائی مع اخواتِ مختلفہ:

مسئلہ:٦ اخیافی بھائی کے ساتھ عینی بہن ہو۔

(۱)م

اخ(خ)	اخت(ع)	ام	عم
سدس	نصف	سدس	عصبہ
۱	۳	۱	۱

مسئلہ:٦ اخیافی بھائی کے ساتھ علاتی بہن ہو۔

(۲)م

اخ(خ)	اخت(عل)	ام	عم
سدس	نصف	سدس	عصبہ
۱	۳	۱	۱

www.besturdubooks.net

مسئلہ:٦ اخیافی بھائی کے ساتھ اخیافی بہن ہو۔

(۳) مـــ

اخ (خ)	اخت (خ)	ام (ع)	عم
ثلـــــــــــــــــــث		سدس	عصبہ
۲		۱	۳

فائدۂ ثانیہ: دو بھائی بہنوں کا ماں کے لیے حاجب نقصان ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں اختلافِ ائمہ مع دلائل:

"**أو مع الإثنين من الإخوة والأخوات فصاعدًا**" مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے یہ بات بیان کی ہے، کہ جیسے "**فصاعدًا**" دو سے زائد بھائی بہن ماں کے لیے حاجبِ نقصان بنتے ہیں، ایسے ہی دو بھائی بہن بھی اُم کے لیے حاجب نقصان ہوں گے، اور یہی اکثر صحابہ اور جمہور علما کا مذہب ہے برخلاف ابن عباسؓ، کہ انہوں نے مافوق الاثنین (دو سے زائد) بھائی بہن کو تو اُم کے لیے حاجبِ نقصان قرار دیا ہے، لیکن دو بھائی بہن کو اُم کے لیے حاجب نہیں قرار دیتے ہیں۔(۱)

ابن عباسؓ کی دلیل: فإن كان له إخوة فلأمه السدس.(۲)

طریقۂ استدلال: آیتِ کریمہ میں ام کے لیے حصۂ سدس کے لیے وجودِ اِخوۃ کی قید

---

(۱) وإلي هذا ذهب أكثر الصحابة وجمهور الفقهاء، خلافا لابن عباس رضي الله عنه، فإنه جعل الثلاثة من الإخوة والأخوات حاجبة للأم دون الإثنين، فلها معهما الثلث عنده. (الشريفية: ص ۲۹)

(۲) النساء:۱۱

www.besturdubooks.net

ہے، اور لفظِ اِخوۃ صیغۂ جمع ہے، جس میں تثنیہ داخل نہیں ہے۔ (۱)

جمہور علما کی طرف سے ابن عباسؓ کی دلیل کا جواب:

(۱) لفظِ اِخوۃ کے صیغۂ جمع سے تثنیہ کو خارج کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ بابِ میراث میں حکم الاثنین مثل حکم الجمع ہے، جیسے استحقاقِ ثلثین میں دو بنت، بنات کی طرح ہیں، اور دو اُخت اَخوات کی طرح ہیں، جب اِرث میں صیغۂ تثنیہ جمع کی طرح ہے تو حجب میں بھی یہی حکم ہوگا۔ (۲)

(۲) لفظ اِخوۃ جمع مطلق (الذی ہو ضم شیٔ الی شیٔ) ہے جو تثنیہ و جمع دونوں کو شامل ہے، اور یہاں (اِرث و حجب) میں جمع مطلق کا مراد لینا زیادہ مناسب ہے، کیوں کہ تثنیہ پر جمع کا اطلاق کلامِ عرب میں شائع ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ”وَهَلْ أَتٰكَ نَبَؤُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوْا الْمِحْرَابَ إِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ“. (۳)

ترجمہ: اور کیا آپ کے پاس مدعیوں کی خبر پہنچی جب وہ دیوار پھلانگ کر محراب میں آئے، داؤد پر جب وہ داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرائے، انہوں نے کہا کہ آپ نہ ڈریئے، ہم دو مدعی ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

---

(۱) خلافا لابن عباس رضي الله عنه .... بناءً على إن الإخوة صيغة الجمع فلا يتناول المثنى. (الشريفية: ص ۲۹)

(۲) وردَّ بأن حكم الإثنين في الميراث حكم الجماعة، ألا ترى أن البنتين كالبنات، والأختين كالأخوات في إستحقاق الثلثين، فكذا في الحجب. (الشريفية: ص ۲۹) (۳) سورۂ ص: ۲۱،۲۲

www.besturdubooks.net

طریقۂ استدلال:

آیتِ کریمہ میں صاف ظاہر ہے کہ "تسوّروا، دخلوا، منهم، قالوا" کی ضمیرِ جمع ان دو فرشتوں کی طرف راجع ہے جو داؤد کے پاس آئے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ تثنیہ کو جمع کا حکم حاصل ہے۔(۱)

فائدۂ ثالثہ: ماں پر حجب نقصان کی صورت میں جو حصہ کم ہوتا ہے وہ سدس (چھٹا حصہ) ہوتا ہے:

اَخوات واِخوہ کی موجودگی میں اُم کے حصہ ثلث پر حجب نقصان کے طاری ہونے کی وجہ سے جو حصہ کم ہوتا ہے وہ سدس (چھٹا حصہ) ہوتا ہے۔ جیسے: اگر مسئلے میں ماں اور باپ ہوں تو سہمِ اُم ثلث ایک حصہ ہوگا، اور اگر ماں باپ کے ساتھ دو یا دو سے زائد بھائی بہن ہو تو اِس صورت میں سہمِ اُم ثلث (۲) ہے جس پر حجب نقصان طاری ہونے کی وجہ سے وہ سدس یعنی (۱) ہوگیا ہے، تو حصۂ ثلث (۲) میں سے (۱) کم ہونے کے بعد جو بچا ہوا حصہ (۱) ہے وہی مسئلہ (٦) کا سدس ہے؛ پس معلوم ہوگیا کہ ام کے حصۂ ثلث

---

(۱) وأيضًا الجمع المطلق مشترك بين الإثنين وما فوقهما، وهٰذا المقام يناسب الدلالة على الجمع المطلق، فدل لفظ الإخوة عليه، و حاصل الوجه الثاني إنا لا نسلم أن صيغة الجمع لاتدل على الإثنين، لأنها لاتدل على الإجتماع المطلق الذي هو ضم شيء إلى شيء، فالإخوة شامل للاثنين أيضًا، أقول اطلاق الجمع على المثنٰى شائع في كلام العرب وقال اللّٰه تعالىٰ: وهل أتٰك نبؤ الخصم ... الخ، فأعاد ضمير الجمع في تسوروا، ودخلوا، وفي منهم على المثنى المكان اللذان دخلا عليه، كما عرف في محله. (الشريفيه مع الحاشيه: ص ۲۹)

www.besturdubooks.net

پر حجب نقصان طاری ہونے کی وجہ سے بچا ہوا حصہ سدس ہوتا ہے۔(۱)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حصۂ ثلث پر حجبِ نقصان طاری ہونے کی وجہ سے جو حصۂ سدس کم ہو کر بچا ہے اس کا مستحق کون ہوگا۔ مثلاً:

مسئلہ:٦

ام	اب	۳/اِخوہ
سدس	عصبہ	
۱	۵	×

وضاحت: اس مسئلہ میں اُم کو حصہ ثلث (۲) دینے کے بجائے وجودِ اخوۃ کی وجہ سے حصۂ سدس (۱) دیا گیا، اَب حصۂ ثلث (۲) میں سے جو حصۂ سدس ایک کم ہوا ہے، اس کا مستحق اَب ہوگا یا اِخوہ۔ اس سلسلہ میں دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اول: جمہور علما کے نزدیک وہ بچا ہوا حصۂ سدس ''ایک'' اب کو ملے گا۔ جیسا کہ مثال میں ذکر کیا گیا۔

مذہبِ ثانی: ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ بچا ہوا حصۂ سدس ''ایک'' اِخوۃ کو ملے گا۔ مثلاً:

---

(۱) ثم السدس تفصیله مات رجل وترک أبا و أما فالمسئلة من ثلثة الثلث للأم والباقی للأب بالعصوبة هکذا.

مسئلة	
أب	أم
۲	۱

وإن ترک معهما إخوة أو أخوات أيضا فالمسئلة من ستة السدس للأم لكونهم حاجبين لها عن السدس فبقى لها من الثلث الذى هو نصيبها السدس. (حاشيه شريفيه رقم: ۵/ص ۲۹)

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۶ ابن عباس کے دلائل:

ام	اب	اخوۃ
سدس	عصبہ	
۱	۴	۱

(الف) دلیل نقلی: طاؤس ابن کیسان تابعی سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوۃ کو ابوین کی موجودگی میں سدس دیا۔(۱)

(ب) دلیل عقلی: حاجب وہی ہوگا جو وارث ہوگا' غیر وارث حاجب نہیں ہوسکتا، جیسے جب اِخوۃ کافر ہوں یا غلام ہوں تو یہ حاجب نہیں ہوتے' پس جب باپ کی موجودگی کے باوجود اِخوہ نے حصہ اُم میں حجب طاری کر دیا تو معلوم ہوگیا کہ اخوۃ وارث ہیں اس لیے ام سے بچے ہوئے حصۂ سدس کے یہی لوگ حقدار ہوں گے۔(۲)

جمہور علماء کی دلیل:

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ.(۳)

ترجمہ: اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور والدین وارث ہو رہے ہوں تو ماں کو ثلث ملے گا' اور اگر میت کے متعدد بھائی بہن ہوں تو ماں کو سدس ملے گا۔

---

(۱) وقد يستدل عليه بمارواه طاؤس مرسلا من انّه أعطى الإخوة السدس مع الأبوين. (الشريفية: ص ۲۹)

(۲) وروي عن ابن انه عبّاس لـلإخوة لانَهم إنما حجبوها عنه ليأخذوه، فإن غير الوارث لايحجب، كما إذا كانتِ الاِخوة كفّارًا أو اَرِقّاء، حاصله أن الحاجب لايكون إلّا وارثا، فلما حجبوا الأم من الثلث إلى السدس مع وجود الأب، عرف انهم ورثة، أَلا ترى أنهم لو كانو اكفارًا أوأرقّاء لا يحجبون شيئًا. (الشريفية مع الحاشيه: ص ۲۹)

(۳) النساء:۱۱

www.besturdubooks.net

طریقۂ استدلال:

اللہ رب العزت نے توریثِ اَبوین کے سلسلے میں فقدانِ ولد کی صورت میں اولاً اُم کے حصۂ ثلث کو بیان کیا، اور باپ کا حصہ بیان نہیں کیا، جس سے معلوم ہوا کہ اُم کو ثلث دینے کے بعد ماباقی پورا مال بطور عصبہ باپ کو ملے گا۔ ایسے ہی آگے "**فإن كان له اِخوة فلأمه السدس**" میں توریث اَبوین کے سلسلے میں وجودِ اِخوہ کی صورت میں اولاً ام کا حصۂ سدس بیان کیا، اور باپ کا حصہ بیان نہیں کیا، جس سے معلوم ہوا کہ اُم کو سدس دینے کے بعد ماباقی پورے ترکہ کا مستحق "اَب" ہوگا نہ کہ اِخوہ۔ پس معلوم ہوگیا کہ باپ عصوبت میں اخوۃ سے مقدم ہے نتیجتاً اخوۃ اب کی وجہ سے ساقط ہوگا۔(۱)

ابن عباس کے دلائل کا جواب:

دلیل نقلی کا جواب: طاؤس ابن کیسان سے ہی منقول ہے کہ وہ ان بھائیوں میں سے ایک کے لڑکے سے ملے، جن بھائیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوین کے ساتھ سدس دیا تھا، اور طاؤسؒ نے اس لڑکے سے اِس سدس کے بارے میں پوچھا، تو اس نے راز فاش کیا کہ وہ تو بطور وصیت کے تھا، اس اعتبار سے یہ حدیث ہماری دلیل ہوگئی، کیوں کہ یہ وصیت وارث کے لیے نہیں بل کہ محجوب کے لیے ہے جو درست ہے۔(۲)

---

(۱) ولنا أنه تعالى قال فإن لم يكن له ولد ورثه أبوه فلأمه الثلث، كان له إخوة فلأمه السدس والمرادصدرالكلام أن لأمه الثلث، والباقي للأب، فكذا الحال في آخره، كأنه قيل فإن كان له إخوة وورثه ابواه فلامه السدس ولأبيه الباقي. (الشريفية: ص/۲۹)

(۲) وقد روي عن طاؤس أنه قال لقيت ابن رجل من الإخوة الذين أعطاهم رسول الله صلى الله=

www.besturdubooks.net

دلیل عقلی کا جواب: حاجب کے لیے وارث کی شرط لگانا' اور اِخوہ مسلمان کو اِخوۃ کافر یا غلام پر قیاس کرنا' قیاس مع الفارق ہے؛ کیوں کہ باپ کی موجودگی میں اِخوہ مسلمان محجوب ہوتے ہیں محروم نہیں، جب کہ اِخوہ کافر یا غلام مطلقاً محروم ہوتے ہیں خواہ باپ موجود ہو یا نہ ہو۔ پس معلوم ہو گیا کہ حاجب بننے کے لیے صرف محجوب کے حق میں وارث ہونا کافی ہے، مطلقاً وارث ہونا شرط نہیں ہے۔ اور اَخ مسلم ماں کی موجودگی میں وارث ہو کر متعدد ہونے کی صورت میں ماں پر حجب نقصان (حصۂ ثلث کو سدس سے بدلنا) طاری کرتے ہیں، برخلاف رقیق و کافر بھائی، کہ وہ بالکل ہی وارث نہیں ہیں۔ اسی لیے وہ اُم کے لیے حاجب بھی نہیں ہیں؛ کیوں کہ محروم معدوم کے درجہ میں ہوتا ہے، برخلاف محجوب، کہ وہ من وجہٍ میراث کا اہل ہے اور من وجہ میراث کا اہل نہیں ہے، پس استحقاقِ ارث میں اس کو مردہ قرار دیا، اور حجب کے حق میں اس کو زندہ قرار دیا، اسی لیے باپ کی موجودگی میں اِخوۃ کو وارثت سے کچھ نہیں ملے گا، البتہ اُم کے حق میں اِخوۃ کا وجود حجب کا سبب بنے گا۔(۱)

= عليه وسلم السدس مع الأبوين، وسألته عن ذالک فقال كان ذلک وصية، وحينئذ صار الحديث دليلا لنا، إذ لا وصية للوارث. (الشريفية: ص ۳۰)

(۱) ثم إن شرط الحاجب أن يكون وارثا في حق من يحجبه، والأخ المسلم وارث في الأم، بخلاف الرقيق والكافر من الإخوة، فالإخوة يحجبونها وهم محجوبون بالأب، ألا ترى أنهم لا يرثون مع الأب شيئا عند عدم الأم لأنهم كلالة فلا ميراث لهم مع الولد. شرع في الجواب عن الإ ستدلال لابن عباس رضي الله عنه على مدعاه المخالف لما ذهب إليه الجمهور، فقال ثم إن شرط الحاجب أن يكون وارثا في حق من يحجبه، لا أن يكون وارثا مطلقًا، والأخ المسلم وارث=

www.besturdubooks.net

فائدۂ رابعہ: اختلاط الاب مع احد الزوجین کی صورت میں حصۂ اُم کے سلسلے میں اقوالِ ثلاثہ مع دلائل:

و ثلث ما بقي بعد فرض أحد الزوجين و ذالک في مسئلتين زوج و أبوين و زوجة و أبوين – اِس عبارت میں مصنفؒ نے ماں کی تیسری حالت ثلث باقی کو ذکر کیا ہے کہ اختلاط الاب مع احد الزوجین کی صورت میں ام کو ثلث ملے گا؛ البتہ حصۂ ام کے سلسلے میں تین مذاہب ہیں جس کو ہم تتمیما للفائدۃ مع دلائل ذکر کرتے ہیں۔

مذہبِ اول: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے نزدیک اختلاط الاب مع احد الزوجین کی دونوں صورتوں (زوج وابوین، زوجہ وابوین) میں اُم کو اصل ترکہ یعنی ثلث کل ملے گا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶

زوج	اب	ام
نصف	عصبہ	ثلث الکل
۳	۱	۲

مسئلہ: ۱۲

زوجہ	اب	ام
ربع	عصبہ	ثلث الکل
۳	۵	۴

= في حق الأم، كما لا يخفى بخلاف الأخ الرقيق والكافر من حيث الوارثية، فإنه ليس بوارث أصلا فى حق الأم، إن ماتت لا عند وجود الأب، ولا عند عدمه، فلا يكون حاجبا ولهذا للأم مع الإثنين من الأخوات الكافرين، والأرقاء فصاعدًا الثلث الكامل، فالمحروم بمنزلة المعدوم، ولأنه ليس بأهل للميراث من كل وجه بخلاف المحجوب فإنه أهل له من وجه دون وجه، فيجعل كالميت فى استحقاق الإرث حتى لا يرث شيئا ويجعل حيا في حق الحجب، فهو وارث في محجوبه، لولا حاجبه، إذا جعل حيا فيحجب كما لا يخفى. (الشريفية مع الحاشية: ص ۲۹)

www.besturdubooks.net

دلیل: کتاب اللہ میں اُم کے لیے دو ہی فرض بیان ہوئے ہیں:

(۱) سدس کل: وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ.(۱)

(۲) ثلث کل: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ.(۲)

پہلی آیت کریمہ میں وجود ولد کی صورت میں اُم کے لیے سدسِ کل مراد ہے، ایسے ہی دوسری آیت کریمہ میں بھی عدم وجودِ ولد کی صورت میں ثلث سے ثلثِ کل ہی مراد ہوگا، پس اُم کے لیے تیسرا فرض (ثلث باقی) قیاس سے ثابت کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟(۳)

مذہب ثانی مع دلیل: ابو بکر اصمؒ فرماتے ہیں کہ اُم کو پہلی صورت یعنی اختلاط الاب مع الزوج کی صورت میں تو ثلث باقی ملے گا، کیوں کہ اگر اس صورت میں ام کو ثلث کل دیتے ہیں تو تفضیل الانثیٰ علی الذکر لازم آئے گا جو کہ قلبِ موضوع ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے۔ جیسے:

مسئلہ:۶

زوج	اَب	اُم
نصف	عصبہ	ثلث کل
۳	۱	۲

وضاحت: اس مثال میں غور کیجیے اُم کا حصہ ثلثِ کل (دو) اَب کے حصہ (ایک) سے زیادہ ہے جس کی وجہ سے ''تفضیل الانثی علی الذکر'' کی خرابی لازم آتی ہے، لیکن دوسری صورت

(۱) النساء:۱۱ (۲) النساء:۱۱ (۳) وكان ابن عباس رضي الله عنه يقول أن لها ثلث أصل التركة في هاتين الصورتين، مستدلًا بأن الله تعالٰى جعل لها أولًا سدس أصل التركة مع الولد بقوله تعالٰى: "ولأبويه لكل واحدٍ منهما السدس مما تركَ إن كانَ له ولد" ثم ذكرَأن لها مع عدمه الثلث =

www.besturdubooks.net

یعنی اختلاط الاب مع الزوجہ کی صورت میں اُم کو ثلث کل ملے گا اس لیے کہ ثلث کل دینے سے یہاں ''تفضیل الانثی علی الذکر'' والی خرابی لازم نہیں آتی ہے۔ جیسے:

مسئلہ: ۱۲

زوجہ	اَب	اُم
ربع	عصبہ	ثلث کل
۳	۵	۴

وضاحت: اس مثال میں غور کیجئے کہ اُم کا حصہ ثلث کل (۴) اَب کے حصے (۵) سے کم ہے، جس کی وجہ سے تفضیل الانثی علی الذکر والی خرابی لازم نہیں آ رہی ہے۔ (۱)

مذہب ثالث: جمہور فقہاء وصحابہ کا مذہب یہ ہے کہ ام کو دونوں صورتوں (زوج وابوین، زوجۃ وابوین) میں ثلث الباقی ملے گا۔

دلیل: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ. (۲)

= لقوله تعالیٰ "فإن لم يكن له ولد وَوَرِثه أبواه فِلأُمه الثلث" فيفهم منه أن المرادَ ثلث أصل التركة أيضًا. يعني إن ابن عباس رضي الله عنه لايرى ثلث الباقي بل يو رثُها ثلث الكل والباقي لِلأب و خالف فيه الجمهور فلايجوز إثبات فرض ثالث بالقياس. (الشريفية مع الحاشية: ص ۳۰)

(۱) وكان أبو بكر الأصم يقول بأن لها مع الزوج ثلث ما بقي من فرضه ومع الزوجة ثلث الأصل، لأنه لو جعل لها مع الزوج ثلث جميع المال لزاد نصيبها على نصيب الأب، لأن المسئلة ح من ستة لإجتماع النصف والثلث، فللزوج ثلثة و الأم اثنان على ذالک التقدير، فبقي للأب واحد، و في ذالک تفصيل الأنثى على الذكر، و إذا جعل لها ثلث ما بقي من فرض الزوج كان لها واحد و الأب اثنان، و لو جعل لهامع الزوجة ثلث الأصل لم يلزم ذلک التفضيل لأن المسئلة من اثنى عشر لاجتماع الربع والثلث فإذا اخذت الأم اربعة بقيت للأب خمسة فلا تفضيل لها عليه. (الشريفية: ص ۳۱) (۲) النساء: ۱۱

www.besturdubooks.net

طریقۂ استدلال:

وورثہ ابواہ، کی تعبیر سے معلوم ہوا کہ والدین کے وارث ہونے کی دوصورتیں ہیں:

(الف) کلِ مال جیسے: مسئلہ: ۳ (ب) بعض مال جیسے: مسئلہ: ٦

اب	ام
عصبہ	ثلث
۲	۱

زوج	اب	ام
نصف	عصبہ	ثلث الباقی
۳	۲	۱

اب ظاہر ہے کہ کلِ مال کی صورت میں ماں کو کل مال ''۳'' کا ثلثِ کل ایک ملا، اور بعضِ مال کے وارث ہونے کی صورت میں بھی بعضِ مال ''۳'' کا ثلث ایک ملے گا۔ کیوں کہ جیسے کل مال کے وارث ہونے کی صورت میں اُم کو ثلث کل ایک گنا، اور اُب کو دو گنا بقاعدۂ ''للذکر مثل حظ الأنثیین'' مل رہا ہے، ایسے ہی اس قاعدہ کی رعایت کرتے ہوئے بعض مال کی دونوں صورتوں (زوج واُبوین، زوجۃ واُبوین) میں اُم کو ثلثِ باقی دیا جائے گا جو ایک گنا ہے۔ اس لیے کہ اگر ہم ثلثِ کل دیں گے تو ماں کا حصہ باپ کے حصے سے دو گنا ہو جائے گا، جیسا کہ زوج وابوین والی صورت میں ظاہر ہوا، یا پھر ماں کا حصہ باپ کے حصہ سے قریب ہو جائے گا، جیسا کہ زوجہ وابوین والی صورت میں ظاہر ہوا، اور یہ دونوں باتیں قاعدۂ ''للذکر مثل حظ الانثیین'' کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ''فلأمه الثلث'' سے ثلثِ کل کا ثبوت عبارت النص سے ہے، اور ''وورثه أبواه'' سے ثلثِ باقی کا ثبوت مدلول بالنص ہے، قیاس سے ثابت نہیں

www.besturdubooks.net

ہے، ورنہ اس قید کا کوئی فائدہ ہی نہیں رہ جائے گا، اس لیے کہ اگر صرف ثلث الکل مراد ہوتا تو ورثۂ اَبواہ کے اضافہ کی ضرورت نہ ہوتی، بل کہ صرف اتنا ہی کہنا کافی ہوتا ''فإن لم یکن له ولد فلأمه الثلث''، جیسا کہ بنات وغیرہ کے سلسلے میں کہا گیا: إن کانت واحدة فلها النصف. (۱)

فائدۂ خامسہ: دو اہم سوال اور ان کے جوابات:

سوالِ اول: آیتِ کریمہ ''وورثہ ابواہ'' کی قید کو حصر اِرث للابوین پر محمول کیا جائے گا، یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ ورثۂ اَبواہ کی قید صرف اس صورت کو بتلا رہی ہے جس میں صرف والدین موجود ہوں، تو ماں ثلثِ کل کی وارث ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ إختلاط أحد الزوجین مع الأبوین (ابوین کے ساتھ میاں بیوی میں سے کسی کا

---

(۱) ولنا ان معنٰی قوله تعالی: فإن لم یکن له ولد وورثه أبواه فلأمه الثلث. هو أن لها ثلث ما ورثاه سواء كان جميع المال أو بعضه، وذلک لأنه لو أريد ثلث الأصل لكفى في البيان، فإن لم يكن له ولد فلأمه الثلث كما قال الله تعالى في حق البنات، وإن كانت واحدة فلها النصف، بعد قوله تعالى: فإن كن نساءً ا فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترک. فيلزم أن يكون قوله تعالى وورثه أبواه خاليا عن الفائدة. قوله ثلث ما ورثاه: لا ثلث أصل التركة سواء كان ما ورثاه جميع المال كما هو عند عدم أحد الزوجين، فيكون للأم حينئذ ثلث الكل، والثلثان الباقي للأب للذكر مثل حظ الأنثيين، أو كان بعض المال كما عند وجود أحد الزوجين، فيكون للأم حينئذ ثلث ما بقي، وللأب ثلثاه، فثبت أن ثلث الباقي بعد فرض أحد الزوجين أيضًا مدلول النص ...... ولأنها لو أخذت ثلث الكل يكون نصيبها ضعف نصيب الأب مع الزوج، أو قريبًا من نصيبه مع الزوجة، والنص يقتضي تفضيله عليها بالضعف، إذا لم يوجد الولد و الإخوة. (الشريفية مع الحاشية: ص ۳۰، ۳۱)

www.besturdubooks.net

ہونا) والی دونوں صورتوں کی آیت میں کوئی دلالت نہیں ہے، لہٰذا وورثہ ابوہ کی قید کی دلالت سے ثلثِ باقی کو ثابت کرنا کیسے صحیح ہوگا؟(۱)

جواب: اولاً: **حصر إرث للأبوین** (ایسا مسئلہ جس میں صرف ماں باپ ہوں) کے معنی پر آیت میں کوئی دلالت نہیں ہے۔

ثانیاً: اگر ہم یہ بات تسلیم کرلیں کہ ''وورثہ اَبواہ'' آیتِ کریمہ کی دلالت ابوین کے سلسلے میں حصرِ اِرث پر ہے، تو نزاع والی دونوں صورتوں (زوج وابوین، وزجہ وابوین) پر آیت کی کوئی دلالت باقی نہیں رہے گی، یعنی نہ تو جمہور کا قول ثلث باقی ہی ثابت ہوگا، اور نہ ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ثلثِ کل ثابت ہوگا، کیوں کہ دونوں کا مستدل یہی آیت کریمہ ہے۔ لامحالہ اِن دونوں مسئلوں (زوج وابوین، زوجہ وابوین) کے سلسلے میں اس معنی معقول کی طرف لوٹنا ہوگا جو تمام فقہا کے نزدیک مقبول ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اصول میں ابوین، فروع میں ابن و بنت کی طرح ہیں، کیوں کہ اَبوین (اَب، اُم) ابنین (ابن، بنت) ہر دو جگہ میں مذکر ومؤنث کے وراثت کا سبب ایک ہے، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک میت سے بلا واسطہ منسوب ہوتا ہے۔

جب اَبوین اِبنین کی طرح ہیں، تو جیسے ابن و بنت میں للذکر مثل حظ الأنثیین (مذکر کو دوگنا، مؤنث کو ایک گنا) والے قاعدے کا لحاظ کیا گیا، ایسے ہی اَبوین میں بھی اس قاعدہ کا لحاظ ہونا چاہیے؛ ورنہ تفضیل الانثی علی الذکر لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔

---

(۱) **فإن قيل نحمله على أن الوراثة لهما فقط يعني لانسلم أن قوله تعالى وورثه أبواه خال عن الفائدة بل يفيد حصر الورثة في الأبوين فالمعنى أن الأم ترث ثلث الكل عند كون الأبوين وارثين.**

(الشريفية مع الحاشية: ص ۳۱)

www.besturdubooks.net

اس تفصیل کی روشنی میں ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ للذکر مثل حظ الانثیین قاعدہ کالحاظ جمہور کے مذہب (ثلث باقی) میں تو ہو رہا ہے۔ جیسے:

مثالِ اول:

مسئلہ: ۶ (ماباقی ۳)

زوج	اب	اُم
نصف	عصبہ	ثلث باقی
۳	۲	۱

وضاحت: مثالِ مذکور میں غور کیجئے زوج کا حصۂ نصف "۳" دینے کے بعد ماباقی "۳" میں سے ایک حصہ اُم کو دیا گیا، جس کا دوگنا اَب کو دو حصہ للذکر مثل حظ الانثیین قاعدہ کی رعایت کرتے ہوئے دیا گیا۔

مثالِ ثانی:

مسئلہ: ۱۲ (ماباقی ۹)

زوجہ	اب	ام
ربع	عصبہ	ثلث باقی
۳	۶	۳

وضاحت: مثالِ مذکور میں غور کیجئے، زوجہ کا حصہ "۳" دینے کے بعد ما باقی "۹" میں سے تین حصہ (ایک گنا) ام کو دیا گیا، جس کا دوگنا اب کو چھ حصہ للذکر مثل حظ الانثیین قاعدہ کی رعایت کرتے ہوئے دیا گیا۔ برخلاف ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوبکر اصم رحمہ اللہ، کہ ان کے مذہب (ثلث کل) میں للذکر مثل حظ الانثیین قاعدے کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ جیسے:

مسئلہ: ۶

زوج	اب	ام
نصف	عصبہ	ثلث کل
۳	۱	۲

www.besturdubooks.net

وضاحت: مثال مذکور میں غور کیجئے، ماں کا حصہ ثلث کل دواب کے حصہ ایک سے زیادہ ہونے کی وجہ سے "تفضیل الانثی علی الذکر" والی خرابی لازم آرہی ہے جو قاعدے کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے۔

نـــوٹ: تفضیل الانثی علی الذکر کی اسی خرابی کے پیش نظر ابوبکر اَصمؒ نے اُم کو اس صورت (زوج وابوین) میں بجائے ثلث کل کے ثلث باقی دیا ہے۔ جیسے:

مسئلہ: ۱۲

زوجہ	أب	اُم
ربع	عصبہ	ثلث کل
۳	۵	۴

وضاحت: مثال مذکور میں اُم کا حصہ ثلث کل (۴) اگرچہ اَب کے حصہ (۵) سے زیادہ نہیں ہے کہ تفضیل الانثی علی الذکر لازم آئے گا، لیکن اَب کے حصے کی یہ زیادتی یعنی (۵) اُم کے حصہ (۴) سے دوگنا نہیں ہے، اور یہ بھی قاعدہٗ للذکر مثل حظ الانثیین کے خلاف ہے۔

پس معلوم ہوگیا کہ للذکر مثل حظ الانثیین والے معقول معنی سے جو سارے فقہاء کے نزدیک مقبول ہے۔ اختلاط اَحد الزوجین مع الابوین والی دونوں صورتوں میں اُم کو ثلث باقی ہی ملے گا۔(۱)

(۱) قلنا ليست في العبارة دلالة على حصر الأرث فيها، وان سلم فلا دلالة في الآية حينئذ على صورة النزاع أصلا لا نفيا ولا اثباتا فيرجع فيها إلى أن الأبوين في الأصول كالابن والبنت في الفروع، لأن السبب في وارثة الذكر والأنثى واحد، وكل منهما يتصل بالميت بلاواسطة، فيجعل ما بقي من فرض أحد الزوجين بينهما أثلاثا، كما في حق الابن و البنت، و كما في حق الأبوين إذا انفردا بالإرث، فلا يزيد نصيب الأم علىٰ نصف نصيب الأب، كما يقتضيه القياس فلا مجال لما ذهب إليه الأصم الذي لم يسمع ما ذكر ناه من معنى الآية. (الشريفية: ص ۱۳)

www.besturdubooks.net

سوالِ ثانی: احد الزوجین کی موجودگی میں اَبوین بعضِ مال کے وارث ہوتے ہیں، تو اُم کو ثلثِ باقی ملتا ہے، تو اَبوین اولاد واَخوات و دیگر وارثین کی موجودگی میں بھی بعضِ مال کے وارث ہوتے ہیں، تو اُم کو اس صورت میں بھی ثلثِ باقی ملنا چاہیے، جب کہ آپ نے اُم کے لیے ثلثِ باقی کو صرف پہلی صورت یعنی اَحد الزوجین کی موجودگی میں منحصر کر دیا؟

جواب: صرف اختلاط اَحد الزوجین مع الابوین کی دونوں صورتوں (زوج و اَبوین، زوجہ واَبوین) میں والدین کے بعضِ مال کے وارث ہونے کی صورت میں اُم کو ثلثِ باقی اس لیے دیا گیا کہ اَحد الزوجین کے علاوہ دیگر وارثین کی موجودگی کی صورت میں کہیں اُم کے لیے سدس کی صراحت ہے، اور کہیں دیگر وارثین کی موجودگی کے باوجود والدین کلِ مال کے وارث ہوتے ہیں، جس کا اندازہ مندرجہ ذیل مثالوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

دیگر وارثین کی موجودگی کے باوجود والدین کے کلِ مال کے وارث ہونے کی مثالیں:

(الف) مسئلہ:۳ (ویسقط الجد بالاب)

اَب	اُم	جد
عصبہ	ثلث کل	م
۲	۱	

(ب) مسئلہ:۳ (ویسقطون بالولد وبالاب والجد بالاتفاق)

اَب	اُم	اولاد الام (خیفی بھائی بہن)
عصبہ	ثلث کل	م
۲	۱	

www.besturdubooks.net

(ج) مسئلہ:۳ (وبنوالاعیان والعلات کلہم یسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل وبالاب بالاتفاق)

اَب	اُم	اُخت، اَخ (ع/عل)
عصبہ	ثلث کل	م
۲	۱	

(د) مسئلہ:۳ (ویسقطن کلہن بالام والابویات ایضا بالاب)

اُم	اَب	جدۃ (دادی، نانی)
ثلثِ کل	عصبہ	م
۱	۲	

احدالزوجین کے علاوہ دیگر وارثین کی موجودگی میں ام کے لیے استحقاقِ سدس کی مثالیں:

(الف) مسئلہ:٦ (السدس مع الولد وولد الابن) (ب) مسئلہ:٦ (السدس مع الولد وولد الابن)

اَب	اُم	بنت/ بنت الابن	اَب	اُم	ابن/ ابن الابن
سدس وعصبہ	سدس	نصف	سدس	سدس	عصبہ
۱+۱=۲	۱	۳	۱	۱	۴

(ج) مسئلہ:٦ (اومع الاثنین من الاخوۃ والاخوات فصاعدًا من ای جہۃ کانا)

اَب	اُم	۴ ر اُخت/ اَخ (مطلقاً)
عصبہ	سدس	م
۵	۱	×

www.besturdubooks.net

پس معلوم ہوگیا کہ والدین بعضِ مال کے وارث صرف احد الزوجین کی موجودگی میں ہوتے ہیں۔اسی لیے مصنفؒ نے بطور حصر کے ثلث باقی کو دو مسئلوں میں منحصر کرتے ہوئے فرمایا"وذالک في مسئلتین" زوج واَبوین وزوجہ واَبوین۔(مؤلف)

فائدۂ سادسہ: اختلاط الزوجۃ مع الابوین کی صورت میں مسئلہ چار سے کیوں بنایا گیا؟

اختلاط الزوجہ مع الابوین کی صورت میں جب اُم کو ثلثِ باقی دیا گیا تو لفظ ربع کا اجتماع ثلث کے ساتھ ہوگیا، اسی لیے مخارج الفروض کے قاعدہ نمبر چار "**إذا اختلط الربع بکل الثاني أو ببعضه فهو من إثني عشر**" (یعنی جب پہلی لائن کا ربع دوسری لائن کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہوجائے تو مسئلہ بارہ سے بنے گا) کے رُو سے مسئلہ بارہ سے بنا۔جیسے:..........................

مسئلہ:۱۲ (ماباقی ۹)

زوجہ	اب	اُم
ربع	عصبہ	ثلث باقی
۳	۶	۳

لیکن معناً وحقیقتاً مسئلہ میں دو ربع کا اجتماع ہوا ہے، اس لیے اس کا اعتبار کرکے مسئلہ چار سے بنایا گیا ہے۔جیسے:

مسئلہ:۴ (مابقیہ ۳)

زوجہ	اب	اُم
ربع	عصبہ	ثلث باقی
۱	۲	۱

وضاحت: مثال مذکورہ میں زوجہ کو ربع (یعنی ایک حصہ ملا) اور اُم کو ثلثِ باقی کی صورت میں جو ایک حصہ ملا ہے وہ بھی ربع ہے، اس طرح معناً وحقیقتاً مسئلہ میں دو ربع جمع ہوگئے، اسی لیے مسئلہ چار سے بنایا گیا۔(۱)

(۱) واعلم أن الأم إذا أعطیت ثلث الباقي مع الزوجة اجتمع في المسئلة ربعان حقیقةً لا لفظًا فإن ثلثها حینئذٍ ربع في الحقیقة. (الشریفیة: ص ۳۱)

www.besturdubooks.net

جدہ کے احوال

وَلِلْجَدَّةِ السُّدُسُ لِأُمٍّ كَانَتْ أَوْ لِأَبٍ، وَاحِدَةً كَانَتْ أَوْ أَكْثَرَ إِذَا كُنَّ ثَابِتَاتٍ مُتَحَاذِيَاتٍ فِي الدَّرَجَةِ، وَيَسْقُطْنَ كُلُّهُنَّ بِالْأُمِّ، وَالْأَبَوِيَاتُ أَيْضًا بِالْأَبِ، وَكَذَالِكَ بِالْجَدِّ إِلَّا أُمَّ الْأَبِ وَ إِنْ عَلَتْ، فَإِنَّهَا تَرِثُ مَعَ الْجَدِّ، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ قِبَلِهٖ، وَالْقُرْبٰى مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَتْ تَحْجُبُ الْبُعْدٰى مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَتْ وَارِثَةً كَانَتِ الْقُرْبٰى أَوْ مَحْجُوْبَةً۔

ترجمہ: اور جدۂ صحیحہ کے لیے سدس ہے، ماں کی طرف سے (نانی) ہو، یا باپ کی طرف سے (دادی)، ایک ہو یا زیادہ، جب کہ وہ صحیحہ ہوں اور مرتبے میں برابر ہوں اور ماں سے سب دادیاں اور نانیاں ساقط ہوجاتی ہیں، اور پدری جدات باپ سے بھی ساقط ہوجاتی ہیں، اور ایسے ہی دادا سے بھی؛ مگر باپ کی ماں (دادی) اگر چہ اوپر کی ہو، لہٰذا وہ دادا کے ساتھ وارث ہوگی، اس لیے کہ وہ دادا کے رشتہ سے نہیں ہے، اور قریب والی جدہ خواہ کسی بھی جہت کی ہو ساقط کردیتی ہے دور والی جدہ کو خواہ وہ کسی جہت کی ہو، قریب والی جدہ وارث ہو رہی ہو یا ساقط۔

www.besturdubooks.net

توضیح وتشریح: یہاں چھ بحثیں ذکر کی جائیں گی۔

(۱) جدۂ صحیحہ کی تعریف ومصداق (۲) لطیفۂ میراث (۳) احوال جدہ مع مثال و دلیل (۴) احوال جدہ صحیحہ کی وجہ حجب مع نقشہ (۵) کئی رشتوں والی جدات کا حکم (۶) جدہ سے متعلق چار اہم فائدے

بحثِ اول: جدۂ صحیحہ کی تعریف ومصداق:

جدۂ صحیحہ کی تعریف: اصطلاح میراث میں جدۂ صحیحہ اس مؤنث اصل بعید کو کہتے ہیں جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں جد فاسد (نانا) کا واسطہ نہ آئے، جیسے ام الاب (دادی) ام الام (نانی)۔

مصداق: جدۂ صحیحہ کی تین قسمیں ہیں، اس کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ دو مؤنث کے درمیان مذکر حائل نہ ہو، تو وہ صحیحہ ہے ورنہ فاسدہ ہے۔ مثلاً: (الف) اُم اُم الام (ب) اُم اَب الاب (ج) اُم اُم الاب...... یہ تینوں جدۂ صحیحہ ہیں، کیوں کہ کہیں بھی دو مؤنث کے درمیان مذکر حائل نہیں ہے، برخلاف (ام اب الام) یہ فاسدہ ہے؛ کیوں کہ دو مؤنث (اُم) کے درمیان مذکر (اَب) حائل ہے۔(۱)

---

(۱) الجدة الصحيحة وهي ثلاثة أقسام، المدلية بمحض الإناث كأم أم الأم، أو بمحض الذكور كأم أب الأب، أوبمحض الإناث إلى محض الذكور كأم أم الأب، بخلاف العكس كأم أب الأم فإنها فاسدة. (ردالمحتار: ۱۰/ ۵۱۵، العذب الفائق: ۱/ ۸۸)

معرفة الصحيحة من الفاسدة منهن ..... فالصحيحة منهن من لا يتخلل في نسبتها إلى الميت ذكر بين أنثيين، والفاسدة من تخلل في نسبتها ذكر وذلک جد فاسد فمن يدلى به يكون فاسدا ذكراً كان أوأنثٰى. (البحر الرائق: ۹/ ۳۷۱، كتاب الفرائض)

www.besturdubooks.net

بحثِ ثانی: لطیفۂ میراث:

جدِ صحیح کی تعریف میں دادا داخل ہے، نانا نہیں، اور جدۂ صحیحہ کی تعریف میں دادی اور نانی دونوں داخل ہیں، لہٰذا اگر کسی میت نے اپنے وارثین میں دادا، دادی، نانا، نانی کو چھوڑا تو نانا کے سوا بقیہ تینوں وارث ہوں گے۔

بحثِ ثالث: احوالِ جدہ مع مثال ودلیل:

جدۂ صحیحہ کی دو حالتیں ہیں:

(الف) جدۂ صحیحہ کو سدس ملے گا خواہ ابویہ (دادی) ہو یا اُمویہ (نانی)، ایک ہو یا زیادہ، ایک قرابت والی ہو یا زیادہ قرابتوں والی، بشرطیکہ وجوہ حجب میں سے کوئی وجہ نہ پائی گئی ہو۔ مثال:

مسئلہ: ٦
م

اُم الاب	اُخت	عم
سدس	نصف	عصبہ
۱	۳	۲

مسئلہ: ٦
م

ام الام	اب	بنت
سدس	سدس وعصبہ	نصف
۱	۱+۱=۲	۳

مسئلہ: ٦
م

ام الاب	ام الام	ابن
سدس		عصبہ
۱		۵

www.besturdubooks.net

دلیل: عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ تِ الْجَدَّةُ أُمُّ الْأُمِّ، وَ أُمُّ الْأَبِ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: إِنَّ ابْنَ اِبْنِيْ أَوِ ابْنَ بِنْتِيْ مَاتَ وَ قَدْ أُخْبِرْتُ أَنَّ لِيْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقًّا، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍؓ مَا أَجِدُ لَكِ فِيْ الْكِتَابِ مِنْ حَقٍّ، وَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَضٰى لَكِ بِشَيْءٍ وَسَأَسْأَلُ النَّاسَ قَالَ: فَسَأَلَ النَّاسَ فَشَهِدَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ، قَالَ: وَ مَنْ سَمِعَ ذَالِكَ مَعَكَ قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: فَأَعْطَاهَا السُّدُسُ، ثُمَّ جَاءَ تِ الْجَدَّةُ الْأُخْرٰى الَّتِيْ تُخَالِفُهَا إِلٰى عُمَرَؓ قَالَ سُفْيَانُؒ: وَ زَادَنِيْ فِيْهِ مَعْمَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ أَحْفِظْهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَلٰكِنْ حَفِظْتُهُ مِنْ مَعْمَرٍ أَنَّ عُمَرؓ قَالَ: إِنِ اجْتَمَعْتُمَا فَهُوَ لَكُمَا وَ أَيَّتُكُمَا انْفَرَدَتْ بِهٖ فَهُوَ لَهَا.(۱)

مفہوم حدیث:

حضرت قبیصہ ابن ذؤیب فرماتے ہیں کہ ایک نانی یا ایک دادی حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئی، اوراس نے کہا، میرے پوتے کا انتقال ہوگیا ہے، یا کہا کہ میرے نواسے کا انتقال ہوگیاہے، اور مجھے یہ بتلایا گیا ہے کہ میرا بھی قرآن میں حصہ مذکور ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں تیرے لیے قرآنِ کریم میں کوئی حصہ نہیں پاتا، اور نہ ہی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصلہ کرتے ہوئے سنا ہے، میں عنقریب لوگوں سے پوچھوں گا؛

(۱) السنن للترمذي: ۲/۳۰، كتاب الفرائض ما جاء في ميراث الجدة: الرقم: ۲۱۰۰

www.besturdubooks.net

پس حضرت مغیرہؓ نے گواہی دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سدس (چھٹا حصہ) دیا ہے، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا، یہ بات آپ کے ساتھ کسی اور نے سنی ہے؟ حضرت مغیرہؓ کی محمد ابن مسلمہؓ نے تائید کی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھٹا حصہ دیا، پھر حضرت عمرؓ کے پاس دوسری دادی آئی جو اس دادی کے برخلاف تھی (یعنی پہلے دادی آئی تھی تو اب نانی آئی یا اس کے برعکس)، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم دونوں اکٹھی ہو جاؤ، تو چھٹا حصہ تم دونوں کے لیے ہے، اور تم دونوں میں سے جونسی اس چھٹے حصے کے ساتھ تنہا ہو، تو چھٹا حصہ اس کے لیے ہے۔

(ب) حجب: جدۂ صحیحہ کے لیے وجوہِ حجب تین ہیں:

(۱) وجودِ ام: ماں کی وجہ سے تمام جدات ساقط ہو جاتی ہیں، خواہ پدری (دادی) ہو یا مادری (نانی)۔ مثال: مسئلہ:۳ **(ویسقطن کلھن با لام)**

م

ام	ام الاب	ام الام	عم
ثلث	م	م	عصبہ
۱			۲

وجہِ حجب: تمام جدات (دادی، نانی) مجازاً وصفِ اُمومت کی وجہ سے وارث ہوتی ہیں، اس لیے اُم کے حقیقتاً موجود ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔(۱)

---

(۱) عند وجود االأم، فان الأم تحجب كل الجدات سواء كن أبو يات أو من جهة الأم، لأن الجدات يرثن بوصف كونهن أمهات مجازًا، فلا يرثن عند وجود الأم الحقيقة.

(الوجيز فى الميراث ص(۱۰۳)

www.besturdubooks.net

(۲) وجودِ قربیٰ: قریب والی جدۃ خواہ کسی رشتہ کی ہو، وارث ہو یا نہ ہو، دور والی جدۃ کو ساقط کر دیتی ہے، خواہ بعیدہ پدری ہو یا مادری۔

(والقربى من أي جهة كانت تحجب البعدى من أي جهة كانت)

مسئلہ: ۶/ ۱

ام الاب	ام ام الاب	ام ام الام
قربیٰ ابویہ	بعدیٰ ابویہ	بعدیٰ امویہ
سدس	م	م
۱		

مسئلہ: ۶/ ۱

ام الام	ام ام الاب	ام ام الام
قربیٰ امویہ	بعدیٰ ابویہ	بعدیٰ امویہ
سدس	م	م
۱		

مسئلہ: ۱ (وارثة كانت القربى أو محجوبة)

اب	ام الاب	ام ام الام
عصبہ	قربیٰ مجوبہ بالاب	بعدیٰ مجوبہ بالقربیٰ
۱	م	م

وجہِ حجب: ظاہر ہے کہ باب میراث میں اقرب کو ابعد پر تقدم حاصل ہوتا ہے، اور قربیٰ کو بعدیٰ پر تقدم حاصل ہے اسی لیے قربیٰ کی وجہ سے بعدیٰ مجوب ہوتی ہے۔

(۳) وجودِ واسطہ: جس ذات کے واسطہ سے جدہ میت کی طرف منسوب ہو رہی ہے، اس کی موجودگی میں جدہ مجوب ہوگی۔

نوٹ: یہ وجودِ واسطہ والی وجہ حجب صرف ابویات میں جاری ہوگی، اُمویات میں نہیں، کیوں کہ امویات میں واسطہ ''ام'' ہے اور وہ حاجب اول میں داخل ہے۔

www.besturdubooks.net

اب پدری جدّات کے لیے کبھی واسطہ باپ ہوگا، اور کبھی دادا؛ لہٰذا باپ کی موجودگی میں ساری پدری جدّات ساقط ہو جائیں گی، مادری جدّات نہیں۔ مثال:

مسئلہ:٦ (والابویات ایضاً بالاب)

اب	ام الاب	ام الام
عصبہ	م	سدس
۵		۱

اور جد کی وجہ سے صرف وہی پدری جدات ساقط ہوں گی، جن کے لیے دادا واسطہ ہوگا۔ مثلاً: دادا کی ماں (ام أب الاب) دادا (اب الاب) کی وجہ سے ساقط ہوگی، لیکن دادا کی وجہ سے دادی ساقط نہیں ہوگی، کیوں کہ دادی کے لیے واسطہ دادا نہیں' باپ ہے۔ اگر چہ یہ دادی کا دادا کی وجہ سے ساقط نہ ہونے کا سلسلہ اوپر تک ہی کیوں نہ ہو۔ مثال:

مسئلہ:٦ (وكذالك بالجد)

اب الاب	ام اب الاب	ام ام الام
عصبہ	م	سدس
۵		۱

مسئلہ:٦ (الا ام الاب فانها ترث مع الجد)

زوج	اب الاب	ام الاب
نصف	عصبہ	سدس
۳	۲	۱

مسئلہ:٦ (وإن علت)

زوج	اب اب الاب	ام اب الاب
نصف	عصبہ	سدس
۳	۲	۱

www.besturdubooks.net

سوال: وجود قربیٰ والی وجہ حجب میں تو وجود واسطہ کا معنی موجود ہے، مثلاً ''ام الاب'' اُم اُم الاب کے لیے قربیٰ بھی ہے اور واسطہ بھی، تو الگ سے واسطہ والی وجہ حجب کو کیوں بیان کیا؟

جواب: قربیٰ چوں کہ ہر قسم کی بعدی کو ساقط کر دیتی ہے، مثلاً ام الاب قربی ام ام الاب (بعدی بواسطہ قربی) اور ام ام الام (بعدی بلا واسطہ قربی) دونوں کو ساقط کر دیتی ہے، برخلاف واسطہ، کہ وہ صرف ذی واسطہ کو ہی ساقط کرتا ہے، مثلاً اب، ام الاب (بعدی بواسطہ اب) کو تو ساقط کرتا ہے لیکن ام الام (بعدی بلا واسطۂ اَب) کو ساقط نہیں کرتا۔ اسی فرق کی وجہ سے (اگر چہ قربیٰ میں واسطہ کا معنی من وجہ موجود ہے) وجود واسطہ والی وجہ حجب کو الگ سے بیان کیا گیا۔ (مؤلف)

بحثِ رابع: احوال جدہ کی وجہ حصر مع نقشہ:

اگر میت کی ماں موجود ہے تو دونوں قسموں کی جدات، یعنی تمام دادیاں اور نانیاں محروم ہوں گی، اور اگر ماں موجود نہیں ہے تو اِس صورت میں اگر میت کا باپ موجود ہے تو وہ جدات جو اُبویات کے رشتہ کی ہیں (یعنی دادیاں) صرف وہی محروم ہوں گی، امویات (نانیاں) محروم نہیں ہوں گی۔ اور اگر میت کی ماں موجود نہیں اور نہ ہی باپ موجود ہے؛ مگر میت کا دادا حیات ہے، تو دادا ان تمام جدات کو محروم کر دے گا، جو دادا کے واسطے سے میت کی جانب منسوب ہوتی ہیں، اور گر مذکورہ افراد میں سے کوئی نہ ہو تو جدات کو سدس ملے گا۔

www.besturdubooks.net
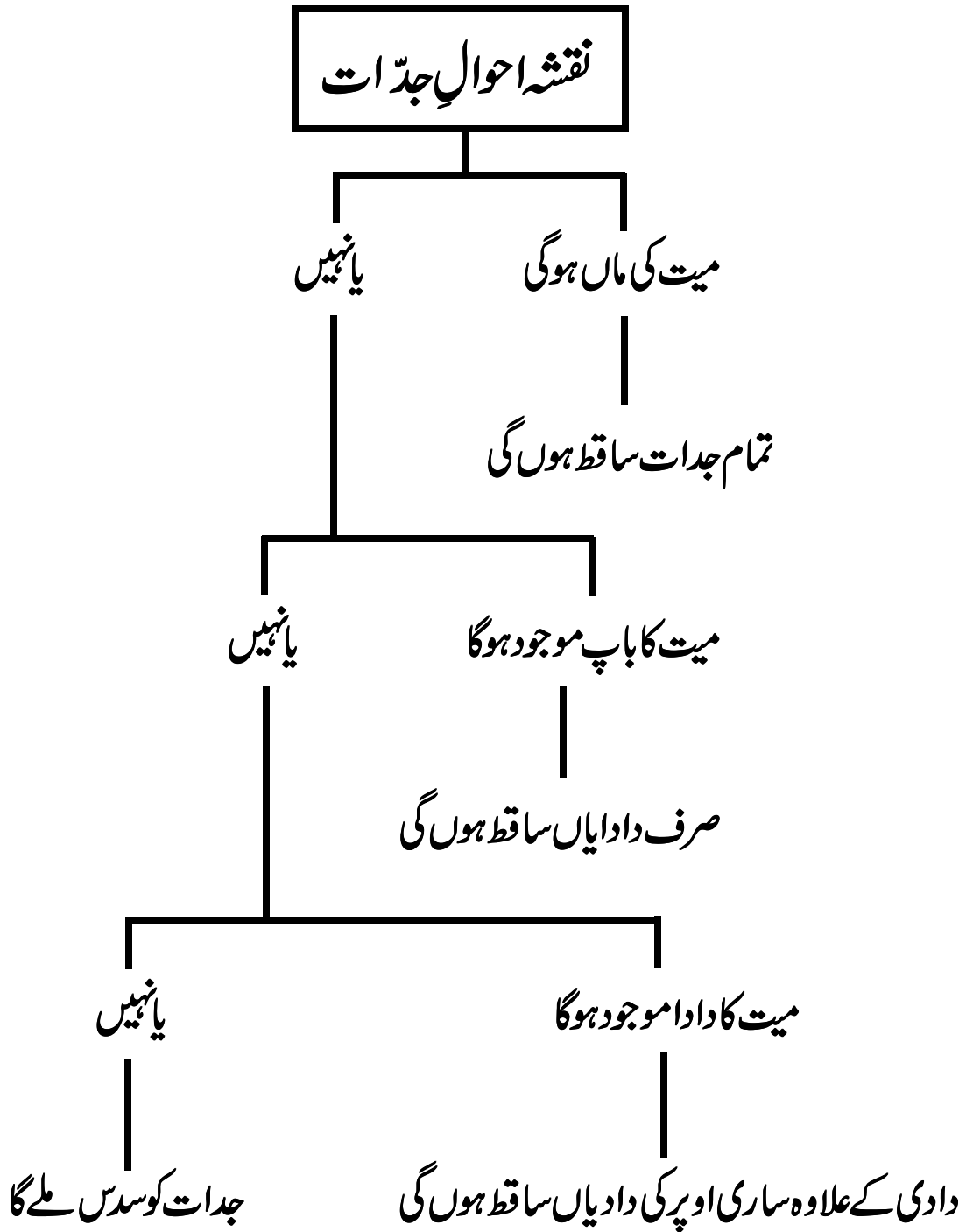
بحثِ خامس: کئی رشتوں والی جدات کا حکم:

إِذَا كَـانَـتِ الْـجَـدَّةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ وَاحِدَةٍ كَأُمِّ أُمِّ الْأَبِ، وَالْأُخْرَىٰ ذَاتُ قَرَابَتَيْنِ أَوْأَكْثَرَ كَأُمِّ أُمِّ الْأُمِّ وَهِيَ أَيْضًا أُمُّ أَبِ الْأَبِ بهذه الصورة

میـــــــت				میـــــــت		
ام		اب		ام		اب
ام	اب	ام		ام		اب
ام		ام		ام	ام	اب
				ام	اب	ام

يُقَسَّمُ السُّدُسُ بَيْنَهُمَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ أَنْصَافًا بِإِعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ أَثْلَاثًا بِإِعْتِبَارِ الْجِهَاتِ.

ترجمہ: اور جب جدۂ صحیحہ ایک رشتہ والی ہو، جیسے دادی کی ماں اور دوسری دو یا زیادہ رشتے والی ہو جیسے نانی کی ماں اور یہی دادا کی ماں بھی ہو، اس نقشہ کے مطابق، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افراد کے اعتبار سے سدس آدھا آدھا تقسیم ہوگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک رشتوں کے اعتبار سے سدس تہائی تہائی تقسیم ہوگا۔

توضیح وتشریح: مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے متعدد رشتوں والی جدات کا حکم بیان کیا ہے۔

ماقبل کے بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک وقت میں متعدد جدات ہوسکتی ہیں، اور وہ سب صرف (سدس = $\frac{1}{6}$) چھٹے حصے کی مستحق ہوں گی۔ اور یہاں مذکورہ بالا عبارت میں دوسرا مسئلہ یہ بیان ہوا ہے کہ دو جدۂ صحیحہ متحاذی فی الدرجۃ ہوں، اور ان کی قرابتوں میں تفاوت ہو، ایک جدہ میں ایک قرابت اور دوسری میں دو قرابتیں یا تین قرابتیں علی ہذا القیاس قرابتوں میں اختلاف وتفاوت ہو تو قرابتوں کے تفاوت سے ان

www.besturdubooks.net

کے مابین (سدس = $\frac{1}{6}$) چھٹا حصہ تقسیم کرنے میں بھی ان قرابتوں کا لحاظ کیا جائے گا، یا دونوں کو برابر دیا جائے گا اس مسئلہ میں صاحبین کا اختلاف ہے۔

قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ قرابتوں کے تفاوت سے ان کے حصوں میں تفاوت نہ ہوگا، بل کہ دونوں جدات کو ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے برابر حصہ دیا جائے گا؛ مگر امام محمدؒ رشتوں کے اعتبار سے سدس کو جدات کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، مثلاً اگر کسی میت کے ایک جدہ سے دو رشتے ہوں اور دوسری سے ایک رشتہ تو دو رشتہ والی کو سدس میں سے دو حصہ اور ایک رشتہ والی کو سدس میں سے ایک حصہ دیتے ہیں۔

اسی طرح اگر ایک جدہ تین رشتہ والی ہو اور دوسری ایک رشتہ والی تو تین رشتے والی کو سدس میں سے تین حصے اور ایک رشتہ والی کو صرف ایک حصہ دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جدات کو ترکہ دینے میں امام ابو یوسفؒ افراد کا اعتبار کرتے ہیں، اور امام محمدؒ رشتوں کا۔ درج ذیل نقشوں سے یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی۔ (نقشۂ اولی)

www.besturdubooks.net
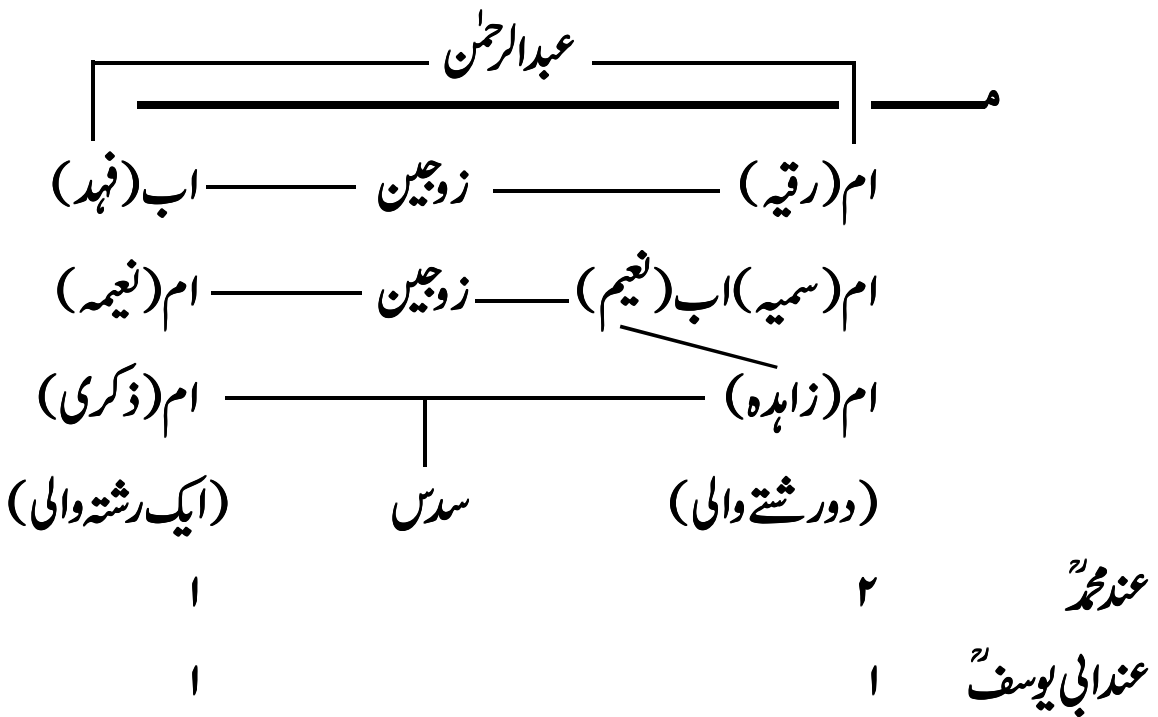
نقشہ کی وضاحت:

مذکورہ نقشے میں ایک جدہ ایک رشتہ والی اور دوسری جدہ دو رشتے والی ہے، اس میں ذکریٰ نے اپنی لڑکی نعیمہ کی شادی زاہدہ کے لڑکے نعیم سے کردی، ان دونوں زوجین سے فہد پیدا ہوا، پھر زاہدہ نے اپنے پوتے فہد کی شادی اپنی نواسی رقیہ سے کردی، ان دونوں سے عبدالرحمٰن پیدا ہوا، اس اعتبار سے زاہدہ دو رشتوں والی جدہ ہوئی۔ ۱- زاہدہ عبدالرحمٰن کی نانی سمیہ کی ماں ہے۔ ۲- زاہدہ عبدالرحمٰن کے دادا نعیم کی بھی ماں ہے، اور ذکریٰ صرف عبدالرحمٰن کی دادی نعیمہ کی ماں ہے۔

(نقشۂ ثانیہ)

عبداللہ

م

ام (رقیہ) —— زوجین —— اب (فہد)

ام (سمیہ) ام (ساجدہ) —— زوجین —— اب (زید)

ام (زاہدہ) اب (نعیم) —— زوجین —— ام (نعیمہ)

ام (فاطمہ) —— ام (ذکری)

(تین رشتے والی) سدس (ایک رشتے والی)

	(تین رشتے والی)	(ایک رشتے والی)
عند محمدؒ	۳	۱
عند ابی یوسفؒ	۱	۱

www.besturdubooks.net
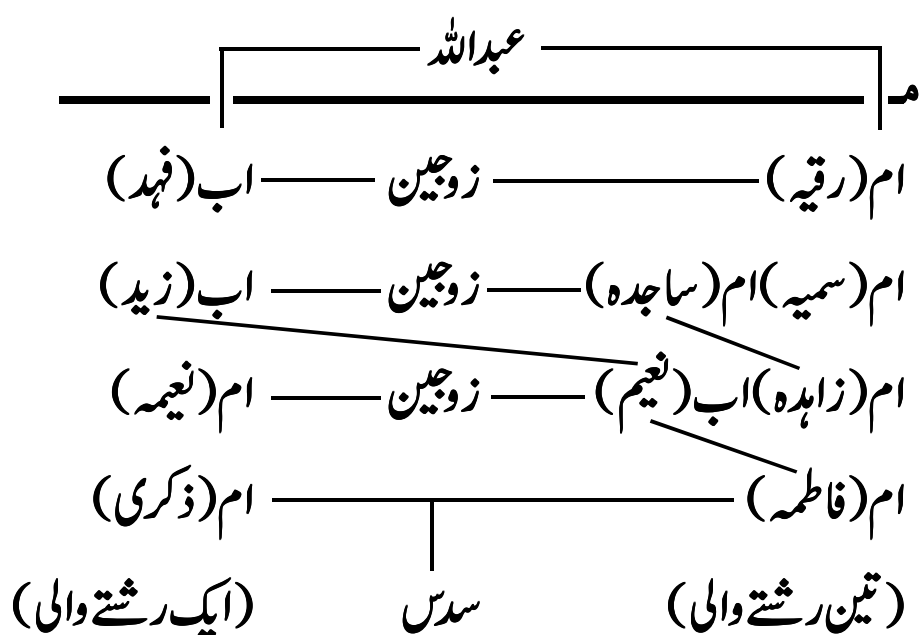
نقشہ کی وضاحت:

دوسرے نقشہ میں صرف اتنا اضافہ ہے کہ فاطمہ کی پرنواسی (رقیہ) کی شادی فہد سے ہوئی جو فاطمہ کا پرنواسا ہے، اوران دونوں سے عبداللہ پیدا ہوا، اس نقشہ میں عبداللہ کی وفات ہوئی ہے، اس لیے فاطمہ کا رشتہ فہد کے ساتھ عبداللہ سے بھی جوڑا جائے گا اور فاطمہ تین رشتوں سے عبداللہ کی جدہ ہوگی۔

(۱) ام ام ام الام: یعنی فاطمہ عبداللہ کی نانی سمیہ کی نانی ہے۔

(۲) ام ام ام الاب: یعنی فاطمہ عبداللہ کی دادی ساجدہ کی نانی ہے۔

(۳) ام اب اب الاب: یعنی فاطمہ عبداللہ کے دادا زید کی دادی ہے۔

اور ذکریٰ صرف ایک رشتہ سے عبداللہ کی جدہ ہے، وہ (ام ام اب الاب) ہے، عبداللہ کے دادا زید کی نانی ہے۔

تنبیہ: وراثت تقسیم کرنے کے لیے یہ فرض کرنا ضروری ہے کہ دونوں نقشوں میں اخیری جدہ کے علاوہ سارے اجداد وجدات کی وفات ہو چکی ہے، ورنہ قربیٰ بعدیٰ والی وجہ حجب کی وجہ سے یہ رشتوں والی جدات ساقط ہوں گی۔

دلیل امام محمدؒ:

قول محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ میراث کا مدار جہات (قرابت) پر ہے نہ کہ اشخاص کے اعتبار سے؛ لہٰذا جس کے اندر قرابت زیادہ ہوگی اس کو اسی اعتبار سے زیادہ حصہ ملے گا، اور قیاس کیا اس مسئلہ پر کہ ہندہ نے اپنے ورثہ میں دو چچازاد بھائی وارث چھوڑے راشد

www.besturdubooks.net

اورساجد، ان میں سے راشد ہندہ کا شوہر بھی ہے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۲×۲=۴ ہندہ

(زوج) ابن العم	ابن العم
راشد	ساجد
نصف	عصبہ
۱×۲ +	۱×۲=۲
۲+۱=۳	۱

مذکورہ مثال میں راشد کو شوہر ہونے کی حیثیت سے بطور فرض اولاً نصف حصہ ملا، اور باقی نصف عصبہ ہونے کی حیثیت سے بعدا لتصحیح راشد اور ساجد دونوں پر برابر تقسیم ہوگیا، اس اعتبار سے چار حصوں میں سے تین راشد کو ملا دو حصہ شوہر ہونے کی وجہ سے فرضیت سے اور ایک حصہ چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے بطور عصبیت کے، اور ساجد کو صرف چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے صرف ایک حصہ ملا۔

توجس طرح راشد کو دو قرابتوں زوج اور ابن العم ہونے کی وجہ سے ساجد سے زیادہ ترکہ ملا؛ حالاں کہ ساجد بھی ابن العم ہے، تو اسی طرح جس جدہ میں ایک قرابت ہوگی اس کو ایک حصہ اور جس میں دو یا تین یا اس سے زائد قرابتیں ہوں گی اس کو اسی اعتبار سے دو یا تین یا اس سے بھی زیادہ از دیادِ قرابت کے اعتبار سے حصے دیئے جائیں گے۔(۱)

---

(۱) وجه قول محمد –رحمه الله– أن إستحقاق الإرث باعتبار الأسباب، فإذا اجتمع في واحد سببان متفقان كجدة من جهتين كانت في الصورة واحدة، و في المعنى متعددة، فتستحق الإرث بسببه معًا، كما إذا اجتمع فيه سببان مختلفان، ألا ترىٰ أنه إذا ترک ابني عم أحدهما أخ له لأم، فإنه يأخذ ذالک الأخ السدس بالفرض و الباقي بينهما نصفين بالعصوبة، و كذا إذا تركت ابني عم أحدهما زوج، فإنه يأخذ الزوج النصف بالفرضية، ويقاسم لآخر في النصف الباقي بالعصوبة.

(الشريفية: ص ٣٦)

www.besturdubooks.net

دلیل امام ابو یوسفؒ:

قاضی ابو یوسفؒ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ میراث کا مدار، جہاتِ قرابت پر اس وقت معتبر ہوگا، جب کہ دوسری قرابت سے اس کا نام بھی دوسرا ہوگیا ہو، اور دوسرے نام کی وجہ سے وہ مستحق میراث بھی ہو، اگر متعدد قرابتوں کے بعد بھی ایک ہی نام رہا تو یہ قرابتوں کا متعدد ہونا تعدد وارث کا سبب نہیں ہوگا۔

لہٰذا جدات میں ایک قرابت ہو تو بھی وہ جدہ کہلاتی ہے، اور دو یا اس سے زائد قرابت ہوں تب بھی وہ جدہ ہی کہلاتی ہے، اس لیے متعدد رشتوں والی جدہ کو بھی اتنا ہی حصہ ملے گا جتنا ایک قرابت والی کو ملتا ہے۔

اور جس مسئلہ پر امام محمدؒ نے قیاس کیا ہے، وہ قیاس مع الفارق ہے اس لیے کہ اس میں تعددِ قرابت سے تعدد اسماء بھی پایا جا رہا ہے کہ ایک قرابت سے ابن العم ہے اور دوسری قرابت سے زوج ہے؛ لہٰذا جب دو قرابتوں سے اس کو دو علیحدہ علیحدہ نام ہوگئے تو دونوں کا اعتبار کر کے دونوں حیثیت سے اس کو حصہ دیا جائے گا۔

برخلاف جدات کے، ان میں قرابت کے زیادہ ہونے سے دوسرا نام نہیں ہوتا بل کہ وہ جدہ ہی کہلاتی ہے۔ اس لیے اس کو بھی ایک ہی حصہ ملے گا۔(۱)

---

(۱) وجه قول أبي يوسفؒ ان تعدد الجهة إن اقتضى تعدد الاسم كما في الأمثلة الثلاثة المذكورة، كان مقتضيا لتعدد الاستحقاق بحسب تعددها، وأما إذا لم يقتض تعدد الاسم كان في حكم الجهة الواحدة، وما نحن فيه من هذا القبيل، فإن ذات القرابتين تسمّى بالجدة كذات القرابة الواحدة. (الشريفية: ص۴۷)

www.besturdubooks.net

نـوٹ: فتویٰ قاضی ابو یوسف کے قول پر ہے لہٰذا اگر ایک جدہ ذی قرابت ہو، اور دوسری ذی قرابتین یا اکثر، تو امام ابو یوسفؒ کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق ''سدس'' ان دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا، کیوں کہ ایک ہی وارث دو قرابتوں کی وجہ سے دو حصے نہیں پاتا۔(۱)

بحثِ سادس: جدہ سے متعلق چار اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: وہ چار عورتیں جو اپنے فرض میں مستقل نہیں ہیں:

دنیائے میراث میں چار عورتیں ایسی ہیں خواہ تنہا ہو، یا متعدد، اپنے فرض میں مشترکہ طور پر شریک ہوتی ہیں، مستقل نہیں ہوتی۔

(الف) بنت الابن (پوتی) جب یہ بنتِ صلبیہ کے ساتھ ہو تو ان کا فرض سدس ہوتا ہے۔ مثلاً: مسئلہ:۶

بنت	۵/بنات الابن	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

(۱) و إذا اجتمعا و كانت إحداهما ذات قرابة واحدة كأم الأب والأخرى ذات قرابتين أو أكثر كأم أم الأم و هي أيضا أم أب الأب قسم محمد السدس بينهما أثلاثا بإعتبار الجهات، و هما أي أبو حنيفة و أبو يوسف أنصافا بإعتبار الأبدان، و جزم في الكنز فقال و ذات جهتين لذات جهة، قال الشامي تحت قوله و به جزم في الكنز قال الدر المنتقى فكان هو المرجح، و إن اقتضى صنيع المصنف خلافه فليتنبه! وأصل هذا أن الترجيح بكثرة العلة لا يجوز على ماعرف في الأصو ل.
(الدر المختار مع رد المحتار: ۱۰/۵۳۳)

وإذا كانت جدة ذات قرابات ثلث مع جدة ذات واحدة، يقسّم السدس بينهما أنصافًا عند أبي =

www.besturdubooks.net

(ب) اخت علّی (علاتی بہن)

جب یہ ایک اُخت عینی کے ساتھ ہوتو ان کا فرض سدس ہوتا ہے۔ مثلاً:

مسئلہ:۶

اخت (ع)	۴/اخت (عل)	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

(ج) زوجہ (بیوی) اگر متعدد ہوں تو وہ اپنے فرض ربع، ثمن میں مشترک ہوں گی۔ مثلاً:

مسئلہ:۸

۳/زوجہ	ابن
ثمن	عصبہ
۱	۷

مسئلہ:۱۲

زوجہ	۲/اخت (ع)	عم
ربع	ثلثان	عصبہ
۳	۸	۱

(د) جدۃ (دادی، نانی) اپنے فرض سدس میں مشترکہ طور پر شریک ہوتی ہیں۔(۱) مثلاً:

مسئلہ:۶

۵جدات	۲/اخت (علی)	عم
سدس	ثلثان	عصبہ
۱	۴	۱

= یوسفؒ، و أرباعًا عند محمدؒ، قال الإمام السرخسيؒ لارواية عن أبي حنيفة في صورة تعدد قرابة إحدى الجدتين، وذكر في فرائض الحسن ابن عبد الرحمن بن عبد الرزاق الشاشي من أصحاب الشافعيؒ، أن قول أبي حنيفة و مالک والشافعي كقول أبي يوسف. (الشريفية:ص۳۷)

(۱) تستوى الأنثى الواحدة والإناث المتعددات في أربعة مواضع. الأول: بنت الابن أو =

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثانیہ: جدہ خواہ دادی ہو یا نانی دونوں کا فرض کے سلسلے میں اختلاف ائمہ مع دلائل:

وللجد ة السدس لأم كانت أو لأب

مذکورہ عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے جدہ کا فرض سدس بیان کیا ہے خواہ جدہ دادی ہو یا نانی۔

جدہ اگر نانی ہو تو اس کا فرض کیا ہوگا؟ اِس سلسلے میں دو مذاہب ہیں:

مذہبِ اول: ابن عباسؓ کے نزدیک جدہ (نانی) ماں کی عدم موجودگی میں اس کے قائم مقام ہوتی ہے، اس لیے وہ ثلث کی مستحق ہوگی؛ بشرطیکہ میت کی کوئی اولاد یا اِخوۃ و اَخوات نہ ہوں، اور اگر ان میں سے کوئی موجود ہو، تو نانی سدس کی مستحق ہوگی۔

دلیل: اب کی عدم موجوگی میں جیسے جد، اب کا سدس اور عصبہ والا حکم لے لیتا ہے، اور ابن کی عدم موجودگی میں ابن الابن، ابن کا عصبہ والا حکم لے کر اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے، ایسے ہی ام الام، ام کی عدم موجوگی میں اس کا فرض (سدس، ثلث) لے کر اس کے قائم مقام ہو جائے گی۔

= بناته إذا كانت أو كن مع بنت الصلب الواحدة، فرضها أو فرضهن السدس، ولايزيد الفرض بزيا دة عددهن، الثاني: الأخت أو الأخوات من الأب إذا كانت أو كن مع الأخت الشقيقة الواحدة لها أولهن السدس، ولا يزيد الفرض بزيادة عددهن، الثالث: الزوجة الواحدة أوالزوجات لها أولهن الربع فقط، أوالثمن فقط، الرابع: الجدة الواحدة أوالجدات لها أولهن السدس، ولا يزيد بزيادة عددهن فقط. (العذب الفائض: ۸٦/۱)

www.besturdubooks.net

طریقۂ استدلال:

دلیل قیاس کا حاصل یہ ہے کہ مقیس علیہ اب الاب، اب اور ابن الابن، ابن میں جیسے واسطہ ابن اور اَب وارث ہیں، اور ابن الابن، اب الاب کا اپنے واسطہ اب وابن کے قائم مقام ہونا صحیح ہوا، ایسے ہی مقیس ام الام اور ام میں بھی واسطہ (ام) صاحبِ فرض وارث ہے، اسی لیے ام الام کا ام کے قائم مقام ہونا صحیح ہوگا۔(۱)

مذہبِ ثانی: جمہور فقہاء کے نزدیک جدہ خواہ پدری ہو، یا مادری سدس کی مستحق ہوگی۔

دلیل نقلی: قبیصہ ابن ذؤیب کی روایت ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا جس میں جدہ دادی کے ساتھ نانی کو بھی سدس میں شریک کیا گیا۔(۲)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیلِ قیاس کا جواب:

مُدلِی (ذی واسطہ) مُدلیٰ بہ (واسطہ) کے قائم مقام اسی وقت ہوگا، جب کہ مُدلی کے لیے مُدلی بہ مذکر ہو جیسے اَب الاب مُدلی کے لیے مُدلی بہ اَب مذکر ہے، تو وہ اَب کی عدمِ موجودگی میں اَب کے قائم مقام ہوگا۔ اور ابن الابن مدلیٰ بہ کے لیے مدلی ابن مذکر ہے، تو ابن الابن، ابن کی عدمِ موجوگی میں ابن کے قائم مقام ہوگا، برخلاف ام الام

(۱) وذهب ابن عباس رضي الله عنه إلى أن الجده أم الأم تقوم مقام الأم عند عدمها، فتأخذ الثلث إذا لم يكن للميت ولد، ولا إخوة، والسدس إذا كان له أحدهما، كما أن الجد أب الأب يقوم مقام الأب عند عدمه، وابن الابن يقوم مقام الابن مع عدمه، ثم إن الأم لا يزاحمها في فرضيتها أحد من الجدات، فكذالک أم الأم لا يزاحمها أحد منهن. (الشريفية: ص ٣٣)

(۲) السنن للترمذي: ٢/ ٣٠، كتاب الفرائض، ما جاء في ميراث الجدة

www.besturdubooks.net

(مدلی)، کہ اس کے لیے مدلیٰ بہ ام مؤنث ہے، اسی لیے ام الام فرضیت میں اُم کے قائم مقام نہیں ہوگی۔ دنیائے میراث میں اس کی اور بھی مثالیں ہیں۔

جیسے بنات الاخوات (بھانجیاں) مُدلی کے لیے مُدلی بہ اُخت مؤنث ہے، اور صاحبِ فرض بھی ہے لیکن پھر بھی بنت الاخت (بھانجی) فرضیت میں اخت کے قائم مقام نہیں ہے۔ اور بنات البنت (نواسیاں) مُدلی کے لیے مُدلی بہ بنت مؤنث ہے، اور صاحب فرض بھی ہے، لیکن پھر بھی بنت البنت (نواسی) فرضیت میں بنت کے قائم مقام نہیں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام الام اور ام کو اب الاب اور اب، ابن الابن اور ابن پر جو قیاس کیا ہے وہ قیاس مع الفارق ہے۔(۱)

سوال: جب مدلی کے لیے مدلیٰ بہ کے فرضیت کے استحقاق کے لیے مدلی بہ کا مذکر ہونا ضروری ہے، تو ام الام (مدلی) میں تو مدلی بہ ام مؤنث ہے، تو اس ضابطہ کے مطابق ام الام کو بھی بالکلیہ محروم ہونا چاہیے، جیسے بنت الاخت، بنت البنت میں مدلی بہ اخت، بنت مؤنث ہیں جس کی وجہ سے بنت البنت، بنت الاخت دونوں بالکلیہ محروم ہو رہی ہیں، جب کہ ام الام حالت انفراد (عدم وجوہ حجب ثلاثہ) کی صورت میں وارث ہوتی ہے؟

جواب: مدلی کے لیے مدلی بہ کے فرضیت کے استحقاق کے لیے مدلی بہ کا مذکر ہونا ضروری ہے۔ اس ضابطہ کی روشنی میں واقعی ام الام کو محروم ہونا چاہیے تھا، لیکن ہم نے اس ضابطۂ قیاس کو جدات کے سلسلے میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (روایۃ قبیصۃ بن ذؤیبؓ)

---

(۱) وردَّ بان الادلاء بالانثی لیس سببا لاستحقاق المدلی فریضۃ المدلی بہ کبنات البنات وبنات الأخوات. (الشریفیۃ: ص۳۳)

www.besturdubooks.net

کی وجہ سے ترک کر دیا اور مورد شرع پر منحصر کرتے ہوئے سدس پر اکتفا کیا۔(۱)

سوال مذکور کا جواب دوسرے اسلوب میں:

اگر مدلی (ذی واسطہ) کا مدلی بہ (واسطہ) کے فرضیت کے استحقاق کے لیے واسطہ کا مذکر ہونا ہی ضروری ہے، تو اس ضابطے کی وجہ سے ام الام کو بھی بنات الاخوات (بھانجیاں) و بنات البنات (نواسیاں) کی طرح محروم ہونا چاہیے، کیوں کہ ان میں سے ہر ایک میں واسطہ مؤنث ہے مذکر نہیں، اس کے باوجود اُم الام حالت انفراد (عدم وجوہ حجب) میں وارث ہوتی ہے۔

لامحالہ یہی کہنا ہوگا کہ ذی واسطہ کا واسطہ کے قائم مقام ہونے کے لیے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے: ۱) واسطہ خود وارث ہو خواہ ذی فرض ہو یا ذی عصبہ

(۲) ذی واسطہ بھی وارث (ذی فرض، ذی عصبہ) ہو۔

اور یہاں بنات البنات اور بنات الاخوات میں واسطہ (بنت، اخت) تو وارث ذی فرض ہیں، لیکن ذی واسطہ بھانجیاں اور نواسیاں نہ تو ذی فرض ہیں اور نہ ہی ذی عصبہ، بل کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہیں، اسی لیے یہ اپنے واسطہ (بنت، اخت) کے قائم مقام نہیں ہیں۔ برخلاف اُم الام، کہ یہاں اُم واسطہ وارث ذی فرض ہے۔ اور ذی واسطہ اُم الام بھی وارث ذی فرض ہے؛ اسی وجہ سے اُم الام، ام کے قائم مقام ہوکر محض سدس میں اُم کا حکم لے لے گی۔ (مؤلف)

---

(۱) لكنا تركنا هذا القياس في الجدات بالسنة ولم يزد فيها ما زاد على السدس فاكتفينا به.

(الشريفية: ص ۳۳)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثالثہ: اب کی وجہ سے پدری جدات کے سقوط اور عدم سقوط کے سلسلے میں مذاہب مع دلائل: "وتسقط الأبويات أيضا بالأب" مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے پدری جدات کے لیے ایک وجہ حجب کا ذکر کیا ہے، کہ پدری جدات وجود واسطہ یعنی اَب کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

مذہبِ اول: جمہور فقہاء وعام صحابہ حضرت عثمانؓ وعلیؓ وزید بن ثابتؓ وغیرہ کے نزدیک اَب تمام پدری جدات کو ساقط کر دیتا ہے۔

دلیل نقلی: عَنْ عَلِيٍّ وَزَيْدٍ أَنَّهُمَا كَانَا لَا يُوَرِّثَانِ الْجَدَّةَ أُمَّ الْأَبِ مَعَ الِأَبِ. (۱)

مفہوم حدیث: حضرت علیؓ اور حضرت زید ابن ثابتؓ سے منقول ہے کہ وہ دادی کو باپ کے ساتھ وراث نہیں بناتے ہیں۔

دلیل عقلی: پدری جدات اب کی وجہ سے اس لیے ساقط ہوتی ہیں کیوں کہ اَب پدری جدات کے لیے واسطہ ہے، اور واسطہ کی موجودگی میں ذی واسطہ ساقط ہو جاتا ہے۔ (۲)

مذہبِ ثانی: ابن مسعودؓ ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہ حضرات کے نزدیک پدری جدات اَب کے ساتھ وارث ہوں گی۔

دلیل نقلی: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ جَدَّةٍ أَطْعَمَتْ فِيْ الْإِسْلَامِ سَهْمًا أُمَّ أَبٍ وَ اِبْنُهَا حَيٌّ. (۳)

---

(۱) سنن الدارمي: ۲/۴۵۷، كتاب الفرائض، باب قول على وزيد في الجدات: الرقم: ۲۹۴۱

(۲) وتسقط الأبوية فقط بالأب لإدلائها به. (كتاب المنهل الفائض في علم الفرائض: ص ۲۹)

(۳) سنن الدارمي: ۲/۴۵۵، كتاب الفرائض، باب في الجدات: الرقم: ۲۹۳۲

www.besturdubooks.net

مفہوم حدیث: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اسلام میں پہلی دادی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور میراث کے سدس دیا دراں حالیکہ اس کا بیٹا (یعنی باپ) زندہ تھا۔

طریقۂ استدلال: مذکورہ حدیث میں صاف ظاہر ہے کہ دادی کو بیٹے (اَب) کی موجودگی میں حصہ دیا گیا۔

دلیل عقلی: پدری جدہ اَب کے ساتھ اس لیے وارث ہوگی، کیوں کہ جدات کی توریث کا دارومدار اسمِ جدہ پر ہے، اِدلاء اِلی المیت پر نہیں، کہ مدلی بہ اَب کی وجہ سے مدلی اُم الاب ساقط ہوجائے۔ اوراسم جدۃ میں ام الأم (نانی) اورام الاب (دادی) دونوں داخل ہیں،تو جیسے اَب، اُم الام کو ساقط نہیں کرتا ایسے ہی ام الاب کو بھی ساقط نہیں کرے گا۔(۱)

مذہبِ ثانی کی دلیلِ نقلی کا جواب:

پدری جدہ اَب کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوتی ہے، اور ہر ذی واسطہ، واسطہ کی موجودگی میں ساقط ہوجاتا ہے، جیسے بنت الابن (پوتی) ذی واسطہ، ابن واسطہ کی موجودگی میں ساقط ہوجاتی ہے، ایسے ہی اُم الاب ذی واسطہ اَب واسطہ کی وجہ سے ساقط ہوجائے گی۔(۲) رہی بات حدیث، تو اولاً وہ ایک حکایتِ حال ہے، جو وجودِ اب

---

(۱) والمعنی في ذالک أن إرث الجدات لیس باعتبار الإدلاء لأن الإدلاء بالأنثی لا یوجب استحقاق شئ من فریضتها کما مرَّ انفًا بل استحقاقهن للإرث باسم الجدة و یساوی في هذا الإسم أم الأم و أم الأب فکما أن الأب لا یحجب الاولٰی و لا یحجب الثانیة. (الشریفیة: ص۳۳)

(۲) قلنا إن أم الأب تدلی بالاب فلا ترث مع وجوده کبنت الابن مع وجود الابن.

(حاشیه شریفیه: الرقم: ۱۱/ص۳۳)

www.besturdubooks.net

کے ساتھ توریثِ جدۃ پر حجت اور دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیوں کہ اس کی سند میں محمد ابن ہمدانی ہے جن کو امام مسلم نے ضعیف قرار دیا ہے۔(۱)

ثانیاً: اس ضعیف حدیث کی تین توجیہیں کی گئی ہیں:

پہلی توجیہ: میت کا یہ باپ غلام یا کافر ہوگا' اور محروم بالاتفاق، حجب طاری نہیں کرتا ہے، اسی لیے باپ کی وجہ سے دادی کو وارث بنایا گیا۔(۲)

دوسری توجیہ: وابنھا حيّ میں اس بات کا احتمال ہے کہ اِبن سے میّت کا چچا مراد ہو' باپ مراد نہ ہو، کیوں کہ دادی کے لیے جیسے میّت کا باپ بیٹا ہے ایسے ہی میّت کا چچا بھی بیٹا ہے، اور چچا کی وجہ سے دادی ساقط نہیں ہوتی ہے۔(۳)

تیسری توجیہ: حضرت مفتی سعید صاحب پالن پوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میری ناقص رائے میں یہ دادی کا بیٹا میت کا باپ ہی تھا، اور شروعِ اسلام میں اس حالت میں دادی کو وارث بنایا گیا تھا؛ مگر بعد میں یہ حکم ختم ہوگیا، اور جن صحابہ کو نسخ کا علم نہیں ہوا وہ سابق رائے پر برقرار رہے، جیسا کہ حدیث کے الفاظ ''اوّل جـدةٍ'' اس معنی کی طرف

---

(۱) سمعت الحسن بن عيسىٰ يقول قال لي ابن المبارك إذا قدمت على جرير فاكتُب علمه كله إلا حديث ثلثة. لا تكتب عنه حديث عبيدة بن مُعتّب والسرّي بن اسماعيل و محمد بن سالم الهمداني. (الصحيح لمسلم: ۱/۲۰)

(۲) و اما تاويل مارواه ابن مسعودٍ رضي الله عنه فهو أنّه يحتمل أن يكون أبو ذلك الميت رقيقًا أو كافرًا والمحروم عن الميراث لايحجب بالإتفاق. (الشريفية مع الحاشية:۳۴)

(۳) ولا حجة لهم فى الحديث لأنه حكاية حالٍ فيحتمل أن ذلك الاِبن كان عما للميت لا أبًا. (حاشيه شريفيه: رقم ۱۱/ص۳۳)

www.besturdubooks.net

مشیر ہے کہ یہ پہلی دادی تھی جس کو وارث بنایا گیا، بعد میں یہ حکم ختم ہو گیا، اور میت کے باپ کو دادی کے لیے حاجب قرار دیا گیا، یہی جمہور صحابہ کی رائے ہے، اور اسی کو ائمۂ اربعہ نے لیا ہے۔ یہ تیسری توجیہ پہلی دونوں توجیہوں سے بہتر ہے، کیوں کہ ان دونوں توجیہوں پر یہ اشکال ہے کہ پھر صحابہ میں اختلاف کیوں ہوا؟(۱)

پس جب حدیث بالا میں ذکر کردہ تین باتوں کا احتمال ہے، تو روایتِ محتملہ کے ذریعہ استدلال درست نہیں ہے، کیوں کہ قاعدہ ہے "**إذا جاء الإحتمال بطل الإستدلال**" - کہ جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔(۲)

دلیل عقلی کا جواب:

مذہب ثانی والوں کا یہ کہنا کہ جدّات کی توریث کا دارومدار اسم جدہ پر ہے، اِدلاء پر نہیں، یہ بات باطل و مردود ہے، کیوں کہ محض نام استحقاق و قرابت کو ثابت نہیں کرتا جیسے اگر کوئی شخص کسی اجنبیہ سے کہے "**هذه جدّتي**"، تو وہ اجنبیہ اس شخص کی جدّہ بن کر وارث نہیں ہوگی۔

پس معلوم ہوا کہ استحقاق و قرابت کے ثبوت کے لیے ادلاء کا اعتبار ضروری ہے، خواہ یہ ادلاء یعنی میّت کی طرف منسوب ہونا مذکر کے ذریعہ ہو یا مؤنث کے ذریعہ؛ لہٰذا تمام جدّات کا ام کی وجہ سے، اور پدری جدّات کا خاص طور پر اب کی وجہ سے۔ سقوط کی دو علتیں ہیں، اور ان دونوں میں سے ہر ایک میں حجب کی قوت موجود ہے۔

---

(۱) تحفۃ الالمعی: ۵/۴۴۰ (۲) **يحتمل أن يكون أبو ذلك الميت رقيقًا أو كافرًا وإذا قام الإحتمال بطل الإستدلال**. (حاشیہ شریفیہ: رقم: ۹/ص ۳۴)

www.besturdubooks.net

(۱) اتحادِ سبب: یعنی جہتِ اموّت (مادری) یا ابوّت (پدری) کا اتحاد ہو۔

(۲) ادلاء (واسطہ): اس ذات کا وجود جس کے ذریعہ میّت کی طرف منسوب ہونا پایا جاتا ہے۔

اب ان دو علتوں کے وجود و عدم کے اعتبار سے کل چار صورتیں بنیں گی:

(الف) اگر یہ دونوں علتیں (اتحادِ سبب، ادلاء) موجود ہوں، تو اس کے ساتھ حکم حجب متعلق ہوگا؛ مثلاً کسی مسئلہ میں ام الام اور ام ہوں، تو ام اور ام الام کے مابین جہتِ اموّت کا بھی اتحاد ہے، اور ام، ام الام کے لیے واسطہ بھی ہے۔ جیسے:

مسئلہ: ۳

ام	ام الام	عم
ثلث	م	عصبہ
۱		۲

(ب) اگر یہ دونوں علتیں (اتحادِ سبب، ادلاء) معدوم ہوں، تو اس کے ساتھ حکمِ حجب متعلق نہیں ہوگا، مثلاً کسی مسئلہ میں ام الام کے ساتھ اَب ہو، تو ام الام اور اَب کے مابین نہ ہی جہت کا اتحاد ہے، اس لیے کہ ام الام جہت اُمومت سے اور اَب جہتِ اُبوت سے متعلق ہے۔ اور نہ ہی اَب، اُم الام کے لیے واسطہ ہے، اس لیے کہ ام الام کے لیے تو اُم واسطہ ہے۔ جیسے:

مسئلہ: ٦

اب	اُم الام
عصبہ	سدس
۵	۱

www.besturdubooks.net

(ج) اگر دونوں علتوں میں سے صرف ایک علت موجود ہو، مثلاً اتحادِ سبب والی علت ہو، اِدلاء والی علت نہ ہو تو بھی اس کے ساتھ حکم حجب متعلق ہوگا۔ جیسے بنات الابن دو بنت صلبی کی موجودگی میں صرف اتحادِ سبب ہی کی وجہ سے ساقط ہوتی ہیں، اس لیے کہ دونوں کے مابین "جهتِ بِنتيه" تو ہے لیکن بنت، بنت الابن کے لیے واسطہ نہیں، اسی طرح اُم اور اُم الأب کے مابین صرف اتحادِ سبب کی علت ہے، کیوں کہ ام الاب اور ام میں جہت امومت کا تو اتحاد ہے، لیکن ام، اُم الاب کے لیے واسطہ نہیں۔ جیسے:

مسئلہ: ۳ ـــ جہت بنتیہ

۲/ بنات	بنت الابن	عم
ثلثان	م	عصبہ
۲		۱

مسئلہ: ۳ م ـــ جہت امومت

ام	ام الاب	عم
ثلث	م	عصبہ
۱		۲

(د) دونوں علتوں میں سے صرف ایک علت اِدلاء موجود ہو، اتحادِ سبب والی علت نہ ہو تو بھی اس کے ساتھ حکم حجب متعلق ہوگا، مثلاً کسی مسئلہ میں ام الاب کے ساتھ اَب ہو، دونوں کے مابین اِدلاء والی علت تو موجود ہے کیوں کہ اب، اُم الاب کے لیے واسطہ ہے، لیکن اتحاد سبب والی علت نہیں ہے، اس لیے کہ ام الاب جہتِ امومت سے اور اَب اُبوت سے متعلق ہے(۱)۔ جیسے:

مسئلہ: ۱ ـــ

اب	ام الاب
عصبہ	م
۱	

(۱) وهو مردود بأن مجرد الاسم لايوجب الإستحقاق والقرابة، ولهٰذا لو قال لأجنبية هٰذه=

www.besturdubooks.net

دو اہم سوال اور ان کے جوابات:

سوالِ اول: اگر واسطہ کی موجودگی میں ہر ذی واسطہ ساقط ہو جاتا ہے، جیسے اُب کی وجہ سے اُم الاب اور ام کی وجہ سے ام الام وغیرہ۔ تو اولا دالام کو بھی ام کی وجہ سے ساقط ہو جانا چاہئے؟ کیوں کہ اُم، اولا دالام کے لیے واسطہ ہے، لیکن اس کے باوجود اولا دالام، اُم کی موجودگی میں وارث ہوتے ہیں۔(۱)

جواب: ام (واسطہ) کی موجودگی میں اولا دالام (ذی واسطہ) کے وارث ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مابین وجہِ حجب کی دونوں علتیں (اتحادِ سبب، اِدلاء) معدوم ہیں۔ اتحادِ سبب کا معدوم ہونا تو ظاہر ہے، کیوں کہ اولا دالام میں سببِ ارث جہتِ اِخوۃ ہے اور ام میں جہت امومت۔

رہی بات ادلاء یعنی واسطہ کا معدوم ہونا، تو وہ اس لیے کہ ادلاء (واسطہ) حجب کا سبب اس وقت ہوگا جب کہ واسطہ بوجہ عصبہ کل مال لینے کی صلاحیت رکھتا ہو، جیسے

= جدتي لا يرث، بل لابد من إعتبار الإدلاء، سواء كان بالذكر أو بالأنثى، ثم نقول ههنا أي في سقوط الجدات كلها بالأم، والأبويات خاصة بالأب معنيان، إتحاد السبب والأدلاء، ولكل واحد منهما تاثير في الحجب، فكما أن إتحاد السبب إذا انفرد عن الإدلاء تعلق به حكم الحجب، ألا ترى أنه تحجب بنات الابن بالبنتين لإتحاد السبب مع عدم الإدلاء، كذالک إذا انفرد الإدلاء عنه ثبت به الحجب أيضا، فالجدة التي تدلى بالأب تحجب به لوجود الإدلاء، وإن إنعدم إتحاد السبب تحجب بالأم لإتحاد السبب، والجدة التي من قبل الأم ترث مع الأب، لإنعدام الإدلاء وإتحاد السبب جميعًا. (الشريفية مع الحاشية: ص ۳۴)

(۱) وأما إن الأخ لأم يرث مع كونه مد ليا بها. (الشريفية: ص ۳۴)

www.besturdubooks.net

اب ام الاب کے لیے واسطہ ہونے کے ساتھ بوجہ عصبہ کل مال لینے کی صلاحیت رکھتا ہے، اسی لیے اَب واسطہ کی وجہ سے ام الاب ذی واسطہ ساقط ہوا، اگر واسطہ کل مال لینے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، تو ذی واسطہ محجوب نہ ہوگا۔ جیسے اِخوہ واخوات خیفیہ اُم کی موجودگی میں بھی میراث پاتے ہیں، حالاں کہ میت کی طرف ان کی نسبت میں واسطہ ام ہے، وجہ یہی ہے کہ ام کل میراث نہیں لے سکتی، زیادہ سے زیادہ ثلث لے سکتی ہے۔(۱)

سوال ثانی: اُم (واسطہ) میں کل مال لینے کی صلاحیت نہیں ہے تو جیسے ذی واسطہ اخوہ واخوات خیفیہ محجوب نہیں ہوئے ایسے ہی اُم الام کو بھی ام واسطہ کی وجہ سے محجوب نہیں ہونا چاہیے، جب کہ اُم الاُم (ذی واسطہ) اُم (واسطہ) کی وجہ سے محجوب ہوتی ہے، **ویسقطن کلهن بالأم؟**

جواب: واسطہ کی موجودگی میں ذی واسطہ دو وجہ میں سے کسی وجہ سے محجوب ہوگا۔

(الف) واسطہ میں کل مال لینے کی صلاحیت ہو جیسے اَب واسطہ کی وجہ سے اُم الاب ذی واسطہ محجوب ہے؛ کیوں کہ اَب میں بوجہ عصوبت کل مال لینے کی صلاحیت موجود ہے۔

---

(۱) حاصل الجواب: أن سبب الحجب أمران، اتحاد السبب والإدلاء وكلاهما معدوم هٰهنا، اما اتحاد السبب فظاهر، لان سبب ارث الأخ والاخت لأم اخوة والاختية، وسبب ارث الأم الامومة، فهما متغايران جزما لا متحدان. وأما الإدلاء فإنما يكون سببا للحجب لأجل المشاركة بين المدلى والمدلى به في النصيب، بأن يكون المدلى شريكا في نصب المدلى به، وهذا إنما يكون إذا كان المدلى به عصبة مستحقا لجميع التركة، ولا مشاركة في الأخ والأخت وبين أمها، فإن الأم إنها تأخذ نصيبها، وليست لها عصوبة ليأخذ جميع المال، فالمدلى بالأم لاتزاحمها في نصيبها، بخلاف أم الأب فإنها لو أعطيت السدس لزاحمت الأب في نصيبه، لأن له جميع المال بالعصوبة. (حاشیہ شریفیہ: رقم ۷/ص ۳۴)

www.besturdubooks.net

(ب) واسطہ میں اگر کل مال لینے کی صلاحیت نہ ہو لیکن اتحادِ سبب ہو جیسے اُم اور اُم الام میں کہ اُم واسطہ میں کل مال لینے کی صلاحیت تو نہیں ہے لیکن اُم اور ام الام کے مابین دوسری وجہِ حجب اتحادِ سبب (امومت) موجود ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اُم میں دوسری وجہِ حجب (امومت) ہے جس کی وجہ سے اُم الام محجوب ہو رہی ہے، اور اُم و اِخوۃ و اَخوات خیفیہ کے مابین نہ تو اتحادِ سبب ہے اور نہ ہی واسطہ اُم میں کل مال لینے کی صلاحیت ہے کہ اُم (واسطہ) کی وجہ سے اولاد الام (ذی واسطہ) محجوب ہوں۔(۱)

فائدۂ رابعہ: وكذلك بالجد إلّا أم الأب وإن علت فانها ترث مع الجدة لأنها ليست من قبله:

مذکورہ بالا عبارت میں جدہ کے لیے وجوہ حجب ثلثہ میں سے ایک وجہ کا ذکر ہے کہ پدری جدہ کو جیسے اَب ساقط کرتا ہے، ایسے ہی جد بھی ساقط کرے گا، بشرطیکہ جد پدری جدہ کے لیے واسطہ ہو۔ مثلاً جد کی ماں (اُم اَب الاب) جد کی وجہ سے ساقط ہوگی، لیکن اگر دادا' دادی کے لیے واسطہ نہ ہو جیسے اَب الاب، اور ام الاب تو جد، جدہ کو ساقط نہیں کرے گا، اگر چہ یہ عدم واسطہ والا سلسلہ اوپر تک ہی کیوں نہ ہو۔

---

(۱) و محصول الحاصل أن الإدلاء إنما يوجب الحجب إذا كان المدلى به عصبة مستحقا لجميع المال أو اتحد في سبب الإرث يعني أن الإدلاء مطلقا ليس سببا لحجب الحرمان، بل الإدلاء الخاص سبب له. (حاشیہ شریفیہ: رقم: ۷/ص ۳۴)

www.besturdubooks.net

وَإِنْ عَلَتْ: جد کا جدہ کے لیے واسطہ نہ ہونے کی مختلف صورتیں مع مثال:

۱- اگر جد میت سے ایک درجہ دور ہو، مثلاً: اَب الاب، تو اس صورت میں جد کے جدہ کے لیے واسطہ نہ ہونے کی وجہ سے دو جدہ وارث ہوگی۔ ایک مادری اُم الام دوسری پدری اُم الاب۔

مسئلہ:٦

اب الاب	ام الاب	اُم الام
عصبہ	سدس	
۵	۱	

۲- اگر جد میت سے دو درجہ دور ہو۔ مثلاً: اب اب الاب، تو اس صورت میں جد کے جدہ کے لیے واسطہ نہ ہونے کی وجہ سے تین جدہ وارث ہوں گی۔ ایک مادری ام ام الام، اور دو پدری ام اب الاب، ام ام الاب۔

مسئلہ:٦

اب اب الاب	ام ام الام	اُم اب الاب	اُم اُم الاب
عصبہ	سدس		
۵	۱		

۳- اگر جد میت سے تین درجہ دور ہو، مثلاً اب اَبِ اَب الاب تو اس صورت میں جد کے جدہ کے لیے واسطہ نہ ہونے کی وجہ سے چار جدہ وارث ہوں گی۔ ایک مادری اُم اُم اُم الام، اور تین پدری اُم اُم اُم الاب، اُم اُم اَب الاب، اُم اب اب الاب۔

www.besturdubooks.net

مسئلہ: ٦

م

اَب اَب اَب الاب	اُم اُم اُم الام	اُم اُم اُم الاب	اُم اُم اَب الاب	اُم اَب اَب الاب
عصبہ	سدس			
۵	۱			

نوٹ: اسی طرح دادا جتنے درجہ میت سے دور ہوگا اسی حساب سے پدری جدات اس کے ساتھ وارث ہوتی رہیں گی۔(۱)

---

(۱) وتسقط الأبويات أيضا بالجد إلا أم الأب و إن علت بمحض الإناث لأنها لا تدلى به، كالأم مع الأب فيرث مع الجد جدتان واحدة من قبل الأم و الأخرى من قبل الأب، هذا إن كان بعد الجد عن الميت بدرجة واحدة. وأما إذا بعد بدرجتين كأب الأب فإنه يرث معه ثلاث جدات، واحدة من قبل الأم، و اثنتان من قبل الأب و هما أم أب الأب، و أم أم الأب. و إذا بعد الجد عن الميت بثلاث درجات ورّث معه أربع جدات واحدة من قبل الأم وهي أم أم أم الأم، وثلاث أبويات وهن أم أم أم الأب، و أم أم أب الأب، و أم أب أب الأب، و كلما صعد الجد درجة زادت واحدة. (العذب الفائض شرح عمدة الفارض: ۹۸/۱، باب مبحث الجدات، الشريفية: ص ۳۴)

www.besturdubooks.net

عصبہ بنفسہٖ کا بیان

الْعَصَبَاتُ النَّسَبِيَّةُ ثَلَاثَةٌ: عَصَبَةٌ بِنَفْسِهٖ وَعَصَبَةٌ بِغَيْرِهٖ وَعَصَبَةٌ مَعَ غَيْرِهٖ، أَمَّا الْعَصَبَةُ بِنَفْسِهٖ فَكُلُّ ذَكَرٍ لَا تَدْخُلُ فِيْ نِسْبَتِهٖ إِلَى الْمَيِّتِ أُنْثٰى، وَهُمْ أَرْبَعَةُ أَصْنَافٍ، جُزْءُ الْمَيِّتِ، وَأَصْلُهٗ، وَجُزْءُ أَبِيْهِ، وَجُزْءُ جَدِّهٖ، الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ يُرَجَّحُوْنَ بِقُرْبِ الدَّرَجَةِ أَعْنِيْ أَوْلٰهُمْ بِالْمِيْرَاثِ جُزْءُ الْمَيِّتِ أَيِ الْبَنُوْنَ ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَإِنْ سَفَلُوْا، ثُمَّ أَصْلُهٗ أَيِ الْأَبُ، ثُمَّ الْجَدُّ أَيْ أَبُ الْأَبِ وَإِنْ عَلَا، ثُمَّ جُزْءُ أَبِيْهِ أَيِ الْإِخْوَةُ ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَإِنْ سَفَلُوْا، ثُمَّ جُزْءُ جَدِّهٖ أَيِ الْأَعْمَام، ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَإِنْ سَفَلُوْا، ثُمَّ يُرَجَّحُوْنَ بِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ أَعْنِيْ بِهٖ أَنْ ذَا الْقَرَابَتَيْنِ أَوْلٰى مِنْ ذِيْ قَرَابَةٍ وَاحِدَةٍ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثٰى لِقَوْلِه صلى الله عليه وسلم: إِنَّ أَعْيَانَ بَنِي الْأُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِي الْعَلَّاتِ كَالْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوِ الْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ إِذَا صَارَتْ عَصَبَةً مَعَ الْبِنْتِ أَوْلٰى مِنَ الْأَخِ لِأَبٍ وَالْأُخْتِ لِأَبٍ وَابْنِ الْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْلٰى مِن ابْنِ الْأَخِ لِأَبٍ، وَكَذَالِكَ الْحُكْمُ فِيْ أَعْمَامِ

www.besturdubooks.net

الْمَيِّتِ، ثُمَّ فِيْ أَعْمَامِ أَبِيْهِ، ثُمَّ فِيْ أَعْمَا مِ جَدِّهِ.

ترجمہ: عصبات نسبیہ تین ہیں: عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ، بہر حال عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر ہے کہ اس کی نسبت میت کی جانب کرنے میں کوئی مؤنث داخل نہ ہو، اور ان کی چار صنفیں ہیں: میت کا جزء اور میت کی اصل اور میت کے باپ کا جزء اور میت کے دادا کا جزء اور استحقاقِ ارث میں وہ مقدم ہوں گے جو میت کے زیادہ قریب ہیں، پھر ان کے جو زیادہ قریب ہوں، ترجیح دیئے جائیں گے قرب درجہ کے ذریعہ، یعنی ان میں میراث کا سب سے زیادہ مستحق میت کا جزء ہے یعنی بیٹے پھر ان بیٹوں کے بیٹے اگر چہ نیچے درجہ کے ہوں، پھر میت کی اصل یعنی باپ پھر دادا اگر چہ اوپر درجہ کا ہو، پھر میت کے باپ کا جزء یعنی بھائی، پھر ان بھائیوں کے بیٹے (بھتیجے) اگر چہ نیچے درجہ کے ہوں، پھر میت کے دادا کا جزء یعنی چچا، پھر ان چچاؤں کے بیٹے اگر چہ نیچے درجہ کے ہوں، پھر ترجیح دیئے جائیں گے وہ قوتِ قرابت کے ذریعہ، اس سے مراد یہ ہے کہ دو قرابت والا ایک قرابت والے سے اولیٰ ہوگا مذکر ہو یا مؤنث۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حقیقی بھائی بہن وارث ہوتے ہیں نہ کہ علاتی بھائی بہن، جیسے حقیقی بھائی یا وہ حقیقی بہن جو بنتِ صلبیہ کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہو، اولیٰ ہوگی علاتی بھائی اور علاتی بہن سے، اور حقیقی بھائی کا لڑکا علاتی بھائی کے لڑکے سے اولیٰ ہوگا؛ اور ایسا ہی حکم ہے میت کے چچاؤں میں پھر میت کے باپ کے چچاؤں میں پھر میت کے دادا کے چچاؤں میں۔

www.besturdubooks.net

توضیح وتشریح: یہاں دس بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) ماقبل سے ربط (۲) عصبہ کی لغوی واصطلاحی معنی (۳) اِرث بالفرض اور اِرث بالتعصیب میں قوت کے اعتبار سے اختلاف مع دلائل (۴) وجہ تسمیہ مع الحکم (۵) عصبہ کی تقسیم اوّل (۶) عصبہ کی تقسیم ثانی، عصبہ نسبی کی اقسامِ ثلاثہ مع دلیل حصر (۷) ترجیح کی اقسامِ ثلثہ اوراس کی ضرورت وعدمِ ضرورت (۸) ترجیح کی اقسامِ ثلثہ کے مابین تعارض اوراس کا حل (۹) دواہم سوال اوران کے جوابات (۱۰) چاراہم فائدے

بحثِ اول: ماقبل سے ربط:

ذوی الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد اگر ترکہ باقی ہوتو اس کے مستحق عصبات ہوتے ہیں،اس لیے ذوی الفروض کی بیان سے فارغ ہونے کے بعد عصبات کو بیان فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے ”**ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فلأولى رجل ذكر**“ کہ فروض کو ان کے اہل (اصحاب الفروض کے ساتھ لاحق کرو، اگر کچھ مال بچ جائے تو اس کے حق دار مذکر (عصبہ) ہیں۔

بحثِ ثانی: عصبہ کی لغوی واصطلاحی معنی:

لغتاً: عصبات یہ عصبہ کی جمع ہے، اور عصبہ عاصب کی جمع ہے لہٰذا عصبات جمع الجمع ہوئی، عصبہ مرد کے باپ کے رشتے کو کہتے ہیں، اس میں ماں کا رشتہ داخل نہیں ہوگا، اس کا مصدر عصوبت ہے جس کے لغوی معنی ہیں گھیرنا، احاطہ کرنا؛ یہ معنی **عَصَّبَ الْقَوْمُ بِالرَّجُلِ** سے ماخوذ ہے، یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ چند آدمی کسی کو اپنی حمایت

www.besturdubooks.net

میں لے لیں اوراس کے اردگرد جمع ہو جائیں۔(۱)

اصطلاحاً: عصبہ میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کا حصہ قرآن وحدیث میں متعین نہیں ہے؛ بل کہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں پورا ترکہ اور ذوی الفروض کی موجودگی میں باقی ماندہ ترکہ لیتے ہیں۔(۲)

حضرت شیخ نظام الدین نے دلیل الورّاث علی السراجی پر اپنے استاذ محترم سے اس کی تشریح یوں نقل کی ہے کہ عصبہ کے معنی عربی زبان میں پٹھے کے ہیں، اور اصطلاح شرع میں وہ شخص ہے جو گوشت پوست میں شریک ہو، جس کے عیب دار ہونے سے خاندان میں عیب لگے، شریعت میں اولاد باپ کی ہوتی ہے، اس لیے عورت کے خاندان کی اولاد عصبہ نہیں، اس لیے بیٹا شرع شریف میں عصبہ ہوا، ذوی الفروض میں سے نہیں۔(۳)

بحثِ ثالث: ارث بالفرض اور ارث بالتعصیب میں قوت کے اعتبار سے اختلاف مع دلائل:

علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں کہ وارث بالفرض اقوی ہے وارث بالتعصیب سے۔

---

(۱) قال في المغرب: العصبة قرابة الرجل لأبيه، وكأنها جمع عاصب، وإن لم يسمع به من عصبو ابه إذا أحاطوا حوله، ثم سمى بها الواحد والجمع، والمذكر والمونث للغلبة، وقالو ا في مصدرها العصوبة، والذكر يعصب المرأة أى يجعلها عصبة فالعصبات جمع الجمع.

(ردالمحتار: ۱۰/۵۱۶، كتاب الفرائض، فصل فی العصبات)

(۲) وهم كل من ليس لهم سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوي الفروض، واذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاوى الهندية: ۶/۴۵۱) (۳) حاشیہ سراجی: رقم ۲/ص ۲۱

www.besturdubooks.net

دلیل نقلی: وارث بالفرض وارث بالتعصیب سے مقدم ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلْحِقُوْا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ.(۱)

طریقۂ استدلال:

اس حدیث میں صاف ظاہر ہے کہ ألحقوا الفرائض بأهلها... الخ میں پہلے وارث بالفرض کو بیان کیا، پھر "فما بقی فهو لأولى رجل ذكر" سے وارث بالتعصیب کو۔

دلیل عقلی: وارث بالفرض کبھی ترکہ کے تنگ ہونے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتے ہیں بل کہ اگر ترکہ وارث بالفرض کے لیے کبھی تنگ ہو جائے تو وارث بالفرض کو بجائے ساقط کرنے کے اس کو حصہ دینے کے لیے مسئلہ میں عول کا عمل ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے:

مسئلہ: ۱۲/ ع ۱۳
م

زوجہ	اُخت (ع)	اُخت الام
ربع	ثلثان	سدس
۳	۸	۲

وضاحت: اس مثال میں وارث بالفرض زوجہ، دو اُخت عینی، اُخت لام میں سے ہر ایک کو حصہ دیا گیا؛ حالاں کہ ان کا مجموعی حصہ ۱۳ ہے اور ترکہ بارہ ہے۔

برخلاف وارث بالتعصیب، کہ اگر ترکہ تنگ ہو جائے تو وارث بالتعصیب ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسے:

(۱) الصحيح للبخاري: ۲/۷۹۹، كتاب الفرائض باب ميراث الولد من أبيه وأمه: رقم: ۶۷۳۲

www.besturdubooks.net

مسئلہ: ۱۲/ ع ۱۳

م

زوجہ	اخت (ع)	اخت الام	عم
ربع	ثلثان	سدس	عصبہ
۳	۸	۲	×

وضاحت: اس مثال میں وارث بالفرض زوجہ، دواُخت عینی اوراخت لام میں سے ہرایک کوحصہ مل رہاہے؛ حالاں کہ ان کا مجموعی حصہ ۱۳ ہےاور ترکہ ۱۲ ہے لیکن عم وارث بالتعصیب اسی تنگیٔ ترکہ کی وجہ سے ساقط ہوگیا۔(۱)

علامہ رشید رحمہ اللہ نے اس کے برعکس وارث بالتعصیب کووارث بالفرض سے اقوی قراردیاہے۔

دلیل: وارث بالتعصیب میں کل ترکہ لینے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے برخلاف وارث بالفرض کے، کہ وہ کل مال کا مستحق نہیں ہوتا بل کہ اس کواس کی کمزوری کی وجہ سے حصہ دیاجاتا ہے، کہ کہیں قوی وارث اس کوساقط نہ کردے۔اسی وجہ سے اکثر وارث بالفرض سوائے اب، جد، اخ لام، زوج کے مؤنث ہوتے ہیں، اوروارث بالتعصیب مذکر ہوتے ہیں، اور مذکر میں اصل عصبہ ہوناہے، اورمؤنث میں اصل صاحبِ فرض ہوناہے؛ اورمذکر کا مؤنث سے

---

(۱) اختلف في الإرث بالفرض والتعصيب إليهما اقوى على قولين جزم العلامة ابن الهائم في بعض كتبه بانه بالفرض أقوى لتقديمه ولعدم سقوطه بضيق التركة.

(العذب الفائض: ۱/ ۱۱۹، باب التعصيب)

www.besturdubooks.net

قوی ہونا ظاہر ہے، پس تعصیب فرضیت سے اقویٰ ہوا۔(۱)

دو اہم سوال اور ان کے جوابات:

سوال اول: اَب، جد، اَخ لام، زوج باوجود مذکر ہونے کے صاحب فرض کیوں ہیں؟

جواب: اَب اور جد تو عصبہ ہیں لیکن بعض حالات میں جیسے ابن کی موجودگی میں ان کے کمزور ہونے کی وجہ سے انہیں صاحبِ فرض بنایا گیا، ورنہ ان پر سقوط طاری ہو جاتا، کیوں کہ عصبات میں رشتۂ اُبوّت، رشتۂ بنوّت سے کمزور ہے۔(۲) جیسے: مسئلہ:۶

م

اب/ جد	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

رہی بات اَخ لام اور زوج کی، تو وہ مذکر ہونے کے باوجود عصبہ نہیں ہیں، اس لیے کہ عصبہ میں دو باتوں کا ہونا شرط ہے۔

(۱) قال العلامة الرشيدؒ في شرح الجعبرية بعكسه، لأنه به يستحق كل المال، ولأن ذا الفرض إنما فرض له لضعفه لئلا يسقطه القوي، ولهذا كان أكثر من فرض له الإناث، وكان أكثر من يرث بالتعصيب الذكور، فالأصل في الذكور التعصيب والأصل في الإناث بالفرض، فالتعصيب أقوى من الفرض، لأنه أصل في الأقوى. (العذب الفائض: ۱/۱۱۹/باب التعصيب)

(۲) ولم يفرض لذكر قريب غير الأب وولد الأم لضعفهما حالة الفرض، إذ لو لم يفرض لهما لسقط الأب مع الولد في بعض الصور لضعف الأبوة عن البنوة، وولد الأم مطلقا لضعفه بإدلائه بأنثى. (نهاية الهداية إلى تحرير الكفاية: ۱/۲۱۱)

www.besturdubooks.net

(الف) میت سے نسب کا تعلق ہو۔ (۱) (ب) وہ ایسا مذکر ہو جس کی نسبت میت سے جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ نہ آئے۔ (۲)

پہلی شرط زوج میں مفقود ہے کیوں کہ اس کا میت سے سبب (زوجیت) کا تعلق ہے۔ اور دوسری شرط اَخ لام میں مفقود ہے کیوں کہ وہ ام (مؤنث) کے واسطے میت کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

سوالِ ثانی: اگر وارث بالتعصیب مذکر ہوتا ہے تو بنات، بنات الابن، اَخوات عینیہ وعلّیہ باوجود مؤنث ہونے کے عصبہ کیوں ہیں۔

جواب: وارث بالتعصیب سے ہماری مراد عصبہ بنفسہ ہے اور وہ مذکر ہی ہوتا ہے اور بنات، بنات الابن، اخوات عینیہ وعلّیہ یہ سب عصبہ بغیرہ ومع غیرہ میں سے ہیں۔ (۳)

فلا إشكال عليه !

بحثِ رابع: وجہ تسمیہ مع الحکم:

عصبہ کے لغوی معنی گھیرنے اور احاطہ کرنے کے ہیں اور عصبہ بھی چوں کہ میت کو چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لیے رہتے ہیں، اس طرح کے اوپر (ابوت) باپ کا رشتہ ہوتا ہے، نیچے (بنوت) لڑکے کا، ایک طرف (اخوت) بھائی اور دوسری طرف

(۱) العصبة النسبية وهي التي تجيئ من جهة النسب. (الوجيز في الميراث ص۱۰۸)

(۲) أما العصبة بنفسه فكل ذكر لاتدخل في نسبته إلى الميت أنثى، فإن من دخلت الأنثىٰ في نسبته إليه لم يكن عصبة كأولاد الأم فانها من ذوات الفروض. (الشريفية: ص۳۸)

(۳) والمراد بالعصبة ههنا من هو عصبة بنفسه، فلا يتناول من هو عصبة مع غيره أو بغيره بل هما بالحقيقة من أصحاب الفرائض. (الشريفية: ص۸)

www.besturdubooks.net

(عمومت) چچا کا، اس لیے ان کو عصبہ کہتے ہیں۔(۱)

حکم: اگر ذوی الفروض موجود نہ ہوں تو عصبہ کلِ مال لے لیں گے، اگر ذوی الفروض موجود ہوں تو اُن کو حصص دینے کے بعد جو بچے وہ عصبہ کو ملے گا، اور اگر پورا ترکہ ذوی الفروض میں مستغرق ہو جائے تو عصبہ کو کچھ نہیں ملے گا۔(۲)

بحثِ خامس: عصبہ کی تقسیم اول:

اوّلاً عصبہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) عصبۂ نسبی (۲) عصبۂ سببی

عصبۂ نسبی کی تعریف: وہ عصبہ ہیں جن کا میت سے ولادت کا تعلق ہو، جیسے میت کا ابن وغیرہ۔(۳)

عصبۂ سببی کی تعریف: وہ عصبہ ہے جن کا میت سے سبب یعنی عتاق کا تعلق ہو جیسے میت کا معتق (آزاد کرنے والا آقا)۔(۴)

سوال: عصبۂ نسبی کو سببی پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب: عصبۂ نسبی سببی سے اقوی ہے اس لیے نسبی کو سببی پر مقدم کیا گیا۔(۵)

---

(۱) و كأنها جمع عاصب، و ان لم يسمع به من عصب القوم بفلان إذا أحاطوا به حوله، فالأب طرف، والابن طرف، والعم جانب، و الأخ جانب. (الشريفية: ص۳۷)

(۲) فإذا وجد واحد من هؤلاء أخذ المال كله، أو أخذ ما بقي بعد سهام أصحاب الفروض، و إذا استغرقت التركة أصحاب الفروض فلا ميراث له. (المواريث للصابوني: ص ۶۹)

(۳) العصبة النسبية وهي التي تجيء من جهة النسب. (الوجيز في الميراث: ص۱۰۸)

(۴) العصبة السببية وهي التي تجيء من جهة السبب وهو العتق. (الوجيز في الميراث: ص۱۰۸)

(۵) قدّمها لأنها أقوى من السببية. (الشريفية: ص/۳۷)

www.besturdubooks.net

بحثِ سادس: عصبہ کی تقسیم ثانی، عصبۂ نسبی کی اقسام ثلاثہ مع دلیل حصر:

عصبۂ نسبی کی تین قسمیں ہیں:

(۱)عصبہ بنفسہٖ (۲)عصبہ بغیرہٖ (۳)عصبہ مع غیرہٖ

دلیل حصر: جب شریعت کسی وارث کو عصبۂ نسبی گردانے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا، یا تو اس کے اندر عصوبت ذاتی ہوگی یا غیر کی وجہ سے آئی ہوگی، اگر عصوبت ذاتی ہو، تو عصبہ بنفسہ ہے اور اگر غیر کی وجہ سے آئی ہے، تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو مذکر کی وجہ سے آئی ہوگی، یا مؤنث کی وجہ سے، اگر مذکر کی وجہ سے آئی ہو تو وہ عصبہ بغیرہ ہے، اور اگر مؤنث کی وجہ سے آئی ہو تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے۔

عصبہ بنفسہٖ کی تعریف مع اقسام:

عصبہ بنفسہٖ ہر اس مذکر رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ نہ آئے، جیسے ابن، اَب، اَخ وغیرہ۔ اس تعریف کی رو سے وہ تمام رشتہ دار نکل گئے جو مؤنث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں، جیسے نواسا، نانا وغیرہ۔

عصبہ بنفسہٖ کی اقسامِ اربعہ (عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں):

(الف) جزءِ میت۔ یعنی میت کی نسل مذکر یا فروع مذکر خواہ نیچے کی ہوں، جیسے بیٹا، پوتا، پر پوتا (نیچے تک) اس کو رشتہ بنوّت کہا جاتا ہے۔

(ب) اصلِ میت۔ یعنی میت کے اصول مذکر خواہ اوپر کے ہوں، جیسے باپ، دادا، پردادا (اوپر تک) اس کو رشتہ اُبوت کہا جاتا ہے۔

www.besturdubooks.net

(ج) جزءِ اَب میت۔یعنی میت کے باپ کی نسل مذکر یعنی مذکر اولاد جیسے حقیقی بھائی، پھر علاتی بھائی، پھر حقیقی بھائی کے لڑکے (عینی بھتیجے) پھر علاتی بھائی کے لڑکے (علاتی بھتیجے) ''وإن سفلوا'' اس کو رشتۂ اخوّت کہا جاتا ہے۔

(د) جزءِ جد میت۔یعنی میت کے دادا کی مذکر نسل یعنی اولاد مذکر جیسے حقیقی چچا، پھر علاتی چچا، پھر حقیقی چچا کے لڑکے، پھر علاتی چچا کے لڑکے ''وإن سفلوا'' اس کو رشتۂ عمومت کہا جاتا ہے۔

نوٹ: ترتیب وار عصبہ بنفسہٖ کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں، وراثت میں یہی ترتیب ملحوظ رہتی ہیں، جزءِ میت اصل میت پر مقدم ہوتا ہیں، اور اصل میت جزء اب میت پر، اور جزء اب میت، جزء جد میت پر مقدم ہوتا ہے۔(۱)

بحثِ سابع: ترجیح کی اقسام ثلاثہ اور ان کی ضرورت وعدم ضرورت:

طرقِ ترجیح ووجوہِ ترجیح: اگر عصبہ بنفسہٖ کی چاروں قسموں میں سے ایک ہی قسم اور ایک ہی درجے کے عصبہ ہوں تو ترکہ کے مستحق صرف وہی لوگ ہوں گے، اس صورت میں ترجیح کی ضرورت نہیں ہوگی، لیکن اگر چاروں قسموں کے عصبات میں سے متعدد جمع ہو جائیں تو ان میں تین طریقے سے ترجیح دی جائے گی۔

(۱) ترجیح بالجہت: پہلی قسم (بنوّت) کے ہوتے ہوئے بقیہ تین قسمیں عصبہ نہیں ہوتیں۔

---

(۱) علمنا مما تقدم ان العصبة بنفسه له جهات أربع وإن الإرث يكون بين هذا النوع بالترتيب. (المواريث لصابوني: ص ٦٨)

www.besturdubooks.net

دوسری قسم: (ابوت) کے ہوتے ہوئے بقیہ دو قسمیں محجوب ہوتی ہیں، اسی طرح تیسری قسم کے ہوتے ہوئے۔ چوتھی قسم محجوب ہوتی ہیں۔ علی سبیل القھقری اس کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ چوتھی قسم (عمومت) اس وقت وارث بنے گی جب پہلی تین قسمیں نہ ہوں، تیسری قسم (اخوت) اس وقت وراثت کی حقدار ہوگی جب پہلی دو قسمیں نہ ہوں، اور دوسری قسم (ابوت) اس وقت عصبہ بنے گی جب پہلی قسم نہ ہو۔

سوال: اوپر پہلی قسم کے ہونے پر بقیہ تین قسموں کے لیے عصبہ نہ ہونے کی تعبیر استعمال کی گئی۔ جب کہ دوسری کے ہوتے ہوئے تیسری کے لیے اور تیسری کے ہوتے ہوئے چوتھی کے لیے محجوب ہونے کی تعبیر استعمال کی گئی، یہ فرق کیوں؟

جواب: یہ الفاظ اس لیے کہے گئے ہیں کہ اس موقع پر دوسری قسم کو محجوب کہنا غلط ہے؛ کیوں کہ ذوی الفروض کے بیان میں گزر چکا ہے کہ پہلی قسم (بنوت) ابن کے ہوتے ہوئے، دوسری قسم: (ابوت) اَب اور جد کو سدس ملتا ہے، وہ محجوب نہیں ہوتے۔ اس لیے دوسری قسم کے لیے یہ تعبیر استعمال کی گئی، برخلاف دوسری کے ہوتے ہوئے تیسری اور تیسری کے ہوتے ہوئے چوتھی قسم، کہ وہ محجوب ہی ہوتے ہیں۔

(۲) ترجیح بالقرب: اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد محجوب ہوتا ہے، لہٰذا ابن کے ہوتے ہوئے ابن الابن الیٰ آخرہ محجوب ہے، اب کے ہوتے ہوئے جد الی آخرہ محجوب ہے۔ اَخ عینی وعِلّی کے ہوتے ہوئے ابن الاخ عینی وعلّی الی آخرہ محجوب ہے، عم عینی وعِلّی کے ہوتے ہوئے ابن العم عینی وعلّی الی آخرہ محجوب ہے۔

www.besturdubooks.net

(۳) ترجیح با لقوت: قوی (قرابت والے) کے ہوتے ہوئے ضعیف (قرابت والا) محجوب ہے، چناں چہ اَخ عینی کی موجودگی میں اَخ علّی اور ابن الاخ عینی کے ہوتے ہوئے ابن الاخ علیّ محجوب ہے، عم عینی کے ہوتے ہوئے عم علّی اور ابن العم عینی کے ہوتے ہوئے ابن العم علّی محجوب ہے۔

نوٹ: ترجیح بالقوت، یہ وجہِ ترجیح صرف تیسری (اخوت) اور چوتھی (عمومت) قسم میں جاری ہوتی ہے؛ اسی بنا پر صاحب کتاب نے اس کو پہلی دو ترجیحوں سے الگ کر کے ذکر کیا۔

(حیث قال ثم یرجحون بقوة القرابة)

ترجیح کی اقسام ثلاثہ کی ضرورت وعدم ضرورت:

ترجیح کی ان تین قسموں کی ضرورت دو صورتوں میں نہیں پڑتی۔

۱ر عصبہ بنفسہ کی اقسام اربعہ میں سے کوئی ایک ہی وارث ہو۔

۲ر عصبہ بنفسہ کی اقسام اربعہ میں سے کسی ایک قسم کے دو وارث متحاذی فی الدرجہ والقوہ ہوں، مثلاً دو ابن، دو علاتی بھائی، دو عینی عم۔

ترجیح کی ان تین قسموں کی ضرورت تین صورتوں میں پڑتی ہے:

(۱) اقسامِ اربعہ میں سے مختلف قسموں کے وارث جمع ہو جائیں مثلاً ابن، اَب، اَخ، عم وغیرہ۔

(۲) اقسامِ اربعہ میں سے کسی ایک قسم کے متعدد وارث متفاوت فی الدرجہ کی صورت میں جمع ہو جائیں، مثلاً: ابن، ابن الابن یا اَخ، ابن الاخ وغیرہ۔

www.besturdubooks.net

(۳) اقسامِ اربعہ میں سے کسی ایک کے متعدد وارث متفاوت فی القوۃ کی صورت میں جمع ہو جائیں مثلاً اخ (عینی) اَخ (علی) وغیرہ۔ (مؤلف)

بحثِ ثامن: ترجیح کی اقسام ثلاثہ کے مابین تعارض اور اس کا حل:

ان تینوں وجوہِ ترجیح کو علی الترتیب جاری کیا جائے گا، لہٰذا اگر ان میں تعارض ہو جائے تو مقدم کو مؤخر پر ترجیح ہوگی؛ چناں چہ اول وثانی، یا اول وثالث کے تعارض میں اول کو، اور ثانی وثالث کے تعارض میں ثانی کو ترجیح ہوگی۔

(۱) تعارض ترجیح اول وثالث:

مسئلہ: ا

م

ابن الابن (علّی)	اَخ (ع)
راجح بوجہ جہت	راجح بوجہ قوت
ا	م

وضاحت: اس مثال میں ابن الابن اَبعد ہے اور اَخ عینی اقرب، تو اس اعتبار سے اَخ عینی میں ترجیح بالقرب کا معنی موجود ہے، لیکن ابن الابن ابعد ہونے کے ساتھ اپنے اندر ترجیح بالجہت کا معنی لیے ہوئے ہے، اور ترجیح بالجہت کو ترجیح بالقرب پر تقدم حاصل ہے؛ اسی لیے اَخ عینی ترجیح بالقرب کے باوجود محجوب ہے۔

(۲) تعارض ترجیح اول وثالث:

مسئلہ: ا

م

ابن الاخ (عل)	عم (ع)
راجح بوجہ جہت	راجح بوجہ قوت
ا	م

وضاحت: اس مثال میں عم عینی کو ابن الاخ (عل) کے مقابلے میں ترجیح بالقوت حاصل ہے لیکن چوں کہ ابن الاخ علی قوت میں ضعیف ہونے کے ساتھ اپنے اندر ترجیح بالجہت کا معنی

www.besturdubooks.net

لیے ہوئے ہے، اور ترجیح بالجہت کو ترجیح بالقوت پر تقدم حاصل ہے، اسی لیے عم عینی ترجیح بالقوت کے باوجود محجوب ہے۔

(۳) تعارض ترجیح ثانی وثالث:

مسئلہ: ۱	
م	
اَخ (علّ)	ابن الاخ (ع)
راجح بوجہ قرب	راجح بوجہ قوت
ا	م

وضاحت: اس مثال میں ابن الاخ عینی کو اخ علّی کے مقابلے میں ترجیح بالقوت حاصل ہے، لیکن اَخ عِلّی قوت میں ضعیف ہونے کے ساتھ اپنے اندر ترجیح بالقرب کا معنی لیے ہوئے ہے، اور ترجیح بالقرب کو بالقوت پر تقدم حاصل ہے، اسی لیے ابن الاخ عینی ترجیح بالقوت کے باوجود محجوب ہے۔

بحثِ تاسع: دو اہم سوال اور ان کے جوابات:

سوال اول: جب لڑکا اور باپ دونوں میت سے صرف ایک رشتہ رکھتے ہیں تو باپ کے ہوتے ہوئے صرف لڑکے کو کیوں عصبہ بنایا جاتا ہے؟ مزید یہ کہ پوتے کو بھی باپ پر ترجیح ہوتی ہے؛ حالاں کہ پوتا میت سے ایک یا زیادہ واسطوں سے جڑتا ہے۔

جواب: بابِ میراث میں رشتۂ بنوّت چوں کہ رشتۂ ابوّت پر مقدم ہوتا ہے، اس لیے باپ پر بیٹے اور پوتے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ علامہ زیلعیؒ نے رشتہ بنوت کے ترجیح کے نقلی و عقلی دلائل تحریر فرمائے ہیں۔

نقلی دلیل: وَ لِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ.

www.besturdubooks.net

ترجمہ: اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اس مال میں سے جو وہ چھوڑ کر مرا، اگر میت کی اولاد ہے۔

طریقۂ استدلال:

اس آیت میں باپ کو لڑکے کی موجودگی میں ذو الفرض بنایا گیا، اور لڑکے کا کچھ حصہ مقرر نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ باپ سے بچا ہوا لڑکے کو ملے گا؛ گویا عصبہ ہونے میں لڑکا مقدم ہے، اسی لیے باپ کی موجودگی میں بیٹا عصبہ ہوتا ہے اور پوتا چوں کہ بیٹے کے قائم مقام ہے اس لیے پوتے کا حکم بھی وہی ہوگا جو بیٹے کا ہے۔(۱)

عقلی دلیل: (الف) انسان اپنی فطرت وطبیعت کی اعتبار سے والد کی مقابلے میں لڑکے سے زیادہ قریب ہوتا ہے اس کے دل میں اولاد کی محبت زیادہ ہوتی ہے، عموماً آدمی مال و منال لڑکوں کے لیے ہی جمع کرتا ہے، اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اَلْوَلَدُ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ) یعنی اولاد بخل اور بزدلی کا سبب ہوتی ہے، اولاد کی وجہ سے آدمی مال میں بخل کرتا ہے، اس کو باقی رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اولاد کی وجہ سے دشمنوں کی مقابلے میں بزدلی دکھاتا ہے، دل میں یہ ہوتا ہے کہ اگر مر گیا تو اولاد کا کیا ہوگا؟ حاصل یہ کہ انسان کے دل سے والد کے مقابلے میں اولاد زیادہ قریب ہوتی

---

(۱) وأما الدليل النقلي: فقوله تعالٰى: وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ. فجعل الأب صاحب فرض مع الولد، ولم يجعل للولد الذكر سهمًا مقدرًا فتعين الباقي له، فدل على أن الولد الذكر مقدم على الأب بالعصوبة وابن الابن هو ابن فيقوم مقامه فيقدم على الأب أيضًا. (المواريث للصابوني: ص ۷۱)

www.besturdubooks.net

ہے، اس لیے عصبہ ہونے میں لڑکا عقلاً باپ سے مقدم ہے۔(۱)

(ب) لڑکا اصل یعنی میت کا فرع ہے، اور فرع اپنی اصل کے تابع ہوتا ہے جیسا کہ قاعدہ ہے: **التَّابِعُ تَابِعٌ لَا يُفْرَدُ بِالْحُكْمِ** – جب اصل یعنی میت اپنی حیات میں سارے مال کا مالک تھا تو اس کی وفات کی بعد فرع ہی (بیٹا) ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں عصبہ بن کر سارا مال لے لے گا، اور ان کی موجودگی میں باقی ماندہ لے گا۔(۲)

سوال ثانی: بیٹے کو ہی عصبہ کیوں بنایا گیا؟ بیٹی کو عصبہ کیوں نہیں بنایا گیا؛ حالاں کہ دونوں میت کی فروع ہیں؟

جواب: بیٹی کو عصبہ بنانے اور بیٹے کو عصبہ نہ بنانے کی صورت میں بعض صورتوں میں ایسا ممکن تھا کہ بیٹوں کے مقابلے میں بیٹی کا حصہ بڑھ جائے، کیوں کہ بیٹی جب عصبہ ہوگی تو ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں سارا ہی مال لے لے گی، یا ان کی موجودگی میں

---

(۱) وأما الدليل العقلي: فإن الإنسان يوثر ولده على والده ويختار ماله إليه، ولأجله يدخر ماله عادة، وقد بين ذالک صلوات الله عليه، فقال الولد مبخلة ومجبنة، يعني أن الولد يكون سببا لبخل أبيه ولجبنه، فإنه يبخل بالمال لأجله، ويجب البقاء ويجبن عن لقاء الأعداء من أجل ولده، فيكون الولد إذا أقرب لقلب الإنسان من والده. (المواريث للصابوني: ص ۷۱)

(۲) وإنما قدم البنون على الأب لأنهم فروع الميت والأب أصله، وإتصال الفرع بأصله أظهر من إتصال الأصل بفرعه، ألا ترى أن الفرع يتبع أصله، ويصير مذكورًا بذكر الأصل دون العكس، فإن البناء و الأشجار يدخل في بيع الأرض، ولاتدخل فى بيعهما، وظهور إتصالهم يدل على أنهم أقرب إلى الميت في الدرجة حكمًا، وإن لم يكن ذٰلک حقيقة ،لأن الإتصال من الجانبين بغير واسطة. (الشريفية:ص ۳۸)

www.besturdubooks.net

باقی ماندہ لے لے گی، تو اس صورت میں بیٹی کا حصہ بیٹے کے مقابلے میں زیادہ ہوجاتا ہے؛ حالاں کہ یہ قرآن کے اصول کے خلاف ہے کیوں کہ قرآن نے مذکر کا حصہ مؤنث کے مقابلے میں دوگنا رکھا ہے (للذکر مثل حظ الانثیین) اس لیے بیٹی کو عصبہ نہیں بنایا۔ (مؤلف)

بحثِ عاشر: عصبہ بنفسہ سے متعلق چار اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: أما العصبة بنفسه فكل ذكر لاتدخل في نسبته إلى الميت أنثٰى– عصبہ بنفسہ کی اس تعریف پر چند اشکالات اور ان کے جوابات:

(الف) مذکورہ تعریف پر یہ اشکال وارد ہے کہ ''اَخ لاب واُم'' عصبہ بنفسہ ہے، مگر اس میں اُم کا واسطہ آ رہا ہے، حالاں کہ عصبہ بنفسہ کی نسبت میت سے جوڑنے میں مؤنث کا واسطہ نہیں آتا، لہٰذا اَخ عینی کو عصبہ بنفسہ نہیں کہنا چاہیے۔

جواب: استحقاقِ عصوبت میں باپ کی قرابت اصل ہے؛ چناں چہ ''اخ لاب'' عصبہ بنفسہ ہے، لیکن ''اَخ لام'' عصبہ بنفسہ نہیں ہے؛ لہٰذا مذکورہ مثال (اخ لاب واُم) میں اُم کا واسطہ اس کی عصوبت کے لیے مضر نہیں ہے، اَب کی موجودگی میں اُم کے واسطہ کا یہاں پر کوئی اثر نہیں ہے، البتہ واسطۂ اُم کو ایک زائد وصف کا درجہ ہوگا، جس کے ذریعہ اَخِ عینی کو اخِ علّی پر ترجیح حاصل ہوگی۔(۱)

---

(۱) فإن قلتَ الأخ لأب وأم عصبة بنفسه مع أن الأم داخلة في نسبته إلى الميت؟ قلت قرابة الأب اصل في إستحقاق العصوبة، فإنها إذا انفردت كفت في إثبات العصوبة، بخلاف قرابة الأم، فإنها لا تصلح بإنفرادها علة لإثباتها، فهي ملغاة في إستحقاق العصوبة، لكنا جعلناها بمنزلة وصف زائد، فرجحنا بها الأخ لأب و أم على الأخ لأب. (الشريفية: ص ۳۸، رد المحتار: ۱۰/ ۵۱۷)

www.besturdubooks.net

(ب) مذکورہ تعریف پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ دخول غیر سے مانع نہیں ہے اور اپنے افراد کو جامع نہیں، کیوں کہ "فکل ذکر.... الخ" عصبہ بنفسہ کی تعریف میں تین قسم کے مذکر داخل ہیں:

(۱) بلا واسطہ میت کی طرف منسوب ہونے والا مذکر جیسے ابن، اب وغیرہ۔

(۲) صرف مذکر کے واسطہ میت کی طرف منسوب ہونے والا مذکر جیسے اخ لاب، عم لاب۔

(۳) مذکر و مؤنث دونوں کے ذریعہ میت کی طرف منسوب ہونے والا مذکر جیسے اخ لاب وام، عم لاب واُم۔ تو جیسے پہلی قسم کے مذکر بلا واسطہ میت کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے عصبہ بنفسہ میں داخل ہیں ایسے ہی زوج اور معتِق (غلام آزاد کرنے والا) مذکر بھی میت کی طرف بلا واسطہ منسوب ہورہے ہیں، تو ان کو بھی عصبہ بنفسہ میں شمار کرنا چاہیے؟

جواب: مذکورہ عبارت (فکل ذکر...الخ) میں عصبہ بنفسہٖ کی تعریف گئی ہے، جو عصبات نسبیہ کے قبیل سے ہے(۱)، اور ہماری گفتگو بھی عصبات نسبیہ کے سلسلہ میں ہے، اور زوج اور معتِق (آقا) میں نسب ہی نہیں ہے، کیوں کہ ان دونوں کا میت سے سبب (عتق وزوجیت) کا تعلق ہے(۲)، لہٰذا یہ دونوں عصبۂ سببی میں سے ہیں۔

فلا اشکال علیہ!

---

(۱) العصبة النسبية هي التي تكون بسبب النسب و تنقسم إلى ثلاثة أقسام أولا عصبة بالنفس.

(المواريث للصابوني: ص٦٧)

(۲) و أما السببية فهي التي تكون بسبب. (المواريث للصابوني: ص٦٧)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثانیہ: عصوبت تین چیزوں میں مؤثر ہوتی ہے:

(الف) اصلِ استحقاق، جیسے:

مسئلہ: ۳

م

بنت الابن	ابن الابن	۲/ بنت
عصبــــــــــــہ		ثلثان
۱		۲

وضاحت: غور کیجئے اگر ابن الابن عصبہ نہ ہوتا تو پوتی دو بنات صلبیہ کی وجہ سے مجحوب ہوتی، معلوم ہوا کے عصوبت اصل استحقاق میں مؤثر ہے۔

(ب) نقصِ فرض (سہام)۔ جیسے:

مسئلہ: ۳

م

ابن	بنت
عصبــــــــــــہ	
۲	۱

وضاحت: غور کیجئے اگر بنت نہ ہوتی تو ابن کل مال کا مستحق ہوتا لیکن وجود بنت کی وجہ سے باوجود عصبہ ہونے کے حصہ میں نقص ہو گیا۔

(ج) حرمانِ ارث۔ جیسے:

مسئلہ: ۱۲/ ع ۱۳

م

زوج	اب	ام	بنت	بنت الابن	ابن الابن
ربع	سدس	سدس	نصف	عصبــــــــــــ	ــــہ
۳	۲	۲	۶	×	

www.besturdubooks.net

وضاحت: غور کیجیے پوتا پوتی باوجود عصبہ ہونے کے کچھ نہیں پا رہے ہیں۔(۱)

فائدۂ ثالثہ: ولد الزنا اور ولد المتلاعنه کی تعریف مع حکمِ اِرث:

ولد الزنا کی تعریف:

هُوَ الْوَلَدُ الَّذِي تَأْتِي بِهِ أُمُّهُ نَتِيجَةَ إِرْتِكَابِهَا الْفَاحِشَةَ.(۲)

یعنی ولد الزنا وہ بچہ ہے، جس کو اس کی ماں نے نتیجہ فاحشہ (زنا) سے جنا ہو۔

حکمِ اِرث: وراثت کے حکم کی دو صورتیں:

صورتِ اولیٰ: زانی اور ولد الزنا کے سلسلے میں۔

صورتِ ثانیہ: زانیہ (اُم ولد الزنا) اور ولد الزنا کے سلسلے میں۔

صورتِ اولیٰ کا حکم: یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ زنا سے زانی کا نسب ثابت نہیں ہوتا، اور توریث کی بنیاد نسب پر ہے، پس زانی اور اس کی اُولاد کے درمیان توریث جاری نہیں ہوگی، یعنی ولد الزنا نہ تو وارث ہوگا، اور نہ ہی مورِث۔

دلیل: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ أَوْ أَمَةٍ فَالْوَلَدُ وَلَدُ زِنَا لَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ. (۳)

---

(۱) فائده: العصوبه قد تؤثر في أصل الإستحقاق كبنت ابنٍ وابن ابنٍ مع بنتين إذ لولا عصوبتها لسقطت، وقد تؤثر في النقص كبنت وابن وقد تؤثر في الحرمان كبنت ابن وابن ابن مع بنت وزوج وأبوين. (نهاية الهداية إلى تحرير الكفاية في علم الفرائض: ۱/۲۰۷)

(۲) الموسوعة الفقهية: ۳/۷۰

(۳) السنن للترمذي: ۲/۳۱، أبواب الفرائض ما جاء في إبطال ميراث ولد الزنا: الرقم: ۲۱۱۳

www.besturdubooks.net

مفہوم حدیث:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی کسی آزاد عورت کے ساتھ یا باندی کے ساتھ زنا کرے تو اس عورت سے پیدا ہونے والی اولاد، زنا کی اولاد ہے، نہ وہ وارث ہوں گے نہ وہ مورث بنیں گے، یعنی ان کی میراث بھی زانی کو نہیں ملے گی۔ (۱)

صورتِ ثانیہ کا حکم: ولد زنا کا نسب اس کی ماں (زانیہ) سے ثابت ہے، اس لیے ولد زنا اپنی ماں کی طرف سے صرف فرضیت سے وارث و مورث دونوں ہوگا، یعنی ولد الزنا اپنی ماں اور اپنی اخیافی بھائی بہن کا وارث ہوگا، اسی طرح اس کی ماں، اور زانیہ کی اولاد (ولد الزنا، اخیافی بھائی بہن) ولد الزنا کے وارث ہوں گے، لیکن ولد الزنا عصوبت کی وجہ سے وارث نہ ہوگا اور نہ مورِث۔ (۲)

---

(۱) أما نسبه إلى الزاني فلايثبت عند جمهور الفقهاء، ولو أقر ببنوته له من الزنى، لأن النسب نعمة فلايترتب على الزنى الذي هو جريمة. (الموسوعة الفقهية: ۳/۷۰)

(۲) ويرث ولد الزنا واللعان من جهة الأم فقط، لأن نسبة من جهة الأب منقطع، فلايرث به ومن جهة الأم ثابت فيرث به أمه وأخته من الأم بالفرض لاغير، وكذا ترثه أمه وأخته من أمه فرضًا لاغير ولايتصور أن يرث هو أو يورث بالعصوبة. (البحر الرائق: ۹/۳۹۱، كتاب الفرائض) --- قال الشامي: وزاد في الإختيار ما نصه والنبي صلى الله عليه وسلم ألحق ولد الملاعنة بأمه، فصار كشخص لا قرابة له من جهة الأب، فوجب ان يرثه قرابة أمه ويرثهم، فلو ترك بنتا و أما و الملاعن فللبنت النصف وللأم السدس، والباقي يرد عليهما كان لم يكن له أب ...... ولو ترك أمه وأخاه لأمه وابن الملاعن فلأمه الثلث، ولأخيه لأمه السدس، والباقي مردود عليهما، ولا شيء لابن الملاعن، لأنه لا أخا له من جهة الأب. (ردالمحتار: ۱۰/۵۲۴، كتاب الفرائض)

www.besturdubooks.net

ولد المتلاعنه کی تعریف:

الْوَلَدُ الَّذِيْ نَفَاهُ الرَّجُلُ بِاللِّعَانِ. (۱) – یعنی وہ بچہ جس کے نسب کی نفی آدمی (شوہر) نے لعان کے ذریعے کر دیا ہو۔

حکم اِرث: یہاں بھی متلاعنہ (جس سے اس کے شوہر نے لعان کیا ہو) اور اس کے بچہ کے درمیان وراثت جاری ہوگی' کیوں کہ بچہ کا نسب اس کی متلاعنہ ماں سے ثابت ہے؛ اسی طرح ولد المتلاعنہ کی توریث صرف متلاعنہ ہی کے جہت میں فرضیت سے جاری ہوگی عصبیت سے نہیں۔اس مسئلہ پر علما کا اجماع ہے۔(۲)

اختلاف ذوی الفروض سے بچے ہوئے سہام کے سلسلے میں ہے کہ اس کا مستحق کون ہے، مثلاً ابن المتلاعنہ نے اپنے اخیافی بھائی اور ماں کو چھوڑا تو ماں کو ثلث اور اخیافی

---

(۱) شرح ابن ماجہ:۲/۱۰۴۴ (۲) قال سهل: فكانت حاملا فكان ابنها يدعى إلى أمه، ثم جرت السنة أنه يرثها وترث منه مافرض الله لها. (الصحيح لمسلم: ۱/۴۸۹، كتاب اللعان: الرقم: ۳۷۲۴) --- قال النووي تحت قوله فكانت حاملا فيه جواز لعان الحامل وأنه إذا لاعنها ونفى عنه نسب الحمل إنتفىٰ عنه، وأنه يثبت نسبه من الأم، و يرثها وترث منه مافرض الله تعالى للأم وهو الثلث، وإن لم يكن للميت ولد ولا ولد ابن ولا إثنان من الإخوة ولأخوات' وإن كان شيء من ذالك فلها السدس، وقد أجمع العلماء على جريان التوارث بينه وبين أمه، وبينه وبين أصحاب الفروض من جهة أمه، وهم إخوته وأخواته من أمه وجداته من أمه. (شرح صحيح مسلم للنووي: ۵/۴۴۹، كتاب اللعان: الرقم: ۳۷۲۴) --- وقد أجمع العلماء على جريان التوارث بين الملاعنة و ولدها، وبينه وبين أصحاب الفروض من جهة أمه وهم إخوته وأخواته من أمه وجداته من أمه. (فتح الملهم:۷/۲۳۹، كتاب اللعان)

www.besturdubooks.net

بھائی کو سدس دینے کے بعد جو ما باقی تین ہے اس کا مستحق کون ہے؟ مثلاً:

مسئلہ: ۶/ ما باقی ۳

اخ لام	ام
سدس	ثلث
۱	۲

فائدۂ رابعہ: ذوی الفروض سے بچے ہوئے سہام کے استحقاق کے سلسلے میں مذاہبِ ثلاثہ مع وجہ ترجیح:

(الف) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ما باقی اصحاب الفرائض ہی پر ان کے حصوں کے بقدر لوٹا دیا جائے گا، اسی قول کو حضرات احناف نے لیا ہے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶/ ر۳

اخ لام	ام
سدس	ثلث
۱	۲

(ب) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَخ لام کو سدس دے کر ما باقی ام کو بحیثیتِ عصبہ دیا جائے گا، حضراتِ حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶

اخ لام	ام
سدس	ثلث
۱	۲+۳=۵

www.besturdubooks.net

(ج) حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب الفرائض کو دینے کے بعد ما باقی مال بیت المال میں رکھ دیا جائے گا، حضرات شوافع و مالکیہ نے اس قول کو اختیار کیا۔(۱)

وجہِ ترجیح: حضراتِ احناف کا مذہب مندرجۂ ذیل وجوہِ ترجیح کے پیشِ نظر راجح ہے۔

(۱) احکامِ میراث نص سے ثابت ہے، اور نص میں ام کے لیے ثلث سے زائد کی صراحت نہیں ہے۔ اور نہ ہی اخ لام (اخیافی بھائی بہن) کے لیے سدس سے زائد کی؛ اسی طرح ماں کے لیے عصبہ کی توریت کی بھی صراحت نہیں ہے، اگر اُم کو بقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ عصبہ بنایا جائے گا تو ام کو عصبہ بنانا اور اس کے منصوص فرض ثلث سے زائد دینا لازم آئے گا جو باطل ہے۔(۲)

---

(۱) واختلفوا فيما بقي بعد سهم ذوي الفروض ...... والمسئلة مختلف فيها منذ عهد الصحابة، فقد أخرج البيهقي وسعيدٌ بن منصور عن الشعبي أن عليًا رضي الله عنه، قال في ابن الملاعنة ترک أخاه و أمه، لأمه الثلث و لأخيه السدس، و ما بقی فهو رد عليهما بحساب ما ورثا، و قال عبد الله رضي الله عنه: للأخ ألسدس و ما بقی فللأم و هي عصبته و قال زيد رضي اللّٰه عنه: لأمه الثلث و لأخيه السدس و ما بقي ففي بيت المال كذا في كنز العمال، فأخذ الحنفية بقول علي رضي اللّٰه عنه و الحنابلة بقول ابن مسعود رضي الله عنه والشافعية والمالكية بقول زيدٌ بن ثابت.

(فتح الملهم:۷/۲۳۹، کتاب اللعان)

(۲) و إنما رجح الحنفية قول علی لِأنّ أحكام الميراث ثابتة بنص الكتاب، فلايجوز القول بخلافها إلّا بنص مثله، والذي روى في كون الملاعنة عصبة لولدها أخبار أحاد لاتخلوا عن مقال وإحتمال فلا يترک بها النص، ولا نص في توريث الأم أكثر من الثلث، ولا في تو ريث الأخ من الأم أكثر من السدس، ولا في تو ريث أبي الأم و نحوه من عصبة الأم.

(فتح الملهم: ۷/۲۴۰، ردالمحتار: ۱۰/۵۲۴)

www.besturdubooks.net

(۲) اسباب اِرث میں عصوبت اقویٰ ہے، اور اُم کے واسطے میت کی طرف منسوب ہونا جو ولد المتلاعنہ میں موجود ہے' ضعیف ہے، پس سبب ضعیف (اِدلاء بالام) کے ذریعہ سببِ قوی (عصوبہ) کا استحقاق ثابت نہیں ہوگا۔(۱)

(۳) قول زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ (ماباقی مال بیت المال میں رکھ دیا جائے گا)، تو اس کا جواب یہ ہے کہ رشتہ داروں کی موجودگی میں بیت المال میں ترکہ رکھنا نصِ قرآنی "وأولو الأرحام بعضهم أولى ببعض في كتاب الله" کے مخالف ہے؛ کیوں کہ بیت المال کا نمبر رشتہ داروں کی عدمِ موجودگی میں آتا ہے، اور یہاں رشتہ دار اخ لام، اور ام موجود ہیں۔(۲)

---

(۱) ولأنّ العصوبة أقوى أسباب الإرث، والادلاء بالأم أضعف، فلايجوز أن يستحق به أقوى أسباب الإرث. (ردالمحتار: ۱۰/۵۲۴)

(۲) وجعله زيدٌ لبيت المال ولكن قول عليّ أوفق بكتاب الله، لِأنّ توريث بيت المال مع وجو د ذوي الأرحام مخالف بقوله تعالىٰ "وأولو الأرحام بعضهم أولىٰ ببعضٍ في كتاب الله".

(فتح الملهم: ۷/۲۴۰)

www.besturdubooks.net

عصبہ بغیرہ کا بیان

أَمَّا الْعَصَبَةُ بِغَيْرِهِ فَأَرْبَعٌ مِنَ النِّسْوَةِ، وَهُنَّ اللَّاتِي فَرْضُهُنَّ النِّصْفُ وَالثُّلُثَانِ يَصِرْنَ عَصَبَةً بِإِخْوَتِهِنَّ كَمَا ذَكَرْنَا فِي حَالاتِهِنَّ، وَمَنْ لَا فَرْضَ لَهَا مِنَ الْإِنَاثِ وَأَخُوهَا عَصَبَةً لَا تَصِيرُ عَصَبَةً بِأَخِيهَا كَالْعَمِّ وَالْعَمَّةِ، الْمَالُ كُلُّهُ لِلْعَمِّ دُونَ الْعَمَّةِ.

ترجمہ: اور رہی عصبہ بغیرہ تو وہ چار عورتیں ہیں، اور وہ ایسی عورتیں ہیں جن کا حصہ (ایک ہونے کی صورت میں) نصف اور (ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں) ثلثان ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں، جیسا کہ ان کے حالات میں ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ اور وہ عورتیں جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے، اور ان کا بھائی عصبہ ہو رہا ہے، تو وہ عورتیں اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوں گی، جیسے چچا اور پھوپھی، پورا مال چچا کا ہوگا نہ کہ پھوپھی کا۔

توضیح وتشریح: یہاں سات بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) عصبہ بغیرہ کی تعریف مع حکم (۲) عصبہ بغیرہ کا مصداق (۳) عصبہ بغیرہ کی وجہ تسمیہ (۴) عصبہ بغیرہ کی دلیل (۵) **ومن لا فرض لها الإناث وأخوها عصبة لاتصير عصبة بأخيها** — عبارت کی وضاحت (۶) عصبہ بغیرہ کی شرطیں۔ (۷) عصبہ بغیرہ سے متعلق تین اہم فائدے

www.besturdubooks.net

بحثِ اول: عصبہ بغیرہ کی تعریف مع حکم:

تعریف: ہر وہ مؤنث ہے جس کو عصبہ بنانے والا مذکر ہو۔(۱)

حکم: یہ مؤنث اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے، اور مال دونوں کے درمیان بقاعدہٗ "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" (مذکر کو دوگنا مؤنث کو ایک گنا) تقسیم ہوتا ہے۔(۲)

بحثِ ثانی: عصبہ بغیرہ کا مصداق: عصبہ بغیرہ کی مصداق چار عورتیں ہیں:

۱/ بنت، ۲/ بنت الابن، ۳/ اخت عینی، ۴/ اخت علاتی۔(۳)

بحثِ ثالث: عصبہ بغیرہ کی وجہ تسمیہ:

بنت، بنت الابن، اخت عینی، اخت علاتی - ان چار عورتوں کو عصبہ بالغیر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان چاروں عورتوں کی عصوبت میت سے اپنی ذاتی قرابت کی وجہ سے نہیں ہے، بل کہ وجودِ غیر (عصبہ بنفسہٖ) کی وجہ سے ہے، اسی لیے ان کو عصبہ بالغیر کہتے ہیں۔(۴)

---

(۱) والعاصب بغيره كل أنثى عصبها ذكر . (نهاية الهداية الى تحرير الكفاية: ۱/۱۹۸)

(۲) فكل واحدة من هؤلاء الأربع تصبح عصبة مع أخيها، ويقتسمون التركة للذكر مثل حظ الأنثيين. (المواريث للصابوني: ص ۷۲)

(۳) ولا يكون هذا النوع الا فيمن فرضه النصف عند الإنفراد، والثلثان عند التعدد، ومن ثم كان منحصرًا في أربع، هن البنت الصلبيه وبنت الابن والأخت الشقيقة والأخت لأب.

(الوجيز في الميراث: ص ۱۱)

(۴) وانما سُمي هذا النوع من العصبات (عصبة بالغير) لان عصوبة هؤلاء الأربع من النساء ليست بسبب قرابتهن للميت، وإنما هي بسبب وجود الغير و هو العاصب بنفسه.

(المواريث للصابوني: ۷۳)

www.besturdubooks.net

بحثِ رابع: عصبہ بغیرہ کی دلیل:

(الف) يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.(۱)

مذکورہ آیت کریمہ بنت اور بنت الابن کے لیے عصبہ بالغیر کی دلیل ہے، کیوں کہ "أولادکم" سے بنت اور بنت الابن اپنے بھائیوں ابن اور بن الابن کے ساتھ مراد ہے۔

(ب) وَإِنْ كَانُوْا إِخْوَةً رِجَالًا وَ نِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.(۲)

مذکور آیت کریمہ میں لفظ اِخوۃ سے اِخوۃ واخوات عینیہ وعلیہ مراد ہیں، اخوۃ و اخوات خیفیہ اِس میں داخل نہیں، کیوں کہ وہ وارث بالفرض ہیں، اوران میں مذکر ومؤنث برابر ہیں۔(۳)

بحثِ خامس: 'من لا فرض لها من الإناث الخ' عبارت کی وضاحت:

مذکورہ عبارت میں یہ بات بیان کی گئی ہے، کہ جو بھائی خود عصبہ ہوتا ہے، وہ اپنی بہن کو بھی عصبہ بناتا ہے، بشرطیکہ وہ بہن اصحاب الفرائض میں داخل ہوکر نصف یا ثلثان کی

(۱)النساء:۱۱ (۲) النساء:۱۱ (۳) الدليل على توريث العصبة بالغير للذكر مثل حظ الأنثيين، وقوله تعالى: وإن كانوا إخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الأنثيين، وقد أجمع العلماء على أن المراد بالإخوة في الآية الكريمة، الإخوة والأخوات لأبوين أو لأب فلا تشتمل الإخوة والأخوات لأم، لأن ميراثهم بالفرض لا بالتعصيب والذكر والأنثى سواء لقوله تعالى: فهم شركاء في الثلث. (المواريث للصابوني: ص۷۳)

www.besturdubooks.net

مستحق ہو، جیسے اَخِ عینی اپنی بہن اُختِ عینی کو عصبہ بناتا ہے۔ مثلاً:

وضاحت: اس مثال میں اخ عینی خود تو عصبہ ہے، اور اس کی بہن اخت عینی صاحب فرض ہے؛ لہٰذا اگر کوئی بھائی خود تو عصبہ ہو؛ مگر اس کی بہن صاحب فرض نہ ہو، تو اس کو اس کا بھائی باوجود خود عصبہ ہونے کے عصبہ نہیں بنائے گا اور پورا مال بھائی کو مل جائے گا، بہن محروم ہوگی۔

مسئلہ:۳
م

اخ (ع)	اخت (ع)
عصبہ	
۲	۱

مثلاً: ابن الاخ (ع/عل) اور بنت الاخ (ع/عل) میں ابن الاخ (بھتیجا) بنت الاخ (بھتیجی) کو عصبہ نہیں بنائے گا، پورے ترکہ کا مستحق ابن الاخ ہوگا؛ کیوں کہ بنت الاخ (بھتیجی) صاحبِ فرض نہیں ہے۔ مثلاً:

مسئلہ:۱
م

ابن الاخ (ع/عل)	بنت الاخ (ع/عل)
عصبہ	م
۱	

وضاحت: مصنفؒ نے اس کی مثال میں عم (چچا) اور اس کی بہن عمۃ (پھوپھی) کو ذکر کیا ہے، کہ عمہ صاحبِ فرض نہیں اس لیے عم اس کا بھائی، باوجود خود عصبہ ہونے کے اپنی بہن کو عصبہ نہیں بنائے گا، اور پورا مال کا استحقاق عم کو ہوگا۔ مثلاً:

مسئلہ:۱
م

عم	عمہ
عصبہ	م
۱	

www.besturdubooks.net

بحثِ سادس: عصبہ بغیرہ کی شرطیں:

عصبہ بغیرہ کا تحقق تین شرطوں کے ساتھ ہوگا:

(الف) مؤنث صاحبِ فرض ہو، اگر مؤنث صاحبِ فرض نہیں ہے، مثلاً: بنت الاخ (بھتیجی) تو وہ اپنے مقابل ابن الاخ (بھتیجا) کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی؛ اسی طرح عمہ (پھوپھی) کہ وہ اپنے مقابل عم (چچا) کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی۔

(ب) عصبہ بنانے والا مذکر، مؤنث کے درجہ میں ہو، جیسے ابن الابن اور بنت الابن اگر عصبہ بنانے والا مذکر، مؤنث کے درجہ میں نہیں ہے مثلاً ابن اور بنت الابن، یا ابن الاخ اور اخت، تو مذکر مؤنث کو عصبہ بالغیر نہیں بنائے گا۔

(ج) عصبہ بنانے والا مذکر قوت میں مؤنث کے برابر ہو، جیسے اخ (ع) اور اخت (ع)، اگر مذکر کی قوت مؤنث کے برابر نہ ہو، تو مذکر اس مؤنث کو عصبہ بالغیر نہیں بنائے گا۔ مثلاً: اخ (عل) اور اخت (ع)۔(۱)

تنبیہ: اگر مذکر و مؤنث قوت میں برابر نہ ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

---

(۱) ولا يتحقق العصبة با لغير إلا بشروط نوجزها فيما يلي: أولا: أن تكو ن الأنثى صاحبة فرض، فإذا لم تكن صاحبة فرض لا تصير عصبة بالغير فمثلا بنت الأخ الشقيق لا تصح عصبة مع ابن الأخ الشقيق، لأنها ليست صاحبة فرض، وكذلك العمة الشقيقة لا تصبح عصبة مع العم الشقيق. ثانيًا: أن يكون المعصب في درجتها فلا يعصب الابن بنت الابن، لأنها ليست في درجته بل يحجبها، كما لا يعصب ابن الأخ الأخت لعدم الإستواء في الدرجة، فتأخذ الأخت النصف في هذه الحالة بالفرض. ثالثًا: أن يكون المعصب في قوة الأنثى صاحبة فرض، فلا يعصب الأخ لأب الأخت الشقيقة، لأن قرابتها أقوى منه. (المواريث للصابوني: ص ۷۲)

www.besturdubooks.net

(۱) مذکر کی قوت مؤنث سے قوی ہوگی، جیسے اخ (ع) اور اخت (عل)، تو اس صورت میں اخ (ع) اخت (عل) کو ساقط کردے گا۔(۱) مثلاً:

مسئلہ:۱

اخ(ع)	اخت(عل)
عصبہ	م
۱	

(۲) مذکر کی قوت مؤنث سے ضعیف ہوگی، جیسے اخ (عل) اور اخت (ع)، تو اس صورت میں مؤنث اپنا فرض لے گی، نہ تو ساقط ہوگی اور نہ ہی عصبہ ہوگی۔ مثلاً:

مسئلہ:۲

اخ(عل)	اخت(ع)
عصبہ	نصف
۱	۱

بحثِ سابع: عصبہ بغیرہ سے متعلق تین اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: عصبہ بالغیر بنانے والے چار مرد اور نہ بنانے والے چھ مردوں کا بیان:

دنیائے میراث میں چار مذکر ایسے ہیں، جو اپنی اپنی بہن کو عصبہ بناتے ہیں۔

(۱) اِبن بنت کو (۲) اِبن الابن بنت الابن کو (۳) اخ عینی اخت عینی کو (۴) اخ علاتی اُخت علاتی کو عصبہ بناتے ہیں، اور آپس میں مال بقاعدۂ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کر لیتے ہیں۔

سوال: یہ چاروں مذکر اپنی اپنی بہنوں کو عصبہ کیوں بناتے ہیں۔

جواب: یہ چاروں مذکر اپنی اپنی بہنوں کو عصبہ بطور احسان کے نہیں بناتے بل کہ

---

(۱) ويسقط بنو العلات أيضا بالأخ لأب وأم. (السراجي في الميراث: ص ۱۷)

www.besturdubooks.net

اس لیے بناتے ہیں تا کہ اپنے سے ضرر ونقصان کو دور کریں، کیوں کہ اگر ان بہنوں کو ان کے بھائیوں کے ساتھ ذی فرض بنایا جائے گا، تو دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آئے گی اور وہ یہ ہے کہ یا تو مؤنث کو مذکر پر فضیلت حاصل ہو جائے گی، یا مذکر و مؤنث دونوں کا حصہ مساوی ہو جائے گا، اور یہ دونوں باتیں آیت کریمہ "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے، کیوں کہ آیت کا تقاضا تفضیل الذکر علی الانثیٰ (مذکر کو دو گنا، اور مؤنث کو ایک گنا) ہے، اور یہاں مؤنث کو ذی فرض بنانے کی صورت میں اس کے برعکس "تفضیل الانثیٰ علی الذکر" یا "تساوی بین الذکر والانثیٰ" لازم آ رہا ہے۔

تفضیل الأنثٰی علی الذکر کی مثال:

مسئلہ: ۱۲

زوج	بنت	ابن
ربع	نصف	عصبہ
۳	۶	۳

وضاحت: مثال مذکور میں غور کیجیے کہ ابن کو (۳) حصہ ملا اور بنت کو اس کا دو گنا (۶) حصہ ملا جس کی وجہ سے مؤنث کو مذکر پر فضیلت حاصل ہوگئی۔

تساوی بین الذکر و الأنثٰی کی مثال:

مسئلہ: ۲

بنت	ابن
نصف	عصبہ
۱	۱

وضاحت: مثالِ مذکور میں غور کیجیے کہ بنت و ابن کو مساوی طور پر ایک ایک حصہ مل رہا ہے جس کی وجہ سے تساوی بین الذکر والانثیٰ کا معنیٰ حاصل ہوا۔(۱)

(۱) أربعة من الذكور يعصبون أخواتهم وهم: الابن، وابن الابن والأخ الشقيق، والأخ من الأب =

www.besturdubooks.net

بابِ میراث میں چھ مرد اپنی بہنوں کو کبھی بھی عصبہ نہیں بناتے ہیں:

چھ مرد ایسے ہیں جو اپنی بہنوں کو عصبہ نہیں بناتے ہیں، بل کہ ان کی موجودگی میں ان کی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں، وہ چھ مرد مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اب اپنی بہن عمہ (پھوپھی) کو

(۲) جد اپنی بہن عمۃ العمۃ (پرپھوپھی) کو۔

(۳) ابن الاخ اپنی بہن بنت الاخ (بھتیجی) کو۔

(۴) عم اپنی بہن عمۃ (پھوپھی) کو۔

(۵) ابن العم اپنی بہن بنت العم (چچازاد بہن) کو۔

(۶) ذوالولاء معتق اپنی بہن اخت المعتق (آقا کی بہن) کو۔(۱)

سوال: مذکورہ بالا چھ مرد اپنی بہنوں کو عصبہ کیوں نہیں بناتے ہیں؟

جواب: ان رجالِ ستہ میں سے سوائے ذوالولاء کے مابقیہ پانچ اگر چہ عصبہ نسبی ہیں؛ لیکن ان میں سے ہر ایک کی بہن ذوی الارحام سے متعلق ہے، اور عصبات کو ذوی الارحام پر تقدم حاصل ہے، یعنی عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے ہیں، ہیں، اب اگر یہ پانچوں مذکر اپنی اپنی بہن کو عصبہ بنائیں گے، تو حق تأخر رکھنے والوں

= وذالک لأن أخت کل واحد منهم لو کانت وحدها لفرض لها و لو فرض لها مع وجود أخيها لأدى إلى تفضيلها عليه أو مساواتها له فکانت مقاسمته لها على ماذکر الله تعالىٰ أعدل.

(العذب الفائض: ۱/۱۲۴)

(۱) وستة من الذکور لا يعصبون أخواتهم وهم الأب والجد وابن الأخ والعم وابن العم و ذو الولاء. (العذب الفائض: ۱/۱۲۴)

www.besturdubooks.net

(ذوی الارحام) کو مقدم کرنا لازم آئے گا، اور یہ بات باطل ہے(۱)۔ نیز ان پانچوں کی بہنیں ذوی الفروض میں سے بھی نہیں ہیں کہ عصبہ نہ بنانے کی وجہ سے ذکر کردہ دونوں خرابیوں (تفضیل، تساوی بین الذکر والانثیٰ) میں سے کوئی خرابی لازم آئے۔(۲)

رہی بات ذوالولاء (معتق) کی تو وہ اپنی بہن کو عصبہ اس لیے نہیں بناتا کیوں کہ اس کی بہن تو سرے سے وارث ہی نہیں ہے، نہ ذی فرض نہ عصبہ اور نہ ہی ذی رحم، اگر اس کا بھائی اپنی بہن کو وارث بنائے گا، تو ایک غیر وارث کا وارث ہونا لازم آئے گا، اور یہ باطل ہے۔(۳)

نیز ذوالولاء (معتق) کے ورثہ میں سے عورتوں کو بطور ولاء کچھ بھی نہیں ملتا ہے، یعنی مولی العتاقہ کے عصبہ نسبیہ کے مستحق ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ مولی العتاقہ کے عصبہ بنفسہٖ ہوں، عصبہ بالغیر مع الغیر نہ ہوں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولی العتاقہ کے عصبات کا بطور ولاء مستحق ہونے کے لیے ان کا مذکر ہونا ضروری ہے، اگر وہ مؤنث یعنی عصبہ بالغیر یا مع الغیر ہوں گے، تو وہ محروم ہوں گے، اسی لیے ذوالولاء اپنی بہن کو عصبہ نہیں بناتا۔(۴)

---

(۱) وذلک لأن أخت کل واحد منهم غیر ذو الولاء من ذوي الأرحام والعصبة تقدم علی ذوي الأرحام. (العذب الفائض: ۱/۱۲۴)

(۲) ولا یتحقق العصبة بالغیر إلا بشروط نوجزها فیما یلي: أولًا أن تکون الأنثی صاحبة فرض فإذا لم تکن صاحبة فرض لا تصیر عصبة بالغیر فمثلا بنت الأخ لاتصبح عصبة مع ابن الأخ لأنها لیست صاحبة فرض. (المواریث للصابوني: ص ۷۲)

(۳) وأما أخت ذي الولاء فلیست بوارثة أصلاً. (العذب الفائض: ۱/۱۲۴)

(۴) ولا شيء منه أي الولاء للإناث من ورثة المعتق، فلیس في عصبة المعتق الوارثین من المعتق بالولاء من هو عصبة بغیره أو مع غیره. (الشریفیة: ص ۴۲)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثانیہ: عصبہ بالغیر میں مذکر کو دو گنا اور مؤنث کو ایک گنا ملنے کی حکمت:

عصبہ بالغیر میں مذکر کو دو گنا اور مؤنث کو ایک گنا ملنے کی چند حکمتیں ہیں:

(الف) مذکر میں دو حاجتیں ہیں: ایک "حاجة لنفسه" (اپنی ذات کی حاجت) دوسری "حاجة لعياله" (اپنے اہلِ خانہ کی حاجت) برخلاف مؤنث کے اس میں صرف ایک حاجت "حاجة لنفسه" ہوتی ہے، حاجت لعیالہا نہیں ہے، کیوں کہ اس کے عیال کی حاجتوں کو پورا کرنا اس کے شوہر پر واجب ہے نہ کہ اُس پر، اسی لیے مذکر کو دو گنا اور مؤنث کو ایک گنا ملتا ہے۔(۱)

(ب) بابِ شہادت میں ایک مرد دو عورتوں کے قائم مقام ہے، اسی لیے باب میراث میں بھی ایک مذکر کو دو گنا اور مؤنث کو ایک گنا دیا گیا۔(۲)

(ج) مردوں میں بہ نسبت عورتوں کے کمالِ عقل ہوتا ہے، اسی لیے مرد مناصب دینیہ کی مثلاً قضاء، امامت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسی لیے مرد کو دو گنا ملتا ہے۔(۳)

(د) عورتوں میں نقصان عقل کے ساتھ کثرتِ شہوت کا معنی ہوتا ہے، اگر ان کو زیادہ مال دیا جائے گا تو بڑے فساد کا اندیشہ قوی ہے؛ برخلاف مرد کے، کہ اس میں کمالِ

---

(۱) ما الحكمة أن الله تعالى: جاء "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ"، قلت هي كما قال العلامة الشنشوري لأن الذكر ذو حاجتين: حاجة لنفسه و حاجة لعياله، والأنثى ذات حاجة فقط.
(العذب الفائض: ۱/۱۲۴، نهاية الهداية: ۱/۲۰۱)

(۲) ولأن شهادتهم مقام شهادة اثنتين فيما تجوز به شهادتهما. (العذب الفائض: ۱/۱۲۵)

(۳) ولأنه أكمل حالا منها في العقل والمناصب الدينية مثل صلاحية القضاء والإمامة ومن كان كذلك فالإنعام عليه أزيد. (العذب الفائض: ۱/۱۲۵)

www.besturdubooks.net

عقل کے ساتھ ابواب خیر کا رجحان غالب ہوتا ہے، اسی لیے مردوں کو دوگنا دیا گیا تاکہ وہ اپنے کمالِ عقل کی وجہ سے ابواب خیر میں مال خرچ کرسکے۔(۱)

فائدۂ ثالثہ: متفق علیہ وارثین کی چار قسمیں ہیں:

قسم اول: وہ وارثین جو صرف فرضیت سے وارث ہوتے ہیں، ایسے وارثین سات ہیں:

(۱) اَخ لام (۲) اُخت لام (۳) زوج (۴) زوجہ

(۵) اُم (۶) جدۃ - دادی (۷) جدۃ - نانی۔(۲)

قسم ثانی: وہ وارثین جو صرف عصبیت سے وارث ہوتے ہیں، ایسے وارثین بطور اختصار سات ہیں:

(۱) ابن (۲) ابن الابن (۳) اخِ عینی (۴) ابن الاخ عینی وعلّی

(۵) عم (۶) ابن العم (۷) ذوالولاء (معتق)۔(۳)

---

(۱) ولأنها قليلة العقل كثيرة الشهوة، فإذا انضاف إليها المال الكثير عظم الفساد، والرجل لكمال عقله يصرفه فيما يفيده الثناء الجميل في الدنيا، والثواب الجزيل في الآخرة نحو بناء الرباطات والنفقة على المساكين والأيتام. (العذب الفائض: ۱/۱۲۵)

(۲) كان من الورثة المجمع على إرثهم قسم ميراث بالفرض وحده: و وارث من الذكور والإناث بالفرض وحده خمسة بالإختصار، زوجان أي الزوج والزوجة، الثالث أم، الرابع ولدها، أي ولد الأم، والخامس جدة مطلقا، وبالبسط سبعة بزيادة أخ أو اخت لأم، لأن لفظة الولد تعم الذكر والأنثى وبزيادة جدة، لأنها كما تكون من قبل الأم تكون من قبل الأب. (العذب الفائض: ۱/۱۱۰)

(۳) فمن يرث بالتعصيب حسب سبعة بالإيجاز الابن وابنه وإن سفل، والأخ لغير الأم و ابنه والعم كذالک وابنه وذوالولاء. (نهاية الهداية: ۱/۲۰۸)

www.besturdubooks.net

نوٹ: بطور اختصار کی قید اس لیے لگائی ہے کہ یہ حکم ”وإن اسفلوا“ تا سلسلۂ اخیر ہے۔

قسم ثالث: وہ وارثین جو فرضیت وعصبیت سے انفراداً واجتماعاً دونوں اعتبار سے وارث ہوتے ہیں، یعنی کبھی صرف فرضیت یا عصبیت سے اور کبھی فرضیت وعصبیت دونوں سے ایک ساتھ وارث ہوتے ہیں، ایسے وارثین صرف دو ہیں: (۱) اب (۲) جد، کہ ابن کی موجودگی میں فرضیت محض اور عدم اولاد کی صورت میں عصبۂ محض، اور بنت کی موجودگی میں فرض مع التعصیب کے طور پر وارث ہوتے ہیں۔(۳) مثلاً:

مسئلہ:۶ (فرضِ محض)		مسئلہ:۱ (عصبۂ محض)	مسئلہ:۶ (فرض وعصبہ)	
اب/جد	ابن	اب/جد	اب/جد	بنت
سدس	عصبہ	عصبہ	سدس وعصبہ	نصف
۱	۵	۱	۱+۲=۳	۳

قسم رابع: وہ وارثین جو فرضیت وعصبیت دونوں اعتبار سے وراث ہوتے ہیں؛ لیکن اجتماعی طور پر نہیں بل کہ انفرادی طور پر، یعنی یہ وارثین اگر فرضیت سے وارث ہوں گے تو عصبیت سے نہیں ہوں گے، اور اگر عصبیت سے وارث ہوں گے تو فرضیت سے نہیں

(۳) وذكر القسم الثالث بقوله اثنان من الورثة يجمعان ما قد ذكرا أي يجمعان بين الفرض والتعصيب، وهما الأب ثم الجد ...... أي قرر الفرضيون أن الأب وكذا الجد عند عدم الأب كل منهما يرث بالفرض والتعصيب من جهة واحدة، إذا عدم الابن وابنه وكان معه أحد من البنات أو بنات الابن أو هما فإنه يفرض له السدس ومابقي بعد سدسه والفرض يأخذه تعصيبا.

(العذب الفائض: ۱/۱۱۰)

www.besturdubooks.net

ہوں گے۔ ایسے وارث عصبہ بالغیر بننے والی چاروں عورتیں ہیں: (۱) بنت (۲) بنت الابن (۳) اختِ عینی (۴) اخت علاتی۔ (۱)

(۱) والرابع: من فرض إحداهن نصف فهن أربع فلو انفردت إحداهن عن معصبها ورثت بالفرض فقط، أو كان معها معصبها فبالعصوبة فقط ليس لها حالة تجمع بينهما فيها.

(نهاية الهدية: ۱/۲۰۹)

www.besturdubooks.net

عصبہ مع غیرہ کا بیان

أَمَّـا الْعَصَبَةُ مَعَ غَيْرِهٖ فَكُلُّ أُنْثٰى تَصِيْرُ عَصَبَةً مَعَ أُنْثٰى أُخْرَىٰ كَالْأُخْتِ مَعَ الْبِنْتِ لِمَا ذَكَرْنَا.

ترجمہ: رہی عصبہ مع الغیر ،تو وہ ہر وہ مؤنث ہے جو دوسری مؤنث کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے، جیسے بہن لڑکی کے ساتھ اس حدیث کے مفہوم کی وجہ سے جس کو ہم نے ذکر کردیا ہے۔

توضیح وتشریح: یہاں پانچ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) عصبہ مع غیرہ کی تعریف ومصداق (۲) عصبہ مع غیرہ کی دلیل (۳) عصبہ بالغیر اور عصبہ مع الغیر میں فرق (۴) بنات یا بنات الابن کی موجودگی میں اَخوات عینیہ وعِلّیہ عصبہ مع الغیر کیوں بنتی ہیں (۵) عصبہ مع الغیر سے متعلق دو اہم فائدے۔

بحثِ اول: عصبہ مع غیرہ کی تعریف ومصداق:

یہ وہ مؤنث ہے جو دوسری مؤنث کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے، اور عصبہ مع غیرہ کی مصداق دو عورتیں ہیں، اخت عینی اُخت علّی، جو بنات یا بنات الابن کے ساتھ عصبہ مع الغیر بن کر ذوالفروض سے بچا ہوا لے لیتی ہے۔(۱) مثلاً:

(۱) العصبة مع الغير كل أنثى لها فرض مقدر شرعًا في الأصل، وتحتاج في كونها عصبة إلى =

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۳

م

۵ / بنات الابن	اخت ع/عل
ثلثان	مع الغیر
۲	۱

بحثِ ثانی: عصبہ مع غیرہ کی دلیل:

عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى أَبِيْ مُوْسٰى وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ فَسَأَلَهُمَا عَنِ الْابْنَةِ وَ اِبْنَةِ الابْنِ وَ أُخْتٍ لِأَبٍ وَ أُمٍّ فَقَالا: لِلابْنَةِ النِّصْفُ، وَ لِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ وَ الْأُمِّ مَا بَقِيَ وَ قَالا لَهُ: اِنْطَلِقْ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ، فَاسْأَلْهُ فَإِنَّهُ سَيُتَابِعُنَا، فَأَتٰى عَبْدَ اللّٰهِ فَذَكَرَ ذَالِکَ لَهُ وَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالا: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ، قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ، وَلٰكِنْ أَقْضِيْ فِيْهِمَا كَمَا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِلْاِبْنَةِ النِّصْفُ، وِلِابْنَةِ الْاِبْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ، وِلِلْأُخْتِ مَا بَقِيَ.(۲)

طریقۂ استدلال:

مذکورہ بالا حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے وارثین بنت، بنت الابن،

= أنثى أخرى لم تشاركها في تلک العصوبة، وهي منحصرة في الأخت الشقيقة والأخت لأب. (الوجيز في الميراث: ص ۱۱۲)

(۲) السنن للترمذي: ۲۹/۲، كتاب الفرائض، ما جاء في ميراث ابنة الابن مع ابنة الصلب.

www.besturdubooks.net

اُختِ عینی کے سلسلے میں فیصلۂ نبوی کا ذکر کیا ہے، کہ آپ نے بیٹی کو نصف اور پوتی کو تکملۃ للثلثین کے طور پر سدس دیا، اور ما باقی مال اُختِ عینی کو دیا جو عصبہ مع الغیر کی دلیل ہے۔ اسی کو علمائے فرائض نے "اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة" سے تعبیر کیا ہے۔

بحثِ ثالث: عصبہ بالغیر اور عصبہ مع الغیر میں فرق:

پہلا فرق: عصبہ بالغیر میں مؤنث مذکر کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے حقیقتاً عصبہ مذکر ہی ہوتا ہے، لیکن وہ مؤنث کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیتا ہے، اس مؤنث کی ذو الفرض ہونے والی حالت بدل کر عصوبت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے تا کہ مؤنث کا حصہ اپنے برابر والے مذکر وارث سے نہ بڑھے بل کہ اس کے برابر بھی نہ ہونے پائے اور مذکر کو مؤنث کا دوگنا مل جائے۔

اور عصبہ مع الغیر میں مؤنث عصبہ ترکہ لینے میں کسی کے ساتھ شریک نہیں ہوتی بل کہ دوسری مؤنث (بیٹی پوتی) کی موجودگی میں عصبہ ہوتی ہے، اور بیٹی پوتی اور دیگر اصحاب الفرائض سے بچا ہوا ترکہ پاتی ہے۔(۱)

---

(۲) تبيَّن مما سبق أن العصبة با لغيرهي كل أنثى صاحبة فرض تصبح عصبة بأخيها، وذلک مثل البنت مع الابن والحكم فيها أن الذكر له ضعف الأنثى، وأما العصبة مع الغير فهن الأخوات مع البنات وحكمهن أنهن يأخذن الباقي بعد أخذ أصحاب الفرائض فروضهم. و من هنا تبيّن الفارق بينهما فإن في العصبة بالغير يوجد دائما عاصب نفسي أي عصبة بنفسه، و هو الابن و ابن الابن والأخ الشقيق و الأخ لأب، و أما في العصبة مع الغير فلا يوجد عاصب بنفسه، و في الأول تتعدى العصوبة من الذكر إلي الأنثي فشاركه في تلک العصوبة و يلغى فرضها. و يصبح للذكر =

www.besturdubooks.net

دوسرا فرق: عصبہ بالغیر میں ''با'' الصاق کے لیے ہے، اور مُلْصَق ومُلْصَق بہ کی حکم میں مشارکت ضروری ہے، لہٰذا عصبہ بالغیر میں غیر یعنی دوسرے مذکر کا عصوبت میں ساتھ ہونا ضروری ہے۔

اور عصبہ مع الغیر میں مع قِران کے لیے ہے، اور قِران دو شخصوں کے درمیان حکم میں بغیر مشارکت کے بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن میں ''وجعلنا معه أخاه هارون وزيرا'' یعنی حضرت ہارونؑ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ وزیر بنایا، وزیر ہونے میں حضرت ہارونؑ کے ساتھ حضرت موسیٰؑ شریک نہیں ہیں، یہاں پر ''مع'' قِران کے لیے ہے، لیکن حکم میں دونوں شریک نہیں ہیں، اگرچہ نبی ہونے میں دونوں شریک ہیں، اسی طرح عصبہ مع الغیر میں غیر دوسری مؤنث عصبہ ہونے میں شریک نہیں ہوتی۔(۱)

= ضعف نصيبها، أما في الثاني العصبة مع الغير فلا تتعدى العصوبة من الذكر إلي الأنثى، فلا تشارك الأخت البنت أو بنت الابن في نصيبها، بل ترث البنت فرضها والأخث ترث الباقي فهذا باختصارٍ هو الفارق. (المواريث للصابوني: ص۷۷)

(۱) قال في سكب الأنهر، الباء للإلصاق و الإلصاق بين الملصق و الملصق به لا يتحقق إلا عند مشارهما في حكم الملصق به، فيكونان مشاركين في حكم العصوبة بخلاف كلمة مع فإنها للقران. والقران يتحقق بين الشخصين بغير المشاركة في الحكم كقوله تعالى: ''وجعلنا معه أخاه هارون وزيرا'' أي وزيره حيث كان مقارنا به في النبوة. (رد المحتار: ۱۰/۵۲۳)

www.besturdubooks.net

بحثِ رابع: بنات یا بنات الابن کی موجودگی میں اخواتِ عینیہ وعلّیہ عصبہ مع الغیر کیوں بنتی ہیں؟

اخوات عینیہ وعلیہ بنات یا بنات الابن کے ساتھ عصبہ مع الغیر دو خرابیوں سے بچنے کے لیے بنتی ہیں:

(الف) بنات اخوات کے مقابلے میں میت سے قریب ہیں، اگر اقرب کا خیال کرتے ہوئے ابعد (اخوات) کو محروم کر دیا جائے تو حدیث ”**و ما بقي فللأخت**“ کے خلاف ہوگا۔

(ب) بنات کی موجودگی میں اگر اخوات کو صاحبِ فرض بنایا جائے تو اخوات (ابعد) کا فرض اقرب (بنات) سے زیادہ ہو جائے گا اور یہ بھی درست نہیں ہے۔ مثلاً:

مسئلہ:۶

۲/بنات	۱/اخت (ع/عل)
ثلثان	نصف
۴ (فی نفر=۲)	۳

وضاحت: مثال مذکور میں اُخت باوجود ابعد ہونے کے ۳/حصہ پا رہی ہے، اور بنت باوجود اقرب ہونے کے ۲/حصہ پا رہی ہے۔ لامحالہ ان دونوں خرابیوں سے بچنے کے لیے اخوات عینیہ اور علّیہ کو نہ تو محروم کیا کہ حدیث کے خلاف ہو، اور نہ ہی صاحبِ فرض بنایا کہ اقرب (بنات) کا حصہ ابعد (اخوات) سے کم ہو جائے؛ بل کہ ان کو عصبہ مع الغیر بنا دیا

www.besturdubooks.net

تا کہ ان دونوں خرابیوں میں سے کوئی خرابی لازم نہ آئے۔(۱) مثلاً:

مسئلہ: ۳×۲=۶

۲/ بنات	۲/ اخت ع/عل
ثلثان	مع الغیر
۲×۲ / ۴	۲×۱ / ۲
فی نفر=۲	فی نفر=۱

بحثِ خامس: عصبہ مع غیرہ سے متعلق دو اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: دو اہم مسئلوں کی وضاحت:

(الف) اخواتِ عینیہ جب فرعِ مؤنث (بنت، بنت الابن) کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہوں، تو وہ قوت میں اَخ عینی کی طرح ہو جاتی ہیں، اس لیے اس کی موجودگی میں وہ سارے وارثین ساقط ہو جاتے ہیں جو اَخ عینی کی وجہ سے ساقط ہوتے ہیں، یعنی اَخ علّی، اُخت علی، ابن الاخ عینی وعلی وغیرہ۔ مثلاً:

مسئلہ: ۲

بنت	اُخت (ع)	اَخ (علی)
نصف	عصبہ مع الغیر	م
۱	۱	

(۱) وإنما كانت الأخوات مع البنات عصبةً ليدخل النقص على الأخوات دون البنات فإننا لو فرضنا للأخوات لعالت المسئلة ونقص نصيب البنات ولا يمكن إسقاط الأخوات فجعلن عصبة ليدخل النقص عليهن خاصة. (المواريث للصابوني: ص ۷۴)

www.besturdubooks.net

(ب) اسی طرح اخواتِ علیہ جب فرع مؤنث (بنت، بنت الابن) کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہوں، تو وہ بھی قوت میں اخ (علی) کے قائم مقام ہوجاتی ہیں، اس لیے اس کی موجودگی میں بھی وہ سارے وارثین ساقط ہوجاتے ہیں جو اخ (عل) کی وجہ سے ساقط ہوجاتے ہیں یعنی ابن الاخ عینی وعلی، اعمام وغیرہ۔(۱) مثلاً:

مسئلہ:۲
م

بنت	اُخت لاب	ابن الاخ (ع/عل)
نصف	عصبہ مع الغیر	م
۱	۱	

سوال: مذکورہ بالا دونوں مثالوں پر بظاہر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پہلی مثال میں اخ علّی عصبہ بنفسہٖ ہے، اور اُختِ عینی عصبہ مع غیرہ، پھر بھی اخت عینی کو حصہ ملتا ہے، اور اخ علّی محجوب ہوجاتا ہے، حالاں کہ معاملہ برعکس ہونا چاہیے، کیوں کہ باب عصبات میں عصبہ بنفسہٖ کو مع غیرہ پر تقدم حاصل ہے؟ اسی طرح دوسری مثال میں ابن الاخ (ع/عل) عصبہ بنفسہٖ ہے جب کہ اُخت (عل) عصبہ مع غیرہ، پھر بھی اُخت (عل) کو حصہ ملتا ہے، اور ابن الاخ (ع/عل) عصبہ بنفسہٖ کے باوجود محجوب ہوتا ہے؟

---

(۱) إذا أصبحت الأخت الشقيقة عصبة مع الغير فإنها تصبح كالأخ الشقيق فتحجب الإخوة للأب ذكورا كانوا أو إناثا، و تحجب من بعدهم من العصبة كبني الإخوة والأعمام الأشقاء أو لأب وكذالک الأخت لأب إذا صارت عصبة مع البنات فإنها تصبح في قوة الأخ لأب فتحجب بني الإخوة و من بعدهم. (المواريث للصابوني: ص ۷۴)

www.besturdubooks.net

جواب: دراصل ترجیح کی جامع بنیاد وہ تین وجوہ (ترجیح بالجہت، بالقرب، بالقوت) ہیں۔جن کا بیان عصبہ بنفسہٖ میں ہو چکا، ان کو مدنظر رکھ کر غور کیا جائے تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔مثلاً: پہلی مثال میں اختِ عینی اور اَخ علّی جہتِ اخوت اور قرب دونوں میں برابر ہیں، البتہ قوت کے رُو سے اُختِ عینی اولیٰ ہے، اسی لیے ترجیح بالقوت والی وجۂ ترجیح سے اس مثال میں اُخت (ع) کو باوجود مؤنث ہونے کے اَخ (عل) پر ترجیح حاصل ہوئی۔ دوسری مثال میں اُخت (عل) اور ابن الاخ علّی میں جہت وقوت دونوں یکساں ہیں؛ البتہ قرب میں اُخت (عل) اقرب ہے، اسی لیے ترجیح بالقرب والی وجہ ترجیح سے اُخت (عل) کو ابن الاخ (عل) پر ترجیح حاصل ہوئی۔ رہی بات اخت (عل) اور ابن الاخ (ع) تو ان دونوں میں جہت کا تو اتحاد ہے لیکن قوت کا اختلاف ہے؛ پس اسی اختلاف قوت کی وجہ سے ابن الاخ (ع) کو اخت (عل) پر ترجیح حاصل ہے، لیکن چوں کہ اخت (عل) باوجود ضعیف القرابت ہونے کے ابن الاخ (ع) سے اقرب ہے، اور وجوہ ترجیح ثلاثہ میں ترجیح بالقرب کو ترجیح بالقوت پر تقدم حاصل ہے، اسی لیے اخت (عل) کو ابن الاخ (ع) پر بھی ترجیح حاصل ہوگی۔

سوال: مذکورہ بالا جواب میں اخت عینی وعلّی دونوں عصبہ مع غیرہ سے متعلق ہیں، اور ترجیح کی اقسامِ ثلاثہ (ترجیح بالجہت، بالقرب، بالقوت) تو عصبہ بنفسہٖ میں جاری ہوتی ہیں، پھر آپ نے عصبہ مع غیرہ (اخت ع/عل) پر ان کو کیسے جاری کر دیا؟

جواب: یہ وجوہ ترجیح ثلاثہ عصبہ بنفسہ کے ساتھ خاص نہیں، عصبہ بغیرہ مع غیرہ

www.besturdubooks.net

پر بلکہ ذوی الارحام میں بھی جاری ہوتے ہیں۔(۱)

فائدۂ ثانیہ: مسئلۂ مشرّکہ کا تعارف، وجہ تسمیہ، مذاہب ائمہ:

مسئلۂ مشرّکہ کہتے ہیں کسی میت نے اپنے وارثین میں بیوی، ماں، دو اخیافی بھائی اور عینی بھائی چھوڑے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶

زوج	اُم	۲/اخ (خ)	۲/اخ (ع)
نصف	سدس	ثلث	م
۳	۱	۲	

وضاحت:

مذکورہ بالا مثال میں اخ خیفی کو حصہ مل رہا ہے اور اَخ عینی مجوب ہو رہا ہے جب کہ خیفی قرابت میں ضعیف ہے اور عینی قوی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خیفی اصحاب الفروض میں سے ہے، جب کوئی حاجب نہ ہو تو اپنا فرض لے گا۔ اور عینی عصبات میں سے ہے اور عصبہ

(۱) قال في السراجي في بيان الترجيح الثالث ثم يرجحون بقوة القرابة، أعني به أن ذا القرابتين أولى من ذي قرابة واحدة ذكراً كان أو أنثى. وفي الحاشية قوله ذكراً يعنى أن ذا القرابتين من العصبات سواء كان ذكراً أو أنثى مقدم على ذي قرابة واحدة، فالأنوثة لايمنع ذا القرابتين من التقدم والأولوية، فكم من مؤنث يقدمه قوة القرابة على المذكر الذي ليست قرابته بهذه المثابة، فعمم المصنف الحكم في الذكر والأنثى، لتكون قاعدة كلية مؤكدة تجري في مايمكن فيه جريانه من أقسام العصبات. (حاشیہ سراجی: ص ۲۲)

www.besturdubooks.net

کواس وقت حصہ ملتا ہے جب ذوی الفروض سے کچھ بچے اور یہاں ذوی الفروض سے کچھ نہیں بچا، اس لیے اس کو کچھ نہیں ملا۔ **فلا اعتراض علیه!**

یہ مذہب حضراتِ حنفیہ کا ہے، لیکن حضرت امام مالکؒ وامام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں عینی اور اخیافی مشترک طور پر ثلث کے حق دار ہوں گے، گویا کہ وہ سب اولاد الام ہیں، اسی لیے اس مسئلہ کو ان کے نزدیک مسئلۂ مشرّکہ کہا جاتا ہے۔(۱) مثلاً:

مسئلہ:۶

زوج	اُم	۲/اخ لام	اخ(ع)
نصف	سدس	ثلـــــــــــث	
۳	۱	۲	

مسئلۂ مشرّکہ کے شرائط:

شرط اول: اولاد الام دو یا دو سے زائد ہوں، خواہ مذکر ہوں یا مؤنث۔

اگر اولاد الام میں سے کوئی ایک ہوگا تو مشرّکہ نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ایک اخیافی بھائی

---

(۱) قال في التنوير وشرحه: ولو تركت زوجا وأما أوجدة وإخوة لأم وإخوة لأبوين، أخذ الزوج النصف والأم أو الجدة السدس، وولد الأم الثلث. ولا شيء للإخوة لأبوين لأنهم عصبة ولم يبق لهم شيء، وعند مالكؒ والشافعيؒ يشرّك بين الصنفين الأخيرين كان الكل أولاد الأم ...... وحاصله أنه ليس عند الحنفية مسئلة مشركة إتفاقا، ولا مسئلة الأكدرية على المفتى به، وفي الشامية قوله يشرك بين الصنفين الاخيرين أي أولاد الأم والإخوة لأبوين، و لذا سميت مشركة بفتح الراء أو بكسرها على نسبة التشريك إليها مجازا. (رد المحتار في باب العول: ۱۰/ ۵۳۷)

www.besturdubooks.net

کی وجہ سے فرضیت میں سے ایک سہم بچ جائے گا جو اخِ عینی بطور عصبہ کے لے لے گا، محروم نہیں ہوگا، کہ اس کو خیفی کے ساتھ شریک کرنے کی ضرورت پڑے۔ مثلاً:

مسئلہ:۶

زوج	ام	اَخ(خ)	اخ(ع)
نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳	۱	۱	۱

شرطِ ثانی: اَخ عینی ہو، اگر علاتی ہوگا تو بالاجماع ساقط ہوگا، کیوں کہ عینی اور اخیافی رشتوں میں ماں ایک ہوسکتی ہے اور مسئلہ مشرَّکہ میں اُم واحدہ ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے، جیسا کہ لوگوں نے عمر بن خطابؓ سے کہا تھا: **ألسنا أولاد أم واحدة**۔ برخلاف علاتی و اخیافی رشتوں کے، ان میں ماں کا ایک ہونا ممکن نہیں ہے۔ مثلاً:

مسئلہ:۶

زوج	اُم	۲/اخ(خ)	اخ(عل)
نصف	سدس	ثلث	عصبہ
۳	۱	۲	م

شرطِ ثالث: عینی بھائی ہو، عینی بہن نہ ہو؛ ورنہ وہ فرضیت کی وجہ سے حصہ پائیں گی اور مسئلہ عائلہ ہوگا اور شرکت باطل ہوجائے گی۔(۱) مثلاً:

---

(۱) شروط المسئلة المشرّكة أولا أن يكون الإخوة لأم إثنين فأكثر (سواء كانوا ذكورا أو إناثا).=

www.besturdubooks.net

مسئلہ: ۶/ ع ۹

م

زوج	ام	۲/اخ (خ)	اُخت (ع)
نصف	سدس	ثلث	نصف
۳	۱	۲	۳

= ثـانيًـا: أن يـكون الأخ شقيقا فلو كان أخا لأب سقط بالإجماع ولا فرق بين الواحدة والمتعدد.
ثالثًا: أن يكون الشقيق ذكرا فلو كانت أنثى ورثت بالفرض وتعول المسئلة وتبطل الشركة.
(المواريث للصابوني: ص ۹۱)

www.besturdubooks.net

عصبات سببیہ کا بیان

وَآخِرُ الْعَصَبَاتِ مَوْلَى الْعَتَاقَةِ، ثُمَّ عَصَبَتُهٗ عَلَى التَّرْتِيْبِ الَّذِيْ ذَكَرْنَا لِقَوله عليه السلام: اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ، وَلَا شَيْءَ لِلْإِنَاثِ مِنْ وَرَثَةِ الْمُعْتِقِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ إِلَّا مَا اَعْتَقْنَ أَوْ أَعْتَقَ مَنْ أَعْتَقْنَ أَوْ كَاتَبْنَ أَوْ كَاتَبَ مَنْ كَاتَبْنَ أَوْ دَبَّرْنَ أَوْ دَبَّرَ مَنْ دَبَّرْنَ أَوْ جَرَّ وَلَاءَ مُعْتِقُهُنَّ أَوْ مُعْتِقُ مُعْتِقُهُنَّ.

ترجمہ: اور آخری عصبہ مولی العتاقہ ہے، پھر مولی العتاقہ کے عصبہ اس ترتیب کے مطابق جو ہم نے بیان کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بنا پر کہ ''ولاء ایک رشتہ ہے نسب کے رشتہ کی طرح'' اور آزاد کرنے والے آقا کے ورثاء میں سے مؤنث کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے، کہ عورتوں کے لیے ''ولاء'' کا کوئی حصہ نہیں ہے؛ مگر اس غلام کی ولاء جس کو ان عورتوں نے آزاد کیا ہو، یا ان عورتوں کے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو، یا ان عورتوں نے مکاتب بنایا ہو، یا ان عورتوں کے مکاتب نے مکاتب بنایا ہو، یا جس کو ان عورتوں نے مدبر بنایا ہو، یا ان کے مدبر نے مدبر بنایا ہو، یا ان کے آزاد کردہ غلام نے ولاء کھینچی ہو یعنی ولاء حاصل کی ہو یا ان کے آزاد کردہ غلام کے آزاد کردہ غلام نے ولاء کھینچی ہو، یعنی ولاء حاصل کی ہو۔

www.besturdubooks.net

توضیح وتشریح: یہاں پانچ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) ولاء کے لغوی وشرعی معنی (۲) ولاءِ عتق کا ثبوت (۳) عصبۂ سببیہ میں ولاء کی ترتیب (۴) عورتوں کو ولاء ملنے کی آٹھ صورتیں اوران کی تفصیل (۵) عصبہ سببی سے متعلق تین اہم فائدے

بحثِ اول: ولاء کے لغوی وشرعی معنی:

لغتاً: قرابت ومدد کے ہیں، اور اصطلاح میں ولاء اس میراث کو کہتے ہیں جو غلام کی مدد (آزاد) کرنے کی وجہ سے ملتی ہے۔(۱)

بحثِ ثانی: ولاء عتق کا ثبوت:

دلیل نقلی: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَايُبَاعُ وَلَايُوْهَبُ. (۲)

مفہومِ حدیث وطریقۂ حدیث: حدیث پاک میں ولاء کو نسبی رشتہ کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی سبب میراث ہے۔

دلیل عقلی: بیٹا جب مرجاتا ہے تو اس کا وارث باپ ہوتا ہے، بسبب اس کے، کہ باپ اس بیٹے کے وجود کا سبب بنا، تو اسی طرح غلام جب تک غلامی کی حالت میں رہتا ہے، اس کو بہت سے اختیارات حاصل نہیں ہوتے، مثلاً آقا کی اجازت کے بغیر نہ وہ نکاح

---

(۱) الولاء لغة النصرة، وشرعا قرابة حكمية، أنشأها الشارع بين المعتق وعتيقه بسبب العتق. (الوجيز في الميراث: ٦۴)

(۲) سنن الدارمي: ۲/ ۴۹۰، باب بيع الولاء

www.besturdubooks.net

کرسکتا ہے، نہ بیع وشراء کرسکتا ہے، وغیرہ وغیرہ؛ تو گویا یہ غلامی موتِ حکمی ہوئی، اب جب آقا نے اس کو آزاد کردیا تو وہ سارے اختیارات کا بذاتِ خود مالک بن گیا، گویا آقا نے اس کو موتِ حکمی سے ایک نئی زندگی بخشی، لہٰذا جب اس کے شرعی ورثاء نہ ہوں تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ معتق یعنی آقا وارث ہو، جس طرح باپ بیٹے کا وارث ہوتا ہے۔(۱)

بحثِ ثالث: عصبۂ سببیہ میں ولاء کی ترتیب:

اگر میت نے ذوی الفروض میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی عصباتِ نسبیہ میں سے کسی کو چھوڑا ہے جن کی تفصیل پہلے گزر چکی، تو میت کا ترکہ اس کے سببی عصبات کو ملے گا، عصبۂ سببی میں بھی ترتیب وہی ہے جو عصبہ بنفسہ میں ہے، یعنی اگر معتق موجود نہ ہو تو میراث معتق کی فرع کو ملے گی، پھر معتق کی اصل کو، پھر اصل قریب (باپ) کی فرع کو، پھر اصل بعید (دادا، پردادا) کی فرع کو جس کی تفصیل مندرجۂ ذیل ہے:

معتق کی فرع: اگر معتق نہ ہو تو اس کے لڑکے، پوتے وغیرہ (نیچے تک) کو آزاد شدہ غلام کا ترکہ ملے گا۔

معتق کی اصل: اگر معتق کی فرع موجود نہ ہو، تو اس کے باپ دادا وغیرہ (اوپر تک) کو آزاد شدہ غلام کا ترکہ ملے گا۔

---

(۱) وسببها نعمة المعتق على عتيقه، فإذا أعتق السيد عبده ومملوكه، اكتسب بذلك صلة ورابطة يرث بسببها، لأنه أنعم على العبد فرد إليه حريته، وأعاد إليه إنسانيته، بعد أن كان ملحقا بالعجماوات، فكافاه الشارع بإرثه عند الموت إذا لم يكن للعبد العتيق وارث أصلا، لا بسبب القرابة، ولا بسبب الزوجية. (المواريث للصابوني: ۳۹)

www.besturdubooks.net

معتِق کے باپ کی فرع: معتق کی اصل نہ ہو تو معتق کے بھائی اور بھائی کی اولاد (وإن سفلوا) کو آزاد شدہ غلام کا ترکہ ملے گا۔

معتِق کے دادا کی فرع: معتق کے بھائی بھی نہ ہوں تو معتِق کے چچا اور چچا کی اولاد (وإن بعدوا) کو آزاد شدہ غلام کا ترکہ ملے گا۔

حاصل یہ ہے کہ مذکر عصبات میں غلام کی ولاء دائر رہے گی۔ اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ معتق بھی کسی کا غلام تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو اس کے آقا کو ولاء ملے گی، اگر وہ زندہ نہ ہو، تو اس کے عصبات میں عصباتِ نسبیہ وعصباتِ سببیہ مذکر کے درمیان ولاء مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق تقسیم ہوگی۔

بحثِ رابع: عورتوں کو ولاء ملنے کی آٹھ صورتیں اور ان کی تفصیل:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ آزاد شدہ غلام کے شرعی ورثاء کی عدمِ موجودگی میں غلام کی ''ولاء'' معتق اور اس کے لڑکے پوتے، باپ دادا، بھائی اور چچاؤں میں دائر رہتی ہے، معتق کے مؤنث عصبات کو ولاء نہیں ملتی، ایسا اس لیے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حق میں ولاء کی نفی فرمائی ہے، البتہ آٹھ صورتوں میں عورتوں کو ولاء ملتی ہے۔ اور یہ آٹھ صورتیں استثنائی ہیں جن کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

پہلی صورت: آزاد کردہ غلام کی ولاء: ایک خاتون نے غلام آزاد کیا، اس غلام کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس غلام کا ترکہ (ولاء) مذکورہ خاتون کو ملے گا۔

www.besturdubooks.net

دوسری صورت: معتَق کے معتَق کی ولاء: ایک خاتون نے غلام آزاد کیا، پھراس آزادشدہ غلام نے ایک غلام آزاد کیا، اب دوسرے آزادشدہ غلام کی وفات ہوئی، تواس کی ولاء مذکورہ خاتون کو ملے گی، بشرطیکہ پہلا آزادشدہ غلام بھی وفات پا گیا ہواوراس کا کوئی عصبۂ نسبی نہ ہو۔

تیسری صورت: مکاتب کی ولاء: کسی عورت نے اپنے غلام سے مکاتبت یعنی اس طرح معاملہ کیا کہ اگرتم مثال کے طور پر، ایک ہزارروپے دے دو،توتم آزادہو، غلام نے معین رقم دے کرآزادی حاصل کرلی اوروفات پا گیا،اس کا کوئی وارث نہیں ہےتو اس غلام کی ولاء(میراث)مذکورہ خاتون کو ملے گی بشرطیکہ اس غلام کا کوئی عصبۂ نسبی نہ ہو۔

چوتھی صورت: مکاتب کے مکاتب کی ولاء: اوپرذکرکردہ مکاتب نے بھی آزادی کے بعدایک غلام کومکاتب بنایا، وہ بھی بدل کتابت اداکرکےآزادہوگیا، پھراس کی وفات ہوگئی،تواس کی ولاء مذکورہ بالا خاتون کو ملے گی، بشرطیکہ ان دونوں مکاتب غلاموں کا کوئی عصبۂ نسبی نہ ہو۔اورعورت نے جس غلام کومکاتب بنایا تھااس کا پہلے انتقال ہوگیا ہو۔

پانچویں صورت: مدبر کی ولاء: اس صورت کوسمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اگرکوئی مسلمان مرتد ہوکر دارالحرب میں چلا جائے تو وہ حکما مردہ ہوجاتا ہے، پس مدبر کی ولاء کی شکل یہ ہے کہ ایک خاتون نے اپنے غلام کواپنے پیچھے آزاد ہونے کا پروانہ دیا، اتفاق سے وہ خاتون (نعوذ باللہ) مرتد ہوکر دارالحرب چلی گئی، قاضی نے دارالحرب جانے کی وجہ سے (اس پر وفات کا حکم لگا کر) مدبر غلام کوآزادکردیا، پھروہ خاتون مسلمان

www.besturdubooks.net

ہو کر دارالاسلام چلی آئی، اس کے بعد اس کے مدبر غلام کی وفات ہوئی اور اس کا کوئی عصبہ نسبی نہیں ہے، تو مذکورہ خاتون کو اس غلام کی ولاء (میراث) ملے گی۔

چھٹی صورت: یہ بھی تقریباً مذکورہ بالا صورت ہے؛ البتہ اس میں اتنی تفصیل ہے کہ عورت نے جس غلام کو مدبر بنایا تھا اس نے آزاد ہونے کے بعد کوئی غلام خریدا، پھر اس کو مدبر بنایا، اس کے بعد عورت نے جس کو مدبر بنایا تھا، اس کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد مدبر کے مدبر کا انتقال ہوا، تو اس کی ولاء اس خاتون کو ملے گی جس نے اس کے آقا کو مدبر بنایا تھا، بشرطیکہ ان دونوں مدبروں کا کوئی عصبۂ نسبی نہ ہو۔

ساتویں صورت: جر ولاءِ معتَق: یہاں بھی پہلے ایک بات جان لینی ضروری ہے کہ بچہ آزادی اور غلامی میں ماں کے تابع ہوتا ہے، یعنی اگر ماں آزاد ہے تو بچہ بھی آزاد ہوگا، اور ماں اگر غلام ہے تو بچہ بھی ماں کے آقا کا غلام ہوگا۔

جر ولاءِ معتَق کی صورت یہ ہے کہ ایک خاتون کے غلام نے اس کی اجازت سے ایک آزاد شدہ باندی سے نکاح کیا، پھر ان سے ایک بچہ پیدا ہوا، تو بچہ ماں کے آزاد ہونے کی وجہ سے آزاد ہوگا، اور اس کی ولاء اس کی ماں کے آقا کو ملے گی؛ پھر جب مذکورہ بالا خاتون شادی شدہ غلام کو آزاد کردے گی تو یہ آزاد شدہ غلام اپنے بچے کی ولاء کا مالک ہوگا، پھر یہی ولاء اس کے واسطے سے مذکورہ خاتون کو ملے گی۔

اب اگر اس خاتون کے آزاد کردہ غلام کی وفات ہو جائے، پھر اس کے بچے کی بھی وفات ہو جائے تو اس کی ''ولاء'' مذکورہ خاتون کو ملے گی، بشرطیکہ ان کا کوئی عصبۂ نسبی نہ ہو۔

www.besturdubooks.net

آٹھویں صورت: جر ولاءِ معتَقِ معتَق: یہ بھی مذکورہ بالا صورت کی طرح ہے کہ ایک عورت نے ایک غلام آزاد کیا، پھر اس آزاد شدہ غلام نے ایک غلام خریدا اور کسی دوسرے شخص کی آزاد شدہ باندی سے اس کی شادی کردی، پھر ان سے بچہ پیدا ہوا، یہ بچہ اپنی ماں کے تابع ہو کر آزاد ہوگا اور اس کی ولاء اس کی ماں کے آزاد کرنے والے آقا کو ملے گی۔

اور جب آزاد شدہ غلام اپنے شادی شدہ غلام کو آزاد کردے گا تو اس کی ولاء پہلے تو اسی کو ملے گی، پھر اس کے واسطے سے (اس کو آزاد کرنے والی) مذکورہ خاتون کو ملے گی۔

بحثِ خامس: مولی العتاقہ سے متعلق تین اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: ولاء کی اقسامِ ثلاثہ مع احکام و مذاہب مع دلائل:

قسم اول: ولاء العتق: یعنی غلام آزاد کرنے والے کو بسببِ عتق غلام کی میراث کا ملنا۔ اس کو ولاء النعمۃ بھی کہتے ہیں۔

حکم: یہ ولاء بالاتفاق معتبر ہے۔ اور اس سببِ عتق سے صرف ایک جانب یعنی معتِق اپنے معتَق (غلام) کا وارث ہوگا۔ معتَق (غلام) معتِق (آقا) کا وارث نہیں ہوگا۔(۱)

(۱) دلیل سنت: عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ فَاشْتَرَطُوا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْطَى الثَّمَنَ، أَوْ لِمَنْ وَلِيَ النِّعْمَةَ.(۲)

---

(۱) أما ولاء العتاقة فلا خلاف في ثبو ته شرعا. (بدائع: ۵ /۴۷۶، كتاب الولاء)

(۲) السنن للترمذي: ۱/۲۳۸، كتاب البيوع: الرقم: ۱۲۵۶

www.besturdubooks.net

مفہومِ حدیث:

حضرت عروہ کہتے ہیں۔حضرت عائشہؓ نے ان کو بتلایا کہ بریرہؓ اپنی کتابت میں حضرت عائشہؓ سے مدد چاہنے کے لیے آئیں اور ابھی انہوں نے بدل کتابت میں سے کچھ ادا نہیں کیا تھا۔پس ان سے حضرت عائشہؓ نے فرمایا تو اپنے مالکان کے پاس واپس جا، اگر وہ پسند کریں کہ میں تیری طرف سے تیرا بدل کتابت ادا کردوں۔اور تیری میراث میرے لیے ہو تو میں ایسا کرسکتی ہوں؛ چناں چہ حضرت بریرہؓ نے یہ بات اپنے مالکان کو بتائی تو انہوں نے انکار کیا اور کہا۔اگر عائشہؓ چاہیں کہ تجھے لوجہ اللہ آزاد کریں اور تیری میراث ہمارے لیے ہو تو وہ ایسا کرسکتی ہیں۔حضرت عائشہ نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اِبْتَاعِيْ فَأَعْتِقِيْ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ“ — تم خریدلو پھر آزاد کردو۔ولاء اس کے لیے ہوگی جو آزاد کرے گا۔پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی، اس میں ارشاد فرمایا، کیا بات ہے کچھ لوگ ایسی شرط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے، یعنی شرعاً وہ جائز نہیں ہے۔

طریقۂ استدلال:

اگر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ کا کتابت کا معاملہ باقی رہتا اور حضرت عائشہ ان کا تعاون کرتیں اور وہ اپنا بدلِ کتابت ادا کرکے آزاد ہوتیں تو ولاء ان کے مالکان کو ملتا، کیوں کہ اس صورت میں آزاد کرنے والے وہ ہوتے۔اور اگر حضرت بریرہ خود کو عاجز کر دیتیں اور کتابت کا معاملہ ختم ہوجاتا، پھر حضرت عائشہ خریدتیں اور آزاد کردیتیں تو ولاء حضرت عائشہؓ کے لیے ہوتا، کیوں کہ آزاد کرنے والی آپؓ ہوتیں۔

www.besturdubooks.net

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہی مشورہ دیا کہ وہ خرید کر آزاد کریں، چناں چہ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ نے تقریر میں مسئلہ واضح فرمایا۔(۱)

(۲) دلیلِ اجماع: ولاء العتق کے ثبوت پر امت کا اجماع ہے۔(۲)

(۳) دلیل معقول: اِعتاق ایک نعمت ہے جو معتِق نے معتَق پر اس کو شرفِ حریت کی طرف پہنچا کر کیا ہے، اسی وجہ سے شریعت میں اس کو مولی النعمۃ، مولی الاسفل کہا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زید مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: ”وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ“۔ یعنی اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسلام کے ذریعہ انعام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید پر اعتاق کے ذریعہ انعام کیا؛ پس حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اسی انعامِ اِعتاق کی وجہ سے مولیٰ زید رضی اللہ عنہ کہا گیا، اسی وجہ سے معتِق معتَق کا وارث ہوگا۔(۳)

---

(۱) الولاء هو التي تسمى ولاء العتاقة أو العتق، و تسمى العصبة السببية أي الآتية من جهة السبب، لا من جهة النسب، وذالک أن السيد إذا أنعم على عبده بأن أعاد إليه حريته و إنسانيته، فيكتسب السيد بذالک صلة و رابطة فجعل الشارع له في مقابلة هذه النعمة التي أولاها لعتيقه حق الإرث من هذا العتيق، و الإرث بهذا السبب يكون من جانب واحد، بخلاف الأسباب الأخرى فهو مقتصر على المعتق. (الوجيز في الميراث: ص ۶۴) (۲) وأما الإجماع: فإن الأمة أجمعت على ثبوت هذا الولاء. (بدائع الصنائع: ۵/۴۷۷، كتاب الولاء) (۳) إن الإعتاق انعام إذ المعتق أنعم المعتق بإيصاله إلى شرف الحرية، ولهٰذا سمي المولىٰ الأسفل مولى النعمة في عرف الشرع، و كذا سمّاه الله تعالى إنعاما، فقال اللّٰه عزوجل في زيد مولى رسول: ”وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ“ قيل في التفسير أنعم اللّٰه عليه بالإسلام، و أنعمت عليه بالإعتاق، فجعل كسبه عند استغنائه عنه لمولاه شكرا لإنعامه السابق ولهٰذا يرث المعتِق من المعتَق. (بدائع الصنائع: ۵/۴۷۸، كتاب الولاء)

www.besturdubooks.net

قسم ثانی: ولاء الموالاۃ: موالاۃ ایک خاص قسم کی دوستی کا نام ہے، اور وہ اس طرح کی جاتی ہے کہ جس کا کوئی وارث نہ ہو، دوسرے سے کہے آپ میرے مولیٰ (ذمہ دار) بن جائیں، میں آپ کو اپنا وارث بناتا ہوں، اگر مجھ سے کوئی موجب دیت امر سرزد ہو تو آپ دیت دیں، دوسرا اس کو قبول کرلے، یہ عقدِ موالات ہے، اور قبول کرنے والا مولی الموالات ہے، اس عقد کو عقدِ محالفہ بھی کہتے ہیں۔(۱)

نوٹ: عقدِ موالات کا یہ معاملہ جانبِ واحد سے بھی ہوتا ہے اور جانبین سے بھی۔ اس صورت میں دونوں میں سے جو پہلے انتقال کرے گا وہ مورِث بنے گا اور جو زندہ ہوگا وہ وارث ہوگا۔(۲)

عقدِ موالاۃ کے سببِ اِرث ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں مذاہبِ ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اول: حضراتِ احناف کے نزدیک عقد موالات اسبابِ ارث میں سے ایک سبب ہے، اور اس کا درجہ مولی العتاقہ کے بعد ہے۔(۳)

---

(۱) هي ولاء الموالاة والمحالفة، وهي أن يقول شخص لآخر أنت مولاي ترثني إذا متُ فيرث كل منهما الآخر إذا لم يكن له ذو قرابة، فإن كان فهو أحق منه بالإرث عند الحنفية. (الوجيز في الميراث: ص ۶۴) (۲) وكذا لو شرط الإرث من الجانبين إلى بعد إستيفاء الشروط الآتية في كل منهما، فيرث كل صاحبه الذي مات، و قد شرط فيه التوارث من الجانبين، فيعتبر ذالک لقوله عليه السلام: المسلمون عند شروطهم. (بدائع الصنائع: ۵/۵۰۷، كتاب الولاء فصل في ولاء الموالاة) (۳) عقد الموالاة سبب من أسباب الإرث عند الحنفية مرتبته بعد مولى العتاقة.

(الموسوعة الفقهية: ۳/۴۴)

www.besturdubooks.net

(۱) دلیلِ کتاب: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ، وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ. (۱)

ترجمہ: اور ہر ایسے مال کے لیے جس کو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں، اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں ان کو ان کا حصہ دو۔

طریقۂ استدلال:

"وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ" آیتِ کریمہ میں صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر ورثاء موجود نہ ہوں تو جن سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں، ان کو ان کا حصہ دو۔ پس معلوم ہوا کہ عقدِ موالات معتبر ہے، بشرطیکہ کوئی وارث نہ ہو، اور میت نے کسی سے عقدِ موالات کر رکھا ہو، تو میراث کا وہی حقدار ہوگا۔ حدیث میں ضابطہ آیا ہے "الغنم بالغرم"، نفع بعوضِ تاوان ہے۔ (۲)

(۲) دلیلِ سنت: تمیم داریؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو ایک آدمی کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لے، اور عقدِ موالات بھی کر لے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "هُوَ أَحَقُّ النَّاسِ بِهٖ مَحْيَاهُ وَمَمَاتُهٗ" یعنی وہ لوگوں میں اس عقد کا زیادہ حقدار ہوگا۔ مراد حالتِ حیات میں دیت کا اور

---

(۱) النساء: ۳۳

(۲) واستدلوا على ذالك بقوله تعالىٰ "وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ" وعلى قراءة نافع عاقدت فالآية ثابتة الحكم مستعملة على ما تقتضيه من إثبات الميراث عند فقد ذوي الأرحام. (الموسوعة الفقهية: ۳/۴۴، تحفة الألمعي: ۵/۴۵۰، رحمة الله الواسعة: ۴/۲۶۰)

www.besturdubooks.net

حالتِ ممات میں وراثت کا۔(۱)

(۳) دلیلِ معقول: بیت المال کی وراثت محض ولاء الایمان سے ہی ثابت ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ بیت المال مومنوں کا ہی ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْض" (۲) تو مولی الموالاۃ کو تو اس عقد کی وجہ سے بدرجۂ اولیٰ وراثت کا حق حاصل ہوگا، کیوں کہ مولی الموالات عامۃ المومنین سے اولیٰ ہے۔(۳)

مذہبِ ثانی: حضرت زید ابن ثابتؓ کے نزدیک مولی الموالاۃ عقد موالات کے ذریعہ وارث ہوگا اور اس کو بیت المال میں رکھ دیا جائے گا۔ یہی امام مالکؒ وشافعیؒ کا قول ہے۔(۴)

---

(۱) عن تميم الداري قال: سألتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما السنة في الرجل من أهل الشرك يسلم على يد رجل من المسلمين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو أولَى الناس بمحياه ومماته. (السنن للترمذي: ۲/ ۳۱، أبواب الفرائض: الرقم: ۲۱۱۲)

و أما السنة فما روي عن تميم الداري أنه قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عمّن أسلم على يدي رجلٍ ووالاه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : هو أحق الناس به محياه و مماته أي حال حياته و حال موته أراد به محياه في العُقل و مماته في الميراث.

(بدائع الصنائع: ۵/ ۵۰۰، كتاب الولاء فصل في ولاء الموالاة)

(۲) التوبة: ۷۱ (۳) وأما المعقول فهو ان بيت المال إنما يرث لولاء الإيمان فقط لأنه بيت مال المؤمنين قال الله عزوجل: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْض، و للمولى هذا الولاء ولاء آخر بالمعاقدة فكان أولى من عامة المؤمنين. (بدائع الصنائع: ۵/ ۵۰۴، وكتاب ولاء الموالاة)

(۴) وقال زيد ابن ثابت أنه يورث به ويوضع في بيت المال وبه أخذ مالك والشافعي.

(بدائع الصنائع: ۵/ ۵۰۰ كتاب الولاء فصل في ولاء الموالاة)

www.besturdubooks.net

(۱) دلیلِ سنت: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ، كَانَ الرَّجُلُ يُحَالِفُ الرَّجُلَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا نَسَبٌ فَيَرِثُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ فَنَسَخَ ذَالِكَ الْأَنْفَالُ وَأُولُوْا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ.(۱)

توضیح الحدیث:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، ابتدائے اسلام میں یہ ہوتا تھا کہ ایک شخص کسی اجنبی شخص کے ساتھ محالفت یعنی دوستی کا عہد کر لیتا تھا، بغیر کسی نسبی تعلق کے، اور پھر اس عقد کی وجہ سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا، پھر اس آیت ”والذین عقدت أیمانکم“ کو آیت انفال: ”واولوا الأرحام بعضهم أولی ببعض“ نے منسوخ کر دیا۔

طریقۂ استدلال:

مذکورہ بالا روایت امام مالک وشافعی کے مسلک کے عین مطابق ہے، جیسا کہ روایت سے صاف ظاہر ہے کہ عقد موالات کے ذریعہ وراثت کا ثبوت ابتدائے اسلام میں تھا، اور اب منسوخ ہو چکا۔

(۲) دلیلِ معقول: عقدِ موالات کو معتبر ماننے سے جماعت المسلمین کا حق باطل ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ جب عاقد کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کے وارث عامۃ المسلمین ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ عامۃ المسلمین کے ہی مال سے (جو بیت المال میں ہے) اس عاقد کی دیت وغیرہ ادا کی جاتی ہے، پس عامۃ المسلمین متعین وارثوں کے قائم مقام ہو گئے، اور

(۱) السنن لأبي داود: ص۴۰۵، کتاب الفرائض باب نسخ میراث العقد بمیراث الرحم: الرقم: ۲۹۲۱)

www.besturdubooks.net

جیسے مولی الموالاۃ متعین وارثوں کی حق کو باطل کرنے پر قادر نہیں ہے، ایسے ہی وہ متعین وارثوں کے قائم مقام وارثوں (عامۃ المسلمین) کے حق کو بھی باطل کرنے پر قادر نہیں ہوگا۔(۱)

حضرات حنفیہ کی طرف سے روایت ابن عباس کا جواب:

”والذین عقدت أیمانکم الخ“ اس آیت کے لیے دوسری آیت ”وأولوا الأرحام بعضهم الخ“ ناسخ نہیں ہے، بل کہ دونوں معمول بہا ہیں، فرق یہ ہے کہ شروع میں عقد موالاۃ پر میراث جاری ہوتی تھی اور اقارب کو وارث نہیں بنایا جاتا تھا، پھر بعد میں جب یہ دوسری آیت انفال نازل ہوئی، تو اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ اقارب و رشتہ دار کو توریث میں عقد موالاۃ پر مقدم رکھا جائے، یعنی اقارب کے ہوتے ہوئے مولی الموالاۃ وارث نہ ہوگا، اور اگر کسی قسم کے رشتہ دار موجود نہیں ہیں تو مولی الموالات عقد موالاۃ کی وجہ سے وارث ہوگا۔ ”فاحفظ فأنه هذا المقام من مزال الأقدام“.(۲)

---

(۱) إن في عقد الولاء إبطال حق جماعة المسلمين، لأنه إذا لم يكن للعاقد وارث كان ورثته جماعة المسلمين، ألا ترى أنهم يعقلون عنه، فقاموا مقام الورثة المعينين، و كما لا يقدر على إبطال حقهم لا يقدر على إبطال حق من قام مقامهم.

(بدائع الصنائع: ۵/۵۰۰، كتاب الولاء وفصل في ولاء الموالاة)

(۲) واختلفوا في هذه المسئلة فقال قائلون أنه منسوخ بقوله تعالى: وأولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض في كتاب الله، وقال آخرون: ليس بمنسوخ من الأصل ولكنه جعل ذوي الأرحام أولى من موالي المعاقدة، فنسخ ميراثهم في حال وجود القرابات، وهو باق لهم إذا فقد الأقرباء على الأصل الذي كان عليه، وهذا قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد وزفر فقالوا من أسلم على يدي رجل ووالاه وعاقده ثم مات، ولا وارث له غيره فميراثه له.

(بذل المجهود: ۱۰/۹۷، كتاب الفرائض، باب نسخ ميراث العقد)

www.besturdubooks.net

دلیلِ عقلی کا جواب:

عقد موالاۃ کے صحیح ہونے کے لیے ہم نے موجب (ایجاب کرنے والے) کے لیے شروطِ ستہ کی قید لگائی ہے (جس کا بیان متصلاً آ رہا ہے) ان چھ شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ بیت المال نے اس (عاقد) کا خون بہا ادا نہ کیا ہو، پس اس شرط کے ساتھ کوئی تعارض باقی نہ رہا؛ کیوں کہ جب بیت المال عاقد کی دیت ہی ادا نہیں کرے گا تو عامۃ المسلمین متعین وارثوں کے قائم مقام نہیں ہوں گے۔ **إذا فات العلة فات المعلول!** (مؤلف)

صحتِ عقدِ موالات کے شرائط:

عقد موالاۃ میں موجب کے اندر چھ شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) موالات کرنے والا یعنی موجب آزاد عاقل اور بالغ ہو۔

(۲) عربی یا کسی عربی کا آزاد کیا ہوا نہ ہو۔

(۳) کسی دوسرے کا مولی العتاقہ نہ ہو۔

(۴) کسی ایسے شخص سے عقد موالات نہ کر چکا ہو جس نے اس کا خون بہا ادا کر دیا ہو۔

(۵) بیت المال نے اس کا خون بہا ادا نہ کیا ہو۔

(۶) عقد میں دیت اور وراثت کی صراحت ہو۔(۱)

---

(۱) أسلم رجل مكلف على يد آخر ووالاه قال الشامي تحت قوله (رجل مكلف) أي عاقل بالغ .... (و عقد الموالاة) قال الشامي أي و عاقد عقد الموالات والمراد بالعاقد الموجب لا القابل شرطهٔ أن يكون حرا مجهول النسب، والثاني أن لايكون عربيًا، والثالث أن لايكون له ولاء عتاقة ولا ولاء موالاة مع أحد وقد عقل عنه، والرابع أن لايكون عقل عنه بيت المال، والخامس أن يشترط العقل والإرث. (الدرالمختار مع رد المحتار: ۹/۱۷۳ تا ۱۷۵)

www.besturdubooks.net

قبول کرنے والے کی شرط:

قابل کے لیے صرف عاقل ہونا کافی ہے، حتی کہ صبی عاقل اور غلام بھی اپنے والد، وصی اور آقا کی اجازت سے عقد موالات قبول کرسکتا ہے۔(۱)

تنبیہ ھام: عقدِ موالات کے صحیح ہونے کے لیے دونوں میں سے کسی کے لیے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے، کیوں کہ موالات وصیت بالمال کے درجے میں ہے، تو جیسے ذمی کسی ذمی یا مسلم کے لیے یا کوئی مسلم ذمی اور مسلم کے لیے مال کی وصیت کرے تو وصیت جائز ہوتی ہے، ایسے ہی موالاۃ بھی جائز ہے۔(۲)

قسمِ ثالث: ولاء الاسلام: کوئی غیر مسلم شخص کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے، اور عقد موالاۃ نہ کرے۔ ابراہیم نخعی عمر ابن عبدالعزیز اور سعید ابن المسیب کے نزدیک ولاء الاسلام معتبر ہے، اور ان کی دلیل تمیم داری کی روایت ہے۔(۳)

---

(۱) ولو والی صبی عاقل بإذن أبيه أو وصيه صح لعدم المانع. (ردالمحتار: ۱۷۳/۹، کتاب الولاء فصل في ولاء الموالاة) (۲) وأما الإسلام فليس بشرط صحة هذا العقد، فيصح فتجوز موالاة الذمي الذمي، والذمي المسلم، والمسلم الذمي، لأن الموالاة بمنزلة الوصية بالمال، ولو أوصٰى ذمي لذمي، ولمسلم أو مسلم لذمي بالمال، جازت الوصية كذا الموالاة. (بدائع الصنائع: ۵/ ۵۰۲، کتاب الولاء، الدرالمختار مع رد المحتار: ۱۷۲/۹) (۳) عن تميم الداري قال سألتُ رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ماالسنة في الرجل من أهل الشرك يسلم على يد رجل من المسلمين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو أولى الناس بمحياه ومماته.

(السنن للترمذي: ۳۱/۲، أبواب الفرائض، رقم الحديث: ۲۱۱۲)

لیکن جمہور ومنہم الأئمۃ الأربعۃ کے نزدیک ولاء الاسلام معتبر نہیں ہے۔ یہ حضرات تمیم داری کی روایت کا یہ جواب دیتے ہیں، یہ ولاء ابتدائے اسلام میں معتبر تھی، پھر منسوخ ہوگئی، یا یہ حدیث اس بات کا احتمال رکھتی ہے کہ ”هو أولى الناس بمحياه ومماته کی مراد...... بالنصرة في حال الحياة وبالصلاة بعد الموت“ ہے یعنی یہ شخص حالتِ حیات میں نصرت و مدد کا زیادہ حقدار ہوگا، اور مرنے کے بعد نمازِ جنازہ کا حقدار ہوگا، نیز امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اور امام ترمذی نے اس حدیث پر کلام فرماتے ہوئے فرمایا: هذا حديث لا نعرفه. (۱)

فائدۂ ثانیہ: مولی العتاقہ: عصبۂ سببی کی توریث ذوی الارحام، ردعلی ذوی الفروض النسبیہ پر مقدم ہوگی:

مولی العتاقہ کی توریث ذوی الارحام، ردعلی ذوی الفروض النسبیہ پر مقدم ہوگی یا نہیں، اس سلسلے میں مذاہبِ ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اول: حضرت علی زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضراتِ احناف کے نزدیک مولی العتاقہ ان دونوں پر مقدم ہوگا۔ مثلاً:

(۱) و حديث تميم الداري يحتمل أنه كان في بدء الإسلام، لأنهم كانوا يتوارثون بالإسلام والنصرة، ثم نسخ ذالک ويحتمل أن يكون قوله عليه الصلاة والسلام ”هو أولى الناس بمحياه ومماته“ يعني بالنصرة في حال الحياة وبالصلاة بعد الموت فلا يكون حجة“ .

قلت: هذا إذا كان إسلام الرجل على يدي مسلم فقط ...... وقال الشوكاني قال الترمذي لا نعرفه ...... وقال الخطابي ضعّفَ أحمد بن حنبل حديث تميم الداري هذا.

(بذل المجهود: ۱۰/ ۳۲، ۹۴، كتاب الفرائض، باب في الرجل يسلم على يدي الرجل)

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۳ غلام معتَق (زید)

ام (سمیہ)	بنت البنت نواسی (ذکریٰ)	معتِق (قاسم) مولی العتاقہ
ثلث	م	عصبہ سببی
۱		۲

وضاحت: مذکورہ مثال میں اُم ذی فرض کوایک حصہ دینے کے بعد بچا ہوا دو حصہ معتِق عصبۂ سببی کو دے دیا گیا، بنت البنت ذی رحم کو اور اُم ذی فرض پر بطور ''رد'' کے نہیں دیا گیا۔

دلیل نقلی: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ أَنَّ ابْنَةَ حَمْزَةَ أَعْتَقَتْ عَبْدًا لَهَا فَمَاتَ وَ تَرَكَ ابْنَتَهُ وَ مَوْلاتَهُ بِنْتَ حَمْزَةَ فَقَسَّمَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيْرَاثَهُ بَيْنَ ابْنَتِهٖ وَمَوْلاتِهٖ بِنْتَ حَمْزَةَ نِصْفَيْنِ.(۱)

توضیح الحدیث: حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ کی بیٹی نے ایک غلام آزاد کیا، پس وہ غلام مر گیا، اور اپنے پسماندگان میں ایک بیٹی اور اپنے آزاد کرنے والی حضرت حمزہ کی بیٹی (مولی العتاقہ) کو چھوڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کی میراث کو اس کی بیٹی اور حضرت حمزہ کی بیٹی کے مابین آدھا آدھا تقسیم کر دیا۔ مثلاً:

مسئلہ:۲ معتَق

بنت	معتِق (بنت حمزہ)
نصف	عصبۂ سببی
۱	۱

پس معلوم ہو گیا کہ عصبۂ سببی رد علی ذوی الفروض النسبیہ اور ذوی الارحام سے مقدم ہے۔

(۱) سنن الدارمی:۲/۴۶۹

www.besturdubooks.net

مذہبِ ثانی: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابراہیم نخعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ مولی العتاقہ ذوی الارحام سے مؤخر ہوگا۔

دلیلِ کتاب: وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ.(۱)

ترجمہ: بعض رشتہ دار بعض سے زیادہ قریب ہیں، اللہ کی کتاب میں۔

طریقۂ استدلال: رشتہ دار ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں، اور مولی العتاقہ کو رشتہ داری حاصل نہیں ہے، جب کہ میراث کی بنیاد رشتہ داری ہی پر ہے۔

دلیلِ سنت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام آزاد کرنے والے شخص سے ولاء ملنے کے سلسلے میں فرمایا: "إِنْ مَاتَ وَ لَمْ يَتْرُكْ وَارِثًا كُنْتَ أَنْتَ عَصَبَتُهُ" یعنی مولی العتاقہ کو غلام کی ولاء حاصل ہونے کی شرط آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ولم یترک وارثا" قرار دیا، کہ جب معتَق (غلام) نے کوئی وارث نہ چھوڑا ہو، اور ذوی الارحام وارث ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ذوی الارحام وارث کی موجودگی میں مولی العتاقہ وارث نہیں ہوگا۔(۲)

احناف کی طرف سے مذہبِ ثانی کے دلائل کا جواب:

دلیل اول کا جواب: "وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ" - آیتِ کریمہ کا سببِ نزول یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخاۃ کا معاملہ

(۱) الاحزاب:۶ (۲) بقوله لمن أعتق عبدا هو مولاک، فإن شكرک فهو خير له، وإن كفرک فهو شر له، و إن مات و لم يترک وارثا، كنت أنت عصبته. (الشريفية: ص ۱۴)

www.besturdubooks.net

کروایا، صحابہ مواخاۃ کو سببِ اِرث سمجھنے لگے، تو اس آیت کا نزول ہوا جس کے ذریعہ سے یہ حکم منسوخ ہوا، اور بیان کردیا گیا کہ ذوی الارحام کو تقدم حاصل ہے موالاۃ پر، جیسا کہ دارقطنی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخٰى بَيْنَ أَصْحَابِهٖ فَكَانُوْا يَتَوَارَثُوْنَ بِذَالِکَ حَتّٰى نَزَلَتْ وَاُوْلُوْا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فَتَوَارَثُوْا بِالنَّسَبِ. (۱)

پس معلوم ہوا کہ ذوی الارحام کو مولی الموالاۃ پر تو تقدم حاصل ہے مولی العتاقہ پر نہیں۔ (۲)

دلیلِ ثانی کا جواب:

(۱) حدیث "و لم یترک وارثا" میں لفظِ وارث اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ وارث سے مراد صرف ذوی الفروض اور عصبات نسبیہ ہی ہوں، نہ کہ ذوی الارحام، کیوں کہ ذوی الفروض اور عصبات نسبیہ کے زیادہ وارث ہونے کی وجہ سے اکثر ان کو وارث سے اور ذوی الارحام کے کم وارث ہونے کی وجہ سے اکثر ان کو غیر وارث سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ پس جب وارث سے مراد صرف ذوی الفروض اور عصباتِ نسبیہ ہیں اور اس

(۱) السنن لدارقطني: ۴/۵۰، كتاب الفرائض: الرقم: ۴۰۸۲ (۲) والجواب: أما عن ا لآية أن سبب نزولها ما روي من أنه صلى الله عليه وسلم لما قدم المدينة أخي بين المهاجرين والأنصار و كانوا يتوارثون بذالک، فنسخ اللّٰه تعالى هذا الحكم بهذه الآية، وبيّن أن الرحم مقدم على المواخاة والموالاة، و لا نزاع لنا في تقديم ذوي الأرحام على مولى الموالاة. (الشريفية: ص ۱۴)

www.besturdubooks.net

میں ذوی الارحام داخل نہیں، تو اب مطلب ہوگا کہ مولی العتاقہ ذوی الارحام پر مقدم ہوگا۔(۱)

(۲) "ولم یترک وارثا" میں یہاں وارث سے مراد صرف عصبۂ نسبی ہے، یعنی اگر معتَق اپنے عصبات نسبیہ میں سے کسی کو چھوڑا ہوگا تو معتِق کو ولاء نہیں ملے گی، اور اگر معتَق کے عصباتِ نسبیہ میں سے کوئی نہیں ہوگا تو معتِق کو ولاء ملے گی۔ جیسا کہ دارمی کی روایت میں ہے 'إن مات و لم یترک عصبة فأنت وارثه' (۲)۔ یعنی اگر معتَق مرجائے اور کوئی عصبۂ نسبی نہ چھوڑے تو 'تو (معتِق) اس کا وارث ہوگا۔ جب وارث سے صرف عصبۂ نسبی مراد ہے، نہ ذوی الفروض اور نہ ہی ذوی الارحام، تو مولی العتاقہ دونوں یعنی رد علی ذوی الفروض النسبیہ اور ذوی الارحام پر مقدم ہوگا، **کما هو مذهبنا!** (۳)

نیز مولی العتاقہ کو ذوی الارحام اور رد علی ذوی الفروض النسبیہ پر تقدم حاصل ہے، اسی بات کو مصنفؒ نے "وآخر العصبات مولی العتاقة" کہہ کر بیان کیا کہ عصبات کا بیان ابھی ختم نہیں ہوا بلکہ مولی العتاقہ عصبات میں اخیری عصبہ ہے، یعنی اگر عصبات کی پہلی قسم عصبۂ نسبی نہ ہو تو اب نمبر عصبۂ سببی کا آتا ہے۔(۴)

---

(۱) فولد الوارث أعم من أن يكون صاحب فرض أو عصبة. (حاشیۂ شریفیہ: رقم: ۲/ص ۱۰۱)

(۲) سنن دارمی: ۲/ ۴۶۸، کتاب الفرائض، بالولاء)

(۳) وأما عن الحديث فهو أنه صلى الله عليه وسلم أراد بقوله ولم يدع وارثا أنه لم يدع وارثًا هو عصبة وذوو الأرحام ليبسوا من العصبات فلا يثبت من الحديث ما يقول ابن مسعور رضي الله عنه من تقديم ذوي الأرحام علي المولى. (الشريفية مع الحاشية: ص ۱ ۴)

(۴) وإنما قال وأخّر تنبيها على تقدمه على ذوي الأرحام لأنه إذا كان واقعا في اٰخر مرتبة العصبات لا يقع وارث أخر بينه و بين العصبات فيقدم على ذوي الأرحام ويقدم على الرد على ذوي الفروض. (حاشیۂ سراجی: رقم: ۱/ص ۲۴)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثالثہ: مولی العتاقہ سے متعلق چند جزوی فوائد:

مولی العتاقہ کے وراث ہونے کی شرط:

(۱) معتِق معتَق کا اس وقت وارث ہوگا، جب کہ استقرارِ عتق معتِق کی ملک میں ہو، مثلاً ایک شخص نے عبد مسلم کو آزاد کیا پھر غلام مرگیا اور معتِق کے علاوہ اس کا کوئی نہیں ہے، تو معتِق اس کا وارث ہوگا، استقرار عتق علی الملک کی شرط کے پائے جانے کی وجہ سے۔

اگر استقرارِ عتق علی الملک نہ ہو تو معتِق وارث نہیں ہوگا، مثلاً زید نے ایک عبد کافر کو آزاد کیا اور وہ دار الحرب چلا گیا، پھر قیدی بنا کر لایا گیا اور بکر اس کا مالک بنا، پھر بکر نے اس کو آزاد کر دیا تو ولاء عتق معتِق ثانی بکر کو ملے گی نہ کہ معتِق اول زید کو، کیوں کہ استقرار عتق علی الملک کا معنی بکر میں تو ہے زید میں نہیں۔(۱)

(۲) معتِق معتَق کا وارث ہوگا خواہ یہ اعتاق لوجہ اللہ ہو یا لوجہ غیر اللہ ہو، یا عتق علی مال ہو، یا بطریق کتابت ہو، یا اس شرط کے ساتھ ہو کہ معتق کو ولاء نہیں ملے گی۔ یہ حضراتِ حنفیہ کا مسلک ہے۔(۲)

---

(۱) إذا استقر العتق على ملكه، فمن اعتق عبدًا مسلمًا فمات العبد و لاوارث له سوى المولىٰ، فالولاء للمعتق، لأن العتق استقر على ملكه و لم ينزل عنه، بخلاف ما إذا لم يستقر على ملكه، كما إذا اعتق عبدًا كافرًا فعاد إلى دارالحرب ثم سبي فأعتق، فالولاء للمعتق الثاني، لا للأول، إذا لم يستقر العتق على ملكه فافهم. (حاشیہ شریفیہ: رقم:۴/ص۴۱) (۲) المعتق يرث من معتقه مطلقًا، سواء أعتقه لوجه الله، أو للشيطان، أوأعتقه على أنه سائبة، أو بشرط أن لا ولاء عليه، أو أعتقه على مال أو بلامال، أو بطريق الكتابة إلى غير ذلك. (الشريفية : ص ۴۱)

www.besturdubooks.net

البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں دو صورتوں میں معتق ولاء کا مستحق نہیں ہوگا:

(۱) اعتاق لوجہ غیر اللہ

(۲) نفی ولاء کی شرط کے ساتھ

پہلی صورت میں تو اس وجہ سے کہ ولاء صلۂ شرعیہ ہے اور اعتاق لوجہ غیر اللہ کا قاصد اس صلۂ شرعیہ کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور دوسری صورت میں چوں کہ معتق کے لیے نفی ولاء کی شرط ہے، تو معتق نے اس شرط پر رضامندی کا اظہار کر کے خود اپنے حق کو ساقط کیا ہے۔(۱)

اور ہمارے علمائے احناف رحمہم اللہ کے نزدیک معتِق ان دونوں صورتوں میں ولاء کا حق دار ہوگا، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الولاء لمن اعتق" جو عام ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے، اس لیے اس میں ساری صورتیں داخل ہوں گی۔(۲)

---

(۱) و قال مالک إن اعتقه للشيطان، أو بشرط أن لاولاء عليه لم يكن مستحقاً للولاء، لأنه صلة شرعية، والقاصد لوجه الشيطان قد ارتكب بالإعتاق المعصية، فيحرم هذه الصلة، و من صرح بنفي الولاء فقد ردّها فلا يستحقها. (الشريفية: ص ۴۱)

(۲) ولنا أن السبب هو الإعتاق لقوله صلى الله عليه وسلم الولاء لمن أعتق و هذا السبب متحقق في جميع هذه الصور فيثبت به مسببه في جميعها. (الشريفية: ص ۴۱)

www.besturdubooks.net

استحقاقِ ولاء

وَلَوْ تَرَكَ أَبَا الْمُعْتِقِ وَابْنَهٗ عِنْدَ أَبِي يُوسَفَ سُدُسُ الْوَلَاءِ لِلْأَبِ، وَالْبَاقِي لِلابْنِ، وَعِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى الْوَلَاءُ كُلُّهٗ لِلابْنِ وَلَا شَيْءَ لِلْأَبِ، وَلَوْ تَرَكَ ابْنَ الْمُعْتِقِ وَ جَدَّهٗ فَالْوَلَاءُ كُلُّهٗ لِلابْنِ بِالْإِتِّفَاقِ.

ترجمہ: اور اگر آزاد شدہ غلام نے آزاد کرنے والے کے باپ اور بیٹے کو چھوڑا، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ولاء کا سدس باپ کو اور بقیہ بیٹے کو ملے گا، اور امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک پوری ولاء بیٹے کو ملے گی، اور باپ کو کچھ نہیں ملے گا؛ اور اگر آزاد شدہ غلام نے آزاد کرنے والے کے بیٹے اور اس کے دادا کو چھوڑا، تو بالاتفاق پوری ولاء لڑکے کو ملے گی۔

تشریح وتوضیح: یہاں تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) نفسِ مسئلہ کا بیان مع اختلاف ائمہ

(۲) ہر ایک کے دلائل

(۳) عصبات کا خلاصہ بصورتِ نقشہ

www.besturdubooks.net

بحثِ اول: نفسِ مسئلہ کا ذکر مع اختلاف ائمہ:

اگر آزاد شدہ غلام نے آزاد کرنے والے (معتق) کے باپ اور اس کے بیٹے کو چھوڑا، تو اس آزاد شدہ غلام کی پوری ولاء بیٹے کو ہی ملے گی، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باپ کو سدس الولاء (ولاء کا چھٹا حصہ) ملے گا اور باقی ماندہ بیٹے کو ملے گا۔

مسئلہ ا	(معتَق) عند الطرفین
اب المعتِق	ابن المعتِق
م	ا

مسئلہ ٦	(عند ابی یوسفؒ)
اب المعتِق	ابن المعتِق
سدس الولاء	۵
ا	

بحثِ ثانی: ہر ایک کے دلائل:

امام یوسفؒ کی باپ کو سدس الولاء دینے کی دلیل:

امام ابو یوسفؒ نے اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لیے قیاس کیا اس مسئلہ پر کہ اگر خود معتِق کا انتقال ہو، اور وہ اپنے باپ اور بیٹے کو چھوڑے، تو باپ کو سدس حصہ ملتا ہے، اور باقی کا استحقاق بیٹے کو ہوتا ہے، تو اسی اعتبار سے معتِق کی ولاء بھی ان کے مابین تقسیم ہوگی، کیوں کہ ولاء ملکیت کا اثر ہے، اور جب خود مالک کے ترکہ میں یہ ثمرہ مرتب ہو رہا ہے تو جو ملکیت کا اثر ہے، یعنی ولاء اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔(۱)

---

(۱) لأبي يوسفؒ و وجه قوله الأخير أن الولاء أثر الملك، فيلحق بحقيقة الملك، ولو ترک المعتِق مالا و ترک أبًا و ابنًا، كان لأبيه سدس ماله والباقي لابنه فكذا إذ ترک ولاءً. (الشريفية: ص ۴۴)

www.besturdubooks.net

حضرات طرفینؒ کی ابن کو کل ولاء دینے کی دلیل:

مولی العتاقہ یا اس کے ورثہ کو معتَق کا ترکہ ولاء ہونے کی حیثیت سے ملتا ہے، اور ولاء کا استحقاق محض عصبہ بنفسہٖ کو ہوتا ہے یعنی مولی العتاقہ کے عصبات بنفسہ کو ولاء ملے گی، اس کے ذوی الفروض یا عصبہ بالغیر اور مع الغیر کو کچھ نہیں ملے گا؛ لہٰذا ابن المعتِق، اب المعتِق، ابُ ابِ المعتِق میں عصبہ اقرب ابن المعتِق ہے، اس کی موجودگی میں اَب المعتِق اور اَب اَبِ المعتِق کی طرف عصوبت منتقل نہیں ہوگی، اس لیے مفتی بہ قول کے مطابق دونوں صورتوں میں تمام ولاء کا مستحق ابن المعتِق ہوگا، اور ''اَب المعتِق'' و ''اَبُ اَبِ المعتِق''، محروم ہوں گے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیلِ قیاس کا جواب:

امام ابو یوسفؒ نے جس مسئلہ پر قیاس کیا ہے وہاں پر معتِق کے باپ کو سدس حصہ ذوی الفروض کی حیثیت سے ملتا ہے، اور ولاء کا استحقاق ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے نہیں ہوتا ہے، بل کہ محض عصبہ بنفسہٖ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے اس مسئلہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

نیز امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جس طرح معتِق کے ترکہ سے اس کے باپ کو سدس ملتا ہے، اسی طرح دادا کو بھی سدس ملتا ہے، تو قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ اب اَبِ المعتق کو سدس حصہ ملنا چاہیے؛ حالاں کہ وہ خود بھی اس کے محروم ہونے کے قائل ہیں۔ اسی فرضیت میں تو عورتوں کو بھی ترکہ ملتا ہے، اگر ہم اثرِ ملک کو

www.besturdubooks.net

حقیقتِ ملک کے ساتھ لاحق کریں گے تو ولاء میں عورتوں کو بھی دینا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے۔(۱)

بحثِ ثالث: بابِ عصبات کا خلاصہ بصورتِ نقشہ:
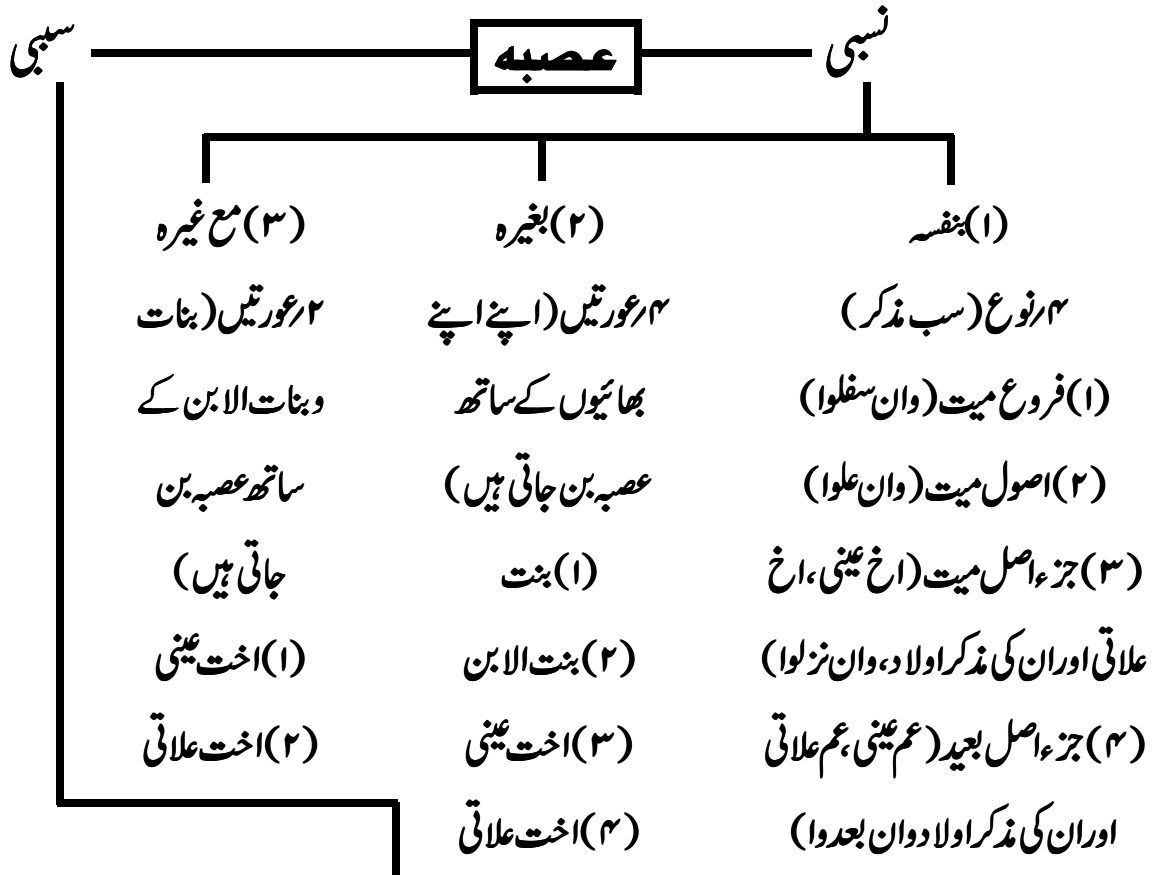
(۱) والجواب: أنه و إن كان أثر الملک لكنه ليس بمال، ولا له حكم المال كالقصاص الذي يجوز الإعتياض عنه بالمال، بخلاف الولاء فلا تجري فيه سهام الورثة بالفرضية، كما في المال بل هو يوُرث به بطريق العصوبة، فيعتبر الأقرب فالأقرب، والابن أقرب العصبات، ولوكان تجري فيه سهام الورثة بالفرضية كالمال، لكان للنساء نصيب من الولاء بالإرث، على أنه قوله صلى الله عليه وسلم: الولاء لحمة كلحمة النسب لايباع ولايوهب و لايورث دليل واضح، على قوله الأول الذي هو مذهبنا. (الشريفية: ص ۴۴)

www.besturdubooks.net

ذی رحم محرم کے مالک ہونے کا حکم

مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ، وَيَكُوْنُ وَلَائُهٗ لَهٗ بِقَدْرِ الْمِلْكِ كَثُلٰثِ بَنَاتٍ، لِلْكُبْرىٰ ثَلاثُوْنَ دِيْنَارًا، وَ لِلصُّغْرىٰ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا، فَاشْتَرَتَا أَبَاهُمَا بِالْخَمْسِيْنَ، ثُمَّ مَاتَ الْأَبُ وَتَرَكَ شَيْئًا، فَالثُّلُثَانِ بَيْنَهُنَّ أَثْلاثًا بِالْفَرْضِ، وَالْبَاقِيْ بَيْنَ مُشْتَرِيَتَيِ الْأَبِ أَخْمَاسًا بِالْوَلاءِ، ثَلاثَةُ أَخْمَاسِهٖ لِلْكُبْرىٰ، وَخُمُسَاهُ لِلصُّغْرىٰ، وَتَصِحُّ مِنْ خَمْسَةٍ وَ أَرْبَعِيْنَ.

ترجمہ: اور جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا، اور بقدر ملک اس کے لیے اس کا ولاء ہوگا، جیسے تین بیٹیاں ہوں، بڑی بیٹی کے تیس دینار ہوں، اور چھوٹی بیٹی کے بیس دینار ہوں، پھر ان دونوں نے پچاس دینار میں اپنے باپ کو خرید لیا، پھر باپ مر گیا، اور کچھ مال چھوڑا تو دو ثلث تو ان تینوں کے درمیان مقررہ حصوں کی وجہ سے تین حصے ہو کر تقسیم ہو جائے گا (یعنی دو ثلث برابر تقسیم ہوگا) اور باقی ولاء کے طریقے پر باپ کو خریدنے والی دو بیٹیوں (کبریٰ وصغریٰ) کے درمیان پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا جس میں سے تین حصہ بڑی بیٹی کبریٰ کو اور دو حصہ چھوٹی بیٹی صغریٰ کو ملے گی، اور مسئلہ کی تصحیح ''۴۵'' سے ہوگی۔

www.besturdubooks.net

توضیح وتشریح: یہاں چار بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) ذی رحم محرم کی تعریف (۲) قاعدۂ ولاء

(۳) تخریجِ مسئلہ مع وضاحت (۴) دو اہم فائدے

بحثِ اول: ذی رحم محرم کی تعریف:

وہ نسبی رشتہ دار ہے جس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے، جیسے ماں باپ، دادا نانا (اوپر تک) بیٹا پوتا، بیٹی پوتی (نیچے تک) بھائی بہن اور ان کی اولاد، چچا پھوپھی اور ماموں خالہ۔(۱)

بحثِ ثانی: قاعدۂ ولاء:

اگر کوئی شخص اپنے کسی ذی رحم محرم رشتہ دار کو خرید لے، یا ہبہ وغیرہ سے مالک ہو، تو مالک ہوتے ہی وہ رشتہ دار آزاد ہو جائے گا، لیکن سببِ عتق کی وجہ سے بقدر ملک ولاء ملے گی۔

نوٹ: اگر کوئی رشتہ دار ذی رحم ہو لیکن محرم نہ ہو تو وہ ملک میں آنے کے بعد خود بخود آزاد نہ ہوگا، جیسے چچا، ماموں اور خالہ کی اولاد؛ نیز کوئی مرد یا عورت محرم ہو لیکن ذی رحم نہ ہو تو وہ بھی آزاد نہ ہوگا، جیسے رضاعی بھائی بہن؛ اسی طرح اگر کوئی مرد یا عورت ذی رحم محرم دونوں نہ ہو

---

(۱) الرحم مُنبت الولد و وِعاء ه في البطن، ثم سمي القرابة والوصلة من جهة الولاد، و رحم محرم أي حرُم تزوجها و ذو الرحم ذو القرابة. (التعريفات الفقهية: ص ۳۰۵)

www.besturdubooks.net

تو وہ بھی آزاد نہ ہوگا، جیسے زوجۃ المملوک (غلام کی بیوی)۔(۲)

بحثِ ثالث: تخریجِ مسئلہ مع وضاحت:

۳×۱۵=۴۵ اعداد محفوظہ ۳، ۵ فہد (آزاد شدہ غلام)

م

بنت (ک)	بنت (ص)	بنت (و)	کبریٰ (۳۰/دینار)	صغریٰ (۲۰ دینار) (باپ کی خریدار)
ثلــــــــــــــــــــــ	ـــــــــــــــثان	عصبــــــــــــــــــــــ	ـــــــــــــــــہ ســــــــــــــــبـــــــــــــ	ـــــــــــــی
(۲×۱۵=۳۰)			(۱×۱۵=۱۵)	
۱۰	۱۰	(۱۰)	۱۰+۹=(۱۹)+	۱۰+۶=(۱۶)=(۴۵)

(۴۵) = (۱۶)=۶+۱۰ +(۱۹)=۹+۱۰ (۱۰) ۱۰ ۱۰ = (۴۵)

وضاحت:

ثلثان میں تینوں لڑکیاں شریک ہیں، باقی ماندہ ثلث باپ کو خریدنے والی (کبریٰ اور صغریٰ) کو ملے گا، پہلے تینوں لڑکیوں کو ثلثان دیا، تو مسئلہ ''۳'' سے بنا، تینوں لڑکیوں کو مشترکہ طور پر دو حصہ مل گیا، اور بقیہ ایک حصہ باپ کو خریدنے والی کبریٰ اور صغریٰ کو مشترکہ طور پر دے دیا گیا، کبریٰ کے تیس دینار ہیں، صغریٰ کے بیس دینار اور ''۳۰'' اور ''۲۰'' کے درمیان توافق بالعشر ہے ''۳۰'' کا وفق ''۳'' اور ''۲۰'' کا وفق ''۲'' ہے، دونوں کا مجموعہ ''۵'' ہے، جس کو قائم مقام رؤس بنایا گیا۔

---

(۲) و لو ملک غیر ذي رحم محرم لم یعتق علیه کمن ملک زوجة المملوک، وکذا لو ملک ذا رحم غیر محرم کابن العم أو العمة أو الخالة لم یعتق علیه. (حاشیہ شریفیہ: رقم:۲/ص۴۵)

www.besturdubooks.net

تصحیح کے لیے رؤس اور سہام میں نسبت دیکھی گئی، تینوں لڑکیوں کو دو ملے ہیں، دو اور تین میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس تین ایک طرف محفوظ کرلیا، اسی طرح کبریٰ اور صغریٰ کی رقم کے مجموعۂ وفق پانچ اور سہام ایک میں بھی تباین ہے، اس لیے پانچ کو بھی محفوظ کرلیا۔ اس کے بعد محفوظ کردہ اعداد یعنی تین اور پانچ میں نسبت دیکھی گئی، چوں کہ تباین کی نسبت ہے، اس لیے ایک کو دوسرے میں ضرب دے کر حاصلِ ضرب پندرہ کو اصلِ مسئلہ ''۳'' میں ضرب دیا گیا، حاصل ضرب (۴۵) سے تصحیح ہوئی، لڑکیوں کو ملے ہوئے حصے (۲) کو (۱۵) میں ضرب دے دیا، حاصلِ ضرب (۳۰) میں سے تینوں لڑکیوں کو دس دس مل گئے اور دونوں لڑکیوں (کبریٰ اور صغریٰ) کو بطور ولاء ملے ہوئے ایک کو بھی پندرہ میں ضرب دیا، اور حاصلِ ضرب پندرہ کو دیناروں کے وفق پانچ کی وجہ سے پانچ جگہ تقسیم کر کے تین خمس یعنی ۹ کبریٰ کو دیا جس کے تیس دینار تھے اور دو خمس یعنی چھ صغریٰ کو دیا جس کے بیس دینار تھے۔

خلاصہ: کبریٰ کو وارث ہونے کی وجہ سے ''۱۰'' اور حق ولاء کی وجہ سے ''۹'' حصے ملے، کل (۱۹) حصے ہوگئے اور صغری کو حق وراثت ''۱۰'' اور حق ولاء ''۶'' ملا، کل (۱۶) حصے ہوگئے اور وسطی کو صرف حق وراثت کے طور پر ''۱۰'' حصے ملے۔

بحثِ رابع: دو اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: قرابت کی اقسام ثلاثہ مع احکام:

قسمِ اول: قرابتِ قریبہ: ذی رحم محرم کی قرابت خواہ بطریق اصلیہ ہو۔ جیسے

www.besturdubooks.net

ابوین، اجداد (وان علوا) یا بطریق فرعیہ ہو، جیسے اولاد (وان سفلوا)۔

حکم: اگر کوئی ان میں سے کسی کا مالک بنتا ہے، تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا، خواہ عتق کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔(۱)

قسمِ ثانی: قرابتِ متوسطہ: اصول وفروع کے علاوہ دیگر محارم کی قرابت جیسے بھائی بہن اوران کی اولاد (ان سفلوا) اورصرف چچا، ماموں خالہ، پھوپھی نہ کہ ان کی اولاد۔

حکم: اگر ان میں سے کوئی ملک میں آجائے، تو عند الاحناف آزاد ہو جائے گا (خلافاً للشافعیؒ - امام شافعیؒ کا اختلاف ہے)۔(۲)

قسمِ ثالث: قرابتِ بعیدہ: ذی رحم غیر محرم کی قرابت جیسے چچا، ماموں خالہ، پھوپھی کی اولاد۔

حکم: اگر ان میں سے کوئی کسی شخص کے ملک میں آجائے تو آزاد نہیں ہوگا۔(۳)

---

(۱) القرابة على ثلاثة أنواع، الأول القرابة وهي قرابة ذي رحم محرم من الولاء، إما بطريق الأصلية كالأبوين والأجداد وان علوا، وأما بطريق الفرعية كالأولاد وأولاد الأولاد وإن سفلوا، فمن ملك واحدا من هؤلاء عتق عليه إتفاقا أراد عتقه أولم يرده. (الشريفية: ص ۴۵)

(۲) والثاني المتوسطه وهي قرابة المحارم غير العمودين، أعني قرابة الإخوة والأخوات وأولادهم وإن سفلوا، و قرابة الأعمام والعمات والأخوال والخالات دون أولادهم، ومن ملك واحدا من هذه المحارم عتق عليه أيضا عندنا خلافًا للشافعيؒ. (الشريفية: ص ۴۵)

(۳) النوع الثالث البعيده: وهي قرابة ذي رحم غير المحرم كأولاد الأعمام والأخوال والخالات، فإذا ملك واحدًا منهم لم يعتق عليه بلاخلاف. (الشريفية: ص ۴۵)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثانیہ: قرابۂ متوسطہ میں عتق اور عدم عتق کے سلسلے میں احناف وشوافع کے مابین اختلاف مع دلائل:

عند الشافعیؒ قرابتِ متوسطہ میں سے اگر کوئی کسی کے ملک میں آجائے تو آزاد نہیں ہوگا۔

دلیلِ اول: قرابت متوسطہ میں مالک ومملوک کے مابین علاقۂ جزئیت وبعضیت نہیں ہے، جیسا کہ قرابت قریبہ میں موجود ہے، پس مالک ومملوک کے مابین حکم عتق کے جاری ہونے کے لیے ذی رحم محرم کے ساتھ، ان دونوں کے درمیان علاقۂ جزئیت وبعضیت کا ہونا بھی ضروری ہے جو قرابت متوسطہ میں مفقود ہے، اس لیے **"إذا فات الشرط فات المشروط"** کے تحت متوسطہ میں حکم عتق متعلق نہیں ہوگا۔(۱)

دلیلِ ثانی: نیز دیگر احکام میں بھی قرابتِ متوسطہ، قرابتِ بعیدہ کی طرح ہے، نہ کہ قرابتِ قریبہ کی طرح، اور عتق بھی احکام کے قبیل سے ہے، اسی لیے قرابتِ متوسطہ کا حکم حکمِ عتق میں بعیدہ کی طرح ہونا چاہیے اور عتق واقع نہیں ہونا چاہیے۔

قرابتِ متوسطہ وبعیدہ کے احکام میں اتحاد کی مثالیں:

(۱) باب شہادت میں قرابتِ متوسطہ بعیدہ کی طرح ہے: قرابتِ متوسطہ وبعیدہ میں سے ہر ایک کی گواہی دوسرے کے لیے مقبول ہے۔ مثلاً: قاضی کے پاس ایک شخص

---

(۱) وللشافعي – رحمه الله – في مسئلة الخلاف أنه ليس بينهما جزئية كما في الأصول والفروع فلا يعتق أحدهما على صاحبه كـأولاد الأعمام. (الشريفية: ص ۴۵)

www.besturdubooks.net

اپنے قرابتِ متوسطہ اِخوہ واخوات کے لیے یا اپنے قرابتِ بعیدہ اولاد الاعمام وغیرہ کے لیے گواہی دے تو مقبول ہے، لیکن اگر قرابتِ قریبہ اصول وفروع ابناء واجداد کے لیے گواہی دے تو مردود ہے۔(۱)

(۲) بابِ زکوۃ میں قرابتِ متوسطہ بعیدہ کی طرح ہے: متوسطہ وبعیدہ میں سے ہر ایک دوسرے مستحقِ زکاۃ وارث کو زکاۃ دے سکتا ہے، یعنی مالدار بھائی اپنے ہی فقیر بھائی کو زکاۃ دے سکتا ہے، لیکن قرابتِ قریبہ کے اصول وفروع آپس میں ایک دوسرے کو زکاۃ نہیں دے سکتے ہیں۔(۲)

(۳) بابِ قصاص میں قرابت متوسطہ بعیدہ کی طرح ہے: متوسطہ وبعیدہ میں قصاص بھی جاری ہوگا مثلاً بھائی کو بھائی کے لیے قصاصاً قتل کیا جائے گا، اگر اس قاتل نے اپنے بھائی کو قتل کیا ہو، لیکن قرابت قریبہ کے اصول وفروع میں قصاص جاری نہیں ہوگا۔(۳)

(۴) باب نکاح میں متوسطہ بعیدہ کی طرح ہے: متوسطہ وبعیدہ میں سے ہر ایک دوسرے کی بیوی سے بعد الطلاق والعدۃ نکاح کرسکتا ہے، لیکن قرابتِ قریبہ کے اصول و فروع کی بیویاں ایک دوسرے کے لیے ہر حال میں حرام ہیں۔(۴)

---

(۱) وللشافعي في مسئلة الخلاف أنه ليس بينهما جزئية كما في الأصول و الفر و ع فلا يعتق أحدهما على صاحبه كأولاد الأعمام. ألا ترى أن قرابتهما في الأحكام كقرابة أولاد العم حيث تقبل شهادة كل منهما لصاحبه.(الشريفية: ص ۴۵)

(۲) و يجوز لكل منهما أن يضع زكاته في الأخر. (الشريفية: ص ۴۵)

(۳) و يجرى القصاص بينهمامن الجانبين. (الشريفية: ص ۴۵)

(۴) و تحل حلية كل منهما لصاحبه بخلاف الوالدين و المولودين. (الشريفية: ص ۴۵)

www.besturdubooks.net

احناف کے دلائل:

دلیلِ نقلی: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَاءَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ صَالِحٌ بِأَخِيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أَعْتَقَ أَخِيْ هٰذَا قَالَ إِنَّ اللّٰهَ أَعْتَقَهٗ حِيْنَ مَلَكْتَهٗ.(۱)

مفہوم حدیث وطریقۂ استدلال:

مذکورہ حدیث شریف میں صاف دلیل موجود ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی (جو کہ قرابت متوسطہ سے متعلق ہے) کو آزاد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خرید کر تو جیسے ہی اپنے بھائی کا مالک بنے گا وہ آزاد ہو جائے گا۔

دلیل عقلی: قرابت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ قرابت جو محرمیت (حرمت نکاح) کے ساتھ متصل ہو۔

(۲) وہ قرابت جو محرمیت کے ساتھ متصل نہ ہو۔

پہلی قسم کی قرابت: یعنی حرمتِ نکاح قرباتِ قریبہ (اصول وفروع) اور قرابتِ متوسطہ (اخوۃ واخوات) دونوں میں موجود ہے، اس لیے عتق کو بھی دونوں میں نافذ کیا جائے گا، لیکن یہ قرابت (حرمت نکاح) کا معنی بعیدہ میں موجود نہیں ہے اس لیے وہاں عتق کو نافذ نہیں کیا جائے گا۔(۱)

---

(۱) السنن لدارقطني: ۴/۷۲، كتاب المكاتب: الرقم: ۴۱۸۲

(۱) والمعنى في ذلك أن القرابة المتايدة بالمحرمية علة العتق مع الملك كما في الآباء والأولاد، وتوضيحه أن هذا العتق بطريق الصلة وللقرابة المذكورة تاثير في استحقاق الصلة =

www.besturdubooks.net

امام شافعیؒ کی دلیل اول کا جواب:

مالک ومملوک کے مابین حکم عتق کے متعلق ہونے کی شرط اصلی محرمیت (حرمت نکاح) ہے نہ کہ علاقۂ جزئیت وبعضیت، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو ارشاد فرمایا جو اپنے بھائی کو خرید کر آزاد کرنا چاہتا تھا "إنما أعتقه الله" اور بھائی میں محرمیت (حرمت نکاح) کی علت تو موجود ہے لیکن علاقۂ جزئیت وبعضیت نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جب حکمِ عتق کے لیے شرط اصلی محرمیت ہے تو وہ قرابتِ قریبہ اور متوسطہ دونوں میں موجود ہے، اس لیے حکم عتق دونوں سے متعلق ہوگا۔

دلیلِ ثانی کا جواب:

رہی بات دیگر احکام میں متوسطہ بعیدہ کی طرح ہیں تو حکمِ عتق میں بھی متوسطہ کا حکم بعیدہ کی طرح ہونا چاہیے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دیگر احکام میں متوسطہ بعیدہ کی طرح ہیں، اس بات کا علم شریعت سے معلوم ہوا، اس لیے ان مسائل اربعہ کو جنہیں امام شافعیؒ نے پیش کیا، انہیں ہم نے بھی قبول کیا۔ ایسے ہی حکمِ عتق میں متوسطہ قریبہ کی طرح ہیں، اس بات کو ہم نے بھی شریعت سے ثابت کیا، تو امام شافعیؒ کو بھی اس کو قبول کرنا چاہیے، اور انظر الی ماقال ولاتنظر الی من قال پر عمل کرنا چاہیے، جیسا کہ ہم نے کیا۔

(مؤلف)

= ألا ترى أن حرمة المناكحة تثبت في هذه القرابة لأجل الصيانة عن ذل الإستفراش والإستخدام قهرا ومن البين أن ملك اليمين (أي الاشتراء في الذلل) أقوى في الإستدلال من الإستفراش.

(الشريفية: ص ۴۵)

www.besturdubooks.net

حجب کا بیان

اَلْحَجْبُ عَلٰى نَوْعَيْنِ: حَجْبُ نُقْصَانٍ: وَهُوَ حَجْبٌ عَنْ سَهْمٍ إِلٰى سَهْمٍ، وَذَالِكَ لِخَمْسَةِ نَفَرٍ، لِلزَّوْجَيْنِ وَالْأُمِّ وَبِنْتِ الْإِبْنِ وَالْأُخْتِ لِأَبٍ، وَقَدْ مَرَّ بَيَانُهُ، وَحَجْبُ حِرْمَانٍ: وَالْوَرَثَةُ فِيهِ فَرِيْقَانِ: فَرِيْقٌ لَا يَحْجَبُوْنَ بِحَالٍ اَلْبَتَّةَ، وَهُمْ سِتَّةٌ: الْإِبْنُ وَالْأَبُ وَالزَّوْجُ وَالْبِنْتُ وَالْأُمُّ وَالزَّوْجَةُ، وَفَرِيْقٌ يَرِثُوْنَ بِحَالٍ، وَيَحْجُبُوْنَ بِحَالٍ.

وَهٰذَا مَبْنِيٌّ عَلٰى أَصْلَيْنِ: أَحَدُهُمَا: هُوَ أَنَّ كُلَّ مَنْ يُّدْلِى إِلَى الْمَيِّتِ بِشَخْصٍ، لَايَرِثُ مَعَ وُجُوْدِ ذَالِكَ الشَّخْصِ سِوَى أَوْلَادِ الْأُمِّ، فَإِنَّهُمْ يَرِثُوْنَ مَعَهَا لِإِنْعِدَامِ اِسْتِحْقَاقِهَا جَمِيْعَ التَّرِكَةِ، وَالثَّانِيُ: الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ، كَمَا ذَكَرْنَا فِيْ الْعَصَبَاتِ، وَالْمَحْرُوْمُ لَايَحْجُبُ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَحْجُبُ حَجْبَ النُّقْصَانِ كَالْكَافِرِ وَالْقَاتِلِ وَالرَّقِيْقِ، وَالْمَحْجُوْبُ يَحْجُبُ بِالْإِتِّفَاقِ، كَالْإِثْنَيْنِ مِنَ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَا، فَإِنَّهُمَا لَايَرِثَانِ مَعَ الْأَبِ وَلٰكِنْ يَحْجُبَانِ الْأُمَّ مِنَ الثُّلُثِ إِلَى السُّدُسِ.

www.besturdubooks.net

ترجمہ: حجب دو قسم پر ہے، حجب نقصان: اور وہ ایک حصے سے دوسرے حصے کی طرف محروم ہونا ہے، اور یہ پانچ اشخاص کے لیے ہے، زوجین، ماں، پوتی، اور علاتی بہن، اور اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور دوسرے حجب حرمان ہے، اور وارثین اس میں دو قسم کے ہیں، ایک فریق وہ ہے جو کسی حال میں کبھی بھی محروم نہیں ہوتے، اور وہ چھ افراد ہیں: بیٹا، باپ، شوہر، بیٹی، ماں اور بیوی۔ اور دوسرا فریق وہ ہے جو کبھی وارث ہوتے ہیں اور کبھی محروم ہو جاتے ہیں۔ اور یہ دو اصول پر مبنی ہے: پہلا اصول یہ ہے کہ جو شخص میت کی جانب کسی دوسرے شخص کے واسطے سے منسوب ہوتا ہے، تو یہ اس دوسرے شخص کی موجودگی میں وارث نہ ہوگا، سوائے اولاد ام کے، کہ وہ ماں کے ساتھ وارث ہوتے ہیں، ماں کے پورے ترکہ کے مستحق نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور دوسرا اصول: **الأقرب فالأقرب** ہے: جیسا کہ ہم عصبات کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں۔ اور محروم ہمارے نزدیک حاجب نہیں بنتا۔ اور ابن مسعودؓ کے نزدیک حجب نقصان کے ساتھ حاجب بنتا ہے۔ جیسے: کافر، قاتل، غلام اور محجوب بالاتفاق حاجب بنتا ہے۔ جیسے دو یا اس سے زیادہ بھائی بہن جس جہت کے بھی ہوں باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتے، لیکن ماں کے لیے حاجب بن کر اس کو ثلث سے سدس کی جانب پھیر دیتے ہیں۔

توضیح وتشریح: یہاں دس بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) باب میراث میں باب حجب کی اہمیت (۲) حجب کے لغوی واصطلاحی معنی (۳) حجب کے اقسام مع تعریف (۴) وہذا مبنی علی اُصلین (یعنی حجب حرمان کے دو اہم

www.besturdubooks.net

اصول کی وضاحت) (۵) دوسوال اوران کے جوابات (٦) محروم و محجوب میں اصطلاحی فرق (۷) قاعدۂ محروم مع اختلاف و دلائل (۸) قاعدۂ محجوب بالاتفاق (۹) حجب سے متعلق تین اہم فائدے (۱۰) باب حجب کا خلاصہ بصورتِ نقشہ

بحثِ اول: باب میراث میں باب حجب کی اہمیت:

ایک مفتی کے لیے احکام حجب اور اس کی تفاصیل کا جاننا بہت ضروری ہے، یہاں تک کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ جس کو احکام حجب کا علم نہ ہو، اس کے لیے فرائض کے سلسلے میں فتوی دینا حرام ہے، کیوں کہ حجب کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کبھی وارثِ محجوب کو اس کے حصۂ حجب سے زائد اور کبھی وارثِ محروم کو بجائے حرمان کے وارث بنانے کی سنگین غلطی واقع ہونے کا احتمال ہے۔(۱)

بحثِ ثانی: حجب کے لغوی و اصطلاحی معنی:

لغتاً: المنع (روکنا)، کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی: "کَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوْبُوْنَ أَيْ إِنَّهُمْ مَمْنُوْعُوْنَ عَنْ رُؤْیَةِ اللّٰهِ فِيْ الْآخِرَةِ ۔اور اسی سے حاجب آتا ہے بمعنی دربان ۔(۲)

(۱) إن معرفة أحكام الحجب وتفاصيله مهمة جدا وضرورية للفرضي، حتى قال بعض أهل العلم حرام على من لم يعرف الحجب أن يفتى في الفرائض، لأنه لايدري قديفتي معتمدا على معلوماته العامة دون الشعور بوجود مانع من الإرث، فيفوته من الصواب ويترتب عليه توريث من لا إرث له، فيتسبب في حرمان الحق أهله وإعطاء ه لمن لا يستحقه. (الجداول الإلكترونية:۹۳)

(۲) الحجب لغة: المنع والحرمان قال تعالىٰ (كلا إنهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون أي انهم ممنوعون) ويقال للبواب (حاجب). (المواريث للصابوني: ۸۱)

www.besturdubooks.net

اصطلاحاً: کسی وارث کا اس سے اولیٰ وارث کی موجودگی میں کل یا بعض سہام سے محروم ہونا۔(۱)

بحثِ ثالث: حجب کی اقسام مع تعریف:

حجب کی اولاً دو قسمیں ہیں:

حجب کی تقسیم اول: (۱) حجب بالوصف (۲) حجب بالشخص

حجب بالوصف: یہ حجب وارث کو بالکلیہ وراثت سے محروم کر دیتا ہے، اس وصف کی وجہ سے جو وارث کی ذات میں موجود ہو، جیسے قتل، کفر وغیرہ۔(۲)

حجب بالشخص: کسی وارث کا اپنے سے اولی وارث کی موجودگی میں محجوب ہو جانا۔(۳)

حجب کی تقسیم ثانی: حجب بالشخص کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حجب نقصان (۲) حجب حرمان

---

(۱) منع الوارث من الإرث كلا أو بعضا لوجود من هو أولى منه بالإرث.

(المواريث للصابوني: ص ۸۱)

(۲) وينقسم الحجب إلى قسمين: (أ) حجب بالوصف (ب) حجب بالشخص. فالأول هو حجب عن الميراث بالكلية لوجود وصف قائم بالوارث يمنعه عن الميراث ككونه قاتلا ومرتدا.

(المواريث للصابوني: ۸۱)

(۳) الثاني الحجب بالشخص و هو أن يوجد شخص أحق بالإرث من غيره فيحجبه عن الميراث.

(المواريث للصابوني: ۸۱)

www.besturdubooks.net

حجب نقصان: یہ حجب وارث کو اس کے فرضِ اعلی سے فرض ادنی کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ جیسے زوج کو اولاد کی موجودگی میں بجائے فرض اعلی (نصف) کے فرض ادنی (ربع) ملتا ہے۔(۱) **نوٹ:** حجب نقصان پانچ وارثوں پر طاری ہوتا ہے:

(الف) زوج: اولاد کی موجودگی میں بجائے نصف کے ربع کا مستحق ہوتا ہے۔

(ب) زوجہ: اولاد کی موجودگی میں بجائے ربع کے ثمن کی مستحق ہوتی ہے۔

(ج) ام: اولاد واخوہ کی موجودگی میں بجائے ثلث کے سدس کی مستحق ہوتی ہے۔

(د) بنت الابن: بنت صلبیہ کی موجودگی میں بجائے نصف کے سدس کی مستحق ہوتی ہے۔

(الف) مسئلہ: ۴

زوج	ابن
ربع	عصبہ
۱	۳

(ب) مسئلہ: ۸

زوجہ	بنت الابن
ثمن	عصبہ
۱	۷

(ج) مسئلہ: ۶

ام	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

(ج) مسئلہ: ۶

ام	۳/اخ
سدس	عصبہ
۱	۵

(د) مسئلہ: ۶

بنت	بنت الابن	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

---

(۱) حجب النقصان وهو نقل الوارث من فرضه الأعلى إلى فرضه الأدنى لوجود شخص آخر كالزوج. (الوجيز في الميراث: ۱۱۵)

www.besturdubooks.net

(ح) اخت علاتی: اخت عینی کی موجودگی میں اُختِ علاتی بجائے نصف کے سدس کی مستحق ہوتی ہے۔

(ح) مسئلہ: ٦

اخت (ع)	اخت (عل)	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

حجب حرمان: یہ حجب وارث کو اس کے اہلیتِ ارث رکھنے کے باوجود کل اِرث سے محجوب کر دیتا ہے جیسے دادا باپ کی وجہ سے، پوتا بیٹے کی وجہ سے۔(۱)

نوٹ: چھ وارثوں پر حجب حرمان طاری نہیں ہوتا ہے:

(۱) ابن صلبی (۲) بنت صلبیہ (۳) اَب (۴) اُم (۵) زوج (٦) زوجہ۔

مختصراً مذکر کو مؤنث پر غلبہ دے کر یہ کہہ سکتے ہیں: زوجان، اِبنان، ابوان۔(۲)

بحثِ رابع: وہذا مبنی علی اصلین:

جحب حرمان کا اصل اول: ذوالواسطہ واسطے کے ہوتے ہوئے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کی چند صورتیں ہیں، جس کو بطریق حصر اس طرح سمجھئے کہ واسطہ پورے مال کا

---

(۱) هو حجب عن كل الميراث مع قيام الأهلية للإرث كحجب الجد بالأب وحجب ابن الابن بالابن. (المواريث للصابوني: ص ۸۲)

(۲) هناك صنف من الورثة لايحجبون حجب حرمان أصلا لأنهم لابد لهم أن يرثوا وهم ستة أفراد لابن الصلبي والبنت الصلبية والأب والأم والزوج والزوجة....... وهناك عبارة أخصر يقولها الفرضيون وهي الابنان، الأبوان، الزوجان على التغليب في كل. (المواريث للصابوني: ص ۸۳)

www.besturdubooks.net

مستحق ہوگا یا نہیں، اگر واسطہ پورے مال کا مستحق ہے تو ذوالواسطہ محروم ہوگا، چاہے ذوالواسطہ اور واسطہ دونوں کا سبب ارث ایک ہو یا مختلف ہو، جیسے باپ اور دادا، کہ باپ پورے ترکہ کا مستحق ہے اور دونوں کی وراثت کا سبب بھی (ابوّت) ایک ہے؛ اسی طرح باپ اور بھائی، کہ باپ پورے ترکے کا مستحق ہے اور بھائی و باپ کے ارث کا سبب الگ الگ ہے کہ باپ کا سببِ اِرث اُبوت اور بھائی کا اخوت ہے، پھر بھی اَب اَخ کو محروم کرتا ہے۔

اور اگر واسطہ پورے مال کا مستحق نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں، دونوں کے ارث کا سبب ایک ہوگا یا الگ الگ، اگر ایک ہے تو بھی ذوالواسطہ محروم ہوگا جیسے ماں اور نانی، کہ ماں کل ترکہ کی مستحق نہیں، لیکن ماں اور نانی کے ارث کا سبب ایک ہے یعنی اموت (رشتۂ مادری) اسی لیے ماں (واسطہ) اُم الام (ذی واسطہ) کو محروم کر دیتی ہے۔ اور اگر دونوں کے ارث کا سبب مختلف ہو، تو ہر ایک کو اپنے اپنے سبب کے اعتبار سے وراثت ملے گی، ذوواسطہ ساقط نہیں ہوگا۔ جیسے ماں اور اولاد الام، کہ ماں کل ترکہ کی مستحق بھی نہیں اور دونوں کے ارث کا سبب بھی مختلف ہے، ماں کا سبب اموت اور اخیافی بھائی بہن کا سبب اخوت ہے۔ (۲)

---

(۲) الأصل أن الشخص المدلی به إن استحق جميع التركة لم يرث المدلی مع وجوده، سواء إتحدا في سبب الإرث كما في الأب والجد والابن وابنه، أو لم يتحدا كما في الأب والإخوة والأخوات، فإن المدلی به لما أحرز جميع المال لم يبق للمدلی شيء أصلا، وإن لم يستحق المدلی به الجميع، فإن اتحدا في السبب كان الأمر كذالک كما في الأم وأم الأم لأن المدلی به لما أخذ نصيبه بذالک السبب لم يبق للمدلی من النصيب الذي يستحق بذلک السبب شيء، وليس له نصيب آخر فصار محروما، وإن لم يتحدا في السبب كما في الأم وأولادها، فإن المدلی به حِ يأخذ نصيبه المستند إلی سببه، والمدلی يأخذ نصيبها آخر مستندا إلى سبب آخر فلاحرمان. (الشريفية: ص۴۸)

www.besturdubooks.net

اصلِ ثانی: الاقرب فالاقرب والے قاعدے کے اعتبار سے دور کا وارث قریب والے وارث کی موجودگی میں محروم ہوجاتا ہے، مثلاً ابن کی موجودگی میں ابن الابن محروم ہوتا ہے۔

بحثِ خامس: دو اہم سوال اور ان کے جوابات:

سوال اول: ”**لإنعدام أستحقاقها جميع التركة**“ عبارت پر بظاہر اعتراض اور اس کا جواب:

کتاب میں مصنفؒ نے ”**سوى أولاد الأم**“ کے بعد علت یہ بیان کی ہے کہ اولادِ اُم ماں کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہیں اس لیے انہیں محروم ہونا چاہیے؛ لیکن چوں کہ ماں کل ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی، اس وجہ سے اولادِ اُم محروم نہ ہوں گے۔ مصنفؒ نے اس علت کا ایک ہی جزء بیان فرمایا: ”**وذالک لإنعدام إستحقاقها جميع التركة**“ جس کی وجہ سے آگے اعتراض ہوگا کہ اگر یہی علت ہے کہ ماں جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہوئی اس لیے اولاد الام محروم نہیں ہوئے، تو ماں کی موجودگی میں نانی بھی محروم نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ یہاں بھی ماں جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہے، اس لیے اگر مصنفؒ آگے ایک جزء اور بڑھا کر یہ فرماتے: ”**لإنعدام استحقاقها جميع التركة وعدم إتحادهما في سبب الإرث**“ تو بہتر ہوتا، کیوں کہ محروم نہ ہونے کے لیے دونوں کا سبب ارث میں متحد نہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اب فرق ہوگیا کہ اُم کی وجہ سے ام الام سببِ ارث (اُموت) کے اتحاد کی وجہ سے ساقط ہورہی ہے، اور ام اور اولاد الام میں

www.besturdubooks.net

ام کے کل مال کے مستحق نہ ہونے کے ساتھ سببِ ارث مختلف ہے، ام اموت میں سے اور اولا دالام اخوت میں سے ہیں، اس لیے ام کی وجہ سے اولا دالام محروم نہیں ہوئے۔(۱)

سوالِ ثانی: جب حرمان کے معنی ہیں ''بالکل محروم ہونا'' تو جو ورثاء قطعاً محروم نہیں ہوتے ان کو حجب حرمان کے تحت (**فریق لا یحجبون بحال البتة وهم ستة**) لانا اور اس کی ایک قسم ٹھہرانا کس طرح درست ہوگا؟

جواب: حکم دو طرح کا ہوتا ہے، ایجابی اور سلبی، یہاں حجب حرمان میں حجب ایک حکم ہے جس کا تعلق بعض ورثاء سے ایجابی ہے، تو وہ محجوب ہوتے ہیں اور بعض سے سلبی تو وہ محجوب نہیں ہوتے، ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر محجوب نہ ہونے والے ورثاء کو بھی ذکر کر دیا۔(۲)

بحثِ سادس: محروم ومحجوب میں اصطلاحی فرق:

محروم وہ ہے جس میں مانع ارث خود اس وارث کی ذات ہی میں موجود ہو، جو استحقاقِ ارث کی اہلیت کو ختم کر دے، جیسے کفر، قتل وغیرہ۔

---

(۱) فإن قيل فينبغي على هذا أن يرث الجدة أم الأم مع الأم، لأن الأم لاتستحق جميع التركة قيل إن الأم حاجبة للجدة بالإجماع لإتحاد سبب الإرث بينهما. أقول فكان الواجب على المصنفؒ أن يقول لإنعدام استحقاقها جميع التركة وعدم اتحادهما في سبب الإرث.

(حاشيه شريفية: الرقم:۵/ص۴۸)

(۲) والحاصل أن الحكم يتعلق بالشيء نفيا وإثباتا، فيكون نفيه وإثباته من أحكامه، فالحكم ههنا، الحجب الذي تعلق ببعض الورثة بالنفي وببعضها بالإثبات فيكون كل من نفى الحجب وإثباته من جملة أحكامه. (حاشيه شريفيه: الرقم: ١/ ص۴۸)

www.besturdubooks.net

اور محجوب وہ ہے جس کی ذات میں تو استحقاق ارث کی اہلیت ہوتی ہے، مگر دوسرے وارث کی وجہ سے وہ محجوب ہو جاتا ہے، یعنی مانع ارث اس کی ذات میں نہیں ہوتا، جیسے باپ کی موجودگی میں دادا وغیرہ۔

بحثِ سابع: قاعدۂ محروم: والمحروم لایحجب عندنا.

اگر ورثاء میں کوئی وارث محروم (جس میں مانعِ اِرث کا سبب موجود) ہو، تو اس کی وجہ سے کسی دوسرے وارث پر حجب نقصان یا حجب حرمان واقع ہوگا یا نہیں، اس سلسلے میں۔ ہمارے علمائے احناف کے نزدیک کسی قسم کا بھی حجب نہیں کرے گا اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے نزدیک محروم حجبِ نقصان تو واقع کر سکتا ہے؛ البتہ حجب حرمان نہیں کرے گا۔

مسئلہ:۴ (عندالاحناف)

زوجہ	عم	ابن کافر
ربع	عصبہ	محروم
۱	۳	

مسئلہ:۸ (عندابن مسعودؓ)

زوجہ	عم	ابن کافر
ثمن	عصبہ	محروم
۱	۷	

وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں ہمارے نزدیک زوجہ کو ربع ملے گا اور باقی حصہ عم کو عصبہ ہونے کی وجہ سے اور ابن کافر ہونے کی وجہ سے محروم ہوگا، اور نہ تو بیوی پر حجب نقصان طاری کرے گا اور نہ ہی عم پر حرمان۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے نزدیک ابن کافر زوجہ پر حجب نقصان طاری کرے گا، اس لیے زوجہ کو ثمن ملے گا، البتہ محروم حجب حرمان کا سبب نہ ہونے کی وجہ سے عم کو محروم نہیں کرے گا۔

www.besturdubooks.net

دلائلِ فریقین:

ابن مسعودؓ کی دلیل: محروم کا حجب نقصان کا سبب بننا اس وجہ سے ہے کہ نصِ قرآن میں ولد اور اخوۃ کو مطلق حاجب قرار دیا گیا ہے، خواہ وہ وارث ہوں یا محروم، ثمن کے سلسلہ میں فرمایا: **"فإن كان لكم ولد فلهن الثمن"**، ربع کے سلسلے میں فرمایا: **"فإن كان لهن ولد فلكم الربع"** سدس کے سلسلے میں فرمایا: **"فإن كان له إخوة فلأمه السدس"**؛ ان آیات میں ولد اور اخوۃ عام ہے کہ وہ مستحق ہوں یا محروم، لہٰذا اگر ولد مستحق کو حاجب قرار دیں اور ولد محروم کو حاجب نہ مانیں تو نص پر زیادتی ہوگی اس لیے محروم بھی حجب نقصان کا سبب ہوگا۔

اور محروم کے حجب حرمان کا سبب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر محروم کی وجہ سے دوسرے وارث کو بھی محروم کر دیا جائے تو ایسی صورت میں وارث کے ہوتے ہوئے اجنبی کو ترکہ دینا لازم آئے گا، مثلاً: اگر میت کے ورثہ میں اب اور اَب الاب ہوں، حال یہ ہے کہ اَب کافر ہے، وہ کفر کی وجہ سے محروم ہوگا، اگر اس کی وجہ سے اب الاب کو بھی محروم کر دیا جائے، اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا وارث موجود نہ ہو تو لامحالہ ترکہ کو بیت المال وغیرہ میں داخل کرنا پڑے گا؛ حالاں کہ وارث (اب الاب) موجود ہے، اس لیے محروم حجب حرمان کا سبب نہیں ہوگا۔(۱)

---

(۱) وعند ابن مسعود – رضي الله عنه – يحجب المحروم حجب النقصان لا حجب الحرمان، ودليله على ذلك أن هذا الحجب ثبت بالنص باسم الولد والأخ وهذا الاسم يتناول المسلم و الكافر والحر والعبد والقاتل وغيره فالتقييد بكون الولد والأخ وارثا زيادة على النص وهي =

www.besturdubooks.net

احناف کے دلائل:

دلیلِ نقلی: عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي اِمْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تَرَكَتْ زَوْجَهَا مُسْلِمًا وَإِخْوَتَهَا لِأُمِّهَا مُسْلِمِينَ وَلَهَا ابْنٌ نَصْرَانِيٌّ أَوْ يَهُودِيٌّ أَوْ كَافِرٌ فَلِزَوْجِهَا النِّصْفُ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ وَلِإِخْوَتِهَا لِأُمِّهَا الثُّلُثُ سَهْمَانِ وَمَا بَقِيَ فَلِذِي الْعَصَبَةِ فِي قَوْلِ عَلِيٍّ وَزَيْدٍ وَلَا يَرِثُ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ مُسْلِمًا.(۱)

مفہوم حدیث وطریقۂ استدلال:

مذکورہ روایت میں بیان کیا گیا ہے، ایک مسلمان عورت نے اپنا وارث ایک مسلمان شوہر اور دو مسلمان اخیافی بھائی اور ایک ابن کافر کو چھوڑا، تو حضرت علیؓ اور حضرت زید ابن ثابتؓ نے شوہر کے لیے نصف حصہ اور اخیافی بھائیوں کے لیے ثلث حصہ دینے کا فیصلہ کیا اور جو باقی ہو وہ عصبہ کے لیے، ابن کافر نہ شوہر کے لیے حجب نقصان کا سبب ہوا اور نہ اخیافی بھائیوں کے لیے حجب حرمان کا سبب ہوا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶/ر ۵

ابن کافر	۲/اخ لام	زوج
م	ثلث	نصف
	۲	۳

دلیلِ عقلی: محروم ایسے وصف کی وجہ سے وارث نہیں ہوتا جو اس کی ذات میں ہے، اس کی وجہ سے وہ میراث لینے کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتا، اس لیے استحقاقِ میراث

= نسخ فلايثبت إلا بما ثبت به النسخ وأما حجب الحرمان فهو باعتبار تقديم الأقرب على الأبعد وإنما يتصور ذلک إذا كان الأقرب مستحقا بخلاف النقصان. (الشريفية: ص ۴۹)

(۱) المصنف لابن أبی شيبة: ۲۵۵/۱۶، کتاب الفرائض: الرقم: ۳۱۸۳۶

www.besturdubooks.net

میں میت کے مانند قرار دیا گیا، گویا کہ وہ حیات ہی نہیں ہے، لہٰذا حجب میں بھی وہ اہلیت اِرث کے فوت ہوجانے کی وجہ سے بمنزلۂ عدم کے ہوگا، اس لیے وہ کسی بھی قسم کا حجب طاری نہیں کرے گا۔(۱)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی دلیل کا جواب:

آیاتِ میراث میں لفظ ولد اور اخوۃ مجمل ہے، ان کے وارث ہونے یا نہ ہونے کی کوئی صراحت نہیں ہے؛ اور آیات میراث میں ان سے وہ ولد اور اخوۃ مراد ہیں، جو وارث ہوں محروم نہ ہوں، کیوں کہ آیتِ میراث میں استحقاقِ ارث کا بیان ہے، اور محروم تو استحقاقِ ارث میں عدم کے مانند ہے، اس لیے وہ ان آیات کے تحت داخل نہیں ہوگا۔(۲)

بحثِ ثامن: قاعدۂ محجوب بالاتفاق:

محجوب بالاتفاق دوسرے کے لیے حاجبِ نقصان وحرمان دونوں کا سبب بنتا ہے۔

حجب نقصان کی مثال:

مسئلہ:٦

أب	أم	۲/اخ
عصبہ	سدس	م
۵	۱	

وضاحت: دونوں اَخ، اَب کی وجہ سے محروم بمعنی محجوب ہیں؛ مگر ان کی وجہ سے اُم کو بجائے ثلث کے سدس حصہ ملا، وہ اُم کے لیے حجب نقصان کا سبب بنے۔

---

(۱) وأما عندنا فلأن المحروم إنما جعلنا ہ بمنزلة المعدوم لأنه ليس بأهل الميراث من كل وجه. (الشريفية: ۵۰) (۲) ولنا أن الإسم وإن كان أعم لكن ذكره في آية المواريث يدل على أن =

www.besturdubooks.net

نوٹ: مثالِ مذکور میں اَخ خواہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی؛ نیز اَخ کی جگہ اگر اَخوات ہوں تب بھی یہی حکم ہوگا؛ مگر شرط یہ ہے کہ کم از کم دو ہوں۔

حجب حرمان کی مثال: مسئلہ:۱

م

اَب	اُم الاب	اُم اُم الام
عصبہ	محروم لوجود الاب	محروم لوجود ام الاب

وضاحت: اُم الاب تو اَب کی وجہ سے محروم بمعنی مجوب ہے اور اُم اُم الام کے لیے اُم الاب حاجب ہوگی، اُم الاب اگر چہ خود محروم (مجوب) ہے؛ مگر وہ اُم اُم الام کے لیے حاجبِ حرمان کا سبب بنی۔

سوال: مجوب دونوں حجب (حجب نقصان و حجب حرمان) کا سبب کیوں ہوتا ہے؟

جواب: مجوب چوں کہ کسی ذاتی وصف کی وجہ سے بالکلیہ میراث لینے سے محروم نہیں ہوتا، بلکہ دوسرے وارث کے موجود ہونے کی وجہ سے محروم ہوتا ہے، اگر وہ نہ ہوتو مستحق ہوتا ہے، لہٰذا مجوب محروم کی طرح میت کے مانند نہیں ہوتا ہے، اس لیے وہ دونوں قسم کے حجب کا سبب بنتا ہے۔(۱)

= المراد الوارث فإن من لا يصلح للميراث أصلا كالكافر مثلا جعل في حق استحقاق الإرث كالميت فكذا يجعل في حق الحجب بمنزلته أيضا لفوات الأهلية. (الشريفية: ص ٥٠)

(۱) بخلاف الإخوة مع الأب فإنهم يحجبون الأم ولايجعلون كالموتى وإن كانوا لايرثون معه لأن أهلية الإرث ثابتة لهم وإنما لم يرثوا في هذه الحالة لفقدان الشرط هو عدم الأب. (الشريفية: ص ٥٠)

www.besturdubooks.net

بحثِ تاسع: حجب سے متعلق تین اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: وھذا مبنی علی اصلین کے ذریعہ ایک وہم کا ازالہ:

وہذا مبنی علی اصلین، مصنفؒ نے حجبِ حرمان کے سلسلے میں ایک وہم کے ازالہ کے لیے دو اصول ذکر کیا ہے: (۱) واسطہ ذوالواسطہ کو محروم کر دیتا ہے۔ (۲) الاقرب فالاقرب (اقرب ابعد کو محروم کر دیتا ہے)۔ جس کی تفصیل مندرجۂ ذیل ہے:

اگر مصنفؒ صرف اصل اول پر اکتفا کرتے تو ایک وہم پیدا ہوتا۔ مثلاً: زید کے وارثین میں ایک ابن (فہد) اور ابن الابن (قاسم) ہے، پوتے قاسم کا باپ مر چکا ہے، اب زید کا انتقال ہوتا ہے، تو اصل اول کے رؤ سے ابن (فہد) کے ساتھ ابن الابن (قاسم) بھی وارث ہوگا، کیوں کہ ابن (فہد) قاسم (ابن الابن) کے لیے واسطہ نہیں ہے، اس کا واسطہ باپ تو مر چکا ہے، لیکن اصل ثانی الاقرب فالاقرب نے اس وہم کو دور کر دیا کہ گرچہ ابن (فہد) ابن الابن (قاسم) کے لیے واسطہ نہیں ہے، پھر بھی ابن الابن (قاسم) ابعد ہونے کی وجہ سے محروم ہوگا۔ اگر صرف اصلِ ثانی الاقرب فالاقرب پر اکتفا کرتے تو ایک وہم پیدا ہوتا ہے۔ اُم الام (نانی) اَب کے ساتھ وارث نہ ہو، کیوں کہ اَب اقرب ہے اور اُم الام ابعد ہے، لیکن اصل ثانی نے اس وہم کو دور کر دیا کہ گرچہ اُم الام ابعد ہے، پھر بھی وارث ہوگی، کیوں کہ اَب اقرب اس کے لیے واسطہ نہیں ہے۔ (۱)

---

(۱) وإنما لم يكتف المصنف بالأصل الأول، لئلا يتوهم أن ولد الابن ذكرا كان أو أنثى يرث مع الابن الذي ليس بأبيه، فإنه لايدلى به، ولا بالأصل الثاني، لئلا يتوهم أن أم الأم لاترث مع الأب.

(الشريفية: ص ۴۹)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثانیہ: حجب حرمان کے دونوں اصول پر ایک اشکال اور اس کا جواب:

فقہا فرماتے ہیں کہ یہاں ایک اشکال ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر اصلِ ثانی الاقرب فالاقرب کو اپنے ظاہر پر جاری کیا جائے کہ اقرب مطلقاً ابعد کے لیے حاجب ہے، خواہ اقرب ابعد کے لیے واسطہ ہو یا نہ ہو، تو اُم الام کا اَب کی وجہ سے، بنت الابن کا بنت کی وجہ سے ساقط ہونا لازم آئے گا۔

اور اگر مقید رکھا جائے کہ ابعد اگر مدلی بالاقرب (اقرب کے واسطے سے میت سے منسوب ہونا) ہو تو محجوب ہوگا ورنہ نہیں۔ تو پھر اِن کو دو اصل بنانا بلا معنی ہے؛ کیوں کہ اصلِ ثانی الاقرب فالاقرب بعینہٖ اصل اول (ذوالواسطہ واسطہ کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے) ہے، اور وہم اول بھی علی حالہ برقرار رہے گا کہ پوتا میت کے اس ابن کے ساتھ وارث ہوگا جو اس کا باپ نہیں ہے، اس ابن کے پوتے کے لیے واسطہ نہ ہونے کی وجہ سے۔(۱)

جواب: مصنفؒ نے اصلِ ثانی الاقرب فالاقرب کا ذکر اس فریق کے لیے کیا ہے جو کبھی وارث ہوتے ہیں اور کبھی محروم ہوتے ہیں، اور اس فریق میں عصبات وغیر عصبات دونوں قسم کے وارثین ہیں، اور یہ اصلِ ثانی بھی عصبہ وغیر عصبہ دونوں میں جاری ہوتا ہے؛ پس معلوم ہوا کہ مصنفؒ نے اصل ثانی کے ساتھ عصبات کو "**کما ذکرنا فی العصبات**" کہہ کر جو بیان کیا ہے، یہ برسبیل تمثیل ہے نہ کہ تخصیص۔

---

(۱) وفيه نظر لأن الأصل الثاني أن أُجري هٰهنا على ظاهره، و هو أن الأقرب في الدرجة مطلقًا، يحجب الأبعد، لزم منه حجب أم الأم بالأب، وإن قيّد بأن يكون الأبعد مدليًا بالأقرب، كان الأصل الثاني بعينه الأصل الأول، فلا معنى لجعلهما أصلين، و كان الوهم الأول لازمًا، و هو أن أولاد الابن يرثون مع الابن الذي ليس أباهم. (الشريفية: ص ۴۹)

www.besturdubooks.net

اَب اس فریق کے وہ وارثین جو عصبات سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر یہ اصول الاقرب فالاقرب مطلقاً جاری ہوگا، خواہ اقرب' ابعد کے مابین اتحادِ سبب ہو یا نہ ہو، اقرب' ابعد کے لیے واسطہ ہو یا نہ ہو۔ مثلاً:

(۱) اقرب وابعد کے مابین اتحادِ سبب کی مثال: مسئلہ:۱

م

اب	ام الاب
۱	م

(۲) اقرب وابعد کے مابین اختلافِ سبب کی مثال: مسئلہ:۱

م

اَب	ابن الاخ
۱	م

(۳) اقرب وابعد کے مابین واسطہ کی مثال: مسئلہ:۱

م

اخ	ابن الاخ
۱	م

(۴) اقرب وابعد کے مابین عدمِ واسطہ کی مثال: مسئلہ:۱

م

ابن	ابن ابنٍ آخرَ
۱	م

اوراس فریق کے وہ وارثین جو غیر عصبات سے تعلق رکھتے ہیں ان پر یہ اصول الاقرب فالاقرب مطلقا جاری نہیں ہوگا، بل کہ اس وقت جاری ہوگا جب اقرب ابعد کے

www.besturdubooks.net

لیے واسطہ بھی ہو۔ جیسے اُب اورأم الأب گر چہ اتحاد سبب نہیں ہے لیکن اب ام الاب کے لیے واسطہ ہے۔اس لیے ام الاب، اب کی وجہ سے ساقط ہوتی ہے؛ پس اصل ثانی کا ذکر مصنفؒ نے اس فریق کے دونوں قسم کے وارثین کی رعایت کرتے ہوئے کیا ہے؛ لہٰذا (الاقرب فالاقرب) اصل ثانی کو معنی اطلاق (اقرب ابعد کے لیے واسطہ ہو یا نہ ہو) پر محمول کرتے ہوئے (اقرب ابعد کے لیے واسطہ ہو یا نہ ہو) حکم حجب لگانا اورام الام کو اب کی وجہ سے محروم کرنا درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ ام الام کا تعلق غیر عصبات سے ہے، اور غیر عصبات میں اقرب ابعد کو اس وقت محروم کرتا ہے جب کہ وہ اقرب ابعد کے لیے واسطہ بھی ہو، جب کہ اَب، اُم الام کے لیے واسطہ نہیں ہے۔

اسی طرح (الاقرب فالاقرب) اصلِ ثانی کو تقیید (اقرب ابعد کے لیے واسطہ ہو) پر محمول کرتے ہوئے حکم حجب لگانا' اور ابن' ابن ابن آخر کی مثال پیش کر کے ابن کے ساتھ ابن ابنِ آخر کو بھی وارث بنانا، اس لیے کہ ابن' ابنِ ابنِ آخر کے لیے واسطہ نہیں ہے، درست نہیں ہے؛ کیوں کہ ابن اور ابن ابنِ آخر دونوں کا تعلق عصبات سے ہے، اور اصل ثانی عصبات میں مطلقا جاری ہوتا ہے خواہ اقرب ابعد کے لیے واسطہ ہو یا نہ ہو۔ پس جہاں اعتراض کی بنیاد اطلاق پر ہے، وہاں اصول تقیید کا ہے، اور جہاں اعتراض کی بنیاد تقیید پر ہے، وہاں اصول اطلاق کا ہے۔ اور اصل ثانی کو بعینہٖ اصل اول قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اصلِ ثانی اقرب فالاقرب اس فریق کے عصبات میں مطلقا جاری ہوتا ہے، خواہ اقرب ابعد کے لیے واسطہ ہو یا نہ ہو۔ تو جہاں اقرب ابعد کے لیے واسطہ نہیں ہوگا وہاں یہ اصل ثانی مستقل ہوگا۔ اور اس فریق کے غیر عصبات میں یہ قاعدہ واسطہ کی قید کے

www.besturdubooks.net

ساتھ جاری ہوتا ہے یعنی اقرب ابعد کے لیے اس وقت حاجب ہوگا جب کہ ابعد کے لیے یہ اقرب واسطہ بھی ہو۔ اس اعتبار سے اصل ثانی کے ساتھ اصل اول کی بھی ضرورت محسوس ہوئی اس لیے دو اصل بنانے کو بلا معنی کہنا درست نہیں ہے۔(۱) فلا اشکال علیہ، فتدبر!

فائدۂ ثالثہ: حجبِ حرمان کے طور پر محروم ہونے والے مذکر و مؤنث وارثین کی تعداد:

(الف) حجب حرمان کے طور پر محروم ہونے والے مذکر وارثین گیارہ ہیں:

(۱) جدِ صحیح: اب کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

(۲) اخ عینی: اصول مذکر (اب) فروع مذکر (ابن) کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

(۳) اخ علاتی: اصول مذکر و فروع مذکر اور اخ عینی کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

(۴) اولاد الام: اصول مذکر فروع مذکر کی وجہ سے محروم ہوتے ہیں۔

(۵) ابن الابن: ابن کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

(۶) ابن الاخ عینی: اصول مذکر و فروع مذکر اور اخ عینی و اخ علاتی کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

(۷) ابن الاخ علاتی: اصول مذکر فروع مذکر اور اخ عینی اور اخ علاتی، نیز ابن الاخ عینی کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

---

(۱) هذا الأصل الثاني ذكر الفريق الثاني الذي يرثون تارةً و يحرمون أخرى فتندرج فيهم العصبات وغيرهم فذكر العصبا ت على سبيل التمثيل دون التخصيص قو له كما ذكرنا في العصبات. بأنهم يرجحون بقرب الدرجة فالأقرب منهم يحجب الأبعد حجب حرمان سواء اتحدا في السبب أو لا، وهذا جار في غيرهم أيضا، لكن أذا كان هنا ک اتحاد السبب كما في الجدات مع الأم. (حا شيه سرا جی: رقم ۹، ۱۰ /ص۲۷)

www.besturdubooks.net

(۸) عم عینی: اصول مذکر فروع مذکر اور اخ عینی وعلاتی 'ابن الاخ عینی وعلاتی کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

(۹) عم علاتی: اصول مذکر فروع مذکر اور اخ عینی وعلاتی، ابن الاخ عینی وعلاتی اور عم عینی کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

(۱۰) ابن العم عینی: اصول مذکر فروع مذکر اور اخ عینی وعلاتی، ابن الاخ عینی وعلاتی، عم عینی اور عم علاتی کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

(۱۱) ابن العم علاتی: اصول مذکر فروع مذکر اور اخ عینی وعلاتی، ابن الاخ عینی وعلاتی، عم عینی وعلاتی اور ابن العم عینی کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

(ب) حجبِ حرمان کے طور پر محروم ہونے والی مؤنث وارثین پانچ ہیں:

(۱) جدۃ: (ام الام' ام الاب) ام کی وجہ سے محروم ہوتی ہیں۔

(۲) بنت الابن: ابن اور دو یا زائد بنات صلبیہ کی وجہ سے محروم ہوتی ہے۔

(۳) اخت عینی: اصول مذکر اور فروع مذکر کی وجہ سے محروم ہوتی ہے۔

(۴) اخت علاتی: اصول مذکر وفروع مذکر اور اخ عینی اور اخت عینی جو عصبہ مع الغیر ہو، کی وجہ سے محروم ہوتی ہے۔

(۵) اخت خیفی: اصول مذکر اور فروع مذکر کی وجہ سے محروم ہوتی ہے۔(۱)

---

(۱) المواریث للصابونی: ص۸۳،۸۴

www.besturdubooks.net

بحث سادس: باب حجب کا خلاصہ بصورت نقشہ:

www.besturdubooks.net
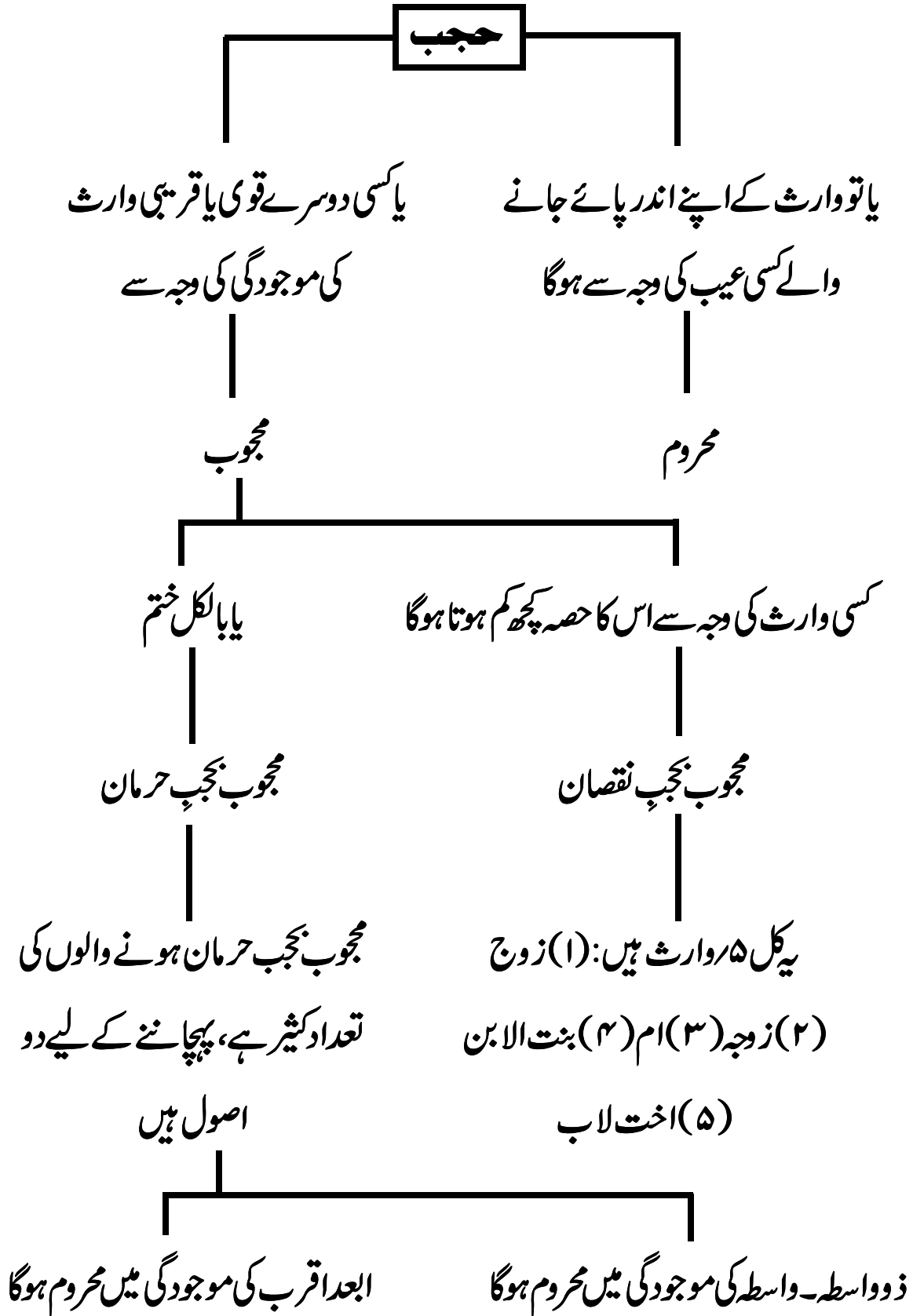
سراجی کا دوسرا جزء

مستحقینِ میراث کے مابین طریقۂ تقسیم کا بیان

اس کے تحت مباحثِ ثمانیہ بیان کئے جائیں گے:

☆ مخارج فروض کے قواعدِ خمسہ کا بیان

☆ عول کا بیان

☆ نِسبِ اربعہ اور حسابِ فرائض کا بیان

☆ تصحیح کا بیان

☆ ورثہ یا قرض خواہوں کے مابین طریقۂ تقسیم کا بیان

☆ رد کا بیان

☆ مقاسمۃ الجد کا بیان

☆ مناسخہ کا بیان

www.besturdubooks.net

مخارج الفروض کا بیان

اِعْلَمْ: أَنَّ الْفُرُوْضَ الْمَذْكُوْرَةَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى نَوْعَانِ: الْأَوَّلُ: النِّصْفُ وَالرُّبُعُ وَالثُّمُنُ، وَالثَّانِيُ: الثُّلُثَانِ وَالثُّلُثُ وَالسُّدُسُ، عَلَى التَّضْعِيْفِ وَالتَّنْصِيْفِ، فَإِذَا جَاءَ فِيْ الْمَسَائِلِ مِنْ هٰذِهِ الْفُرُوْضِ أُحَادُ أُحَادُ، فَمَخْرَجُ كُلِّ فَرْضٍ سَمِيُّهٗ، إِلَّا النِّصْفُ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ، كَالرُّبُعِ مِنْ أَرْبَعَةٍ، وَالثُّمُنُ مِنْ ثَمَانِيَةٍ، وَالثُّلُثُ مِنْ ثَلَاثَةٍ. وَإِذَا جَاءَ مَثْنٰى أَوْ ثُلٰثُ وَهُمَا مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ، فَكُلُّ عَدَدٍ يَكُوْنُ مَخْرَجًا لِجُزْءٍ، فَذَالِكَ الْعَدَدُ أَيْضًا يَكُوْنُ مَخْرَجًا لِضِعْفِ ذَالِكَ الْجُزْءِ، وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ، كَالسِّتَّةِ هِيَ مَخْرَجٌ لِلسُّدُسِ، وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ. وَإِذَا اخْتَلَطَ النِّصْفُ مِنَ الْأَوَّلِ بِكُلِّ الثَّانِيِّ أَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ سِتَّةٍ، وَإِذَا اخْتَلَطَ الرُّبُعُ بِكُلِّ الثَّانِيِّ أَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ اِثْنٰى عَشَرَ. وَإِذَا اخْتَلَطَ الثُّمُنُ بِكُلِّ الثَّانِيِّ أَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ.

ترجمہ: جان لو کہ وہ حصے جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں، وہ دو قسم پر ہیں۔ اول: نصف، ربع اور ثمن ہے، اور دوسری قسم: ثلث، ثلثان اور سدس ہے، تضعیف اور تنصیف کے اعتبار سے۔

www.besturdubooks.net

پس جب کہ مسائلِ فرائض میں ان چھ فرضوں میں سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرض کا مخرج اس کا ہم نام عدد ہوگا، سوائے نصف کے، کہ اس کا مخرج ''دو'' ہے، جیسے ربع چار سے (نکلے گا)، اور ثمن آٹھ سے، اور ثلث تین سے۔ اور جب کہ دو دو یا تین تین آجائیں، اور وہ ایک ہی نوع کے ہوں، تو ہر وہ عدد جو جزء کا مخرج ہوگا وہی عدد اس جزء کے دو گنے اور اس کے دو گنے کے دو گنے کا مخرج ہوگا۔ جیسے چھ، کہ یہ سدس کا مخرج ہے، اور اس کے دو گنے (ثلث) کا، اور اس کے دو گنے کے دو گنے (ثلثان) کا مخرج ہے۔ اور جب کہ نوعِ اول کا نصف نوعِ ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ ''۶'' سے بنے گا، اور جب ربع نوعِ ثانی کے کل یا بعض سے مل جائے تو مسئلہ ''۱۲'' سے بنے گا، اور جب ثمن نوعِ ثانی کے کل یا بعض سے مل جائے تو مسئلہ ''۲۴'' سے بنے گا۔

توضیح وتشریح: یہاں چھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) ماقبل سے ربط (۲) مخارج کے لغوی واصطلاحی معنی (۳) مخارج فروض کی تعداد (۴) اصول مخارج مع مثال (۵) مخارج الفروض سے متعلق سات اہم فائدے (۶) مخارج الفروض کا خلاصہ بشکل نقشہ

بحثِ اول: ماقبل سے ربط:

ماقبل کے ابواب میں ورثاء کے مختلف حالات اور ان کے وارث ہونے یا نہ ہونے کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا، اب یہاں سے عمل کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں، یعنی ایسے اصول وقواعد ذکر کئے جائیں گے، جن کے ذریعہ ترکہ کی تقسیم وتخریج کا

www.besturdubooks.net

طریقہ معلوم ہوگا۔(۱)

بحثِ ثانی: مخارج کے لغوی واصطلاحی معنی:

لغتاً مخارج، مخرج کی جمع ہے بمعنی نکلنے کی جگہ۔ مخارج الفروض کے معنی ہیں حصوں کے نکلنے کی جگہیں۔

اصطلاحاً: فرائض کی اصطلاح میں مخارج ان تعداد کو کہتے ہیں جن سے تمام ورثاء کے متعینہ حصے نکلتے ہیں، مخرج کو ''مسئلہ'' بھی کہتے ہیں۔

بحثِ ثالث: مخارج فروض کی تعداد:

کل مخارج سات ہیں: ۲، ۳، ۴، ۶، ۸، ۱۲، ۲۴۔

اور فروض چھ ہیں: جن کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

نوع اول: نصف، ربع، ثمن۔ نوع ثانی: ثلثان، ثلث، سدس، تضعیف وتنصیف کے طور پر، جن کا بیان باب معرفۃ الفروض میں گذر چکا۔

بحثِ رابع: اصول مخارج مع مثال: کل اصولِ مخارج پانچ ہیں:

اصول اول: اگر مسائل میں قرآن پاک میں ذکر کردہ حصوں میں سے کوئی ایک حصہ آئے تو مسئلہ اسی حصہ کے ہمنام عدد سے بنے گا؛ مگر نصف آئے تو مسئلہ دو سے بنے گا۔

نوٹ: ربع، أربعة سے نکلا ہے، اس لیے ربع کا ہم نام عدد چار ہے، اسی طرح ثمن کا

---

(۱) لما فرغ من بيان العصبات والفروض وأصحابها، شرع في أصول يحتاج إليها في قسمة التركات. (حاشیہ شریفیہ: رقم: ۹/ص ۵۰)

www.besturdubooks.net

ہم نام عدد آٹھ، اور ثلث وثلثان کا تین، اور سدس کا چھ۔ نصف چوں کہ کسی عدد سے نہیں نکلا اس لیے نصف کے لیے دو کا عدد فرض کیا گیا ہے۔ مثالیں:

مسئلہ:۲

زوج	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

مسئلہ:۴

زوجہ	عم
ربع	عصبہ
۱	۳

مسئلہ:۳

۲/اخت عینی	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

مسئلہ:۶

اُم	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

مسئلہ:۸

زوجہ	ابن الابن
ثمن	عصبہ
۱	۷

وضاحت: مذکورہ بالا ساری مثالوں میں فروضِ مقدرہ میں سے صرف ایک ہی فرض موجود ہے اس لیے اسی فرض کے ہم نام عدد سے مسئلہ بنایا گیا ہے۔ مصنفؒ نے اسی اصلِ اول کو **"فإذا جاء في المسائل من هذه الفروض أحاد أحاد فمخرج كل فرض"** میں بیان کیا ہے۔

سوال: جب اُحاد کے معنی ایک ایک مکرر ہیں، تو ایک ہی مرتبہ لانا کافی تھا، کیوں کہ اُحاد، ثلاث کی طرح واحدة واحدة سے معدول ہے، پھر بھی مصنفؒ نے اُحاد کو مکرر کیوں لائے ہیں؟

www.besturdubooks.net

جواب: حدیث پاک "صـــلاة الليل مثنى مثنى" کی متابعت میں لائے ہیں، یعنی حدیث میں مثنیٰ بھی معدول ہے، پھر بھی حدیث میں مکرر آیا ہے، اسی طرح مصنفؒ نے حدیث کے اسلوب کی پیروی کرتے ہوئے یہاں اُحاد کو مکرر لائے ہیں۔(۱)

اصلِ ثانی:

اگر کسی مسئلہ میں ایک ہی لائن کے متعدد فروض جمع ہو جائیں تو سب سے چھوٹے فرض کے ہم نام عدد سے مسئلہ بنے گا، اور اسی عدد سے تمام ورثہ کے حصے دیئے جائیں گے۔ مثالیں:

مسئلہ:۴ (نصف اور ربع کی مثال)

زوج	بنت الابن	عم
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

مسئلہ:۸ (نصف اور ثمن کی مثال)

زوجہ	بنت	عم
ثمن	نصف	عصبہ
۱	۴	۳

نوٹ: نوعِ اول (پہلی لائن) کے تینوں فروض نصف، ربع، ثمن ایک ساتھ کسی مسئلہ میں جمع نہیں ہو سکتے ہیں، اس کی وجہ آگے فوائد میں آ رہی ہے۔

(۱) كان يكفيه أن يقول أحاد مرة واحدة، لأن معناه مكرر، لكنه نظر إلى جانب اللفظ، فكرّره نظيره ما ورد في الحديث صلاة الليل مثنى مثنى. (الشريفية: ۵۱)

www.besturdubooks.net

مسئلہ: ۳ (ثلث اور ثلثان کی مثال)

۴/اخ لام	۳/اخت لام وام
ثلث	ثلثان
۱	۲

مسئلہ: ۶ (ثلث اور سدس کی مثال)

۵/اخت لام	ام	عم
ثلث	سدس	عصبہ
۲	۱	۳

مسئلہ: ۶/ ع ۷ (ثلثان اور ثلث وسدس تینوں کی مثال)

ام	۲/اخت لاب وام	۲/اولا دالام
سدس	ثلثان	ثلث
۱	۴	۲

وضاحت:

مذکورہ بالا مثالوں میں ایک ہی لائن کے متعدد فروض جمع ہوگئے ہیں، اس لیے مسئلہ ان میں سے چھوٹے فرض کے ہم نام عدد سے بنایا گیا ہے، اسی کو مصنفؒ نے ''**وإذا جاء مثنى أو ثلاث و هما من نوع واحد فكل عدد يكون مخرجا لجزء**'' میں بیان کیا ہے۔

اصلِ ثالث:

اگر پہلی لائن کا نصف دوسری لائن کے کل یا بعض فروض کے ساتھ جمع ہو جائے تو مسئلہ ''۶'' سے بنے گا۔ مثالیں:

www.besturdubooks.net

مسئلہ:٦/ ع ٧ (نصف اور ثلثان کی مثال)

زوج	۵/اخت لاب وام
نصف	ثلثان
۳	۴

مسئلہ:٦ (نصف اور ثلث کی مثال)

زوج	۵/اخ لام	عم
نصف	ثلث	عصبہ
۳	۲	۱

مسئلہ:٦ (نصف اور سدس کی مثال)

اُم	بنت	عم
سدس	نصف	عصبہ
۱	۳	۲

مسئلہ:٦/ ع ١٠ (نصف، سدس، ثلثان اور ثلث کی مثال)

زوج	اُم	۵/اُخت لاب	۲/اَخ لام
نصف	سدس	ثلثان	ثلث
۳	۱	۴	۲

مسئلہ:٦/ ع ٨ (نصف، ثلثان اور سدس کی مثال)

زوج	۵/اُخت لاب واُم	اُم
نصف	ثلثان	سدس
۳	۴	۱

وضاحت:

مذکورہ بالا مثالوں میں نصف جو پہلی لائن کا ہے، دوسری لائن کے کل یا بعض فروض کے ساتھ جمع ہو گیا، اسی لیے مسئلہ "٦" سے بنایا گیا ہے۔ اسی کو مصنفؒ نے "وإذا اختلط النصف من الأول بكل الثاني أو ببعضه فهو من ستة" عبارت میں بیان کیا ہے۔

www.besturdubooks.net

اصلِ رابع:

اگر پہلی لائن کا ربع، دوسری لائن کے کل یا بعض فروض کے ساتھ جمع ہو جائے تو مسئلہ ''۱۲'' سے بنے گا۔ مثالیں:

مسئلہ:۱۲ (ربع اور ثلثان کی مثال)

زوجہ	۵/اُخت لاب واُم	عم
ربع	ثلثان	عصبہ
۳	۸	۱

مسئلہ:۱۲ (ربع اور ثلث کی مثال)

زوجہ	۵/اَخ اُم	عم
ربع	ثلث	عصبہ
۳	۴	۵

مسئلہ:۱۲ (ربع اور سدس کی مثال)

زوجہ	اَخ الام	عم
ربع	سدس	عصبہ
۳	۲	۷

مسئلہ:۱۲/ ع ۱۷ (ربع اور سدس ثلثان اور ثلث کی مثال)

زوجہ	اُم	۵/اُخت لاب وام	۲/اخت لام
ربع	سدس	ثلثان	ثلث
۳	۲	۸	۴

وضاحت:

مذکورہ بالا مثالوں میں ربع جو پہلی لائن کا ہے، دوسری لائن کے بعض یا کُل فروض کے ساتھ جمع ہو گیا ہے، اسی لیے ہر جگہ مسئلہ ''۱۲'' سے بنایا گیا ہے، اسی بات کو مصنفؒ نے ''وإذا اختلط الربع بكل الثاني أو ببعضه فهو من إثنى عشر'' عبارت میں بیان کیا ہے۔

www.besturdubooks.net

اصلِ خامس:

اگر کسی مسئلہ میں پہلی لائن کا ثمن دوسری لائن کے بعض یا کُل فروض کے ساتھ جمع ہو جائے تو مسئلہ "۲۴" سے بنے گا۔ مثالیں:

مسئلہ: ۲۴ (ثمن اور ثلثان کی مثال)

زوجہ	۲/بنت	عم
ثمن	ثلثان	عصبہ
۳	۱۶	۵

مسئلہ: ۲۴ (ثمن اور سدس کی مثال)

زوجہ	ام	ابن
ثمن	سدس	عصبہ
۳	۴	۱۷

مسئلہ: ۲۴ (ثمن اور ثلثان کی مثال)

زوجہ	۴/بنت الابن	ام	عم
ثمن	ثلثان	سدس	عصبہ
۳	۱۶	۴	۱

وضاحت:

مذکورہ بالا مثالوں میں ثمن جو پہلی لائن کا ہے، دوسری لائن کے بعض فروض کے ساتھ جمع ہو گیا، اس لیے مسئلہ "۲۴" سے بنایا گیا ہے، اسی کو مصنفؒ نے "**وَإِذَا اخْتَلَطَ الثُّمُنُ بِكُلِّ الثَّانِي أَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ**" عبارت میں بیان کیا ہے۔

سوال: مذکورہ مثالوں میں تو ثمن دوسری قسم کے کلِ فروض کے ساتھ جمع نہیں ہوا، پھر مصنفؒ نے "**بِكُلِّ الثَّانِي**" کیوں کہا؟

www.besturdubooks.net

جواب: نوعِ اول کا ثمن، نوعِ ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو جمع ہوسکتا ہے لیکن کل کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا، اسی لیے اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی گئی، پھر مصنفؒ نے ''بِكُلِّ الثَّانِي'' کیوں کہا؟ اس کی پوری تفصیل آگے فوائد میں آرہی ہے۔

بحثِ خامس: مخارجِ فروض سے متعلق سات اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: اختلاط نصف بکل الثاني أو ببعضه کی صورت میں مسئلہ ''۶'' سے بننے کی وجہ:

اگر پہلی لائن (نصف، ربع، ثمن) کا نصف دوسری لائن (ثلث، ثلثان، سدس) کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہوجائے تو مسئلہ ''۶'' سے ہی کیوں بنتا ہے؟

جواب: (۱) چوں کہ نصف کا مخرج ''۲'' ہے، ثلث اور ثلثان، دونوں کا مخرج ''۳'' ہے اور ''۲، ۳'' یہ دونوں عدد سدس کے مخرج ''۶'' میں داخل ہیں؛ پس معلوم ہوا کہ ''۶'' کے اندر ہر فرض کے سہام کو ادا کرنے کی صلاحیت موجود ہے، اسی لیے نصف کے نوعِ ثانی کے فرض کے ساتھ اختلاط کی ساری صورتوں میں مسئلہ ''۶'' سے بنتا ہے؛ نیز نصف اور ثلث و ثلثان کے مخرج یعنی ''۲'' اور ''۳'' کے مابین تباین کی نسبت ہے؛ پس جب ایک کو دوسرے میں ضرب دیں گے تو حاصلِ ضرب ''۶'' نکلے گا، اس لیے بھی مسئلہ ''۶'' سے بنتا ہے۔ (۱)

---

(۱) قوله من ستة: يعني أن مخرج الفروض في هذه الإختلاطات كلها هو الستة، وذالک لأن مخرج النصف اثنان، و مخرج الثلث والثلثان ثلاثة، و كلاهما داخلان في الستة، فهي مخرج النصف المختلط بفروض النوع الثاني على جميع الوجوه المذكورة. و أيضا بين مخرجي النصف والثلث مباينة، فإذا ضرب أحدهما في الأخر حصلت ستة فهي مخرج لهما. (الشريفية: ص ۵۳)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثانیہ: اختلاط ربع بکل الثاني أو ببعضه کی صورت میں مسئلہ ''۱۲'' سے بننے کی وجہ:

اگر پہلی لائن کا ربع دوسری لائن کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہو جائے تو مسئلہ ''۱۲'' سے ہی کیوں بنتا ہے؟

جواب: کیوں کہ نوعِ ثانی کے فروض میں سب سے چھوٹا فرض سدس (۶) ہے، جس میں ثلث (۲) وثلثان (۴) داخل ہیں، پس نوعِ ثانی کے تمام فروض کے لیے سدس (۶) کو مخرج تسلیم کرلیا گیا ہے؛ کیوں کہ سدس (۶) ثلث (۲) اور ثلثان (۴) ان تمام اعداد میں تداخل کی نسبت ہے، اور ضابطہ ہے کہ اعداد متداخلہ میں اکثر الاعداد (بڑا عدد) کو لیا جاتا ہے، اور ان تینوں میں اکثر العدد ''۶'' ہے۔

پھر نوعِ اول ربع کا مخرج ہم نے ''۴'' لیا، اور چار، چھ کے مابین توافق بالنصف ہے، پس ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دینے سے حاصل ضرب ''۱۲'' نکلا، اس لیے مسئلہ ''۱۲'' سے بنایا گیا۔ مثلاً ''۶'' کا وفق ''۳'' ہے، اس کو ربع کے کلِ مخرج ''۴'' میں ضرب دینے سے یا ''۴'' کے وفق ''۲'' کو سدس کے مخرج ''۶'' میں ضرب دینے سے حاصلِ ضرب ''۱۲'' نکلتا ہے؛ نیز ثلث وثلثان کا مخرج ''۳'' اور ربع کے مخرج ''۴'' کے مابین تباین ہے، اور ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دینے سے بھی حاصلِ ضرب ''۱۲'' نکلتا ہے، اس لیے بھی مسئلہ ''۱۲'' بنایا گیا۔(۱)

---

(۱) وذالک لأن مخرج أقل جزء من النوع الثاني هو الستة، وقد دخل فيها مخرج الثلث والثلثان فاكتفينا بها مخرجا للكل، لأن الضابطة في المتداخلين أخذ الأكثر. ثم أخذنا مخرج الربع وهو=

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثالثہ: إختلاطِ ثمن بکل الثاني أو ببعضہ کی صورت میں مسئلہ ''۲۴'' سے بننے کی وجہ:

اگر پہلی لائن کا ثمن دوسری لائن کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہوجائے تو مسئلہ ''۲۴'' سے ہی کیوں بنایا جاتا ہے۔

جواب: جیسا کہ بیان کیا گیا کہ نوعِ ثانی کے فروض میں سب سے چھوٹا فرض سدس (٦) ہے، جس میں ثلث (۲)، ثلثان (۴) بھی داخل ہیں، اور اُن کے سہام کو ادا کرنے کی صلاحیت ''٦'' میں موجود ہے، اسی لیے سدس کے عدد (٦) کو مخرج تسلیم کرلیا گیا۔ پس ہم نے سدس کے مخرج ''٦'' اور ثمن کے مخرج ''۸'' میں غور کیا تو دونوں کے مابین توافق بالنصف کی نسبت کا علم ہوا، لہٰذا ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دینے سے ''۲۴'' کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ''٦'' کا وفق ''۳'' ہے، اس کو ثمن کے کل مخرج ''۸'' میں ضرب دینے سے یا ''۸'' کے وفق ''۴'' کو سدس کے مخرج ''٦'' میں ضرب دینے حاصلِ ضرب ''۲۴'' نکلتا ہے۔

نیز ثلث اور ثلثان کے مخرج ''۳'' اور ثمن کے مخرج ''۸'' کے مابین نسبتِ تباین ہے، پس ہم نے ہر ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا تو بھی حاصل ضرب ''۲۴''

= الأربعة، فوجدنا بينها و بين الستة موافقة بالنصف، فضربنا نصف أحدهما من كل الأخرى فصار اثنى عشر، وأيضا مخرج الثلث والثلثان ثلاثة، وهي مباينة للأربعة، فضربنا الكل، فحصل أيضا اثنا عشر، فهو مخرج هذه الفروض المختلطة، ومنه تخرج مسائلها المذكورة.

(الشريفية مع حاشية: ص۵۳)

www.besturdubooks.net

ہی نکلا، اسی لیے بھی مسئلہ ''۲۴'' سے بنا۔(۱)

فائدۂ رابعہ: إختلاط نصف یا ربع مع الثلث الباقي کے صورت میں مسئلہ کس عدد سے بنے گا:

اگر پہلی لائن کا نصف دوسری لائن کے ثلثِ باقی کے ساتھ آجائے تو مسئلہ لفظ و معنی دونوں اعتبار سے ''٦'' سے ہی بنے گا۔ لفظ کے اعتبار سے اس لیے کہ لفظ نصف کا اجتماع دوسری لائن کے ثلثِ باقی کے ساتھ پایا گیا اور قاعدہ ہے: **''إذا اختلط النصف من الأول بكل الثاني أو ببعضه فهو من ستة''**۔

معنی کے اعتبار سے: اس لیے کہ زوج کو اس کا حصہ دینے کے بعد جو باقی بچا اس کا ثلث فی الحقیقت سدس ہوتا ہے، تو گویا مسئلہ میں دو سدس جمع ہوگئے، اس لیے مسئلہ ''٦'' سے بنا۔ مثلاً:

مسئلہ: ٦ (باقی ۳)

زوج	اَب	اُم
نصف	عصبہ	ثلث الباقی
۳	۲	۱

وضاحت: اس مثال میں زوج کو نصف دینے کے بعد باقی تین ہے، اور اس کا ثلث اُم کو جو ایک ملا وہ دراصل اصلِ مسئلہ ''٦'' کا سدس ایک ہے۔

---

(۱) وبيان ذالک أن مخرج أقل جزء من النوع الثاني، هو الستة التي دخل فيها مخرج الثلث والثلثان، فوجب الإكتفاء بها كما عرفت، و بين الستة و مخرج الثمن أعني الثمانية موافقة بالنصف، فضربنا نصف إحداهما في كل الأخري فحصلت أربعة و عشرون، و أيضا بين مخرج الثلث والثلثان و مخرج الثمن مبائنة، فضربنا الكل في الكل فصار الحاصل أيضا أربعة و عشرين، فمنها تخرج الفرائض المختلطة بالثمن. (الشريفية: ص ۵۴)

www.besturdubooks.net

برخلاف اگر ربع دوسری لائن کے ثلثِ باقی کے ساتھ جمع ہو جائے تو لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے مسئلہ ''۱۲'' سے اور معنی کا اعتبار کرتے ہوئے مسئلہ ''۴'' سے بنے گا۔

لفظ کے اعتبار سے: اس لیے کہ ربع کا اجتماع دوسری لائن کے ثلثِ باقی کے ساتھ ہوا ہے اور قاعدہ ہے: **"إذا اختلط الربع بكل الثاني أو ببعضه فهو إثنى عشر"**۔ مثلاً:

مسئلہ: ۱۲ (ماباقی ۹)

زوجہ	اَب	اُم
ربع	عصبہ	ثلث الباقی
۳	۶	۳

معنی کے اعتبار سے: اس لیے کہ زوجہ کو حصہ ربع (۳) دینے کے بعد ماباقی (۹) میں اُم کو جو ثلث (۳) مل رہا ہے وہ دراصل (۱۲) کا ربع ہے؛ گویا مسئلہ میں دو ربع جمع ہوگئے اس لیے مسئلہ ''۴'' سے بنے گا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۴ (ماباقی ۳)

زوج	اَب	اُم
ربع	عصبہ	ثلث الباقی
۱	۲	۱

وضاحت: اس مسئلہ میں بھی غور کیجیے کہ زوجہ کو چار میں سے ایک حصہ بطور ربع کے دینے کے بعد اُم کو جو ثلث باقی کے طور پر ایک حصہ مل رہا ہے وہ بھی ربع ہے۔(۱)

(۱) واعلم أن الأم إذا أعطيت ثلث الباقي مع الزوجة اجتمع في المسئلة ربعان حقيقة لا لفظًا، فإن ثلثها حِ ربع في الحقيقة، وبيان الصورة التي يجتمع فيها الربعان، وحاصله إنه إذا اجتمعت الأم مع الأب والزوجة فالمسئلة من اثنى عشر، لإجتماع الربع الذي هو سهم الزوجة، والثلث الذي هو نصيب الأم الربع منها، و هي ثلثة للزوجة، و مابقي بعد فرض الزوجة تسعة، فيطعي الأم ثلثة، وهو الثلثة التي هي الربع لأصل المسئلة، والباقي للأب فاجتمع الربعان حقيقة، وأما إذا كان الزوج مكان الزوجة، فلا يجتمع الربعان لأن سهم الزوجة الربع، و أما نصيب الزوج فهو نصف الربع فافهم. (الشريفية مع الحاشية: رقم: ۱۱/ص ۳۱)

www.besturdubooks.net

فائدۂ خامسہ: حالتِ اختلاف کے قواعد ثلثہ میں "بکل الثانی او ببعضہ" کی تعبیر کی وضاحت:

مصنف رحمہ اللہ نے مخارج الفروض سے متعلق حالتِ اختلاط کے قواعد ثلثہ کے سلسلے میں **بكل الثاني أو ببعضه** (نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہوں) کی تعبیر اختیار فرمائی، جب کہ نوع اول کے نصف وربع تو نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶/ ع۱۰ (اجتماع نصف بکل الثانی کی مثال)

زوج	اُم	۲/اُخت(ع)	۲/اَخ(خ)
نصف	سدس	ثلثان	ثلث
۳	۱	۴	۲

مسئلہ ۱۲/ ع۱۷ (اجتماع ربع بکل الثانی کی مثال)

زوجہ	ام	۲/اخت(ع)	۲/اخت(خ)
ربع	سدس	ثلثان	ثلث
۳	۲	۸	۴

برخلاف نوعِ اول کے ثمن، کہ وہ نوع ثانی کے بعض کے ساتھ تو جمع ہوسکتا ہے، لیکن کل کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ مثلاً:

مسئلہ ۲۴ (اجتماع ثمن ببعض الثانی کی مثال)

زوجہ	بنت	اُم	عم
ثمن	نصف	سدس	عصبہ
۳	۱۲	۴	۵

وضاحت: اس مثال میں غور کیجیے کہ ثمن کے لیے زوجہ کی موجودگی میں اولاد (ابن و بنت) کا ہونا ضروری ہے، کیوں کہ استحقاقِ ثمن کی یہی دو صورتیں ہیں۔ اب اگر بنت موجود ہو تو

www.besturdubooks.net

زوجہ کو تو ثمن ملے گا، لیکن اس ثمن کے ساتھ ثلث کا اجتماع نہیں ہوگا، اس لیے کہ ثلث کے مستحقین صرف دو ہیں، ام اور اولا دالام، اگر ام کو لایا جائے تو وہ بنت کی وجہ سے سدس پائے گی، اور اولا دالام تو بنت کی وجہ سے ساقط ہو جائیں گے؛ پس معلوم ہوا کہ ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے کل کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ پھر مصنفؒ نے " **إذا اختلط الثمن بكل الثاني أو ببعضه** " اس قاعدہ میں "**بكل الثاني**" کی تعبیر کیوں اختیار کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اجتماع ثمن بکل الثانی ابن مسعودؓ کے رائے میں متصور ہے، اس بات کو بتانے کے لیے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے؛ کیوں کہ ان کے نزدیک محروم حجب نقصان طاری کرتا ہے۔ مثلاً: مسئلہ:۲۴/ ع ۲۷ (عند ابن مسعودؓ)

زوجہ	اُم	۲/اخت (ع)	۲/اخت (خ)	ابن (کافر)
ثمن	سدس	ثلثان	ثلث	م
۳	۴	۱۶	۸	×

وضاحت: اس مثال میں ابن کافر نے تو زوجہ پر حجبِ نقصان طاری کیا، اسی لیے اس کا حصہ ثمن ہو گیا لیکن اخوات عینیہ وخیفیہ پر حرمان طاری نہیں کیا، اسی لیے وہ وارث ہو رہے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک اجتماع ثمن بکل الثانی متصور نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ مطلقاً حجب طاری نہیں کرتا ہے، نہ تو حجبِ حرمان اور نہ ہی حجبِ نقصان۔(۱)

---

(۱) وهذا الاختلاط انما يتصو رعلى رأى ابن مسعود، لأن المحروم يحجب عنده حجب النقصان، كما اذا ترك ابنا كافرا وزوجة واما وأختين لاب وام واختين لأم، فإن الابن المحروم يحجب عنده الزوجة من الربع إلى الثمن، وأما على راينافهو غير متصور، لان الثمن ان كا ن للمرأة =

فائدۂ سادسہ: مسئلہ میں فروض ستہ کے نہ ہونے کی صورت میں مسئلہ کس عدد سے بنے گا:

(الف) اگر کسی مسئلہ میں حصصِ ستہ میں سے کوئی نہ ہو، صرف عصبات یا ذوی الارحام ہوں تو مسئلہ ورثہ کے عدد رؤس سے بنے گا۔ مثلاً: ورثہ میں صرف چار لڑکے ہوں تو مسئلہ ان کے عدد رؤس ''۴'' سے بنے گا۔(۱)

مسئلہ: ۴

ابن	ابن	ابن	ابن
ا	ا	ا	ا

(ب) اور اگر مذکر کے ساتھ مؤنث بھی اختلاط کر کے آجائیں، تو ایسی صورت میں قاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق مذکر کو مؤنث کے مقابلے میں دوگنا شمار کر کے مسئلہ بنادیا جائے۔ مثلاً چار لڑکے اور دو لڑکیاں وارث ہوں تو مسئلہ دس کے عدد سے بنائیں گے، ہر لڑکے کو دو دو حصے اور ہر لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔(۲) مثلاً:

= وجب ان یکون صاحب الثلثین بنتین، وصا حب السدس أمًا وجدة وحٍ ینعدم صاحب الثلث، لأن صاحبه إما الأم أو أولادها والأم هٰهنا قد حجبت من الثلث إلى السدس، و أولادها قد حجبو ا من الثلث، فیکون الاختلاط الثمن بالثلثین والسدس فقط دون الثلث. (الشریفیة: ص۵۳)

(۱) فإن كان الورثة من العصبات فقط كان أصل المسئلة هو عدد رؤسهم ان كا نوا ذكورا فقط فإذا مات رجل عن أربعة ابناء كان أصل المسئلة عدد رؤسهم وهو أربعة.

(الوجیز في المیراث: ص ۱۲۱)

(۲) إن كانوا ذكورا وإناثا حسبنا الذكر برأسين، والأنثى برأس واحد، باعتبار ان "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" وكانت المسئلة من عدد الرؤس أيضا. (المواريث للصا بوني: ۱۳۴)

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۱۰

ابن	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
۲	۲	۲	۲	۱	۱

فائدۂ سابعہ: نوع اول کے متعدد فروض کا نوع ثانی کے ساتھ مخلوط ہونے کی صورت میں مسئلہ بنانے کی تفصیل:

اگر طائفہ اولی (نصف، ربع، ثمن) کے دو حصص طائفہ ثانیہ کے ساتھ مخلوط ہو جائیں تو ان میں سے چھوٹے کا اعتبار کر کے مسئلہ بنائیں گے، مثلاً نصف و ربع مخلوط ہو جائیں تو ربع کا اعتبار کر کے مسئلہ ۱۲ سے بنے گا۔ مثلاً:

مسئلہ:۱۲

زوج	بنت	ام	عم
ربع	نصف	سدس	عصبہ
۳	۶	۲	۱

اور اگر نصف و ثمن طائفہ ثانیہ کے ساتھ مخلوط ہو جائیں تو ثمن کا اعتبار کر کے مسئلہ ۲۴ سے بنے گا۔ مثلاً:

مسئلہ:۲۴

زوجہ	بنت الابن	ام	عم
ثمن	نصف	سدس	عصبہ
۳	۶	۴	۱

www.besturdubooks.net

نـــوٹ : پہلی لائن کے صرف دو فرض ہی ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں، سب ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ، کیوں کہ ربع وثمن زوجین کا حصہ ہے، اور نصف صرف زوج کا حصہ ہے زوجہ کا نہیں، اس کی کل تین صورتیں بنتی ہیں جس میں سے صرف ایک صورت میں ہی وراثت جاری ہوتی ہے۔

(الف) حیات احد الزوجین وموت احد الزوجین (زوجین میں سے ایک زندہ ہو اور ایک مرگیا ہو)

حکم: جو زندہ ہوگا وہ اپنا فرض لے لے گا۔ مثلاً:

مسئلہ:۸ (مورث، زوج)

زوجہ	بنت	عم
ثمن	نصف	عصبہ
۱	۴	۲

مسئلہ:۴ (مورث، زوجہ)

زوج	ابن
ربع	عصبہ
۱	۳

مسئلہ:۶ (مورث، زوجہ)

زوج	ام	عم
نصف	ثلث	عصبہ
۳	۲	۱

(ب) موت الزوجین (زوجین میں سے ہر ایک' ایک ساتھ انتقال کر چکا ہو)

حکم: وارث ومورِث دونوں کے نہ ہونے کی وجہ سے کوئی کسی کا مستحق نہیں ہوگا۔

(ج) حیات الزوجین (زوجین میں سے دونوں زندہ ہوں)

حکم: دونوں میں سے ابھی کوئی مورث نہیں بنا، اسی لیے دوسرا وارث بھی نہیں ہوگا؛ البتہ طائفہ ثانیہ کے تینوں فروض (ثلث، ثلثان، سدس) ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔

(مؤلف)

www.besturdubooks.net

مثلاً: مسئلہ:۶/ع ۷

۲/اخ الام	۴/اخت لاب وام	ام
ثلث	ثلثان	سدس
۲	۴	۱

بحثِ سادس: مخارج الفروض کا خلاصہ بصورت نقشہ:

www.besturdubooks.net
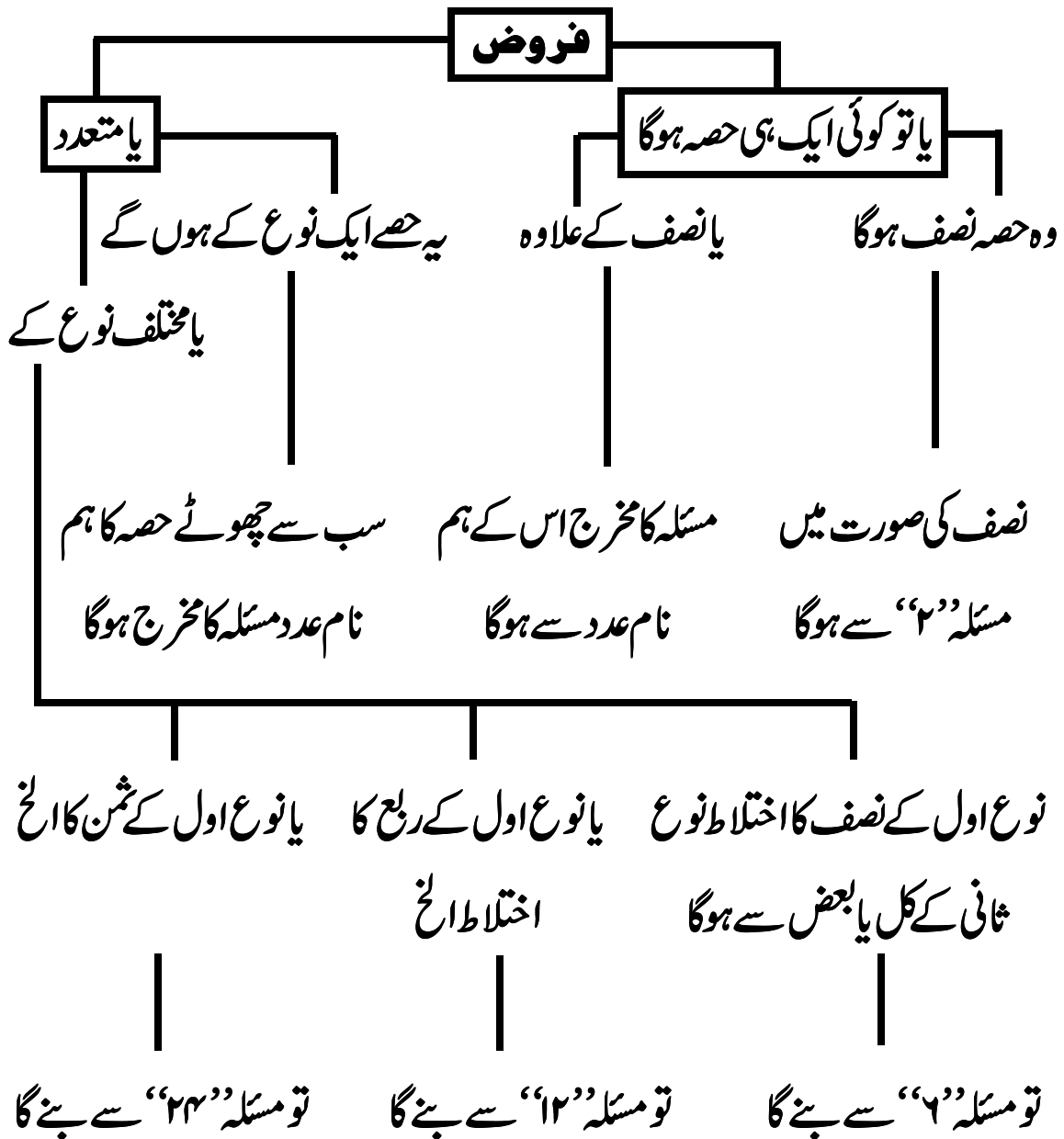
عول کا بیان

الْعَوْلُ : اَنْ يُّزَادَ عَلَى الْمَخْرَجِ شَيْءٌ مِنْ أَجْزَائِهِ، إِذَا ضَاقَ عَنْ فَرْضٍ اِعْلَمْ! أَنَّ مَجْمُوْعَ الْمَخَارِجِ سَبْعَةٌ ، أَرْبَعَةٌ مِنْهَا لَا تَعُوْلُ، وَهِيَ الإِثْنَانِ وَالثَّلٰثَةُ وَالْأَرْبَعَةُ وَالثَّمَانِيَةُ وَثَلٰثَةٌ مِنْهَا قَدْ تَعُوْلُ، أَمَّا السِّتَّةُ فَإِنَّهَا تَعُوْلُ إِلٰى عَشَرَةٍ وِتْرًا وَشَفْعًا، وَأَمَّا اِثْنَا عَشَرَ فَهِيَ إِلٰى سَبْعَةَ عَشَرَ وِتْرًا لَا شَفْعًا، وَأَمَّا أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ فَإِنَّهَا تَعُوْلُ إِلٰى سَبْعَةٍ وَ عِشْرِيْنَ عَوْلًا وَاحِدًا، كَمَا فِي الْمَسْئَلَةِ الْمِنْبَرِيَةِ، وَهِيَ اِمْرَأَةٌ وَبِنْتَانِ وَأَبَوَانِ، وَلَا يُزَادُ عَلٰى هٰذَا إِلَّا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَإِنَّ عِنْدَهٗ تَعُوْلُ إِلٰى أَحَدٍ وَثَلٰثِيْنَ.

ترجمہ: عول یہ ہے کہ مخرج پر اس کے اجزاء بڑھا دیئے جائیں جب کہ مخرج ادائیگی فرض سے تنگ ہو جائے، جاننا چاہئے کہ کل مخارج سات ہیں۔ان میں سے چار کا عول نہیں آتا ہے، اور وہ دو، تین، چار اور آٹھ ہیں۔اور ان میں سے تین میں عول ہو جاتا ہے۔ بہر حال چھ کا عول دس تک ہوتا ہے، طاق اور جفت دونوں طرح، اور بارہ کا سترہ تک ہوتا ہے طاق ہو کر نہ کہ جفت ہو کر، اور چوبیس کا عول ستائیس کی طرف ایک ہی عول ہوتا ہے، جیسے مسئلہ منبریہ میں ہے، اور وہ یہ ہے: زوجہ اور دو لڑکیاں اور ماں اور باپ، اور یہ عول ستائیس پر بڑھایا نہیں جاتا؛ مگر ابن مسعود کے نزدیک، کیوں کہ ان کے نزدیک چوبیس کا عول ۳۱ تک ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.net

توضیح وتشریح: یہاں دس بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) ماقبل سے ربط (۲) عول کے لغوی واصطلاحی معنی اور ان کے معنی کے درمیان مناسبت (۳) عول کی ابتدا کب سے ہوئی (۴) مخارج سبعہ اور ان کی وجہ حصر (۵) کن مخارج کا عول آتا ہے اور کن کا نہیں (۶) مخارجِ ثلاثہ (۶، ۱۲، ۲۴) کے عول کی تفصیل مع امثلہ (۷) مسئلہ منبریہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ مع مثال (۸) ابن مسعودؓ کے نزدیک ۲۴ر کا عول ۳۱ر سے بھی آتا ہے (۹) عول سے متعلق پانچ اہم فائدے (۱۰) باب عول کا خلاصہ بصورتِ نقشہ

بحثِ اول: ماقبل سے ربط:

مسائلِ فرائض کی تین قسمیں ہیں: (۱) عادلہ (۲) خاسرہ یا عائلہ (۳) رابحہ

اس سے پہلے باب میں جو مخارج ذکر کئے گئے وہ عادلہ تھے، اور باب عول میں عائلہ، باب رد میں رابحہ کا ذکر کیا جائے گا۔

عادلہ، عائلہ، رابحہ کی تعریفات مع امثلہ:

عادلہ: وہ مخارج کہلاتے ہیں کہ مسئلہ میں جو عدد بطور مخرج فرض کیا گیا ہے وہ حصہ لینے والے فریقوں کے درمیان پورا پورا تقسیم ہو جائے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۲
م

زوجہ	اُخت
نصف	نصف
۱	۱

وضاحت: قاعدہ کے مطابق دو سے مسئلہ بنایا جو نصف کا مخرج ہے، وہ فریقین زوج، اُخت پر ان کے حصوں کے مطابق برابر برابر تقسیم ہو گیا۔

خاسرہ: وہ مخارج کہلاتے ہیں کہ مسئلہ میں جو عدد بطور مخرج فرض کیا گیا ہے وہ حصہ لینے والے فریقوں پر تنگ ہو جائے یعنی گھٹ جائے اور وارثوں کو اپنا متعینہ حصہ پورا نہ مل سکے۔ مثلاً:

مسئلہ: ٦/ع ٧

زوج	اُخت
نصف	ثلثان
۳	۴

وضاحت: اس مثال میں ٦ کا نصف ۳ زوج کا حق ہو گیا، اور دو حقیقی بہنوں کا حق ثلثان یعنی چھ میں سے ۴ ہوا، دونوں فریق کل سات حصے کے مستحق ہوئے، حالاں کہ مخرج ٦ کا عدد فرض کیا گیا ہے جو اپنے وارثین کے سہام (٧) پر تنگ ہو گیا، اس مسئلہ کو ''عائلہ'' بھی کہتے ہیں۔

رابحہ: وہ مخارج کہلاتے ہیں کہ مسئلہ میں جو عدد بطور مخرج فرض کیا گیا ہے، اس سے فریقوں کا حصۂ متعینہ ادا کرنے کے بعد بھی بچ جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ٦/ر۳

اُم	۲/اُخت لاُم
سدس	ثلث
۱	۲

وضاحت: قاعدۂ مخارج کے مطابق سدس کے ہم نام عدد چھ سے مسئلہ کا مخرج بنایا گیا، اُم کو سدس یعنی چھ میں سے ایک حصہ دیا اور اُخت لاُم کو ثلث یعنی دو حصے دیئے، کل تین حصے ہوئے اور مخرج چھ فرض کیا گیا ہے، تو فریقین کا حصۂ متعینہ ۳/ادا کرنے کے بعد تین پھر بھی

www.besturdubooks.net

باقی رہا۔ اسی کو ''رد'' کہتے ہیں۔(۱)

بحث ثانی: عول کے لغوی اور اصطلاحی معنی:

لغتاً: عول تین معانی کے لیے آتا ہے(۲):

(۱) ظلم کی طرف میلان اسی سے ہے ''عَالَ الْحَاكِمُ فِيْ حُكْمِهٖ'' یہ اس وقت بولتے جب حاکم فیصلہ کرنے میں ایک حکم کی طرف مائل ہو؛ نیز اللہ کا فرمان ''ذالک ألا تعولوا'' بھی اسی قبیل سے ہے۔

وجہ تسمیہ: اس معنی کے اعتبار سے عول کو عول اس لیے بولتے ہیں کہ مسئلہ اپنے اہل پر ظلم کے ذریعہ اس طرح لوٹتا ہے کہ ان کے سہام کو ہی کم کر دیتا ہے۔(۳)

(۲) ''الغلبة'' محاورہ ہے: 'عِيْلَ صَبْرُهٗ أَيْ غُلِبَ' یعنی صبر غالب آ گیا۔

وجہ تسمیہ: اس معنی کے اعتبار سے عول کو عول اس لیے کہتے ہیں کہ مسئلہ ادخالِ ضرر کے ذریعہ اپنے اہل پر غالب آ جاتا ہے۔(۴)

---

(۱) مسائل الفرائض ثلاثة أقسام: عادلة، عاذلة، و عائلة: أي منقسم بلا كسر أو بالرد أو بالعول. (رد المحتار: ۱۰/۵۳۸، باب العول) --- المسائل الميراثية ثلاثة أنواع: مسائل عادلہ: وهي المسئلة التي يتساوي فيها مجموع الفروض مع أصل المسئلة و تسمى المسائل الصحيحة. مسائل عائلہ: وهي المسائل التي تزيد فيها مجموع السهام على أصل التركة. مسائل قاصرہ: فيها رد وهي التي ينقص فيها مجموع السهام عن أصل التركة. (الوجيز في الميراث: ص ۱۲۴)

(۲) هو في اللغة الميل و الجور ويستعمل بمعنى الغلبة يقال عيل صبره أي غلب و بمعنى الرفع يقال: عال الميزان إذارفعه. (رد المحتار: ۱۰/۵۳۸، باب العول)

(۳) لأن المسئلة مالت على أهلها بالجور حيث نقصت من فروضهم. (رد المحتار: ۱۰/۵۳۸)

(۴) وقيل من الثاني لأنها غلبت أهلها بإدخال الضرر عليهم. (رد المحتار: ۱۰/۵۳۸)

www.besturdubooks.net

(۳) "الإرتفاع" محاورہ میں کہتے: "عال المیزان" جب ترازو کا ایک پلڑا دوسرے پلڑے میں زیادتی کی وجہ سے اٹھ جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ: اسی معنیٔ ثالث کے اعتبار سے اس کی اصطلاحی تعریف کی گئی ہے۔(۱)

اصطلاحاً: مسئلہ کا مخرج ورثاء کے مجموعۂ سہام سے جب گھٹ جائے تو اس کمی کے بقدر مخرج کے عدد میں اضافہ کردیا جاتا ہے۔(۲)

بحثِ ثالث: عول کی ابتدا کب سے ہوئی؟

عول کی ابتدا امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ہوئی، جس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مسئلہ میں مخرج، سہام کے ادائیگی سے تنگ پڑ گیا، وہ مسئلہ زوج، اُم، اُخت عینی کا ہے جس میں مسئلہ "۶" بنا، اور سہام "۸" تقسیم ہوئے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۶/ع ۸

زوج	ام	اخت عینی
نصف	ثلث	نصف
۳	۲	۳

تو حضرت عمرؓ نے صحابۂ کرامؓ سے اس مسئلہ میں مشورہ کیا، حضرت عباس ابن عبدالمطلبؓ نے عول کی طرف اشارہ کیا "إِعِيلُوا الْفَرَائِضَ" اس پر تمام صحابہ نے اتفاق کرلیا کسی نے کوئی نکیر نہیں کی، البتہ حضرت عباس کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد عول میں اختلاف کیا؛ حالاں کہ پہلے ان کی رائے اپنے والد حضرت عباسؓ کی رائے

(۱) قيل من الثالث لأنها إذ ضاق مخرجها بالفروض المجتمعة ترفع التركة إلى عدد أكثر من ذالک المخرج. (رد المحتار: ۵۳۸/۱۰)

(۲) العول أن يزاد على المخرج شيء من أجزائه إذا ضاق عن فرض. (السراجي: ص ۳۰)

www.besturdubooks.net

کے موافق تھی۔ (اس اختلاف کی پوری تفصیل فوائد میں آرہی ہے) (۱)

بحثِ رابع: مخارج سبعہ اور ان کی وجہ حصر:

مجموعِ مخارج سات ہیں (۲، ۳، ۴، ۶، ۸، ۱۲، ۲۴)، لیکن درحقیقت مخارج کل نو ہیں، چھ تو فروضِ ستہ کے، اور تین حالت اختلاط (۶، ۱۲، ۲۴) کے؛ مگر ثلثان وثلث کا ایک ہی مخرج ۳ ہے، اسی طرح سدس اور اختلاط النصف کا مخرج بھی ایک یعنی ۶ ہے، اس طرح نو میں سے دو کم ہوگئے، باقی سات بچے۔ (۲)

بحثِ خامس: کن مخارج کا عول آتا ہے اور کن کا عول نہیں آتا:

مخارجِ سبعۃ میں سے ۲، ۳، ۴، ۸ کا عول نہیں آتا اور تین مخارج ۶، ۱۲، ۲۴ کا عول آتا ہے۔ ۶/ کا عول ۷، ۸، ۹، ۱۰/ تک آتا ہے، یعنی طاق اور جفت دونوں طرح کا عول آتا ہے۔ ۱۲/ کا عول ۱۳، ۱۵، ۱۷/ تک آتا ہے یعنی صرف طاق عدد میں عول آتا ہے، ۲۴/ کا عول صرف ۲۷/ آتا ہے۔

---

(۱) عن ابن عباس –رضي الله عنه– انه قال: أول من أعال الفرائض عمر، وأيم الله لو قدم من قدمه وأخر من أخره الله ما عالت فريضة. (رواه حاكم) قال الشيخ: قلت مسئلة العول من المسائل الإجتهادية المختلف فيها بين الصحابة، واختار أصحابنا مذهب عامة الصحابة لقوته، لأنه إذا كان لكل فرض مقد ر فلا معنى لإدخال النقص على البعض أو جعله محروما بالكلية، بل الأولى ادخا ل النقص على الكل حسب نصيبه كالغرماء الذين لاتفي التركة بدينهم. (إعلاء السنن: ۱۸/۴۳۳، باب العول) (۲) واعلم ان مجموع المخارج سبعة، لكن في الحقيقة تسعة، ستة لكل فرض من الفروض الستة حال الانفراد، وثلثة لها حال الإختلاط إلا أن يخرج الثلث و الثلثين واحد ومخرج السدس واختلاط النصف أيضا واحد، فسقط اثنان وبقي سبعة فاحفظ. (حاشيه شريفيه: رقم: ۱۷/ص ۵۵)

www.besturdubooks.net

بحثِ سادس: مخارجِ ثلاثہ ۶، ۱۲، ۲۴ کے عول کی تفصیل مع امثلہ:

''۶'' کا عول ''۱۰'' تک طاق اور جفت دونوں اعتبار سے آتا ہے۔

مسئلہ: ۶/ ع ۷ (۷ سے عول کی مثال)

زوج	اخت لاب وام	اخ لام
نصف	نصف	سدس
۳	۳	۱

مسئلہ: ۶/ ع ۸ (۸ سے عول کی مثال)

زوج	۵/اخت لاب وام	اُم
نصف	ثلثان	سدس
۳	۴	۱

مسئلہ: ۶/ ع ۹ (۹ سے عول کی مثال)

زوج	۲/اخت (ع)	۲/اخت (خ)
نصف	ثلثان	ثلث
۳	۴	۲

مسئلہ: ۶ ع ۱۰ (۱۰ سے عول کی مثال)

زوج	۲/اخت (ع)	۲/اخت (خ)	ام
نصف	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۴	۲	۱

''۱۲'' کا عول ''۱۷'' تک صرف طاق عدد کے اعتبار سے آتا ہے۔

مسئلہ: ۱۲/ ع ۱۳ (۱۳ سے عول کی مثال)

زوجہ	۲/اخت (ع)	اخت (خ)
ربع	ثلثان	سدس
۳	۸	۲

مسئلہ: ۱۲/ ع ۱۵ (۱۵ سے عول کی مثال)

زوجہ	۲/اخت (ع)	۲/اخت (خ)
ربع	ثلثان	ثلث
۳	۸	۴

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۱۲/ ع ۱۷ (۱۷ سے عول کی مثال)
م

زوجہ	۲/اخت لاب وام	۲/اخت لام	اُم
ربع	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۸	۴	۲

''۲۴'' کا عول صرف ''۲۷'' آتا ہے۔

مسئلہ:۲۴/ ع ۲۷ (۲۷ سے کی مثال)
م

زوجہ	۲/بنت	اب	ام
ثمن	ثلثان	سدس وعصبہ	سدس
۳	۱۶	۴	۴

بحثِ سابع: مسئلہ منبریہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ مع مثال:

مسئلہ منبریہ کے ارکان ''بیوی دو بیٹی اور والدین'' ہیں۔ مثلاً:

مسئلہ:۲۴/ ع ۲۷
م

زوجہ	۲/بنات	اب	ام
ثمن	ثلثان	سدس	سدس
۳	۱۶	۴	۴

وضاحت: مذکورہ مسئلہ ''منبریہ'' کہلاتا ہے۔ یہ مسئلہ حضرت علیؓ سے اس وقت دریافت کیا گیا تھا جب آپ کوفہ کے منبر پر خطبہ دے رہے تھے، آپ نے خطبہ ہی کے قافیہ میں جواب

www.besturdubooks.net

دیا تھا، سائل نے دریافت کیا تھا کہ مذکورہ بالا صورت میں جب بیوی کو ۲۷ میں سے تین ملے تو اس کو ثمن کہاں ملا؟ ۲۴ر میں سے تین تو آٹھواں حصہ ہے؛ مگر ۲۷ میں سے ۳ر آٹھویں سے کم ہے، آپؓ نے فرمایا ''صَارَ ثُمُنُهَا تُسْعًا'' یعنی اس مسئلہ میں بیوی کا آٹھواں حصہ نواں حصہ ہو گیا ہے، یہی مسئلہ کے اجزاء بڑھانے کا مطلب ہے اور اسی کا نام ''عول'' ہے۔(۱)

بحثِ ثامن: ابن مسعودؓ کے نزدیک ۲۴ کا عول ۳۱ سے بھی آتا ہے:

مسئلہ: ۲۴/ع ۳۱

زوجہ	ابن (کافر یا قاتل)	ام	۲ر اخت لاب وام	۲ر اخت لام
ثمن	م	سدس	ثلثان	ثلث
۳		۴	۱۶	۸

وضاحت:

مذکورہ مسئلہ میں ابن کافر یا قاتل ہے جو محروم ہے، اور محروم ابن مسعود کے نزدیک حجب نقصان تو طاری کرتا ہے لیکن حجب حرمان طاری نہیں کرتا (جیسا کہ باب الحجب میں گذر چکا) اسی لیے ابن محروم نے زوجہ کے حصہ پر نقصان طاری کر کے بجائے ربع کے ثمن کر دیا، اور اخوات عینیہ وخیفیہ پر حجب حرمان طاری نہیں کیا۔ اسی لیے مسئلہ ''۳۱'' سے

(۱) وإنما سميت منبرية، لأنها سئلت عن علي وهو على المنبر في الكوفة، فأجاب عنها بداهة، فقال السائل متعنتا أليس للزوجة الثمن، فقال صار ثمنها تُسعا، ومضى فى خطبته فتعجبوا من فطنته. (الشريفية: ص ۵۷)

www.besturdubooks.net

عائلہ ہوگیا؛ لیکن جمہور فقہاء اور احناف کے نزدیک یہی مسئلہ "۱۲" سے بن کر "۱۷" سے عائلہ ہوگا؛ کیوں کہ محروم جمہور کے نزدیک بالکلیہ حجب طاری نہیں کرتا نہ تو وہ حاجب نقصان ہوتا ہے اور نہ ہی حاجب حرمان ہوتا ہے۔ مثلاً: مسئلہ:۱۲/ ع ۱۷

زوجہ	ابن (کافر یا قاتل)	۲/اخت لاب وام	۲/اخت لام	ام
ربع	م	ثلثان	ثلث	سدس
۳	×	۸	۴	۲

بحثِ تاسع: عول سے متعلق پانچ اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: مسئلۂ عول میں اختلاف ائمہ مع دلائل:

مذہبِ اول: جمہور صحابہ وفقہاء عول کے قائل ہیں، عہدِ عمری میں جب عول کا مسئلہ پیش آیا، حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ لیا، تو حضرت عباسؓ نے عول کا مشورہ پیش کیا جس پر سارے صحابہ کا اتفاق ہوگیا۔(۱)

مذہبِ ثانی: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے مسئلۂ عول میں زمانۂ عمری کے بعد اختلاف کیا(۲) جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے زمانۂ عمری میں کیوں اس کا انکار نہیں کیا، فرمایا میں اس وقت بچہ تھا اور امیر المومنین حضرت عمرؓ "کان مهيبا" رعب والے

---

(۱) والمشهور أن أول من أشار بالعول العباس، إنهم كلهم تكلموا في ذلک لاستشاره عمر، واتفقوا على العول. (العذب الفائض: ۱/۲۲۳، باب حساب الفرائض)

(۲) فلما انقضٰى عصرهم أظهر ابن عباس رضي الله عنه الخلاف في المباهلة.(العذب الفائض: ۱/۲۲۳)

www.besturdubooks.net

تھے(۱)۔ پھر ابن عباسؓ سے سائل نے پوچھا کہ جب آپ عول کے قائل نہیں ہیں تو مسائل عول میں آپ کا مذہب کیا ہے، فرمایا میں اسواء الحال وارث (بنات، اخوات) کے حصے کو کم کر دوں گا، یعنی دیگر وارثین کو ان کے مکمل سہام دے کر ما باقی اَسواء الحال کو دے دوں گا اگر چہ وہ اس کے مقررہ حصے سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً:..........

وضاحت: اس مثال میں زوج وام کو ان کا کل سہام دینے کے بعد ایک سہم بچا، وہ اَسواء الحال اخت کو دے دیا جو کہ اس کے مقررہ حصے (۳) سے کم ہے۔(۲)

مسئلہ:۶

زوج	ام	اخت
نصف	ثلث	نصف
۳	۲	۱

پھر سائل نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ آپؓ کا فتویٰ آپ کے کیا کام آئے گا؟ کیوں کہ اِس مسئلہ میں آپ کی انفرادی رائے ہونے کی وجہ سے آپؓ کی میراث آپ کے وارثین کے مابین آپؓ ہی کے فتویٰ کے خلاف تقسیم ہوگی۔ اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا: ''هَلَّا يَجْتَمِعُوْنَ حَتّٰى نَبْتَهِلَ فَتَجْعَلُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ''، اس کی مراد یہ ہے کہ میری رائے صحیح ہے، اور میرا مذہب حق ہے، میں اِس سے رجوع نہیں کروں گا۔(۳)

(۱) و لم ينكره أحد إلا ابنه بعد موته، فقيل له هلَّا أنكرته في زمن عمرؓ فقال هبته و كان مهيبًا. (الشريفية: ص۵۵) (۲) وسأله رجل كيف تصنع بالفريضة العائلة، فقال أدخل الضرر على من هو أسوء حالا، و هي البنات والأخوات فإنهن ينتقلن من فرض مقدر إلى فرض غير مقدر. (الشريفية: ص۵۵)(۳) فقال الرجل ما يغنيك فتواك شيئا، فإن ميراثك يقسم بين ورثتك على غير رأيك، فغضب فقال هلا يجتمعون حتى نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين، و مراده إن رأئي صحيح ومذهبي حق لا أرجع عنه، والإبتهال من البهلة و هي اللعنة. (الشريفية مع الحاشية: ص۵۵)

www.besturdubooks.net

مذہبِ اول (قائلینِ عول) کے دلائل:

دلیلِ کتاب: آیاتِ مواریث میں وارثین کے ساتھ ان کے فروض مطلقاً بیان کیے گئے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ وارثین کے جو فروض کتاب اللہ میں متعین ہیں، وہ انہیں ہر حال میں ملنے چاہیے، خواہ وہ اجتماعی طور پر آجائیں جیسے مسئلہ عول وغیرہ میں، یا انفرادی طور پر آئیں، بغیر کسی وجہِ شرعی کے، ان میں سے بعض کو بعض پر مقدم کرنا، یا کسی کے فرض پر نقص طاری کرنا درست نہیں ہوگا۔(۱)

دلیلِ سنت: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلْحِقُوْا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ.(۲)

طریقۂ استدلال:

قاضی عبدالوہابؒ نے مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروض کو ان کے اہل اصحاب الفرائض کے ساتھ لاحق کرنے کا حکم دیا، اور کسی ذی فرض کو کسی ذی فرض پر کوئی فضیلت نہیں دی؛ لہٰذا اگر مال میں کشادگی ہوگی تو ان میں سے ہر ایک اپنا اپنا مکمل فرض لے لے گا، اور اگر مال اصحاب الفرائض کے سہام ادا کرنے سے تنگ ہوئے تو اس نقص و کمی کو سارے اصحاب الفرائض مل کر برداشت کریں گے؛

(۱) واستدلّ مثبتوا العول بالكتاب والسنة والإجماع والقياس أما الكتاب فإطلاق آيات المواريث، يقتضي عدم التفرقة بين حال اجتماعهم وانفرادهم، و تقديم بعضهم على بعض، و تخصيصه بالنقص من غير حاجب شرعي ترجيح بلا مرجح و هو محال. (العذب الفائض: ۱/۲۲۵)

(۲) الصحيح للبخاري: ۲/۹۹۷، كتاب الفرائض، باب ميراث الولد من أبيه و أمه: الرقم: ۶۷۳۲

www.besturdubooks.net

کیوں کہ ان میں سے کوئی کسی پر مقدم نہیں ہے۔(۱)

دلیلِ اجماع: مسئلۂ عول پر صحابۂ کرام کا اجماع عہدِ عمریؓ میں ہی ابن عباسؓ کے اختلاف سے پہلے ہی منعقد ہو چکا تھا، اور ابن عباسؓ کی اس مسئلہ میں ایک انفرادی رائے ہے، جس سے اجماع پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ نیز اس انعقادِ اجماع پر سائل (عطا ابن ابی رباح) کا قول بھی دلالت کرتا ہے، جو انہوں نے ابن عباسؓ سے کہا تھا، کہ آپؓ کا مذہب مسئلۂ عول میں آپ کے کیا کام آئے گا؟ کیوں کہ اس مسئلہ میں آپ کی انفرادی رائے ہونے کی وجہ سے آپؓ کی میراث آپ کے وارثین کے مابین آپؓ ہی کے فتویٰ کے خلاف تقسیم ہوگی۔(۲)

دلیلِ قیاس: مسئلہ میں موجود وارثین خواہ منفرد ہوں یا متعدد، سببِ استحقاق میں سب برابر ہیں، لہٰذا ان میں سے ہر ایک اپنا پورا پورا حصہ لے گا، بشرطیکہ ترکہ میں کشادگی ہو۔ اور اگر ترکہ میں کشادگی نہ ہو تو سارے وارثین اس ضرر کو برداشت کریں گے، جیسے "غرماء في التركة" (ترکہ میں قرض خواہوں کا موجود ہونا) کی صورت میں، جب مال سب کے دیون کے لیے ناکافی ہو، تو مال اس وقت دیون کے تناسب سے تقسیم ہوتا ہے، اور

---

(۱) وأما السنة فاستدل القاضي عبدالوهاب بأن النبي صلى الله عليه وسلم قال "ألحقوا الفرائض بأهلها". قال: فأمر بإلحاق الفرائض بأهلها ولم يخص بعضهم دون بعض، فإن اتسع المال لهم استوفى كل منهم ما فرض له، وإن ضاق المال عن ذالک دخل النقص على الجميع، لأنهم أهل فرض وليس أحدهم بأولى من صاحبه فكان العول بسبب ذالک. (العذب الفائض: ۱/۲۲۵)

(۲) وأما الإجماع فلأنه كان منعقدا قبل إظهار ابن عباس رضي الله عنه الخلاف، ويدلّ عليه قول عطاء بن أبي رباح لابن عباسؓ إن هذا لا يغني عني وعنک شيئا. (العذب الفائض: ۱/۲۲۵)

www.besturdubooks.net

اس نقصان کو سارے قرض خواہ مل کر برداشت کرتے ہیں، ایسے ہی یہاں پر مال کو عددِ سہام پر تقسیم کیا جائے گا، اور ہر وارث اپنے حصے کے برابر لے کر ضرر کو برداشت کرے گا۔(۱)

مذہبِ ثانی (ابن عباسؓ) کی دلیل:

ابن عباسؓ فرماتے ہیں، جب چند حقوق ایسے مال کے ساتھ متعلق ہوں جس سے سارے حقوق ادا نہ ہوتے ہوں تو جو ان میں اقویٰ ہوتا ہے اس کو مقدم کیا جاتا ہے، جیسے تجہیز و تکفین، ادائے دیون، نفاذِ وصیت، تقسیم میراث، کہ ان میں قوت کے اعتبار سے ادائیگی میں ترتیب کو لازم رکھا گیا ہے، ایسے ہی جب ترکہ فروض (سہامِ وارثین) کی ادائیگی سے تنگ ہو جائے تو اقویٰ وارث کو مقدم کیا جائے گا۔

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وارث جو ایک فرض متعین سے دوسرے فرضِ متعین کی طرف منتقل ہوتا ہے، وہ من کل الوجوہ صاحبِ فرض ہونے کی وجہ سے اقویٰ ہے، اس وارث سے جو ایک فرض متعین (ذی فرض) سے دوسرے فرض غیر متعین (ذی عصبہ) کی طرف منتقل ہوتا ہے؛ کیوں کہ یہ وارث من وجہٍ صاحبِ فرض ہے اور من وجہٍ عصبہ ہے، اور عصبہ کا حصہ غیر متعین ہوتا ہے؛ پس نقص وحرمان بھی اسی پر داخل کرنا اولیٰ ہوگا؛ کیوں کہ ذوی الفروض عصبات پر مقدم ہوتے ہیں۔(۲)

---

(۱) وأما القياس فلأنها حقوق مقدرة متفقة في الوجوب، ضاقت التركة عن جميعها، فقسمت على قدرها كالديون كما نقل عن العباس وغيره رضي الله عنهم. (العذب الفائض: ۱/۲۲۵)

(۲) ويؤيد كلامه أنه إذا تعلقت حقوق بمالٍ لا يفي بها، يقدم منها ما كان أقوى كالتجهيز و الدين والوصية والميراث، فإذا ضاقت التركة عن الفروض يقدم الأقوى، و لاشك أنّ مَن ينقل من=

www.besturdubooks.net

ابن عباسؓ کی دلیلِ قیاس کا جواب:

ابن عباسؓ کا ترکہ کو حقوقِ اربعہ پر قیاس کرنا ہی صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ حقوقِ اربعہ (تجہیز و تکفین، ادائے دیون، تنفیذِ وصایا، تقسیم ترکہ) میں ترتیب کے لازم ہونے کی وجہ سے اقویٰ کو ترجیح دی گئی ہے، برخلاف وارثین، کہ وہ سببِ استحقاق میں متحد ہونے کی وجہ سے اپنے اپنے سببِ استحقاق کے اعتبار سے وارث ہوتے ہیں، وہاں اقویٰ وغیرہ نہیں دیکھا جاتا۔ رہی بات وارث میں نقل من الفروض الی العصوبہ (فرض سے معنیٰ عصبہ کی طرف منتقل ہونا) کا معنیٰ ضعف کو ثابت کرتا ہے، ہمیں تسلیم نہیں ہے، کیوں کہ عصوبت اِحرازِ جمیعِ مال کا سبب ہونے کی وجہ سے اسبابِ اِرث میں اقویٰ ہے، تو اس اعتبار سے بعض احوال میں نقصان یا حرمان کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔(۱)

= فرض مقدر إلى فرض آخر مقدم، يكون صاحب فرض من كل وجه فيكون أقوى ممن ينقل من فرض مقدر إلى فرض غير مقدر، لأنه صاحب فرض من وجه و عصبة من وجه، فإدخال النقص والحرمان عليه أولٰى، لأن ذوي الفروض مقدمون على العصبات.

(الشريفية: ص۵۵، العذب الفائض: ۱/۲۲۷)

(۱) وردّ هذا بأن أصحاب الفروض المجتمع في تلك التركة قد تساووا في سبب الإستحقاق وهو النص فيتساوون في الإستحقاق، و حينئذ يأخذ كل واحد منهم جميع حقه إن اتسع المحل، و يضرب بجميع حقه إذا ضاق المحل كالغرماء في التركة، فإذا أوجب الله في مال نصفين و ثلثا علم أن المراد الضرب بهذه الفروض في ذالک المال لاستحالة وفائه بها، بخلاف التجهيز و الدين والوصية فإنها حقوق مرتبة كما تقدم، و النقل من الفرض إلى التعصيب لا يوجب ضعفا لأن العصوبة أقوى أسباب الإرث، فكيف يثبت النقصان أو الحرمان بهذا الإعتبار في بعض الأحوال، فعلم من هذا أن دليل الجمهور أقوى. (الشريفية: ص۵۵، العذب الفائض: ۱/۲۲۷)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثانیہ: مخارجِ سبعہ میں (۶، ۱۲، ۲۴) کے عول آنے کی وجہ:

مخارجِ سبعہ میں سے ۶، ۱۲، ۲۴ کا عول اس لیے آتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک عدد تام ہے، عدد کے تام ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے اجزائے صحیحہ ان پر مکرر ہو کر نہیں لوٹتے ہیں، اور اگر ان اعدادِ ثلاثہ میں سے کسی عدد کے اجزائے صحیحہ اس عدد کے تحت ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں تو دو حال سے خالی نہیں ہوتے: (۱) یا تو اس عدد کے اجزائے صحیحہ بغیر تکرار کے اسی عدد (مخرجِ مسئلہ) پر برابر تقسیم ہو جائیں گے۔ (۲) یا پھر اس عدد (مخرجِ مسئلہ) کے اجزائے صحیحہ اسی عدد سے بڑھ جائیں گے۔

(الف) مخرجِ مسئلہ پر اعدادِ صحیحہ کے برابر تقسیم ہونے کی مثال:

مسئلہ ۶
م

زوج	۲/اخت لأم	اُم
نصف	ثلث	سدس
۳	۲	۱

وضاحت:

''۶'' عدد مخرجِ مسئلہ ہے، اس کے اجزائے صحیحہ بطورِ نصف (۳) بطور ثلث (۲) اور بطور سدس (۱) ہے، مثالِ مذکور میں یہ تینوں اجزائے صحیحہ اپنے عدد مخرجِ مسئلہ پر برابر تقسیم ہو گئے، اور ان اجزائے ثلاثہ میں سے کسی کا تکرار بھی نہیں پایا گیا۔

www.besturdubooks.net

(ب) عدد یعنی مخرجِ مسئلہ پر اجزائے صحیحہ کے زیادہ ہونے کی مثال:

مثال اول: مسئلہ ۱۲/ ع ۱۵

م

زوجہ	اُم	۲/ اُختِ لام	اُخت (ع)
ربع	سدس	ثلث	نصف
۳	۲	۴	۶

وضاحت:

مخرجِ مسئلہ ''۱۲'' ہے، اس کے اجزائے صحیحہ بطور ربع (۳) بطور سدس (۲) بطور ثلث (۴) اور بطور نصف (۶) ہیں، مثال مذکور میں یہ سارے اجزائے صحیحہ بغیر تکرار کے جمع ہو گئے ہیں جن کا مجموعہ ۱۵ ہے، جو مخرجِ مسئلہ ''۱۲'' سے بڑھ گیا ہے۔

مثالِ ثانی: ۲۴/ کی ہے، جس کے اجزائے صحیحہ بطور نصف (۱۲) بطور ثلث (۸) بطورِ ربع (۶) بطور سدس (۴) اور بطور ثمن (۳) ہیں۔

تنبیہ: ۲۴/ کے مذکورہ اجزائے صحیحہ مذہب ابن مسعودؓ کے مطابق تو جمع ہوں گے؛ کیوں کہ ان کے نزدیک محروم حاجبِ نقصان تو بنتا ہے، حاجبِ حرمان نہیں بنتا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۲۴/ ع ۲۷

م

زوجہ	ابن (کافر)	۲/ اُخت لام	اُخت (ع)	اُم
ثمن	م	ثلث	نصف	سدس
۳	×	۸	۱۲	۴

www.besturdubooks.net

وضاحت: ابن کافر نے زوجہ پر نقصان طاری کر کے اس کا حصہ ربع سے کم کر کے ثمن سے بدل دیا، لیکن اخوات کے لیے حاجب حرمان کا باعث نہیں ہوا؛ پس ۲۴ر کے اجزائے صحیحہ مثال مذکور میں بغیر تکرار کے جمع ہو گئے جن کا مجموعہ ۲۷ر ہے جو مخرجِ مسئلہ سے بڑھ گیا۔

نـــوٹ: اجزائے صحیحہ میں سے مثالِ مذکور میں ربع اس لیے نہیں آیا کہ زوجہ کا حصہ بیک وقت ثمن وربع دونوں نہیں ہوسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ ان اعدادِ ثلاثہ میں سے ہر ایک میں عائلہ ہونے کی صلاحیت موجود ہے، جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ ان پر اُن ہی کے اجزائے صحیحہ بغیر تکرار کے بڑھ جاتے ہیں اور یہی بڑھ جانا ہی تو ''عول'' ہے۔(۱)

فائدۂ ثالثہ: مخارجِ سبعہ میں (۲،۳،۴،۸) کے عول نہ آنے کی وجہ:

مخارجِ سبعہ میں سے ۲،۳،۴،۸ کے عول نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک عدد ناقص ہے۔ عدد کے ناقص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو ان اعداد اربعہ کے اجزائے صحیحہ مکرر آتے ہیں، یا پھر ان اعداد کے تحت جمع ہونے والے سہام مخرج مسئلہ عدد سے گھٹ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے مخرج مسئلہ سے بچا ہوا مال کسی عصبہ کو دینا پڑتا ہے۔(۲)

---

(۱) وإنما انحصرت مسائل العول على قول الجمهور في أصل ستة و إثني عشر وأربعة وعشرين لأن عددها تامّ، و معنى كونه تامًا أن أجزائه الصحيحة غير المكررة لو جمعت لساوته أو زادت عليه، فالستة لها نصف وثلث وسدس فساوت أجزاء ها. والاثنا عشر لها نصف و ثلث وربع وسدس فزادت والأربعة والعشرون لها نصف و ثلث وربع وسدس و ثمن فزادت. (العذب الفائض: ۱/۲۳۵، باب حساب الفرائض)

(۲) وإنما لم يدخل العول في أصل إثنين وأصل ثلاثة وأصل أربعة وأصل ثمانية، لأن عددها ناقص كونه لو جمعت أجزائه الصحيحة كانت أقل منه، فأصل إثنين ليس له جزء صحيح إلا=

www.besturdubooks.net

پس معلوم ہوا کہ ان مخارجِ اربعہ (۲،۳،۴،۸) کا بالکل عول اس لیے نہیں آتا ہے کہ جو فروض ان مخارجِ اربعہ سے متعلق ہوتے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتے۔

(الف) یا تو ان مخارج کے ذریعہ مال فروض پر اجزاء کے مکرر ہونے کی وجہ سے صورتِ عادلہ کے طور پر برابر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عول کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

(ب) یا ان فروض (اجزائے صحیحہ) کو دینے کے بعد صورتِ ردیہ کے طور پر مال بچ جاتا ہے، اب اگر کوئی عصبہ موجود ہے، تو بچا ہوا مال اس کو دے دیا جاتا ہے، ورنہ ذوی الفروض نسبیہ پر اور قولِ مفتی بہ کے مطابق ذوی الفروض سببیہ (زوجین) پر بھی رد کر دیا جاتا ہے، اس صورت میں بھی عول کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مخارجِ اربعہ غیر عائلہ میں صورت عادلہ وردیہ کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱-مخرج ''۲'' سے نکلنے والے فروض یا تو دو نصف ہوں گے۔) مثلاً:.......

مسئلہ:۲

زوج	اخت (ع،عل)
نصف	نصف
۱	۱

= النصف وهو الواحد، وأصل ثلاثة ليس له جزء صحيح إلاَّ الثلث وهو واحد، وأما الثلثان فثلث مكرر، وأصل أربعة ليس له إلاّ نصف وربع وذالك ثلاثة، وأصل ثمانية ليس له إلاَّ النصف والربع والثمن وذالك سبعة. (المواريث للصابوني: ص۱۲۳)

www.besturdubooks.net

وضاحت: مثال مذکور میں مخرج ۲ کے اجزاء مکرر طور پر برابر تقسیم ہو گئے۔(۱)

(۲- یا پھر ''۲'' سے نکلنے والا فرض صرف نصف اور ما باقی ہوگا) مثلاً:

(الف) مسئلہ:۲		(ب) مسئلہ:۲		(ج) مسئلہ:۲	
بنت/ بنت الابن	عم	اُخت (ع/عل)	عم	زوج	عم
نصف	عصبہ	نصف	عصبہ	نصف	عصبہ
۱	۱	۱	۱	۱	۱

وضاحت: مذکورہ بالا امثلۂ ثلاثہ میں مخرج ''۲'' سے نصف ایک دینے کے بعد ما باقی بھی ایک بچا جو عصبہ کو دے دیا گیا۔(۲)

(۳- مخرج ''۳'' سے نکلنے والے فروض یا تو ثلث اور ثلثان ہوں گے۔) مثلاً:

---

(۱) والنصفان كزوج وأخت شقيقة أولأب من إثنين لأن مخرج النصف والنصف متماثلان فللزوج النصف ولأخت لغير أم النصف وهي إذ ذاك عادلة. (العذب الفائض ۱/ ۲۲۰)
--- كل مسئلة فيها وارثان كل منهما له النصف فا لمسئلة من إثنين وليس فيها عول.
(المواريث للصابوني: ص۱۲۳)

(۲) النصف والباقى كزوج أوبنت أوبنت أبن أوخت شقيقة أوأخت لأب وعاصب لا يحجب ذا الفرض، ولا يغير فرضه أصلها في الجميع إثنان لأنه أقل عدد له نصف صحيح وهي إذ ذاك ناقصة. (العذب الفائض: ۱/۲۲۰)
كل مسئلة فيها وارث يستحق نصف المال وآخر الباقي فا لمسئلة من اثنين وليس فيها عول.
(المواريث للصابوني: ص۱۲۳)

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۳
م

۲/اخت (ع/عل)	۲/اخ/اخت (خ)
ثلثان	ثلث
۲	۱

وضاحت: مثال مذکور میں مخرج ''۳'' کے اجزاء مکرر طور پر بصورتِ عادلہ اپنے مخرج ۳ پر برابر تقسیم ہو گئے۔(۱)

(۴- یا پھر ''۳'' سے نکلنے والا فرض صرف ثلث اور ما باقی ہوگا) مثلاً:

مسئلہ:۳
م

اُم/۲/اخت (خ)	عم
ثلث	عصبہ
۱	۲

وضاحت: مثال مذکور میں مخرج ۳ کا ایک جزء ایک اُم یا متعدد اُخت اخیافی کو ملا اور ۳ سے بچا ہوا دو بطور عصبہ چچا کو ملا۔(۲)

(۵- یا پھر ''۳'' سے نکلنے والا فرض صرف ثلثان اور ما باقی ہوگا) مثلاً:

مسئلہ:۳
م

۲/بنت/ بنت الابن	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

مسئلہ:۳
م

۲/اخت ع/عل	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

---

(۱) أو ثلثان وثلث مجمعين كأختين لغيرأم وأختين، لها أصلها من ثلاث اثبت لأن مخرج كل من الثلث والثلثين ثلاثة وهما متماثلان وتسمى الأخيرة عادلة.(العذب الفائض: ۱/ ۲۲۱) --- كل مسئلة فيها وارثان لأحد هما الثلث وللآخر الثلثان فالمسئلة من ثلا ثة وليس فيها عول. (المواريث للصابوني: ص۱۲۳) (۲) والثلث مفردًا كأم أو أخوين لأم مع عم وهي إذ ذاك =

www.besturdubooks.net

وضاحت: مذکورہ بالا دونوں مثالوں میں ۲/مؤنث کو ثلثان کے طور پر ۳/میں سے ۲/ملا جس کی وجہ سے مخرج کا عدد ''۳'' ناقص ہوگیا، جس کو پورا کرنے کے لیے ایک بچا ہوا (جزء) بطور عصبہ عم کو دے دیا گیا۔(۱)

(۶-مخرج ''۴'' سے نکلنے والا فرض یا تو صرف ربع اور ما باقی ہوگا۔) مثلاً:

مسئلہ:۴	
زوجہ	عم
ربع	عصبہ
۱	۳

مسئلہ:۴	
زوج	ابن
ربع	عصبہ
۱	۳

وضاحت: مذکورہ بالا دونوں مثالوں میں زوجین کو مخرج ''۴'' کا اقل ایک ملا، جس کی وجہ سے مخرج کا عدد ''۴'' ناقص ہوگیا، جس کو پورا کرنے کے لیے (۳) بچا ہوا (جزء) بطور عصبہ عم کو دے دیا گیا۔(۲)

= ناقصة. (العذب الفائض: ۱/۲۲۱) --- كل مسئلة يستحق الوارث فيها الثلث والآخر الباقي ......فالمسئلة من ثلاثة وليس فيها عول. (المواريث للصابوني: ص۱۲۳)

(۱) والثلثان مفردين كبنتين أو بنتيَ ابن أو أختين شقيقتين أو لأب وعم، أصلها من ثلاثة في الجميع وهي إذ ذاك نا قصة. (العذب الفائض: ۱/۲۲۱)

(۲) والربع وحده كزوج وابن أو زوجة و عم فمن أربعة، لأنها أقل عدد له ربع صحيح، فللزوج الربع والباقي للابن في الأولى، وللزوجة الربع والباقي للعم في الثانية. (العذب الفائض: ۱/۲۲۱) --- كل مسئلة يستحق الوارث فيها الربع والآخر الباقي ...... فالمسئلة من أربعة وليس فيها عول. (المواريث للصابوني: ص۱۲۳)

www.besturdubooks.net

(۷-یا پھر ''۴'' سے نکلنے والے فروض ربع ونصف کے ساتھ ما باقی ہوگا۔) مثلاً:

مسئلہ:۴

زوج	بنت	عم
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

مسئلہ:۴

زوجہ	اخت (ع/عل)	عم
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

وضاحت: مذکورہ دونوں مثالوں میں مخرج ''۴'' سے اس کے اجزاء بطور ربع زوجین کو ایک حصہ دیا گیا' اور بطور نصف دو حصہ بنت واخت کو دیا گیا پھر بھی مخرج ''۴'' میں سے ایک بچ گیا جو بطور عصبہ عم کو دے دیا گیا۔(۱)

(۸-یا پھر ''۴'' سے نکلنے والے فروض ربع وثلث باقی کے ساتھ ما باقی ہوگا) مثلاً:

مسئلہ:۴

زوجہ	اب	ام
ربع	عصبہ	ثلث باقی
۱	۲	۱

وضاحت: مثال مذکور میں غور کیجئے، مخرج ''۴'' کے اجزاء ایک ایک مکرر آئے ہیں، اس لیے کہ زوجہ کو ۴ میں سے ایک ملا ہے جو ربع ہے، اسی طرح ام کو بھی ۴ میں سے جو ایک مل رہا ہے وہ بھی ربع ہے۔

(۱) أو مع الربع نصف و مابقي كزوج وبنت و عم، و كزوجة و أخت لغير أم وعم فأصلها من أربعة لأن مخرج النصف داخل فى مخرج الربع، فيكتفى بالأكبر كما مر، فللزو ج الربع، وللبنت النصف، والباقى للعم في الأولى، وللزوجة الربع وللأخت لغيرام النصف، والباقي للعم في الثانية. (العذب الفائض: ۱، ص: ۲۲۱) --- كل مسئلة فيها وارثان لأحدهما الربع وللآخر النصف فالمسئلة من اربعة وليس فيها عول. (المواريث للصابوني: ص: ۱۲۳)

www.besturdubooks.net

دو ربع یعنی ۴/ کے دو اجزاء دینے کے بعد بھی ۲ بچ گیا، جو بطور عصبہ اب کو دے دیا گیا۔(۱)

(۹-مخرج ''۸'' سے نکلنے والا فرض یا تو صرف ثمن اور ما باقی ہوگا) مثلاً:

مسئلہ: ۸

زوجہ	ابن
ثمن	عصبہ
۱	۷

وضاحت: مذکورہ مثال میں مخرج ''۸'' میں سے صرف ایک بطور فرض زوجہ کو ملا، پھر ما باقی ۷/ بطور عصبہ ابن کو مخرج پورا کرنے کے لیے دے دیا گیا۔(۲)

(۱۰-یا پھر ۸/ سے نکلنے والے فروض ثمن ونصف کے ساتھ ما باقی ہوگا۔) مثلاً:

مسئلہ: ۸

زوجہ	بنت	اخ (ع/عل)
ثمن	نصف	عصبہ
۱	۴	۳

وضاحت: مذکورہ مثال میں مخرج ''۸'' سے بطور فرض زوجہ کو ثمن یعنی ایک اور بنت کو نصف یعنی ۴/ دینے کے بعد بھی ۳/ بچ گیا، اس لیے مخرج کو پورا کرنے کے لیے ما باقی ۳/ اَخ کو دے دیا گیا۔(۳)

---

(۱) أومع الربع ثلث الباقی .فاعلم أن اجتماع الربع وثلث الباقی یکون فی المسئلة التي هي احدی الغراوین، وهي زوجة و أبوان فأصلهما من أربعة فيهما، لأن الباقي من مخرج الربع بعدالقاء بسطه منقسم على الثلاثة مخرج الثلث المضاف للباقي. (العذب الفائض: ۱: ۲۲۱)

(۲) والثمن وحده والباقي كزوجة وابن فمن ثمانية لأنها أقل عددله ثمن صحيح. (العذب الفائض: ۱: ۲۲۱) --- كل مسئلة يستحق الوارث فيهاالثمن والآخر الباقی فالمسئلة من ثمانيةوليس فيهاعول. (المواريث للصابوني : ۱ :۱۲۳) (۳) أوصحب الثمن النصف كزوجة وبنت أوبنت ابن واخ لغيرأم ،فأصلها أيضا من ثما نية لأن مخرج النصف داخل في مخرج الثمن للزوجةسهم وللبنت أو بنت الابن أربعة وللأخ الثلاثة الباقية.

(العذب الفائض : ۱: ۲۲۱، الشريفية: ص ۵۶، باب العول)

www.besturdubooks.net

خلاصہ: مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ مخارجِ اربعہ (۲، ۳، ۴، ۸) میں سے کسی مخرج میں عول کی نوبت نہیں آتی ہے؛ کیوں کہ ہر مخرج کی استقرائی طور پر مثالیں پیش کر دی گئیں، کہیں مخرج کا عدد بطور فرض مکمل ہو گیا، تو کہیں فرض سے دینے کے بعد بچا تو وہ عصبہ نے لے لیا، کہیں بھی مخرج اپنے وارثین کے سہام پر تنگ نہیں پڑا کہ عول کی ضرورت پڑے۔اسی لیے ان مخارج اربعہ میں عول نہیں آتا ہے۔

فائدۂ رابعہ: مسئلہ میں عول کے تحقق کے لیے وارثین کا ذوی الفروض ہونا ضروری ہے:

مسائل میراث میں عول کے تحقق کے لیے سارے وارثین کا ذوی الفروض میں سے ہونا ضروری ہے، اگر کوئی وارث عصبہ ہوگا تو اسمیں کبھی عول نہیں ہوگا، کیوں کہ عصبہ اقل واکثر دونوں کا مستحق ہو جاتا ہے، یعنی ذی فرض سے جو بچتا ہے وہی لے لیتا ہے۔ مثلاً:

مسئلہ: ٦

زوج	ام	عم
نصف	ثلث	عصبہ
۳	۲	۱

برخلاف اصحاب الفروض کے، وہ اپنے فرض متعین سے کم نہیں لیتے جس کی وجہ سے اصلِ مسئلہ اپنے سہام پر تنگ ہو جاتا ہے۔(۱) مثلاً:

(۱) إن العول مقصور على المسائل التي يكون جميع أفرادها يرثون بالفرض، فلاتعول أي فريضة لأجل عاصب. (مرجع الطلاب في المواريث: ص ۲۴۰)

www.besturdubooks.net

مسئلہ: ۶/ ع ۸

زوج	اخت (ع)	ام
نصف	نصف	ثلث
۳	۳	۲

فائدۂ خامسہ: عصبہ مع الغیر کا وجود تحققِ عول کے لیے مانع ہے:

اگر کسی مسئلہ میں بنات یا بنات الابن کے ساتھ اخواتِ عینیہ وعلیہ جمع ہوجائیں تو مسئلہ کبھی بھی عائلہ نہیں ہوگا، کیوں کہ اخوات بنات کے ساتھ عصبہ مع الغیر ہوجائیں گی ، پس ان کا بھی کوئی فرض معین نہ ہونے کی وجہ سے جو کچھ بچے گا وہ لے لیں گی۔(۱)

(۱) لایدخل العول أی فریضة اجتمعت فیها بنت ،أو بنت ابن فأ کثر مع أخت شقیقة أو لأب فرادی أ و متعددات لأن الأ خوات مع البنات عصبة فلا یفرض لهن شيء.

(مرجع الطلاب فی المواریث:ص۲۱۴)

www.besturdubooks.net

بحث عاشر: باب عول کا خلاصہ بصورت نقشہ:

www.besturdubooks.net
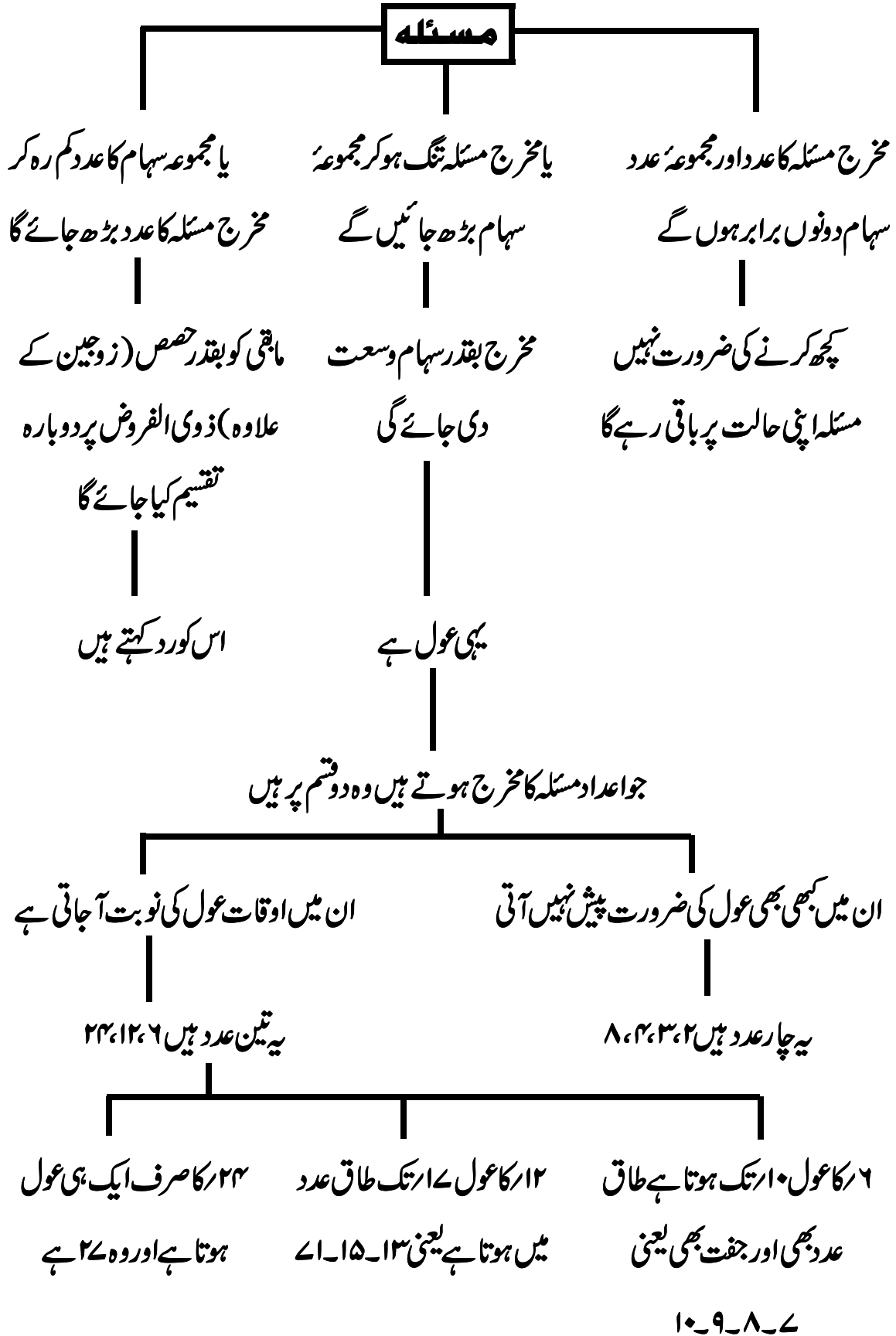
اعداد کے درمیان نسبتوں کا بیان

فَصْلٌ فِيْ مَعْرِفَةِ التَّمَاثُلِ وَالتَّدَاخُلِ وَالتَّوَافُقِ وَالتَّبَايُنِ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ تَمَاثُلُ الْعَدَدَيْنِ كَوْنُ أَحَدِهِمَا مُسَاوِيًا لِلآخَرِ، وَتَدَاخُلُ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ أَنْ يَّعُدَّ أَقَلُّهُمَا الْأَكْثَرَ أَيْ يُفْنِيهِ، أَوْ نَقُوْلُ هُوَ أَنْ يَكُوْنَ أَكْثَرُ الْعَدَدَيْنِ مُنْقَسِمًا عَلَى الْأَقَلِّ قِسْمَةً صَحِيْحَةً، أَوْ نَقُوْلُ هُوَ أَنْ يَّزِيْدَ عَلَى الْأَقَلِّ مِثْلَهُ أَوْ مِثَالَهُ فَيُسَاوِيَ الْأَكْثَرَ، أَوْ نَقُوْلُ هُوَ أَنْ يَكُوْنَ الْأَقَلُّ جُزْءًا لِلْأَكْثَرِ مِثْلُ ثَلٰثَةٍ وَتِسْعَةٍ، وَتَوَافُقُ الْعَدَدَيْنِ أَنْ لَّا يَعُدَّ أَقَلُّهُمَا الْأَكْثَرَ، وَلٰكِنْ يَّعُدُّهُمَا عَدَدٌ ثَالِثٌ، كَالثَّمَانِيَةِ مَعَ الْعِشْرِيْنَ تُعَدُّهُمَا أَرْبَعَةٌ، فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِالرُّبُعِ، لِأَنَّ الْعَدَدَ الْعَادَّ لَهُمَا مَخْرَجٌ لِجُزْءِ الْوِفْقِ، وَتَبَايُنُ الْعَدَدَيْنِ أَنْ لَّا يَعُدَّ الْعَدَدَيْنِ مَعًا عَدَدٌ ثَالِثٌ كَالتِّسْعَةِ مَعَ الْعَشَرَةِ، وَطَرِيْقُ مَعْرِفَةِ الْمُوَافَقَةِ وَالْمُبَايَنَةِ بَيْنَ الْمِقْدَارَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ أنْ يَّنْقُصَ مِنَ الْأَكْثَرِ بِمِقْدَارِ الْأَقَلِّ مِنَ الْجَانِبَيْنِ مَرَّةً أَوْ مِرَارًا حَتّٰى اتَّفَقَا فِيْ دَرَجَةٍ وَاحِدَةٍ، فَإِنِ اتَّفَقَا فِيْ وَاحِدٍ فَلا وِفْقَ

www.besturdubooks.net

بَيْنَهُمَا، وإِنِ اتَّفَقَا فِيْ عَدَدٍ فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِذَالِكَ الْعَدَدِ، فَفِي الْإِثْنَيْنِ بِالنِّصْفِ وَفِيْ الثَّلٰثَةِ بِالثُّلُثِ وَفِيْ الْأَرْبَعَةِ بِالرُّبُعِ هٰكَذَا إِلَى الْعَشَرَةِ، وَفِيْ مَاوَرَاءِ الْعَشَرَةِ يَتَوَافَقَانِ بِجُزْءٍ مِنْهُ أَعْنِيْ فِيْ أَحَدَ عَشَرَ بِجُزْءٍ مِنْ أَحَدَ عَشَرَ، وَفِيْ خَمْسَةَ عَشَرَ بِجُزْءٍ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ فَاعْتَبِرْ هٰذَا.

ترجمہ: یہ فصل ہے دو عددوں کے درمیان تماثل اور تداخل اور توافق اور تباین کی معرفت کے بیان میں۔ دو عددوں کا تماثل ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے کے مساوی ہونا ہے۔ اور دو مختلف عددوں کا تداخل یہ ہے کہ ان دونوں میں سے عدد اقل عدد اکثر کو فنا کردے یا ہم کہیں گے کہ تداخل یہ ہے کہ دونوں عددوں میں سے اکثر اقل پر قسمت صحیحہ کے ساتھ منقسم ہو جائے۔ یا ہم کہیں گے کہ تداخل یہ ہے کہ چھوٹے عدد پر اس کا ایک گنا یا کئی گنا زیادہ ہو جائے تو بڑے عدد کے برابر ہو جاتا ہے۔ یا ہم کہیں گے کہ تداخل یہ ہے کہ اقل اکثر کا جزء ہو جیسے تین اور نو اور دو عددوں کا توافق یہ ہے کہ ان میں سے اقل اکثر کو فنا نہ کرے لیکن تیسرا عدد ان دونوں کو فنا کر دے جیسے آٹھ اور بیس کہ ان دونوں کو چار فنا کر دیتا ہے تو یہ دونوں متوافق بالربع ہیں کیوں کہ ان دونوں کو فنا کرنے والا یعنی چار وفق کے جز یعنی ربع کا مخرج ہے۔ اور دو عددوں کے درمیان تباین یہ ہے کہ عدد ثالث دونوں کو ایک ساتھ فنا نہ کرے جیسے نو اور دس اور موافقت اور مباینت کو پہچاننے کا طریقہ دو مختلف عددوں کے درمیان یہ ہے کہ اکثر میں سے اقل کی تعداد کے مطابق جانبین سے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ گھٹا دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ ایک درجہ میں متحد ہو جائیں تو اگر وہ دونوں ایک میں متحد

www.besturdubooks.net

ہوتے ہیں تو ان کے درمیان توافق نہیں ہے۔ اگر دونوں ایک عدد میں متحد ہوں تو وہ دونوں اسی عدد کے اعتبار سے متوافق ہوں گے پس دو میں بالنصف اور تین میں بالثلث اور چار میں بالربع اسی طرح دس تک اور دس کے بعد اسی کے جزء میں توافق ہوگا۔ یعنی گیارہ میں اس گیارہ کے جزء کے ساتھ اور پندرہ میں پندرہ کے جزء کے ساتھ اور باقی کو اسی پر قیاس کرلو۔

توضیح وتشریح: یہاں آٹھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) تمہید (۲) عدد کی تعریف و خاصہ (۳) نِسبِ اربعہ کی تعریف مع مثال (۴) توافق وتباین جاننے کا طریقہ (۵) توافق کی تعبیرات (۶) نِسبِ اربعہ کی دلیل حصر اور ایک عقلی مثال سے وضاحت مع نقشہ (۷) نِسبِ اربعہ سے متعلق تین اہم فائدے (۸) حساب کا بیان

بحثِ اول: تمہید:

مسائلِ تصحیح کے لیے اعداد کے درمیان نسبتوں کا جاننا بہت ضروری ہے، گویا کہ یہ فصل باب التصحیح کا مقدمہ ہے۔(۱)

بحثِ ثانی: عدد کی تعریف وخاصہ:

عدد کی تعریف: عدد وہ ہے جو آحاد سے مرکب ہو، یعنی جس میں تعدد ہو، جیسے دو، تین، چار۔(۲)

---

(۱) لما كانت هذه الأشياء الأربعة محتاجة إليها في التمثيل قدمها وانعقد ها فصلا وجعلها كالمقدمة لبيا ن التصحيح. (حاشيه شريفيه: رقم ۸/ص۵۷)

(۲) واعلم أن العدد ما تألف من الآحاد كالإثنين فصار عدًا. (ردالمحتار: ۱۰/۵۶۹)

www.besturdubooks.net

نوٹ: ایک میں تعدد نہ ہونے کی وجہ سے وہ عدد نہیں ہے۔(۱)

عدد کا خاصہ: عدد کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ "نِصْفُ مَجْمُوْعَةِ الْحَاشِيَتَيْنِ الْقَرِيْبَتَيْنِ أَوِ الْبَعِيْدَتَيْنِ" ہوتا ہے، یعنی کسی بھی عدد کے دو قریبی یا دور والے دونوں کناروں (اوپر، نیچے) کے مجموعہ کا نصف ہوتا ہے۔

عدد کے قریبی کناروں کی مثال: مثلاً: (۴) ایک عدد ہے، اس کے اوپر کی جانب (۵) ہے اور نیچے کی جانب (۳) ہے، (۵) اور (۳) کا مجموعہ (۸) ہوا، اور (۸) کا نصف (۴) ہے؛ لہٰذا (۴) کو عدد کہیں گے۔

عدد کے بعیدی کناروں کی مثال: مثلاً: (۴) کہ اس کے ایک جانب حاشیۂ بعید (۲) ہے اور دوسری جانب (۶) ہے، دونوں (۲،۶) کا مجموعہ (۸) ہے اور اس کا نصف "۴" ہوا۔(۲)

بحثِ ثالث: نِسَبِ اربعہ کی تعریف مع مثال:

تماثل کی تعریف: ایک عدد کا دوسرے عدد کے برابر اور ہم مثل ہونا جیسے ۴/ اور ۴/، ۵/ اور ۵/ وغیرہ، اس طرح کے دو عددوں کے درمیان جو نسبت ہوتی ہے وہ تماثل کہلاتی ہے اور دونوں کو اعداد متماثلین کہتے ہیں۔

---

(۱) وبه علم أن الواحد لا يسمى عددا عند الحساب. (ردالمحتار: ۱۰/۵۶۹)

(۲) ومن خواصه أن يساوي نصف مجموع حاشيتيه القريبتين أو البعيدتين كالأربعة مثلا فإن حاشيتيها القريبتين ثلاثة وخمسة ومجموعهما ثمانية والأربعة نصف الحاشيتين وحاشيتاها البعيدتين اثنان وست. (ردالمحتار: ۱۰/۵۶۹)

www.besturdubooks.net

سوال: نسبت تو دو عددوں کے درمیان تغائر کا تقاضا کرتی ہے اور اعداد متماثلین مثلاً ۳ ؍ اور ۳ ؍ میں کوئی تغائر نہیں ہے۔(۱)

جواب: یہاں تغائر حکمی ہے اور وہ محل کے اعتبار سے پہلے تین کا محل مثلاً دراہم ہے اور دوسرے تین کا محل مثلاً دنانیر ہے۔(۲)

تداخل کی تعریف: تداخل کے لغوی معنی ”ایک چیز کا دوسرے چیز میں داخل ہونا ہے“ مصنفؒ نے تداخل کی چار تعریف کی ہیں۔

پہلی تعریف بطریق نفی (Minus): دو عددوں میں سے چھوٹا عدد اگر بڑے عدد کو کاٹ دے، تو دونوں کے درمیان تداخل کی نسبت ہوگی، مثلاً ۳ ؍ اور ۹ ؍، ان میں ۳، ۹ کو تین بار میں کاٹ دیتا ہے (تین تیا نو) اس لیے ان دونوں کے درمیان تداخل کی نسبت ہے۔ مثلاً: ۹-۳=۶-۳=۳-۳=۰۰

دوسری تعریف بطریق تقسیم (Divide): بڑا عدد چھوٹے پر برابر تقسیم ہو جائے، جیسے ۹، ۳ ؍ پر برابر تقسیم ہوتا جاتا ہے۔ مثلاً: ۹÷۳=۳

تیسری تعریف بطریق ضرب (Multiply): چھوٹے عدد پر اسی کے مثل ایک بار یا کئی بار زیادہ کیا جائے تو وہ بڑے عدد کے برابر ہو جائے، جیسے ۳ ؍ پر اگر دو بار تین تین کا اضافہ کیا جائے تو نو ہو جائے گا۔ مثلاً: ۳×۳=۹۔

---

(۱) نسبة بين العددين المتغايرين ولاتغا ئربين ثلثلة. (حاشيه شريفيه: الرقم: ۲/ص۵۸)

(۲) ولابد ههنا من اعتبار هما في محلين. (الشريفية: ص۵۸)

www.besturdubooks.net

چوتھی تعریف: چھوٹا عدد بڑے کا جزء ہو، یہ بھی مذکورہ مثال میں ظاہر ہے کہ ۳، ۹ کا جزء ہے۔

تداخل کی چاروں تعریفوں کا خلاصہ:

ہر تعریف کا ماحصل وخلاصہ ایک ہی ہے کہ چھوٹا عدد بڑے عدد کو فنا کردے اور اس پر برابر تقسیم ہو جائے، جیسے ۳-۶، تین دو مرتبہ میں ۶ رکو فنا کر دیتا ہے؛ اسی طرح ۴-۱۲، چار ۱۲ کو تین مرتبہ میں فنا کر دیتا ہے، وغیرہ۔

توافق کی تعریف: چھوٹا عدد بڑے عدد کو فنا نہ کرے البتہ دونوں کو کوئی تیسرا عدد فنا کردے تو ان دونوں عددوں کے مابین توافق کی نسبت کہلاتی ہے۔ مثلاً ۸ اور ۲۰، ان دونوں کو ۴ کا عدد فنا کر دیتا ہے، ۸ کو دو مرتبہ میں اور ۲۰ کو پانچ مرتبہ میں لہٰذا ان کے مابین توافق بالربع کی نسبت ہوگی، ۸ کا وفق ۲ اور ۲۰ کا وفق ۵ ہوگا۔

فائدہ: تیسرا عدد دونوں عددوں میں سے ہر ایک کو جتنی مرتبہ میں فنا کرتا ہے، اس کو اس عدد کا وفق کہتے ہیں، اس سے عدد کی تخفیف ہو جاتی ہے، گویا ۲۰ کا وفق ۵ ہے، تو ۲۰ کی تخفیف ۵ سے ہوگئی اور ۸ کا وفق ۲ ہے تو ۸ کی تخفیف ۲ سے ہوگئی ہے۔

تباین کی تعریف: دو عددوں کے درمیان تباین کی نسبت یہ ہے کہ چھوٹا عدد بڑے کو فنا نہ کرے، اور نہ کوئی تیسرا عدد دونوں کو ایک ساتھ فنا کرے جیسے ۹ر اور ۱۰، کہ نہ تو ۹ر دس کو فنا کر رہا ہے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد دونوں کو فنا کر رہا ہے۔

www.besturdubooks.net

بحثِ رابع: توافق وتباین جاننے کا طریقہ:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے توافق و تباین کی نسبت پہچاننے کا جو طریقہ بیان فرمارہے ہیں۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کو دو جانب سے ایک بار یا چند بار گھٹایا جائے ،اگر دونوں کسی عدد میں جمع ہو جائیں تو دونوں میں توافق کی نسبت ہوگی،اور اگر ایک بچے تو تباین کی نسبت ہوگی۔

توافق کی مثال: ۸اور ۱۸،اٹھارہ میں سے ۸ نکالا تو ۱۰ بچا، پھر ۸ نکالا تو ۲ بچا،اب دو چھوٹا عدد ہو گیا،اس کو ۸ میں سے گھٹایا جائے تو ۶ ر بچا، پھر ۶ ر میں سے ۲ ر گھٹایا گیا تو ۴ ر بچا، پھر ۲ ر گھٹایا تو ۲ ر بچے، پس ۸ر اور ۱۸ر میں توافق بالنصف ہے۔

تباین کی مثال: ۷اور ۱۰ ہے، ۱۰ میں سے ۷ گھٹائے تو ۳ ر بچے، پھر ۷ر میں سے ۳ر گھٹائے تو ۴ر بچے، پھر ۳ر گھٹائے تو ایک بچا؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ اور ۷ر اور ۱۰ر میں تباین ہے۔

بحثِ خامس: توافق کی تعبیرات:

اگر دو عددوں میں دو سے توافق ہو تو توافق بالنصف اور تین سے ہو تو توافق بالثلث ، چار سے ہو توافق بالربع ،ایسے ہی دس تک ہے،اور دس کے بعد ”بجزءٍ من“ کے اضافہ سے تعبیر ہوگی،مثلاً: گیارہ سے توافق ہو تو توافق ”بجزء من أحد عشر“ اور اٹھارہ سے ہو تو ”بجزء من ثمانية عشر“۔ وقس علی ہذا!

www.besturdubooks.net

بحثِ سادس: نِسب اربعہ کی دلیل حصر مع نقشہ:

جب دو عدد ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دونوں ہم مثل ہوں گے یا نہیں، اگر دونوں ہم مثل ہیں تو نسبت تماثل کی ہوگی، اور اگر دو عدد ہم مثل نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو چھوٹا عدد بڑے عدد کو پورا پورا فنا کردے گا یا نہیں، اگر فنا کردے تو نسبت تداخل کی ہوگی، اور اگر چھوٹا عدد بڑے عدد کو فنا نہیں کرتا تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو کوئی تیسرا عدد ہوگا، جو دونوں کو فنا کرے گا، اگر تیسرا عدد دونوں کو فنا کردے تو نسبت توافق کی ہوگی ورنہ تباین کی ہوگی۔(۱)

نِسبِ اربعہ کی وضاحت ایک عقلی مثال سے:

ان چاروں نسبتوں کو ایک آسان ومحسوس طریقہ سے اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ دو آدمیوں میں ایسی پکی دوستی ہے کہ کبھی بھی جھگڑا نہیں ہوتا، تو تماثل ہے، اور اگر کبھی کبھار جھگڑا تو ہوتا ہے لیکن آپس میں ہی سمجھوتا ہوجاتا ہے، تیسرے کی ضرورت نہیں پڑتی تو تداخل ہے، اور اگر تیسرے کی ضرورت پڑے تو توافق ہے اور اگر ایسی دشمنی ہوجائے کہ تیسرے سے بھی صلح نہ ہو تو تباین ہے۔

---

(۱) والوجه في إنحصار النسب بين الأعداد في الأقسام الأربعة، إنک إذا نسبت عدداً إلى آخر فان ساواه فهما متماثلان و إلاَّ فإن الأقل مفنيًا للأكثر فمتداخلان، و إن لم يكن مفنيًا له فأما أن يعدّ هما عدد غير الوجه، فهما متوافقان او لا يعدّ هما غيره فمتباينان. (الشريفية :ص ٦١)

www.besturdubooks.net
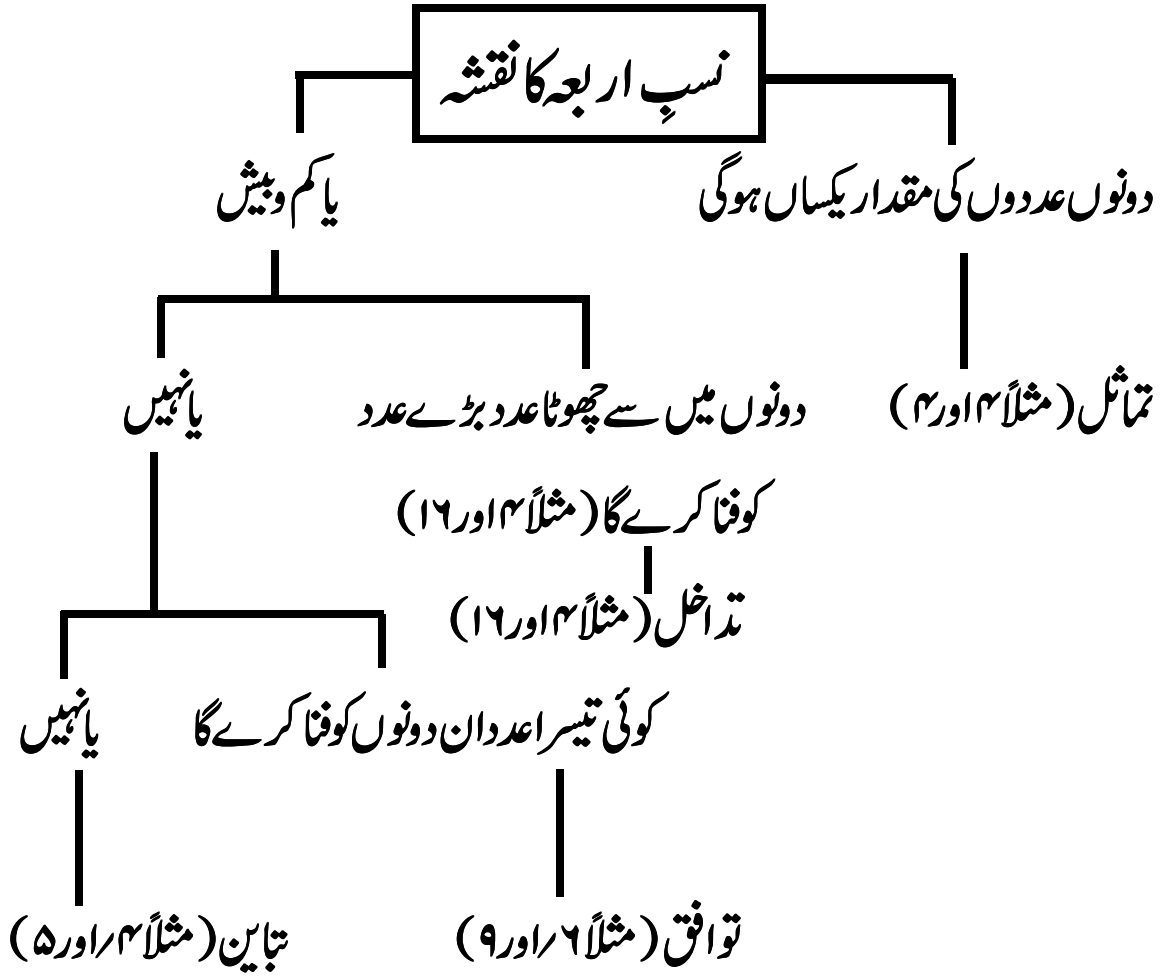
بحثِ سابع: نِسَبِ اربعہ سے متعلق تین اہم فائدے:

فائدۂ اولیٰ: تداخل کی چوتھی تعریف پر اشکال مع جواب:

تداخل کی چوتھی تعریف: أن یکون الأقل جزءًا للأکثر (کہ چھوٹا عدد بڑے عدد کا جزء ہو) پر اشکال ہوتا ہے کہ ۴ اور ۶ میں بھی تداخل ہونا چاہیے کیوں کے چھوٹا عدد ۴ / ۶ / کا جزء ہے، حالاں کہ ان دونوں کے مابین توافق بالنصف ہے، اسی طرح ۴ اور ۱۰ میں بھی تداخل ہونا چاہیے کیوں کہ چھوٹا عدد ۴، ۱۰ کا جز ہے پھر بھی ان دونوں کے مابین توافق بالنصف ہے تداخل نہیں۔

جواب: مصنفؒ کی مراد أن یکون الأقل جزءًا للأکثر میں جزء سے

مراد جزء واحد ہے، نہ کہ اجزائے کثیر، یعنی وہ چھوٹا عدد جو بڑے عدد کو پوری طرح فنا کردے، مثلاً ۴/اور ۱۲، کہ چار نے بارہ کو تین مرتبہ میں پوری طرح فنا کردیا۔ نہ کہ وہ چھوٹا عدد جو بڑے عدد کو پوری طرح فنا نہ کر سکے، مثلاً: ۴/اور ۶/ کہ ۴/ چھوٹے عدد میں ۶/ بڑے عدد کو پوری طرح فنا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے؛ پس ۴/اور ۶/ میں تداخل نہیں ہے کیوں کہ ۴/ چھ کا جزء واحد نہیں بل کہ چھ کے اجزاء ہیں، اس لیے کہ ۴/ چھ کا دو ثلث ہے۔ اسی طرح ۴/اور ۱۰/ میں بھی تداخل نہیں ہے کیوں کہ ۴، دس کا جزء واحد نہیں، اجزاء ہے، اس لیے کہ ۴، دس کا دو خمس ہے۔(۱)

فائدۂ ثانیہ: دو عددوں میں متعدد عددوں سے توافق ہو تو کیا کریں گے:

اگر دو عددوں میں متعدد عددوں سے توافق ہو تو بڑے عدد کا اعتبار ہوگا، کیوں کہ اس میں حساب کی سہولت ہوتی ہے، مثلاً ۱۲/اور ۱۸، ان کے درمیان توافق بالنصف بھی ہے کیوں کہ ۲/ان دونوں کو فنا کر رہا ہے، اور توافق بالثلث بھی ہے کیوں کہ ۳/ان دونوں کو فنا کر رہا ہے اور توافق بالسدس بھی ہے کیوں کہ ۶/ان دونوں کو فنا کر رہا ہے، اب ہم نے بڑے عدد ۶/ کو لیا کیوں کہ اس میں سہولتِ حساب ہے۔(۲)

---

(۱) والجواب عنه أن الجزء في الإصطلاح هو الأقل الواحد العاد للأكثر، والأقل الغير العاد لا يكون جزءًا بل أجزاء أكثر، والأربعة بالنسبة إلى الستة ليس بجزء للستة، لأنه ليس بعاد للأكثر، بل هو أجزاء للستة، فإن الأربعة ثلثان له وكذا الأربعة ليست مفنيا للعشرة، فليس جزء ها بل أجزاء لأنه خمساها.(حاشيه شريفيه: رقم:۸/ص۵۸)

(۲) قلت المعتبر في هذه الصناعة مع تعدد العاد هو أكثر عدد يعدهما، ليكون جزء الوفق أقل فيسهل الحساب. (الشريفية :ص ۵۹، الجداول الالكترونية:ص۱۲۸)

www.besturdubooks.net

فائدۂ ثالثہ: مصنفؒ نے تماثل وتداخل کی معرفت کا طریقہ کیوں بیان نہیں کیا:

سوال: مصنفؒ نے تباین وتوافق کی تو معرفت کا طریقہ بیان کیا لیکن تماثل و تداخل کی معرفت کا طریقہ کیوں نہیں بیان کیا؟

جواب: دوعددوں کے مابین تماثل وتداخل ظاہر ہوتے ہیں، ان میں کوئی خفا نہیں ہوتا، برخلاف تباین وتوافق، کہ ان کے مابین خفا ہے۔اسی لیے تماثل و تداخل کی معرفت کا طریقہ بیان نہیں فرمایا۔(۱)

بحثِ ثامن: باب حساب الفرائض:

تصحیح سے پہلے بطور مقدمہ دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔ ایک تو اعداد کے درمیان نسبتوں کا جاننا، دوسرے حساب کا جاننا۔ان دونوں میں معرفت کا حاصل ہونا تصحیح کے لیے تیسیر کا سبب ہوتا ہے۔نسبتوں کا بیان گذر چکا، یہاں کچھ حساب کے سلسلے میں اصول وضوابط ذکر کئے جاتے ہیں۔جاننا چاہیے کہ حساب چار ہیں:

(۱) جمع (جوڑ–Plus) یعنی چند عددوں کو اکٹھا کرنا، اس کا نشان یہ (+) ہے۔

(۲) نفی (گھٹانا–Minus) یعنی بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کو کم کرنا، اس کا نشان یہ (-) ہے۔

(۳) ضرب (بڑھانا–Multiply) یعنی کسی عدد کو دو چند (دوگنا) کرنا، اس کا نشان یہ (×) ہے۔

---

(۱) ولاخفاء في معرفة التماثل والتداخل بين العددين بل في معرفة التوافق والتباين بينهما.

(الشريفية: ص ۵۹)

www.besturdubooks.net

(۴) تقسیم (بانٹنا- Divide) یعنی کسی عدد کا دوسرے عدد پر بٹوارا کرنا، اس کا نشان یہ (÷) ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ مذکورہ چاروں حساب کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

جمع (Plus) کا ذکر قرآن میں: وَلَبِثُوا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا. (۱) - اور وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو سال اور مزید نو سال (سوتے) رہے۔

وضاحت: آیت کریمہ میں ''وَازْدَادُوْا تِسْعًا'' کی تعبیر جمع کی ہے، کیوں کہ ۳۰۰ر میں ۹ر کو جوڑا گیا ہے اور یہی جمع کا معنی ہے۔

نفی (Minus) کا ذکر قرآن میں: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا. (۲)- اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا، چناں چہ پچاس کم ایک ہزار سال تک وہ ان کے درمیان رہے۔

وضاحت: مذکورہ آیت کریمہ میں ''ألف سنة إلا خمسين عاما'' کی تعبیر نفی کی ہے، کیوں کہ بڑے عدد ۱۰۰۰ر میں سے ۵۰ر چھوٹے عدد کو کم کرنے کا معنی نفی کا ہے۔

ضرب کا ذکر قرآن میں: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ (۳)- جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیاں اگائے اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔

(۱) الکہف: ۲۵ (۲) العنکبوت: ۱۴ (۳) البقرہ: ۲۶۱

www.besturdubooks.net

وضاحت: آیت کریمہ میں "كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ" کے بعد "فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّة" کی تعبیر ضرب کی ہے، کیوں کہ اس میں مثال ان سات بالیوں کی ہے، جن میں سے ہر ایک بالی میں سو دانے ہوں، اب ۱۰۰ رکو سات گنا کیا گیا تو ۷۰۰ ر ہو گئے، یہی معنی ضرب کا ہے، کہ کسی عدد کو دو چند یعنی دو گنا کرنا۔

تقسیم کا ذکر قرآن میں: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ - اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

وضاحت: للذکر مثل حظ الانثیین کی تعبیر تقسیم کی ہے، کیوں کہ اس میں مرد و عورت کے درمیان تقسیم کا ذکر ہے، کہ مرد کو دو حصہ اور عورت کو ایک حصہ ملے گا، اور یہی معنی تقسیم کا ہے، کہ کسی عدد کا دوسرے عدد پر بٹوارہ کرنا۔ حساب میں کبھی تو ضرب کی حاجت پیش آتی ہے اور کبھی تقسیم کی، کبھی جوڑ کی اور کبھی گھٹانے کی۔

ضرب کا آسان طریقہ:

ضرب کا طریقہ یہ ہے کہ جن اعداد میں ضرب دینی ہے انہیں اوپر لکھ دو اور جس عدد سے ضرب دینی ہے اسے نیچے لکھ دو، مثلاً اس طرح:

```
 ۴۴۵
× ۵
-----
۲۲۲۵
```

یعنی آپ چار سو پینتالیس میں پانچ کو ضرب دینا چاہتے ہیں تو اولاً ۵ پر ۵ کا پہاڑہ چلائیے تو پانچ پنچے پچیس ہوئے، تو اکائی پانچ نیچے لکھ دو، اور دہائی دو کو اپنے پاس محفوظ رکھو، پھر اگلے چار پر

www.besturdubooks.net

پانچ کا پہاڑہ چلایئے، تو پانچ چوک بیس ہوئے، اب ان (۲) کو جو محفوظ تھے، اس (۲۰) کے ساتھ جوڑو، جن کا مجموعہ (۲۲) ہو گیا، تو ان میں سے صرف اکائی (۲) کو نیچے لکھئے اور دہائی ۲ کو پھر محفوظ رکھو، اس کے بعد اگلے ۴ پر پھر (۵) کا پہاڑہ چلایئے تو (۲۰) ہوا، اور (۲) کو جو محفوظ ہیں اس کے ساتھ جوڑا گیا تو (۲۲) ہو گیا، اب چوں کہ آگے کوئی عدد نہیں اس لیے پورا بائیس یہاں لکھ دو، تو جو نیچے لکھا ہوا ہے وہ حاصلِ ضرب ہے جن کا مجموعہ بائیس سو پچیس (۲۲۲۵) ہوا، اور اگر وہ عدد جس سے آپ ضرب دینا چاہتے ہیں مرکب (دس سے زائد) ہے تو اس کو بھی ایسے ہی لکھو۔ مثلاً:...............

```
   ۴۴۵
 × ۵۵
  ۲۲۲۵
+۲۲۲۵
 ۲۴۴۷۵
```

یعنی پہلے ۵ ر کو اول طریقہ کے مطابق ضرب دے دو، پھر دوسرے ۵ ر کو ایسے ہی ترتیب وار اوپر والے ہر عدد میں ضرب دیئے جاؤ، بس اتنا فرق کرو کہ دوسرے عدد کا جب پہاڑہ اوپر والے پہلے عدد سے شروع کرو تو اس کی اکائی کو نقشہ ہذا میں لکھے ہوئے طریقہ کے مطابق پہلا ہندسہ چھوڑ کر دوسرے ہندسہ کے نیچے سے لکھنا شروع کرو، اور باقی عمل حسبِ سابق کرتے ہوئے جاؤ، اب اوپر نیچے دیکھتے ہوئے چلو جہاں ہندسہ اکیلا ملے اُسے جوں کا توں نیچے لکھ دو، اور جہاں اوپر بھی ملے اور نیچے بھی ان دونوں کو جوڑ کر مجموعہ نیچے لکھ دو، اور آخر تک یہی عمل کرتے ہوئے جاؤ، تو یہاں مجموعہ یہ ہو گیا چوبیس ہزار چار سو پچہتر (۲۴۴۷۵)۔ اور اگر کسی جگہ دونوں کا مجموعہ دس یا اس سے زائد ہو جائے تو صرف اکائی لکھی جائے گی اور دہائی کو محفوظ رکھ کر اگلے میں جوڑی جائے گی۔

www.besturdubooks.net

تنبیہ: ضرب بھی جمع و جوڑ ہی کا ایک طریقہ ہے، فرق اتنا ہے کہ جوڑ میں دو عددوں کی مجموعی تعداد جوڑی جاتی ہے اور ضرب میں مرتبۂ عدد کی مجموعی حیثیت کو جوڑا جاتا ہے۔

تقسیم کا آسان طریقہ:

اگر آپ کسی عدد کو دوسرے سے تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے ان اعداد کو لکھ دو جنہیں آپ تقسیم کرنا چاہتے ہیں، پھر اس کے دونوں طرف لکیر کھینچ کر بائیں جانب وہ عدد لکھ دو جس سے آپ تقسیم کرنا چاہتے ہیں، اور دائیں جانب حاصلِ قسمت کو لکھتے جاؤ۔ مثلاً: اس طرح ۸۹(۴۴۵(۵

۴۰

۴۵
۴۵

××

یعنی آپ چار سو پینتالیس کو پانچ سے تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو آپ ۵؍کا پہاڑہ چلائیں جو فقط ۴؍کے اوپر نہیں چلے گا، اگلے ۴؍کو لے کر چلے گا جو چوالیس ہیں تو پانچ اٹھے چالیس، تو چوں کہ آپ نے ۵؍کا پہاڑہ آٹھ تک چلایا ہے، چوں کہ آگے چلنے کی ۴۴ میں گنجائش نہیں؛ لہٰذا ۸؍دائیں لکیر کی داہنی طرف لکھ دیں، اور ۴۰ کو ۴۴؍کے نیچے سے ۴۰؍کو گھٹا یئے، تو ۴؍بچے، اس کو ایک لکیر کھینچ کر نیچے لکھ دو؛ چوں کہ اس ۴؍پر ۵؍کا پہاڑا نہیں چلتا؛ لہٰذا اوپر سے وہ ۵؍جو ابھی تک چھیڑا نہیں گیا تھا اس کو نیچے اتار لو، اب یہ (۴۵) ہو گئے، اب ان پر ۵ کا پہاڑہ چلایئے، پانچ نوے پینتالیس؛ لہٰذا حسبِ طریق سابق (۹) کو (۸) کی دائیں جانب لکھ دیں، اب حساب پورا ہو گیا اور حاصل قسمت نواسی ہوا۔

www.besturdubooks.net

دوسری مثال: مثلاً آپ ۳۱۵ر کو ۳ر سے تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ:.....

اولاً ۳ر پر ۳ر کا پہاڑ اچلایئے تو ایک مرتبہ چلے گا تو ۳ر نیچے لکھئے اور ایک کو دائیں جانب حاصل قسمت کی جگہ لکھیں اوپر سے ایک کو اتار لو اس ایک پر ۳ر کا پہاڑہ نہیں چلتا تو حاصل قسمت کی جگہ ایک کے آگے صفر کا نقطہ لگا کر اگلا ۵ر بھی نیچے اتار لیجئے اب یہ

```
۱۰۵)۳۱۵(۳
    ۳
    ۱۵
    ۱۵
    ××
```

۱۵ر ہو گیا تو ۱۵ر پر ۳ر کا پہاڑہ چلایئے تین پنچے پندرہ حسب سابق ۱۵ر نیچے اور ۵ر کو اوپر لکھئے اب دیکھئے حاصل قسمت کیا ہوا۔ جو دائیں جانب لکھا ہوا ہے وہی حاصل قسمت ہے یعنی ایک سو پانچ (۱۰۵)۔

جوڑ کا آسان طریقہ:

اگر چہ ہماری گذشتہ تقریر سے یہ بات ذہن نشین ہو گئی ہوگی، تاہم اس کی ایک مثال ذکر کی جاتی ہے، جن اعداد کو جن اعداد میں جوڑنا ہے، انہیں اوپر نیچے ایسے لکھئے:......

```
 ۴۴۵
+۴۲۹
-----
 ۸۷۴
```

اولاً دائیں جانب سے جوڑ کا عمل شروع کیجئے، ۵ر اور ۹ر جوڑ یئے تو ۱۴ر ہوئے، صرف اکائی ۴ر کو نیچے لکھ دو اور دہائی ایک کو محفوظ رکھئے، پھر ۴ر اور ۲، ۶ر ہوئے، پہلے والے ایک محفوظ کو اس میں جوڑا گیا تو سات ہو گئے، ان کو نیچے لکھ دو، پھر ۴ر اور ۴ر آٹھ ہوئے لہٰذا ۸ر کو نیچے لکھ دو، اب مجموعہ یہ ہو گیا (۸۷۴)۔

www.besturdubooks.net

گھٹانے کا آسان طریقہ:

وہی پہلی مثال لےلو.......................................

۴۴۵
-۴۲۹
۱۶

یہاں بھی دائیں جانب سے عمل شروع کیجئے اور ۵/میں سے ۹/کو گھٹائیے تو یہ گھٹے گا نہیں چوں کہ ۹/زیادہ ہے؛ لہٰذا ۵/اپنے پڑوسی ۴/سے ایک دہائی یعنی دس ہدیہ میں لے گا، اب یہ ۵، ۱۵/کے قائم مقام ہوگیا، ۱۵/میں سے ۹/کو کم کیا تو ۶/ باقی بچے، ان کو نیچے لکھ دیجئے، اب آگے چلئے، ۲/کو ۴/میں سے گھٹانا ہے؛ مگر چوں کہ یہ چار ایک دہائی اپنے پڑوسی کو ہبہ کر چکا ہے اور قبضہ بھی کرا چکا ہے، تو اس کو اب ایک عدد کم یعنی ۳/شمار کیا جائے گا تو ۳/میں سے ۲/کو گھٹایا تو ایک بچا، اس کو نیچے لکھ دو، آگے گھٹنے کی گنجائش نہیں اور نہ کوئی ہبہ کرنے والا باقی رہا؛ لہٰذا بس گھٹانے کا عمل پورا ہوگیا، اب نیچے والے عدد کو دیکھ لو کتنا ہے تو وہ ۱۶/ ہے؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ جب چار سو پینتالیس (۴۴۵) میں سے چار سو انتیس (۴۲۹) گھٹائے جائیں گے تو ۱۶/بچیں گے۔

کسور کو اعدادِ صحیحہ میں ضرب دینے کا طریقہ

کبھی اعداد میں کسر اور ٹوٹن ہوتی ہے، عربی میں اس کو ''کسر'' کہتے ہیں اور ہندی میں 'بٹ' اور 'بٹے' کہتے ہیں، جیسے پاؤ ($\frac{۱}{۴}$)، آدھا ($\frac{۱}{۲}$)، پون ($\frac{۳}{۴}$)، سوا ($۱\frac{۱}{۴}$)، ڈیڑھ ($۱\frac{۱}{۲}$)، پونے دو ($۱\frac{۳}{۴}$)، ڈھائی ($۲\frac{۱}{۲}$)۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی اور اس سے پہلے ضرب و تقسیم؛ نیز جمع و جوڑ اور گھٹانے کا طریقہ معلوم ہو چکا تو اب توجہ کے ساتھ دیکھئے کہ بٹے کو غیر میں ضرب دینے کا کیا طریقہ ہے، ہم آسان الفاظ اور آسان طریقہ پر ان شاء اللہ سمجھائیں گے۔

www.besturdubooks.net

اولاً کسور (بٹوں) کو صحیح اور درست کرنے کی ضروری سعی کی جائے گی، جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ بٹے میں جو صحیح عدد ہے بٹے کو اس میں ضرب دیدو، پھر اوپر والے عدد کو اس میں جوڑ دو، پھر مجموعہ اوپر اور کسر کو جوں کی توں اس کی جگہ لکھو، اس کے بعد اوپر والے عدد کو اس عدد میں ضرب دیدو جس میں آپ ضرب دینا چاہتے ہیں، پھر حاصل ضرب کو نیچے والے عدد (یعنی کسر) سے تقسیم کر دو، جو حاصل قسمت ہوگا وہ اس بٹے کو عدد صحیح میں ضرب دینے کا نتیجہ ہوگا۔ مثلاً: آپ چاہتے ہیں کہ سوا تین کو تین سو پندرہ میں ضرب دیں تو آپ سوا تین کو طریق مذکور کے مطابق ایسے لکھیں گے $۳\frac{۱}{۴}$ تو اب آپ نیچے والے چار کو داہنے والے تین میں ضرب دیں گے، چار تیئے ۱۲/ ہوتے ہیں، اور اوپر والے ایک کو اس میں جوڑیں گے تو مجموعہ ۱۳ ہو گیا، حسبِ بیان مندرجہ بالا ۱۳ کو اوپر اور ۴ کو نیچے اس طرح لکھیں گے $\frac{۱۳}{۴}$ اب ۳۱۵/ کو ۱۳/ سے ضرب دیں گے، اسی سابق طریقہ کے مطابق، ایسے:............ جیسا کہ اس کی تفصیل سمجھائی جا چکی ہے؛ لہٰذا حاصلِ ضرب چار ہزار پچانوے ہوئے، اب اس کو حسبِ بیان سابق ۴/ سے تقسیم کر دو، ایسے.....

$$\begin{array}{r} ۳۱۵ \\ \times ۱۳ \\ \hline ۹۴۵ \\ +۳۱۵ \\ \hline ۴۰۹۵ \end{array}$$

$$(۴)\ ۴۰۹۵\ (۱۰۲۳\frac{۳}{۴}$$

$$\begin{array}{r} ۴ \\ \hline ۹ \\ ۸ \\ \hline ۱۵ \\ ۱۲ \\ \hline ۳ \end{array}$$

یعنی پہلے چار کا پہاڑہ چار پر چلایئے، صرف ایک مرتبہ چلے گا؛ لہٰذا ۴/ کو نیچے اور ایک ۱/ کو حاصل قسمت کی جگہ لکھیں، پھر آگے صفر ہے جس کو اتارنا لغو ہوگا، اس لیے کہ صفر عدد کی دائیں جانب آتی ہے تو اس کو دس گنا کر دیتی ہے اور بائیں جانب آتی ہے تو لغو محض ہوتی ہے لہٰذا اس کو لغویت سے بچانے کے

www.besturdubooks.net

لیے بقاعدہ حساب حاصل قسمت کی جگہ ایک کی دائیں جانب لکھ دیں، اور اگلے والے عدد ۹؍کو نیچے اتار لیں، اب اس پر ۴؍کا پہاڑہ چلائیے، دو مرتبہ چلے گا، چار دونی ۸؍ہوتے ہیں؛ لہٰذا ۸ کو نیچے لکھئے اور ۲؍کو صفر کی دائیں جانب لکھ دیں، اب ۹؍میں سے ۸؍کو گھٹائیے تو ا؍بچتا ہے، اس ایک کو نیچے لکھئے، اور دوسرے عدد ۵؍کو اتار کر اس ایک کے پاس لائیے تو اب ان کا مجموعہ ۱۵؍ہو گیا، اب اس ۱۵؍پر ۴؍کا پہاڑہ چلائیے، تین مرتبہ چلے گا، چار تئے ۱۲؍ ہوتے ہیں؛ لہٰذا ۱۲؍کو ۱۵؍کے نیچے لکھئے، اور ۳؍کو اوپر حاصلِ قسمت کی جگہ لکھ دیجیے، اور اب ۱۲؍کو ۱۵؍میں سے گھٹائیے، تو ۳؍بچے، تو اب حاصل قسمت میں عدد صحیح کو پورا اور ایک لکیر کھینچ کر مابقیہ ۳؍کو اوپر، اور جس عدد سے تقسیم کر رہے ہیں اس کو نیچے لکھ دیجیے، ایسے $\frac{3}{4}$ ۱۰۲۳ (1023.75) یعنی ایک ہزار تیئیس صحیح تین بٹہ چار یعنی ایک ہزار اور پونے چوبیس تو $\frac{1}{4}$۳ کو ۳۱۵ میں ضرب دینے کا نتیجہ $\frac{3}{4}$ ۱۰۲۳ ہوتا ہے۔

نوٹ: یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کسر کو جب بٹوں میں لکھا جاتا ہے تو اوپر کسر کی مقدار ہوتی ہے اور نیچے مخرج ہوتا ہے، مثلاً نصف $\frac{1}{2}$ (ایک بٹا دو) لکھتے ہیں اس میں ایک کسر یا مقدارِ کسر ہے اور ''۲'' نصف کا مخرج ہے؛ اسی طرح چوتھائی کو $\frac{1}{4}$ (ایک بٹا چار) لکھتے ہیں، اس میں ایک کسر ہے اور ۴ ربع کا مخرج ہے؛ اسی طرح پون کو $\frac{3}{4}$ (تین بٹا چار) لکھتے ہیں تو اس میں ''۳'' کسر یا مقدارِ کسر ہے، اور ''۴'' مخرج ہے۔

دوسری مثال:

آپ $\frac{1}{2}$۱ کو (۱۰۵) میں ضرب دینا چاہتے ہیں تو حسبِ سابق ۲؍کو ایک میں ضرب دیجیے حاصلِ ضرب دو ہی ہوا، پھر ایک کو اس میں جوڑا گیا تو تین ہو گیا، اب ان کو

www.besturdubooks.net

ایسے لکھئے ۳/۲ اب ۱۰۵/کو ۳/سے ضرب دیجئے، ایسے ۱۰۵
× ۳
۳۱۵

یعنی ۳/کا پہاڑہ ۵/پر چلائیے، پانچ مرتبہ چلے گا تو تین پنچے پندرہ ہوئے تو فقط اکائی یعنی ۵/کو نیچے لکھئے اور دہائی ایک کو محفوظ رکھئے، پھر تین کا پہاڑہ صفر پر چلائیے، تو صفر ہی صفر آتی ہے؛ مگر آپ کے پاس ایک پہلے سے محفوظ ہے، بس اس ایک کو آگے لکھ دو، پھر تین کا پہاڑہ ایک پر ایک مرتبہ چلایا تو تین ہی ہوئے، لہٰذا ۳/کو نیچے لکھ دو، تو یہ ۳۱۵/ہو گیا، اب اس ۳۱۵/کو ۲/سے تقسیم کر دیجیے، اس طرح............................ ۲)۳۱۵(۱۵۷ ۱/۲

یعنی دو کا پہاڑہ ۳/پر چلائیے، تو ایک مرتبہ چلے گا (کیوں کہ ضرب میں عدد کے مرتبہ تک پہاڑہ چلے گا اور تقسیم میں وہاں تک چلے گا کہ حاصلِ مضروب کے مساوی یا کم رہے بڑھنے نہ پائے) لہٰذا جب ۳/پر ایک مرتبہ ۲/کا پہاڑہ چلا گیا تو ۲/ہو گئے۔ اگر دوسری مرتبہ پہاڑہ چلادیں گے

۲
۱۱
۱۰
۱۵
۱۴
۱

تو حاصل ضرب چار ہو کر ۳/سے بڑھ جائے گا، اور حساب غلط ہو جائے گا؛ لہٰذا ایک مرتبہ ہی پہاڑہ چلا تو ۲/کو نیچے اور جتنی مرتبہ پہاڑا چلا ہے اس کو حاصل قسمت کی جگہ پر لکھئے، لہٰذا وہاں ا/لکھا گیا، اب حسبِ بیان سابق ۳/میں سے ۲/کو گھٹائیے تو ایک بچا، اوپر سے اگلا ایک اور اتارا گیا، تو اب یہ ۱۱/ہو گئے، اب ۱۱/پر ۲/کا پہاڑا پانچ مرتبہ چلے گا تو دو پنچے دس؛ لہٰذا دس کو نیچے اور پانچ کو حاصلِ قسمت کی جگہ لکھئے، اور ۱۱/میں سے ۱۰/کو گھٹائیے تو ا/بچا، اوپر سے اس ایک کے برابر میں ۵/اتاریئے، اب یہ ۱۵/ہو گئے، اب ۱۵/پر ۲/کا پہاڑہ

www.besturdubooks.net

چلائیے، تو سات مرتبہ چلے گا، دو ستے ۱۴ر؛ لہٰذا ۱۴ر کو نیچے اور ۷ر اوپر حاصلِ قسمت کی جگہ لکھئے، اب ۱۴ر کو ۱۵ر میں سے گھٹائیے، تو ۱ر بچا، اب لکیر کھینچ کر بچے ہوئے ایک کو اوپر اور وہ ۲ر کو جس سے تقسیم کی گئی ہے، اس کو نیچے لکھئے، اب دیکھئے کتنا ہوا، تو حاصل یہ ہوا، ۱۵۷$\frac{۱}{۲}$ (ایک سو ساڑھے ستّاون)؛ پس معلوم ہوا کہ ۱$\frac{۱}{۲}$ (ڈیڑھ) کو ۱۰۵ر میں ضرب دینے کا نتیجہ ۱۵۷$\frac{۱}{۲}$ ہوا۔

بٹے کو بٹے میں ضرب دینے کا طریقہ:

اگر آپ بٹے کو بٹے میں ضرب دینا چاہتے ہیں تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق ہر ایک میں ضرب وجوڑ کا طریقہ اختیار کر کے مجموعہ کو اوپر اور کسر (بٹے) کو اس کی سابق جگہ لکھ دیا جائے اس کے بعد اوپر والے کو اوپر والے سے اور نیچے والے کو نیچے والے سے ضرب دے کر اوپر والے کا مجموعہ (یعنی حاصلِ ضرب) اوپر اور نیچے والے کا نیچے لکھ دو، پھر اوپر والے کو نیچے والے سے تقسیم کر دو، حاصلِ قسمت ضرب کا نتیجہ ہوگا؛ مثلاً: آپ ۳$\frac{۱}{۳}$ کو ۳$\frac{۱}{۳}$ میں ضرب دینا چاہتے ہیں تو پہلے حسبِ سابق ۳ر کو ۳ر میں ضرب دیجئے، حاصل ضرب ۹ر ہوا، پھر اوپر والے ۱ر کو اس میں جوڑ دیجئے تو مجموعہ ۱۰ر ہو گیا، تو اس کو ایسے لکھئے $\frac{۱۰}{۳}$، دوسرے والے کا بھی یہی حال ہوگا، اور اس کو بھی ایسے ہی لکھئے $\frac{۱۰}{۳}$، اب دونوں جگہ اوپر دس دس ہیں، لہٰذا ۱۰ر کو ۱۰ر میں ضرب دیجئے تو حاصلِ ضرب سو (۱۰۰) ہو گیا، اور نیچے والے ۳ر کو دوسرے ۳ر میں ضرب دیجئے تو حاصلِ ضرب ۹ر ہو گیا، اب اس کو ایسے لکھئے $\frac{۱۰۰}{۹}$ اور اب ۱۰۰ کو ۹ر سے تقسیم کیجئے، ایسے

www.besturdubooks.net

۹) ۱۰۰ (۱۱$\frac{۱}{۹}$

$\frac{۹}{۱۰}$ یعنی ۱۰؍ پر ۹؍ کا پہاڑہ چلایئے، تو ایک مرتبہ چلے گا، لہٰذا (۹) کو ۱۰؍ کے

$\frac{۹}{۱}$ نیچے اور ۱؍ کو حاصلِ قسمت کی جگہ لکھ دو، اب ۹؍ کو ۱۰؍ میں گھٹاؤ، تو ایک

بچا، اوپر سے صفر اتاری گئی، اب یہ دس ہو گئے، اب ۱۰؍ پر ۹؍ کا پہاڑہ چلایئے جو صرف ایک مرتبہ چلے گا، لہٰذا (۹) کو ۱۰؍ کے نیچے اور ایک کو اوپر ایک کے برابر میں لکھ دو، اور ۱۰؍ میں سے ۹؍ کو گھٹاؤ تو ۱؍ بچتا ہے؛ لہٰذا حاصلِ قسمت کی جگہ لکیر کھینچ کر اس ایک کو اوپر اور وہ ۹؍ جس سے تقسیم کی جا رہی تھی اس کو نیچے لکھ دو، یعنی ۱۱ $\frac{۱}{۹}$ (11.11- گیارہ روپیہ گیارہ پیسہ) یعنی گیارہ پورے اور باقی ایک کو نو حصوں میں سے ایک یہی $\frac{۱}{۹}$ کا مطلب ہے۔

بٹے سے عددِ صحیح کو تقسیم کرنے کا طریقہ:

یہاں بھی سب سے پہلے بٹے میں وہی عمل کیجئے جو ہم متعدد مرتبہ عرض کر چکے ہیں، یعنی وہی ضرب و جوڑ والا عمل، پھر مجموعہ کو اوپر اور نیچے والے کو جوں کا توں اس کی سابق جگہ لکھا جاتا ہے (کما مر مفصلاً)۔ مگر وہ طریقہ ضرب کا تھا، اگر تقسیم کرنا ہو تو ترتیب کو الٹ دیجئے یعنی مجموعہ کو نیچے اور نیچے والی کسر کو اوپر لکھا جائے گا، اب اوپر والے عدد کو اس عدد میں ضرب دیجئے جس کو آپ تقسیم کرنا چاہتے ہیں، پھر حاصل ضرب کو اوپر اور جو پہلے چھوٹے عدد کے نیچے تھا اس کو حاصلِ ضرب کے نیچ لکھ دو، اور پھر اوپر والے کو نیچے والے سے تقسیم کر دو، حاصلِ قسمت تقسیمِ مذکور کا نتیجہ ہوگا؛ مثلاً آپ ۱۵؍ کو ۳ $\frac{۱}{۳}$ سے تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو پہلے حسبِ سابق ۳؍ کو ۳؍ میں ضرب دیجئے، حاصلِ ضرب ۹؍ ہو گیا، اوپر

www.besturdubooks.net

والے ا ر کو اس میں جوڑنے سے ۱۰ ر ہو گیا، اب اگر مسئلہ ضرب کا ہوتا تو ایسے لکھا جاتا $\frac{۱۰}{۳}$ لیکن یہاں مسئلہ تقسیم کا ہے، اس لیے الٹا کر کے ایسے لکھیں گے $\frac{۳}{۱۰}$ ، اب ۳ ر کو ۱۵ ر میں ضرب دیں گے (ضرب کا طریقہ پہلے گذر چکا ہے) تو حاصلِ ضرب ۴۵ ر ہو گیا، اب اسی دس کو جو تین کے نیچے تھا، ۴۵ ر کے نیچے اس طرح لکھئے $\frac{۴۵}{۱۰}$ اب ۴۵ ر کو ۱۰ ر سے تقسیم کرنا ہے؛ لہٰذا حسبِ بیان سابق ایسے تقسیم کر دیا: ۱۰) ۴۵ (۴$\frac{۵}{۱۰}$

$\frac{۴۰}{۵}$

جس کا نتیجہ ۴$\frac{۵}{۱۰}$ (4.50) آیا ہے، اسی کو آسانی اور سہولت کی غرض سے چھوٹا بنا لیا جاتا ہے، $\frac{۴۰}{۵}$ جس کی ترکیب یہ ہے کہ ۱۰ ر اور ۴۵ ر میں توافق بالخمس ہے؛ لہٰذا ہر ایک کا وفق اس کی جگہ لکھ دیا جاتا ہے؛ لہٰذا ۱۰ ر کا وفق (خمس) ۲ ر ہے، اور ۴۵ ر کا ۹ ر ہے، تو اس کو ایسے لکھ دیجئے $\frac{۹}{۲}$ اس کا مطلب وہی ہے جو $\frac{۴۵}{۱۰}$ کا تھا؛ مگر اب عدد چھوٹا ہو گیا جس کی وجہ سے حساب میں سہولت یعنیر ہے گی، تو اب ۹ ر کو ۲ ر سے تقسیم کیجئے، جیسے: ۲) ۹ (۴$\frac{۱}{۲}$

$\frac{۸}{۱}$

یعنی حسبِ سابق ۹ ر پر ۲ ر کا پہاڑہ چلایا تو چار مرتبہ چلا، دو چوک آٹھ، تو ۸ ر کو ۹ ر کے نیچے اور ۴ ر کو حاصلِ قسمت کی جگہ پر لکھئے، اور پھر ۹ ر میں سے ۸ ر کو گھٹائیے، تو ا ر بچا، تو حاصلِ قسمت کی جگہ ۴ ر سے آگے ایک لکیر کھینچ کر ایک کو اوپر اور وہ ۲ ر جس سے تقسیم کی جا رہی تھی، نیچے لکھئے، اب دیکھئے کتنا ہوا، تو مجموعہ یہ ہوا ۴$\frac{۱}{۲}$ یعنی ساڑھے چار، تو معلوم کہ ۱۵ ر کو ۳$\frac{۱}{۳}$ سے تقسیم کرنے کا نتیجہ ۴$\frac{۱}{۲}$ ہے اور ۴$\frac{۵}{۱۰}$ جو ۴۵ ر کو ۱۰ ر سے تقسیم کرنے کی صورت میں نتیجہ آیا تھا، اس کا بھی یہی مطلب تھا یعنی ساڑے چار۔

www.besturdubooks.net

بٹے کو بٹے سے تقسیم کرنے کا طریقہ:

جب آپ بٹے کو بٹے سے تقسیم کرنا چاہیں، تو حسبِ بیانِ سابق ضرب وجوڑ کا طریقہ اختیار کر کے اس کو سامنے لائیے اور مقسِّم (یعنی وہ عدد جس سے آپ تقسیم کرنا چاہتے ہیں) کے اندر کسر کو اوپر اور مجموعہ (یعنی ضرب وجوڑ کے نتیجہ) کو نیچے لکھئے، اور مقسَّم کے اندر (یعنی جس کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں) مجموعہ کو اوپر اور کسر کو نیچے لکھئے، پھر اوپر والے کو اوپر والے سے اور نیچے والے کو نیچے والے سے ضرب دے کر نیچے والے حاصلِ ضرب سے اوپر والے حاصل ضرب کو تقسیم کر دیجئے، حاصلِ قسمت تقسیمِ مذکور کا نتیجہ ہوگا، مثلاً آپ چاہتے ہیں کہ ۶$\frac{۱}{۵}$ کو ۴$\frac{۱}{۴}$ سے تقسیم کریں، تو اول مقسَّم ہے اور دوسرا مقسِّم ہے، ضرب و جوڑ کا طریقہ اختیار کر کے مقسَّم ایسے لکھئے $\frac{۳۱}{۵}$ اور مقسِّم کو ایسے لکھئے $\frac{۴}{۱۷}$ اب ۳۱ر کو ۴ر میں ضرب دیجئے تو حاصلِ ضرب ۱۲۴ر ہوا۔ (ضرب کا طریقہ گذر چکا ہے) پھر ۱۷ کو ۵ر میں ضرب دیجئے تو حاصلِ ضرب ۸۵ر ہو گیا، اب ۱۲۴ر کو ۸۵ر سے تقسیم کیجئے (تقسیم کا طریقہ پہلے گذر چکا ہے) تو حاصلِ قسمت ۱ $\frac{۳۹}{۸۵}$ (تقریباً 1.45) ہوا۔

بٹوں کو بٹوں میں جوڑنے کا طریقہ:

اگر آپ بٹوں کو بٹوں میں جوڑنا چاہتے ہیں، تو سب سے پہلے حسبِ بیان سابق ضرب وجوڑ کا طریقہ اختیار کیجئے، اس کے کسرات کا .L.C.M لیجئے، یعنی دیکھئے ان میں آپس میں کون سی نسبت ہے، توافق ہے یا تداخل یا تباین؛ اگر توافق ہے تو وفق محفوظ رکھو، اور اگر تداخل ہو تو بڑا عدد محفوظ رکھو، اور اگر تباین ہو تو ان کو آپس میں ضرب دو، اور حاصلِ

www.besturdubooks.net

ضرب کو محفوظ کرلو۔ اب اس محفوظ کو ہر کسر سے تقسیم کرو اور حاصلِ قسمت کو اسی کے ساتھ برائے یادداشت محفوظ کرلو، اور اس سے اوپر والے مجموعہ کو ضرب دو، ہر ایک میں یہی عمل کرتے ہوئے جاؤ، پھر اس مجموعہ کو ایک جگہ جوڑ دو، اور اس جوڑ کے حاصل کو اس عدد سے تقسیم کردو جو پہلے سے آپ کے پاس محفوظ ہے۔ حاصلِ قسمت جوڑ کا نتیجہ ہوگا۔ مثلاً آپ $4\frac{3}{9} + 2\frac{9}{3} + 4\frac{7}{8} + 3\frac{1}{2}$ کو جوڑنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ضرب وجوڑ کا طریقہ اختیار کیجئے (کما مر مفصلاً)۔ لہٰذا اب ان کو ایسے لکھئے $\frac{7}{2} + \frac{39}{8} + \frac{15}{3} + \frac{39}{9}$ اب کسرات کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ۹/اور ۳/ میں تداخل ہے، لہٰذا (۳) کو ساقط کر دیا اور (۹) کو لے لیا گیا، پھر ۸/اور ۲/ میں تداخل ہے؛ لہٰذا (۲) کو کالعدم شمار کیا اور ۸/ کو لے لیا، پھر ۹/اور ۸/ میں نسبت دیکھی تو تباین کی ملی؛ لہٰذا (۹) کو (۸) میں ضرب دیں گے، ۹/ اٹھے بہتّر ہوتے ہیں، لہٰذا ۷۲ کو محفوظ رکھیں گے۔ اب حسبِ بیانِ سابق اول والی کسر ۹/ سے ۷۲/ کو تقسیم کریں گے، حاصلِ قسمت ۸/ آئے گا۔ اب ان کو یادداشت کے لیے ایسے لکھ دو (۸+۳۹)، پھر اگلی کسر ۳/ ہے؛ لہٰذا (۷۲) کو ۳/ سے تقسیم کیا تو حاصل قسمت ۲۴/ رہوا، اس کو بھی یادداشت کے لیے ایسے لکھ دو (۲۴+۱۵)، پھر اگلی کسر ۸/ سے ۷۲/ کو تقسیم کیا تو حاصل قسمت ۹/ رہوا، اس کو بھی حسبِ سابق ایسے لکھئے (۹+۳۹) پھر اگلی کسر ۲/ ہے، ۷۲/ کو ۲/ سے تقسیم کیا گیا تو حاصل قسمت ۳۶ ہوا، ان کو بھی حسبِ سابق ایسے لکھئے (۳۶+۷) اب یادداشت کے لیے سب کو ایک جگہ لکھ دو (۸+۳۹)+(۲۴+۱۵)+(۹+۳۹)+(۳۶+۷)، اب ۸/ کو ۳۹/ میں ضرب دو، حاصل ضرب ۳۱۲/ رہوا، پھر ۲۴/ کو ۱۵/ میں ضرب دیں گے تو حاصلِ ضرب ۳۶۰/ رہوا، پھر ۹/ کو ۳۹/ میں ضرب دی گئی

www.besturdubooks.net

تو حاصلِ ضرب ۳۵۱؍ رہوا۔ پھر ۳۶؍ کو ۷؍ میں ضرب دی گئی تو حاصل ضرب ۲۵۲؍ رہوا، اب ان کی مجموعی تعداد یہ ہوئی ۳۱۲ + ۳۶۰ + ۳۵۱+۲۵۲، اب ان کو جوڑ دیجئے تو ۱۲۷۵؍ ہوئے، اب اس کو ۷۲؍ سے تقسیم کر دیجئے جو حاصل قسمت ہوگا وہی جوڑ کا نتیجہ ہوگا، تو حاصل $۱۷\frac{۵۱}{۷۲}$ ہے جو مساوی ہے $۱۷\frac{۱۷}{۲۴}$ کے؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ $۴\frac{۳}{۹}$ + $۲\frac{۳}{۹}$ + $۴\frac{۷}{۸}$ کو جوڑنے کا نتیجہ $۱۷\frac{۱۷}{۲۴}$ (تقریباً 17.70) ہے۔

دوسری مثال:

آپ $۴\frac{۱}{۴}$ + $۳\frac{۱}{۳}$ + $۴\frac{۴}{۳}$ کو جوڑنا چاہتے ہیں تو اولاً ضرب و جوڑ کا طریقہ اختیار کیا جائے گا؛ لہٰذا ایسے لکھئے $\frac{۱۷}{۴}$ + $\frac{۱۰}{۳}$ + $\frac{۱۶}{۳}$ اس کے بعد کسرات میں نسبت دیکھی گئی تو ۳، ۳؍ میں تماثل ہے؛ لہٰذا ان میں سے ایک کو لیا گیا اور ۴، ۳؍ میں تباین ہے؛ لہٰذا ۴؍ کو ۳؍ میں ضرب دیں گے، حاصل ضرب ۱۲؍ رہوا، اب ۱۲؍ کو محفوظ کر لو، پھر ۱۲؍ کو اول کسر ۴؍ سے تقسیم کیا تو حاصل ۳؍ رہوا، تو اس کو حسب سابق ایسے محفوظ رکھو (۳×۱۷) پھر اگلی دونوں کسروں سے ۱۲؍ کو تقسیم کیا تو حاصل قسمت ۴؍ رہوا، تو ان کو بھی ایسے لکھئے (۴×۱۰) (۴×۱۶) اب یادداشت کے لیے ایک جگہ ایسے لکھ دو (۳×۱۷) + (۴×۱۰) + (۴×۱۶) پھر ۳؍ کو ۱۷؍ میں ضرب دی گئی تو حاصل ضرب ۵۱؍ رہوا، پھر ۴؍ کو ۱۰؍ میں ضرب دی گئی تو حاصلِ ضرب ۴۰؍ رہوا، پھر ۴؍ کو ۱۶؍ میں ضرب دی گئی تو حاصل ضرب ۶۴؍ رہوا، اب ان کو جوڑا گیا تو مجموعہ ۱۵۵؍ رہو گیا؛ لہٰذا اب ۱۵۵؍ کو ۱۲؍ سے تقسیم کیا جائے گا تو حاصل قسمت $۱۲\frac{۱۱}{۱۲}$ ہوا، تو معلوم ہوا کہ $۴\frac{۱}{۴}$ + $۳\frac{۱}{۳}$ + $۴\frac{۴}{۳}$ کو جوڑنے کا نتیجہ $۱۲\frac{۱۱}{۱۲}$ (تقریباً 12.91) ہو گیا۔ وقس علی ہذا!

www.besturdubooks.net

بٹوں کو بٹوں سے گھٹانے کا طریقہ:

اگر آپ بٹے کو بٹے سے گھٹانا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جوڑ کے بیان میں ذکر کردہ اصول کے مطابق ضرب و جوڑ کے بعد کسرات کا L.C.M. لیجئے، پھر وہی طریقہ اختیار کیجئے جو وہاں گذر چکا ہے، بس اتنا فرق کیجئے کہ وہاں جہاں آپس میں اعداد کو جوڑا جاتا ہے یہاں گھٹانے کا عمل کیجئے، اور گھٹاؤ کے حاصل کو عدد محفوظ سے تقسیم کر دیجئے، حاصل قسمت گھٹانے کا نتیجہ ہوگا۔ مثلاً آپ چاہتے ہیں کہ ۴ $\frac{۱}{۲}$ کو ۲ $\frac{۱}{۲}$ سے گھٹائیں تو حسبِ سابق ان کو ایسے لکھئے $\frac{۹}{۲}$ $\frac{۵}{۲}$ پھر آپ نے دیکھا کہ کسرات میں تماثل ہے تو بس ۲ر کو محفوظ کر لو، پھر ۲ر سے ہر دو کو تقسیم کیا تو حاصل قسمت ۱ر آیا، پھر (۱) کو (۹) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۹ر ہی ہوا، پھر ۱ر کو ۵ر میں ضرب دیا گیا تو حاصلِ ضرب ۵ر ہی ہوا۔ اب اگر مسئلہ جوڑ کا ہوتا تو ان کو جوڑا جاتا؛ مگر یہاں مسئلہ گھٹانے کا ہے، لہٰذا (۹) کو ۵ر سے گھٹایا تو ۴ر بچے، پھر ۴ر کو عدد محفوظ ۲ر سے تقسیم کیا تو حاصل ۲ر آیا۔ معلوم ہوا کہ ۴ $\frac{۱}{۲}$ کو ۲ $\frac{۱}{۲}$ سے گھٹانے کا نتیجہ ۲ر ہوگا؛ نیز ۴ $\frac{۱}{۵}$ کو ۲ $\frac{۱}{۷}$ سے گھٹانے کا نتیجہ مذکورہ طریقہ کے مطابق ۲ $\frac{۲}{۵}$ ہوگا۔ وقس علی ہذا![1]

(۱) درسِ سراجی: ص۶۱ تا ۷۱

www.besturdubooks.net

تصحیح کا بیان

بَابُ التَّصُحِيُحِ: يَحُتَاجُ فِيُ تَصُحِيُحِ الُمَسَائِلِ إِلٰى سَبُعَةِ أُصُولٍ، ثَلاثَةٌ بَيُنَ السِّهَامِ وَالرُّؤُوسِ، وَ أَرُبَعَةٌ بَيُنَ الرُّؤُوسِ وَالرُّؤُوسِ، أَمَّا الثَّلاثَةُ: فَأَحَدُهَا إِنُ كَانَتُ سِهَامُ كُلِّ فَرِيُقٍ مُنُقَسِمَةً عَلَيُهِمُ بِلَا كَسُرٍ، فَلا حَاجَةَ إِلَى الضَّرُبِ، كَأَبَوَيُنِ وَبِنُتَيُنِ، وَالثَّانِيُّ: إِنُ انُكَسَرَ عَلٰى طَائِفَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلٰكِنُ بَيُنَ سِهَامِهِمُ رُؤُوسِهِمُ مُوَافَقَةٌ، فَيُضُرَبُ وِفُقُ عَدَدِ رُؤُوسِ مَنِ انُكَسَرَتُ عَلَيُهُمُ السِّهَامُ فِيُ أَصُلِ الُمَسُئَلَةِ وَ عَوُلِهَا إِنُ كَانَتُ عَائِلَةً، كَأَبَوَيُنِ وَعَشُرِ بَنَاتٍ، أَوُ زَوُجٍ وَ أَبَوَيُنِ وَ سِتِّ بَنَاتٍ، وَ الثَّالِثُ: أَنُ لَّاتَكُوُنَ بَيُنَ سِهَامِهِمُ وَ رُؤُوسِهِمُ مُوَافَقَةٌ، فَيُضُرَبُ كُلُّ عَدَدِ رَؤُوسٍ مَنِ انُكَسَرَتُ عَلَيُهُمُ السِّهَامُ فِيُ أَصُلِ الُمَسُئَلَةِ وَ عَوُلِهَا إِنُ كَانَتُ عَائِلَةً، كَأَبٍ وَ أُمٍّ وَ خَمُسِ بَنَاتٍ، أَوُ زَوُجٍ وَ خَمُسِ أَخَوَاتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ.

ترجمہ: مسائل کی تصحیح میں سات قواعد کی ضرورت پڑتی ہے، ان میں سے تین (قاعدے) سہام اور رؤس کے درمیان جاری ہوتے ہیں، اور چار قاعدے رؤس اور رؤس کے درمیان جاری ہوتے ہیں۔ رہے تین قاعدے، تو ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر فریق کے حصے ان پر

www.besturdubooks.net

بلا کسر تقسیم ہو جائیں تو ضرب دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، جیسے والدین اور دولڑکیاں۔ اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ایک جماعت پر کسر واقع ہو لیکن ان کے سہام اور رؤس کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو جن لوگوں پر حصے ٹوٹے ہیں، ان کے عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا، اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اس کے عول میں ضرب دیا جائے گا، جیسے والدین اور دس لڑکیاں یا مسئلہ عائلہ کی مثال شوہر، ماں باپ، اور چھ لڑکیاں۔ اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ ان ورثاء کے سہام اور رؤس کے درمیان توافق کی نسبت نہ ہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو جن لوگوں پر حصے ٹوٹے ہیں ان کے کل عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا، اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اس کے عول میں ضرب دیا جائے گا، جیسے باپ ماں اور پانچ لڑکیاں یا شوہر اور پانچ حقیقی بہنیں۔

توضیح وتشریح: یہاں چھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) باب تصحیح کی اہمیت (۲) تصحیح کے لغوی و اصطلاحی معنی (۳) تصحیح کے چند اصطلاحی الفاظ کی تشریح (۴) تصحیح کے اصولِ سبعہ کی تقسیم (۵) بین السہام والرؤس قواعدِ ثلاثہ مع امثلہ (۶) دو اہم سوال اور ان کے جواب

بحثِ اول: باب تصحیح کی اہمیت:

علمِ فرائض میں تصحیح کا باب بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ تقسیم ترکہ میں بسا اوقات کئی قسم کے ورثاء جمع ہو جاتے ہیں، اور کبھی ایک ہی فریق کے کئی افراد ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اصل مسئلہ (مخرج) سے ملے ہوئے سہام ان افراد پر بلا کسر تقسیم نہیں ہوتے، اس لیے

www.besturdubooks.net

ایسے عدد سے مسئلہ بنانا پڑتا ہے جس سے ہر وارث کا حصہ بلا کسر نکل آئے ، اور یہ قواعدِ تصحیح سے ہی ممکن ہے۔(۱)

بحثِ ثانی: تصحیح کے لغوی واصطلاحی معنی:

لغتاً: ازالۂ مرض اور درست کرنا۔ اصطلاحاً: تصحیح رفعِ کسر کو کہتے ہیں، یعنی تصحیح کے ذریعہ مسئلہ میں واقع شدہ مرض (یعنی کسر) کو ختم کیا جاتا ہے، اور پھر مسئلہ درست کیا جاتا ہے، تاکہ ہر وارث کا حصہ بلا کسر نکل آئے۔(۲)

بحثِ ثالث: تصحیح کے چند اصطلاحی الفاظ کی تشریح:

(۱) تصحیح: از بابِ تفعیل لغوی معنی ہے ''درست کرنا''، اور اصطلاحی معنی ہے ''کسر دور کرنا''، یعنی ایسا عدد تلاش کرنا جس سے ہر وارث کے سہام بغیر کسر کے نکل آئیں۔

---

(۱) إذا أصلنا المسئلة على ضوء ما ذكرنا من تأصيل، أو استقرت المسئلة على العول ، فإذاكانت المسئلة أو بعضها لجماعات ، فلا تخلو إمّا أن تكون سهامهم منقسمة عليهم، فهذه المسئلة تصح من أصلها، أو من عولها ، فلاتحتاج إلى عمل و إن كان بعضها لجماعات أو كلها ، لكن سهامهم غير منقسمة عليهم ، كمن مات و ترك أربع زوجات و لهنّ ثلاثة أسهم من أصل مسئلتهن فهذه أنصباء منكسرة، لا تنقسم سهامها على رؤوس فريقها، والمسئلة و الحالة هذه تحتاج إلى تصحيح حتى نتجنب الإنكسار الذي يصطلح عليه فى علم الحساب الكسر العددي أو العشري، و عليه نعرِّف الإنكسار بأنه ، هو عدم إنقسام سهام فريق من الوارثين على عدد رؤوسهم إنقسامًا خالياً من الكسر. (الجداول الإلكترونية: ص۱۴۷)

(۲) التصحيح هو فى اللغة إزالة السقم من المرض، و في إصطلاح علم الفرائض إزالة الكسور الواقعة بين السهام والرؤوس. (التعريفات الفقهية :ص ۲۲۹)

www.besturdubooks.net

(۲) سہام: سہم کی جمع ہے بمعنی حصہ۔ اصطلاح فرائض میں سہم اس حصہ کو کہتے ہیں جو ہر وارث کو اصل مسئلہ یا تصحیح مسئلہ سے ملتا ہے۔(۱)

(۳) رؤس: رأس کی جمع ہے، بمعنی سر اور اصطلاحِ فرائض میں ورثاء کی تعداد کو کہتے ہیں۔(۲)

(۴) طائفہ: (فریق) بمعنی جماعت۔ ایک قسم کے ورثاء کی جماعت کو طائفہ یا فریق کہتے ہیں۔ مثلاً کسی نے اپنے ورثاء میں آٹھ لڑکیاں تین بیویاں اور پانچ بھائی چھوڑے، تو یہ وارثوں کے تین طائفے یعنی تین جماعتیں ہیں، اور ہر طائفہ میں رؤس کی تعداد مختلف ہے، لڑکیوں کے رؤس آٹھ، بیویاں کے تین اور بھائیوں کے پانچ ہیں، اور ہر طائفہ کو جو حصے ملتے ہیں ان کو سہام کہتے ہیں۔

(۵) مضروب: (ضرب دیا ہوا) وہ عدد جس کو اصل مسئلہ (مخرج) میں ضرب دیا جاتا ہے۔

(۶) مبلغ: حاصل ضرب کو مبلغ کہتے ہیں۔

(۷) کسر: کسر کے معنی ہے ٹوٹنا، عدد کے ٹوٹنے کو کسر کہتے ہیں۔ مثلاً آدھا، پونا وغیرہ، اور ہر وارث کو بلا کسر حصہ دینے کا مطلب ہر ایک کے حصہ میں کامل عدد آئے آدھا پونا اور ڈیوڑھا وغیرہ نہ آئے۔

---

(۱) السهام جمع سهم والمراد به النصيب الذي وصل لكل وارث من أصل المسئلة.

(حاشيه شريفيه : رقم: ٦/ص ٦١)

(٢) الرووس جمع الرأس، والمراد منه أعداد كمية الورثة. (حاشه شريفية: رقم ٦/ص ٦١)

www.besturdubooks.net

بحثِ رابع: تصحیح کے اصولِ سبعہ کی تقسیم:

تصحیح کے کل سات اصول ہیں۔ اگر ان کو صحیح طور پر ذہن میں محفوظ کرلیا جائے تو ورثہ پر سہام کی تقسیم میں کبھی بھی کسر واقع نہ ہوگی۔ سب سے پہلے ان سات اصول کو دو قسم پر تقسیم کیا گیا ہے، پہلی قسم کو ''بین السہام والرؤس'' کا لقب دیا گیا ہے۔ اس کے تحت تین اصول ہیں، اور دوسری قسم کو ''بین الرؤس والرؤس'' کے نام سے موسوم ہے، اس کے تحت چار اصول ہیں، اس طرح کل سات اصول ہوئے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب مسئلہ میں ورثہ پر سہام کی تقسیم میں کسر واقع ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو ایک فریق پر کسر واقع ہوگی یا متعدد فریق پر، اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو تو اس کو دور کرنے کے لیے تین اصول ہیں، جو پہلی قسم (بین السہام والرؤس) کے تحت داخل ہیں، اور اگر متعدد فریق پر کسر واقع ہو تو اس کے لیے چار اصول ہیں جو دوسری قسم (بین الرؤس والرؤس) کے تحت داخل ہیں۔(۱)

بحثِ خامس: بین السہام والرؤس قواعدِ ثلثہ مع امثلہ:

قاعدۂ تماثل: اگر ہر فریق کے سہام ان کے رؤس پر بلا کسر تقسیم ہوجائیں تو ضرب کی کوئی ضرورت نہیں۔ مثال:

---

(۱) واعلم أنه يحتاج هنا إلى سبعة أصول ثلاثة منها بين السهام والرووس، وأربعة منها بين الرؤس والرؤس، أما الثلا ثة التى بين السهام والرؤس ...... الا نكسا ر مع المباينة بأن تكون السها م منكسرة على طا ئفة واحدة...... وأما الا ربعة التى بين الرؤس والرؤس فهي التماثل والتداخل وا لتوافق والتباين ولاتأتي هذه الأربعة إلا كان الكسر على طائفتين فأكثر.
(ردالمحتار: ۱۰/۵۶۶، كتاب الفرائض)

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۶

اب	ام	بنت	بنت
سدس وعصبہ	سدس	ثلثان	
۱	۱	۲	۲

وضاحت: اس مثال میں چھ سے مسئلہ بنا، باپ اور ماں کو ایک ایک سہام ملے، اور دونوں لڑکیوں کو دو دو سہام ملے، ہر وارث پر سہام بلا کسر تقسیم ہو گئے اس لیے ضرب کی ضرورت نہیں پڑی۔

قاعدۂ توافق:

اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو، اور ان کے سہام ورؤس کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو عدد رؤس کے ''وفق'' کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عول میں ضرب دینے سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ تصحیح سے ہر فریق کے سہام نکالنے کے لیے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کو مضروب میں ضرب دیا جائے گا۔

مسئلہ:۶×۵=۳۰ (اصل مسئلہ میں ضرب دینے کی مثال)

اب	ام	۱۰/بنات ۵
سدس	سدس	ثلثان
۵×۱	۵×۱	۵×۴
۵	۵	۲۰

وضاحت: اس مسئلہ میں باپ کو اصل مسئلہ سے ایک اور ماں کو بھی ایک سہام ملے ہیں، اور دس لڑکیوں کو اصل مسئلہ سے چار سہام ملے ہیں جو ان میں برابر تقسیم نہیں ہوتے، اور

www.besturdubooks.net

سہام (۴) اور عدد رؤس (۱۰) میں ''توافق بالنصف'' ہے، اس لیے دس کے وفق (۵) کو اصل مسئلہ (۶) میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب (۳۰) سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی، پھر تصحیح سے ہر فریق کے سہام نکالنے کے لیے ان کے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کو مضروب (۵) میں ضرب دیا یعنی باپ کو اصل مسئلہ سے ایک ملا تھا، اس کو پانچ میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۵) ہوئے، یہی باپ کا تصحیح سے حصہ ہے۔ اسی طرح ماں کو بھی پانچ ملے۔ اور دس لڑکیوں کو اصل مسئلہ سے چار سہام ملے تھے، ان کو مضروب (۵) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب بیس ہوا جو تمام لڑکیوں کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے، پس ہر لڑکی کو دو دو سہام ملے۔

مسئلہ: ۱۲/ ع ۱۵×۳ = ۴۵ (عول میں ضرب دینے کی مثال)

زوج	اب	ام	۶|۳ / بنات
ربع	سدس وعصبہ	سدس	ثلثان
۳×۳	۲×۳	۲×۳	۸×۳
۹	۶	۶	۲۴

وضاحت:

یہ مسئلہ عائلہ ہے، شوہر کو تین سہام، باپ کو دو سہام ملے ہیں، ان میں سے کسی پر کسر واقع نہیں ہوتی؛ مگر چھ لڑکیوں کو آٹھ سہام ملے ہیں جو ان پر برابر تقسیم نہیں ہوتے، اور عدد رؤس (۶) اور سہام (۸) میں توافق بالنصف ہے، چھ کا وفق تین اور آٹھ کا وفق چار ہے۔ پس چھ کے وفق (۳) کو عول (۱۵) میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب (۴۵) سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی، پھر تصحیح سے مذکورہ بالا طریقہ پر ہر فریق کے سہام نکالے گئے۔

www.besturdubooks.net

قاعدۂ تباین:

اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو اور ان کے سہام اور رؤس کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو پورے عددِ رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے، اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عول میں ضرب دینے سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

اصل مسئلہ میں ضرب دینے کی مثال:

مسئلہ: ۶×۵=۳۰

اب	ام	۵ بنات
سدس وعصبہ	سدس	ثلثان
۱×۵	۱×۵	۴×۲
۵	۵	۲۰

وضاحت:

اس مثال میں اصل مسئلہ ''۶'' سے بنا اور ماں اور باپ دونوں کو ایک ایک سہام ملے ہیں اور پانچ لڑکیوں کو اصل مسئلہ ''۶'' سے چار سہام ملے ہیں جو پانچ پر برابر تقسیم نہیں ہوتے اور عدد رؤس پانچ اور سہام چار میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس ''۵'' کو اصل مسئلہ ''۶'' میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب (۳۰) سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی، پھر تصحیح سے ہر فریق کے سہام مذکورہ بالا قاعدے سے نکالے گئے، تو ماں باپ کو پانچ پانچ اور بیٹیوں کو بیس ملے، جن کو پانچ پر تقسیم کیا تو ہر لڑکی کو چار سہام ملے۔

www.besturdubooks.net

عول میں ضرب دینے کی مثال:

مسئلہ: ۶ / ع ۷ × ۵ = ۳۵

زوج	۵/اخت (ع)
۳×۵	۴×۵
۱۵	۲۰

وضاحت: مسئلہ عائلہ (۷) سے شوہر کو تین سہام ملے، ان پر کسر واقع نہیں ہوئی، اور پانچ بہنوں کو چار سہام ملے جو اُن پر برابر تقسیم نہیں ہو رہے، ہیں اور ان کے عدد رؤس (۵) اور سہام (۴) میں ''تباین'' کی نسبت ہے؛ پس عدد رؤس (۵) کو مسئلہ عائلہ (۷) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۳۵) سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی، پھر شوہر کے سہام (۳) کو مضروب (۵) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۱۵) شوہر کا تصحیح سے حصہ نکلا اور پانچ بہنوں کو مسئلہ عائلہ سے چار سہام ملے ہیں، ان کو مضروب (۵) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۲۰) ان کے مجموعی سہام ہوئے، پھر ۲۰ر کو پانچ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت چار نکلا، پس چار چار سہام ہر بہن کو ملیں گے۔

بحثِ سادس: دو اہم سوال اور ان کے جواب:

سوال اول: نسبتیں تو چار ہیں: تماثل، تداخل، توافق، تباین۔ پھر مصنفؒ نے ''بین السهام والرؤس'' کے تحت تین ہی قواعد کیوں ذکر کیے؟ اور تداخل کا قاعدہ کیوں نہیں ذکر کیا۔

www.besturdubooks.net

جواب: عدد رؤس اور سہام میں اگر تداخل کی نسبت ہوگی تو دو حال سے خالی نہیں ہوگا؟ یا تو عدد رؤس سہام سے چھوٹا ہوگا یا بڑا ہوگا، پہلی صورت میں ضرب کی ضرورت نہیں، سہام رؤس پر بلا کسر تقسیم ہو جائیں گے، اس کو ''تداخل بحکم تماثل'' کہتے ہیں، اور دوسری صورت میں یعنی جب عدد رؤس سہام سے بڑا ہو تو توافق والا قاعدہ جاری ہوگا، یعنی عدد رؤس کے دخل کو اصل مسئلہ یا عول میں ضرب دیا جائے گا، اس کو ''تداخل بحکم توافق'' کہتے ہیں۔ الحاصل! تداخل کی ایک صورت تماثل کی طرح ہے اور دوسری توافق کی طرح، اس لیے الگ سے تداخل کا قاعدہ بیان نہیں کیا۔

تداخل بحکم تماثل کی مثال:

مسئلہ: ۶

اب	اُم	۲/ بنت
سدس و عصبہ	سدس	ثلثان
۱	۱	۴

وضاحت:

دو لڑکیوں کو چار سہام ملے، چار کو دو پر تقسیم کیا تو دو دو سہام دونوں لڑکیوں کو ملے، کسر واقع نہیں ہوئی، اس لیے ضرب کی ضرورت نہیں۔

www.besturdubooks.net

تداخل بحکم توافق کی مثال:

مسئلہ: ۴×۲=۸

زوجہ	۶\۲ عم
ربع	عصبہ
۱+۲	۳+۲
۲	۶

وضاحت: چچا کے عدد رؤس (۶) اور سہام (۳) میں تداخل کی نسبت ہے، اور عدد رؤس بڑا ہے، اس لیے رؤس کے دخل (۲) کو اصل مسئلہ (۴) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب "۸" سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔ پھر بیوی کو اصل مسئلہ (۴) سے ملے ہوئے سہام ایک کو مضروب دو میں ضرب دیا تو حاصل ضرب دو بیوی کا حصہ نکلا اور چچا کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام تین کو مضروب دو میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۶) چچاؤں کا تصحیح سے حصہ نکلا، فی نفر ہر چچا کا حصہ بلا کسر ایک نکلا۔(۱)

---

(۱) اعلم أن النظر بين الرووس والسهام انما هو بالمو افقة والمباينة لا المماثلة ولا المداخلة، ووجه المداخلة ان كانت الر ووس هي الداخلة فى السهام فلا انكسار أيضا، وان كان بالعكس فقد عولوا فيه على الموافقة دون المداخلة لأن ضرب الوفق أخصر من ضرب الكل الذي هو أكبر المتداخلين، ولما مر أن كل متداخلين متوافقان ولا عكس. (العذب الفائض : ۱: ۲۴۴)

—— وا نما لم يعتبروا التداخل بين السهام والرووس، كما اعتبر وه بين الرؤوس والر ووس، بل ردوه الى المو افقة ان كانت الرووس أكثر، وإلى المماثلة ان كانت السهام أكثر، كستة على ثلثة للإختصا ر كما سيتضح قريبا. (ردالمحتار : ۱۰: ۵۶۶)

www.besturdubooks.net

سوال ثانی: مصنفؒ نے قاعدۂ تماثل کا ذکر کیا جب کہ سہام اور رؤوس میں تماثل کی صورت میں تصحیح کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ؟

جواب: بین السہام والرؤوس قواعدِ ثلاثہ میں اصلاً دو ہی قاعدے جاری ہوتے ہیں، قاعدۂ توافق اور تباین۔ قاعدۂ تماثل وتداخل رؤوس وسہام کے مابین جاری نہیں ہوتے ہیں۔ تماثل کے جاری نہ ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ اس کے پہلے سے تصحیح شدہ ہونے کی وجہ سے اس میں تصحیح کی حاجت نہیں رہتی ہے۔ اور تداخل کے نہ جاری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ایک صورت تماثل کی ہے، جس میں تصحیح کی ضرورت نہیں ہوتی جس کو تداخل بحکم تماثل کہتے ہیں۔ اور دوسری صورت میں سہام ورؤوس کے مابین نسبت تو تداخل کی ہوتی ہے لیکن اس میں عمل توافق کا ہوتا ہے جس کو تداخل بحکم توافق کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے مصنف نے تداخل کو نہ بیان کر کے تماثل کا ذکر کیا، تا کہ تداخل کی دونوں صورتوں کے ساتھ یہ بات بھی معلوم ہوجائے کہ بین السہام والرؤوس قاعدۂ تماثل میں ضرب کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔(۱)

---

(۱) إذا كان الانكسار على فريق واحد، فكيفية التصحيح هو أن تنظر بين عدد رووس ذلك الفريق وسهامه بالنسبتين التباين أو التوافق فحسب، دون التماثل والتداخل لأن السهام حينئذ تكون منقسمة على الرووس. (الجداول الإلكترونية: ص:۱۴۷، العذب الفائض: ۱/۲۴۴)

www.besturdubooks.net

رؤس ورؤس کے درمیان جاری ہونے والے قواعدِ اربعہ کا بیان

وَأَمَّا الْأَرْبَعَةُ: فَأَحَدُهَا أَنْ يَّكُوْنَ الْكَسْرُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ، وَلٰكِنْ بَيْنَ أَعْدَادِ رُؤُوْسِهِمْ مُمَاثَلَةٌ فَالْحُكْمُ فِيْهَا أَنْ يُّضْرَبَ أَحَدُ الْأَعْدَادِ فِيْ أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ. مِثْلُ: سِتِّ بَنَاتٍ، وَثَلاثِ جَدَّاتٍ، وَثَلاثَةِ أَعْمَامٍ. وَالثَّانِيُّ: أَنْ يَّكُوْنَ بَعْضُ الْأَعْدَادِ مُتَدَاخِلاً فِي الْبَعْضِ فَالْحُكْمُ فِيْهَا أَنْ يُّضْرَبَ أَكْثَرُ الْأَعْدَادِ فِيْ أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ. مِثْلُ: أَرْبَعِ زَوْجَاتٍ، وَثَلاثِ جَدَّاتٍ، وَإِثْنٰى عَشَرَ عَمًّا. وَالثَّالِثُ: يُوَافِقُ بَعْضُ الْأَعْدَادِ بَعْضًا، فَالْحُكْمُ فِيْهَا أَنْ يُّضْرَبَ وِفْقُ أَحَدِ الْأَعْدَادِ فِيْ جَمِيْعِ الثَّانِيِّ، ثُمَّ مَا بَلَغَ فِيْ وِفْقِ الثَّالِثِ إِنْ وَافَقَ الْمَبْلَغُ الثَّالِثَ، وَإِلَّا فَالْمَبْلَغُ فِيْ جَمِيْعِ الثَّالِثِ، ثُمَّ الْمَبْلَغُ فِي الرَّابِعِ كَذَالِكَ، ثُمَّ الْمَبْلَغُ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ ، كَأَرْبَعِ زَوْجَاتٍ، وَ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ بِنْتًا، وَ خَمْسَ عَشَرَةَ جَدَّةً وَ سِتَّةِ أَعْمَامٍ. وَالرَّابِعُ أَنْ تَكُوْنَ الْأَعْدَادُ مُتَبَائِنَةً لَايُوَافِقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَالْحُكْمُ فِيْهَا أَنْ يُّضْرَبَ أَحَدُ الْأَعْدَادِ فِيْ جَمِيْعِ الثَّانِيِّ ثُمَّ مَا بَلَغَ فِيْ جَمِيْعِ الثَّالِثِ، ثُمَّ مَابَلَغَ فِيْ جَمِيْعِ الرَّابِعِ، ثُمَّ مَا اجْتَمَعَ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ ، كَامْرَأَتَيْنِ، وَسِتِّ جَدَّاتٍ، وَعَشْرِ بَنَاتٍ، وَسَبْعَةِ أَعْمَامٍ.

www.besturdubooks.net

ترجمہ: اور رہے چار (قاعدے) تو ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسر دو یا زیادہ جماعتوں پر ہو، لیکن ان کے رؤس کے عددوں کے درمیان تماثل کی نسبت ہو، تو اس میں حکم یہ ہے کہ کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا، جیسے: چھ لڑکیاں، تین دادیاں اور تین چچا۔ اور دوسرا (قاعدہ) یہ ہے کہ: بعض عددوں کی بعض سے تداخل کی نسبت ہو، تو اس میں حکم یہ ہے کہ سب سے بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے، جیسے: چار بیویاں، تین دادیاں اور بارہ چچا۔ اور تیسرا (قاعدہ) یہ ہے کہ: بعض عددوں کی بعض سے توافق کی نسبت ہو تو اس کا حکم یہ کہ ایک عدد کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے، پھر مبلغ (حاصل ضرب) کو تیسرے (عدد) کے وفق میں (ضرب دیا جائے)، اگر مبلغ اور تیسرے عدد میں توافق کی نسبت ہو، ورنہ مبلغ کو تیسرے (عدد) کے کل میں (ضرب دیا جائے) پھر حاصلِ ضرب کو چوتھے عدد (کے وفق یا کل) میں اسی طرح ضرب دیا جائے، پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں (ضرب دیا جائے)، جیسے: چار بیویاں، اٹھارہ لڑکیاں، پندرہ دادیاں اور چھ چچا۔ اور چوتھا (قاعدہ) یہ ہے کہ: اعداد (آپس میں) متباین ہوں، ان (عددوں) کے بعض کی بعض سے توافق کی نسبت نہ ہو، تو اس میں حکم یہ ہے کہ ایک عدد کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے، پھر مبلغ (حاصلِ ضرب) کو تیسرے (عدد) کے کل میں، پھر حاصلِ ضرب کو چوتھے کے کل میں (ضرب دیا جائے) پھر جو حاصلِ ضرب ہو، اس کو اصل مسئلہ میں (ضرب دیا جائے)، جیسے: دو بیویاں، چھ دادیاں، دس لڑکیاں اور سات چچا۔

www.besturdubooks.net

توضیح وتشریح: یہاں تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) رؤس ورؤس قواعدِ اربعہ کی وضاحت مع امثلہ (۲) تصحیح سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اوراس کا جواب (۳) بابِ تصحیح کا خلاصہ بصورتِ نقشہ

بحثِ اول: رؤس ورؤس قواعدِ اربعہ کی وضاحت مع امثلہ:

ان قواعد کا بیان پورا ہوا جو سہام اور رؤس کے درمیان جاری ہوتے ہیں۔اب مصنف رحمہ اللہ ان قواعد کو بیان فرمارہے ہیں جو رؤس اور رؤس کے درمیان جاری ہوتے ہیں۔ان قواعد کے اجراء سے پہلے جن طائفوں پر کسر واقع ہورہی ہے، ان کے عدد رؤس اور سہام کے درمیان نسبت دیکھیں گے۔اور تداخل کی صورت میں ''دخل رؤس'' توافق کی صورت میں ''وفق رؤس'' اور تباین کی صورت میں ''کل رؤس'' کو ایک طرف محفوظ کرلیں گے، پھران محفوظ کردہ اعداد میں نسبت دیکھ کرآنے والے چار قواعد جاری کریں گے۔

قاعدۂ تماثل:

اگر ورثاء کی کئی جماعتوں پر کسر واقع ہواور ہر جماعت کے محفوظ کردہ اعداد کے درمیان تماثل کی نسبت ہو، تو ان میں سے کسی بھی جماعت کے عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔اور حاصل ضرب سے تمام ورثاء کے سہام بلاکسر نکلیں گے۔مثال:

www.besturdubooks.net

مسئلہ-۶×۳=۱۸ (محفوظ کردہ اعداد: ۳، ۳، ۳)

۶/ بنات	۳/ جدات	۳/ اعمام
ثلثان	سدس	عصبہ
۴×۳	۱×۳	۱×۳
۱۲	۳	۳

وضاحت: اس مسئلہ میں ہر جماعت پر کسر واقع ہو رہی ہے، اصل مسئلہ "۶" سے چھ لڑکیوں کو چار سہام ملے ہیں اور عددِ رؤس (۶) اور سہام (۴) میں توافق بالنصف کی نسبت ہے ، اس لیے عددِ رؤس (۶) کا وفق (۳) ایک طرف محفوظ کرلیا۔ تینوں دادیوں کو اصل مسئلہ "۶" سے ایک سہام ملا ہے، ان کے عدد رؤس (۳) اور سہام (۱) میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے کل عدد رؤس (۳) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، اسی طرح چچا کے رؤس و سہام میں بھی تباین کی نسبت ہونے کی وجہ سے کل عدد رؤس (۳) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، پھر محفوظ کردہ اعداد میں باہم چوں کہ تماثل کی نسبت ہے، اس لیے کسی بھی ایک طائفہ کے محفوظ کردہ عدد رؤس (۳) کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے حاصل ضرب (۱۸) سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی، پھر ہر فریق کے سہام کو مضروب (۳) میں ضرب دیا تو ہر طائفہ کا حصہ تصحیح سے نکل آیا۔

قاعدۂ تداخل:

اگر کئی جماعتوں پر کسر واقع ہو، اور ان کے عدد رؤس کے درمیان تداخل کی نسبت ہو تو ان میں سے بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی، اور

www.besturdubooks.net

حاصل ضرب سے ہر وارث کے سہام بغیر کسر کے نکلیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۱۲×۱۲=۱۴۴ (محفوظ کردہ اعداد: ۴، ۳، ۱۲)

۴/زوجہ	۳/جدہ	۱۲/عم
ربع	سدس	عصبہ
۱۲×۳	۱۲×۲	۱۲×۷
۳۶	۲۴	۸۴

وضاحت: اس مثال میں اصل مسئلہ "۱۲" سے چار بیویوں کو تین سہام ملے، اور عددِ رؤس (۴) اور سہام (۳) میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے عددِ رؤس (۴) کو محفوظ کرلیا، تین دادیوں کو دو سہام ملے، ان کے عدد رؤس (۳) اور سہام (۲) میں بھی تباین کی نسبت ہے؛ اس لیے عددِ رؤس (۳) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، بارہ چچاؤں کو سات سہام ملے، ان کے عدد رؤس (۱۲) اور سہام (۷) میں بھی تباین کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس (۱۲) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔

پھر محفوظ کردہ اعداد میں نسبت دیکھی تو تین اور بارہ میں تداخل کی نسبت ہے، اس لیے بڑے عدد (۱۲) اور اگلے عدد (۴) میں نسبت دیکھی گئی، ان دونوں میں بھی تداخل کی نسبت ہے؛ اس لیے بڑے عدد (۱۲) کو اصل مسئلہ (۱۲) میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب ایک (۱۴۴) سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

پھر ہر طائفہ کے حصے نکالنے کے لیے بیویوں کو اصل مسئلہ (۱۲) سے ملے ہوئے سہام (۳) کو مضروب (۱۲) میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب (۳۶) ان کو ملے، تینوں

www.besturdubooks.net

دادیوں کو اصل مسئلہ (۱۲) سے ملے ہوئے سہام (۲) کو بھی مضروب (۱۲) میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب (۲۴) دونوں دادیوں کو ملے۔ اسی طرح چچاؤں کو اصل مسئلہ (۱۲) سے ملے ہوئے سہام (۷) کو مضروب (۱۲) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۸۴) تصحیح سے ملے ہوئے چچاؤں کے حصے ہوئے۔

قاعدۂ توافق:

اگر وارثوں کی کئی جماعتوں پر کسر واقع ہو، اور ان کے عدد رؤس کے درمیان ''توافق'' کی نسبت ہو تو کسی بھی ایک جماعت کے عدد رؤس کے وفق کو دوسری جماعت کے پورے عدد رؤس میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب اور تیسری جماعت کے عددِ رؤس کے درمیان نسبت دیکھیں گے، اگر توافق کی نسبت ہو تو حاصل ضرب کو تیسری جماعت کے عددِ رؤس کے وفق میں ضرب دیں گے، اور تباین ہو تو حاصل ضرب کو تیسری جماعت کے پورے عدد رؤس میں ضرب دیں گے، پھر آخری حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے، تو مسئلہ کی تصحیح ہو جائے گی۔ مثال:

مسئلہ: ۲۴×۱۸۰=۴۳۲۰ (اعداد محفوظہ: ۴، ۹، ۱۵، ۶)

	۴/زوجہ	۱۸/۹\بنات	۱۵/جدات	۶/اعمام
	ثمن	ثلثان	سدس	عصبہ
	۱۸۰×۳	۱۸۰×۱۶	۱۸۰×۴	۱۸۰×۱
	۵۴۰	۲۸۸۰	۷۲۰	۱۸۰
فی نفر:	۱۳۵	۱۶۰	۴۸	۳۰

www.besturdubooks.net

وضاحت: چار بیویوں کو اصل مسئلہ "۲۴" سے تین سہام ملے، ان کے عدد رؤس (۴) اور سہام (۳) میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس (۴) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، اٹھارہ لڑکیوں کو اصل مسئلہ (۲۴) سے سولہ سہام ملے، ان کے عدد رؤس (۱۸) اور سہام (۱۶) کے درمیان توافق بالنصف کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس اٹھارہ کے وفق (۹) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، پندرہ دادیوں کو اصل مسئلہ (۲۴) سے چار سہام ملے، ان کے عدد رؤس (۱۵) اور سہام (۴) میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے (۱۵) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، چھ چچاؤں کو اصل مسئلہ (۲۴) سے ایک سہام ملا، ان کے عدد رؤس (۶) اور سہام (۱) میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس (۶) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔ محفوظ کردہ اعداد یہ ہیں: (۴، ۹، ۱۵، ۶) ان کو بڑے چھوٹے عددوں کی ترتیب کے لحاظ سے اس طرح لکھا: (۴، ۶، ۹، ۱۵)

پھر محفوظ کردہ اعداد کے درمیان نسبت دیکھی، چار اور چھ میں توافق بالنصف کی نسبت ہے؛ لہٰذا چار کے وفق (۲) کو چھ میں (یا چھ کے وفق تین کو چار میں) ضرب دیا تو حاصل ضرب (۱۲) آیا، پھر حاصل ضرب (۱۲) اور تیسرے عدد (۹) میں نسبت دیکھی، ان دونوں میں "توافق بالثلث" کی نسبت ہے؛ لہٰذا ۹ ر کے وفق تین کو بارہ میں (یا بارہ کے وفق چار کو نو میں) ضرب دیا تو حاصلِ ضرب چھتیس ہوئے۔ پھر چھتیس اور چوتھے عدد (۱۵) میں نسبت دیکھی، ان دونوں میں بھی "توافق بالثلث" کی نسبت ہے، پس چھتیس کے وفق بارہ کو پندرہ میں، یا (۱۵) کے وفق (۵) کو (۳۶) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۱۸۰) آیا، اس کو اصل مسئلہ (۲۴) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب (۴۳۲۰) آیا، اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

www.besturdubooks.net

پھر ہر طائفہ کے سہام کی تخریج کے لیے ہر فریق کو اصل مسئلہ ''۲۴'' سے ملے ہوئے سہام کو مضروب (۱۸۰) میں ضرب دیا تو ہر طائفہ کا تصحیح سے حصہ نکل آیا۔ پھر اس کو ہر طائفہ کے رؤس پر تقسیم کیا جائے تو ہر نفر کا حصہ نکل آئے گا۔

قاعدۂ تباین:

اگر کئی جماعتوں پر کسر واقع ہو، اور ہر ایک کے عدد رؤس میں ''تباین'' کی نسبت ہو تو ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دیا جائے، پھر حاصلِ ضرب کو تیسرے عدد میں ضرب دیا جائے، پھر حاصلِ ضرب کو چوتھے عدد میں ضرب دیا جائے، پھر جو حاصلِ ضرب ہو اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے، اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ مثال:

مسئلہ ۲۴×۲۱۰=۵۰۴۰ (محفوظ کردہ اعداد: ۲، ۳، ۵، ۷)

۲/زوجہ	۶\۴/جدات	۱۰\۵/بنات	۷/اعمام
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۲۱۰×۳	۲۱۰×۴	۲۱۰×۱۶	۲۱۰×۱
۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰
فی نفر: ۳۱۵	۱۴۰	۳۳۶	۳۰

وضاحت: دونوں بیویوں کو اصل مسئلہ ''۲۴'' سے تین سہام ملے، ان کے عدد رؤس (۲) اور سہام (۳) میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس (۲) کو ایک طرف محفوظ کر لیا، چھ دادیوں کو اصل مسئلہ (۲۴) سے چار سہام ملے، ان کی عددِ رؤس (۶) اور سہام (۴) میں توافق بالنصف کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس (۶) کے وفق (۳) کو ایک طرف محفوظ کر لیا۔

www.besturdubooks.net

دس لڑکیوں کو اصل مسئلہ (۲۴) سے سولہ سہام ملے ہیں، ان کے عدد رؤس (۱۰) اور سہام (۱۶) میں توافق بالنصف کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس (۱۰) کے وفق (۵) کو ایک طرف محفوظ کر لیا، سات چچاؤں کو اصل مسئلہ "۲۴" سے ایک حصہ ملا، ان کے عدد رؤس (۷) اور سہام (۱) میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس (۷) کو ایک طرف محفوظ کر لیا۔

پھر محفوظ کردہ اعداد میں مذکورہ بالا قاعدہ کے مطابق نسبت دیکھی گئی، پانچ اور سات میں تباین کی نسبت ہے اس لیے پانچ کو سات میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۳۵) ہوا، پھر حاصل ضرب اور اگلے عدد (۳) میں نسبت دیکھی گئی، ان دونوں میں بھی تباین کی نسبت ہے، اس لیے (۳۵) کو (۳) میں ضرب دیا تو (۱۰۵) حاصل آیا (۳۵×۳=۱۰۵)؛ پھر حاصل ضرب (۱۰۵) اور اگلے عدد (۲) میں نسبت دیکھی تو ان میں بھی تباین کی نسبت ہے، اس لیے ایک سو پانچ کو دو میں ضرب دیا، حاصل ضرب (۲۱۰) آیا (۱۰۵×۲=۲۱۰)، پھر حاصلِ ضرب (۲۱۰) کو اصل مسئلہ (۲۴) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۵۰۴۰) آیا، اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

پھر ورثاء کے سہام کی تخریج کے لیے اصل مسئلہ "۲۴" سے ملے ہوئے سہام کو مضروب (۲۱۰) میں ضرب دیا تو ہر فریق کا حصہ نکل آیا، پھر حاصلِ ضرب کو عدد رؤس پر تقسیم کیا تو ہر فرد کا حصہ نکل آیا۔

فائدہ: جن جماعتوں پر کسر واقع ہو رہی ہے، ان کے عددِ رؤس کے درمیان کہیں تماثل؛ کہیں تداخل؛ کہیں توافق اور کہیں تباین کی نسبت ہوتی ہے۔ پس جن دو عددوں کے درمیان تماثل ہے وہاں تماثل کا قاعدہ، جہاں تداخل ہے وہاں تداخل کا قاعدہ؛ جہاں

www.besturdubooks.net

توافق ہے وہاں توافق کا قاعدہ، اور جہاں تباین ہے وہاں تباین کا قاعدہ جاری ہوگا۔

ایک ساتھ تماثل، تداخل اور توافق کی مثال:

مسئلہ:۲۴×۲۴=۵۷۶ (محفوظہ کردہ اعداد:۴،۴،۸،۱۲)

	۴/زوجہ	۱۶/جدات	۱۲۸/بنات	۱۲/اعمام
	ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
	۲۴×۳	۲۴×۴	۲۴×۱۶	۲۴×۱
	۷۲	۹۶	۳۸۴	۲۴
فی نفر:	۲۴	۳۲	۳	۲

وضاحت: اس مثال میں بیک وقت تماثل، تداخل اور توافق تینوں نسبتیں جمع ہیں؛ چار بیویوں کو اصل مسئلہ (۲۴) سے تین سہام ملے ہیں، ان کے عدد رؤس (۴) اور سہام (۳) میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس (۴) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔ سولہ دادیوں کو اصل مسئلہ ''۲۴'' سے چار سہام ملے ہیں، ان کے عددِ رؤس (۱۶) اور سہام (۴) میں تداخل کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس کا ''دخل'' چار ایک طرف محفوظ کرلیا۔

۱۲۸/لڑکیوں کو اصل مسئلہ ''۲۴'' سے سولہ سہام ملے ہیں، ان کے عدد رؤس (۱۲۸) اور سہام (۱۶) میں تداخل کی نسبت ہے، اس لیے عدد رؤس کے دخل (۸) کو ایک طرف محفوظ کرلیا، چچاؤں کے عدد رؤس (۱۲) اور سہام (۱) میں تباین کی نسبت ہے اس لیے عدد رؤس (۱۲) کو ایک طرف محفوظ کرلیا۔

www.besturdubooks.net

پھر محفوظ کردہ اعداد میں نسبتیں دیکھی گئی، چار اور چار میں تماثل کی نسبت ہے، اس لیے ایک چار کو لے کر اگلے عدد آٹھ میں نسبت دیکھی گئی، ان میں تداخل کی نسبت ہے، اس لیے بڑے عدد آٹھ میں اور اگلے عدد بارہ میں نسبت دیکھی گئی، دونوں میں ''توافق بالربع'' کی نسبت ہے۔اس لیے کسی ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا، حاصلِ ضرب (۲۴) آیا، اس کو اصل مسئلہ ''۲۴'' میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۵۷۶) آیا، اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

ایک ساتھ تداخل اور تباین کی مثال:

مسئلہ: ۲۸۸=۲۴×۱۲ (محفوظ کردہ اعداد: ۴، ۸، ۳)

	۴/زوجہ	۱۶/اجدات	۳/اعمام
	ثمن	سدس	عصبہ
	۲۴×۳	۲۴×۲	۲۴×۷
	۷۲	۴۸	۱۶۸
فی نفر:	۲۴	۳	۵۶

وضاحت:

اس مثال کے محفوظ کردہ اعداد میں (۴) اور (۸) میں تداخل کی نسبت ہے، اس لیے (۸) اور اگلے عدد (۳) میں نسبت دیکھی، تو دونوں میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے آٹھ کو تین میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۲۴) ہوا، پھر چوبیس کو اصل مسئلہ (۱۲) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۲۸۸) سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی۔

www.besturdubooks.net

بحثِ ثانی: تصحیح سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:

حاجی سلیمان کا انتقال ہوا، انہوں نے اپنے پیچھے دو بیوی، تین لڑکے، دو لڑکیاں اور والدین چھوڑا ہے، از روئے شرع ان افراد میں سے ہر ایک کا حصہ کیا ہوگا؟

الجواب وباللہ التوفیق!

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ اِرث مرحوم کی کل متروکہ جائداد وساز وسامان میں سے پہلے اس کی تجہیز وتکفین کے اوسط اخراجات نکالے جائیں گے(۱)، پھر اگر اس کے ذمہ کوئی قرضہ ہوتو اسے ادا کیا جائے(۲)، پھر کوئی جائز وصیت کی ہوتو اسے ایک تہائی کی حد تک نافذ کیا جائے(۳)، اس کے بعد اس کے کل ترکہ کو ۱۹۲ رحصوں میں تقسیم کر لیں(۴)، ان میں سے بطور ثمن دو بیویوں کو مجموعی طور پر ۲۴ رحصے فی نفر ۱۲ رحصے (۵) اور لڑکوں، لڑکیوں کو مجموعی طور پر ۱۰۴ رحصے، ہر لڑکے کو ۲۶، اور ہر لڑکی کو ۱۳ رحصے (۶) اور والدین میں سے ہر ایک کو ۳۲، ۳۲ رحصے از روئے شرع دیئے جائیں گے(۷)۔ مثلاً:

مسئلہ: ۲۴×۸=۱۹۲ اعدادِ محفوظہ: ۲، ۸ مورث (حاجی سلیمان)

	۲/زوجہ	۳/ابن	۲/بنت	اب	ام
	ثمن	عصبـــــــــــہ		سدس	سدس
	۳×۸	(۱۳×۸=۱۰۴)		۴×۸	۴×۸
	۲۴	۷۸	۲۶	۳۲	۳۲
فی نفر:	۱۲	۲۶	۱۳		

www.besturdubooks.net

....

....

والحجة على ما قلنا !

(۱) ما في السراجي: قال علماء نا تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير. (ص۳)

(۲) ما في السراجي: ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله. (ص۴)

(۳) ما في السراجي: ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما باقي بعد الدين. (ص۴)

(۴) ما في السراجي: الثاني أن يكون بعض الأعداد متداخلا في البعض فالحكم فيها أن يضرب أكثر الأعداد في أصل المسئلة. (ص۳٦، باب التصحيح)

(۵) ما في القرآن الكريم: فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم. (النساء: ۱۱)

ما في السراجى: أما للزوجات الثمن مع الولد او ولد الابن وإن سفل. (ص۱۲)

(٦) ما في القرآن الكريم:يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين. (النساء: ۱۱)

ما في السراجي: أما لبنات الصلب فأحوال ثلاث: ومع الابن مثل حظ الأنثيين وهو يعصبهن. (ص۱۲)

(۷) ما في القرآن الكريم: ولابويه لكل واحد منهما السدس مماترک إن كان له ولد. (النساء: ۱۱)

ما في السراجي: أما الأب فله أحوال ثلاثة: الفرض المطلق وهو السدس وذالک مع الابن أو ابن الابن وإن سفل. و أما للأم السدس مع الولد أو ولد الابن و إن سفل. (ص۹،۱۷)

والله أعلم بالصواب!

www.besturdubooks.net

بحثِ ثالث: بابِ تصحیح کا خلاصہ بصورتِ نقشہ

پھر ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کے لیے ہر فریق کے کل عددرؤس کو جب کہ تباین کی نسبت ہو یا وفق کو جب کہ توافق کی نسبت ہو مضروب میں ضرب دیں گے، پھر ہر فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کے لیے ہر فریق کو ملے ہوئے حصوں کو اس کے عددِ رؤس سے تقسیم کر دیں گے، تو خارج قسمت ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

www.besturdubooks.net
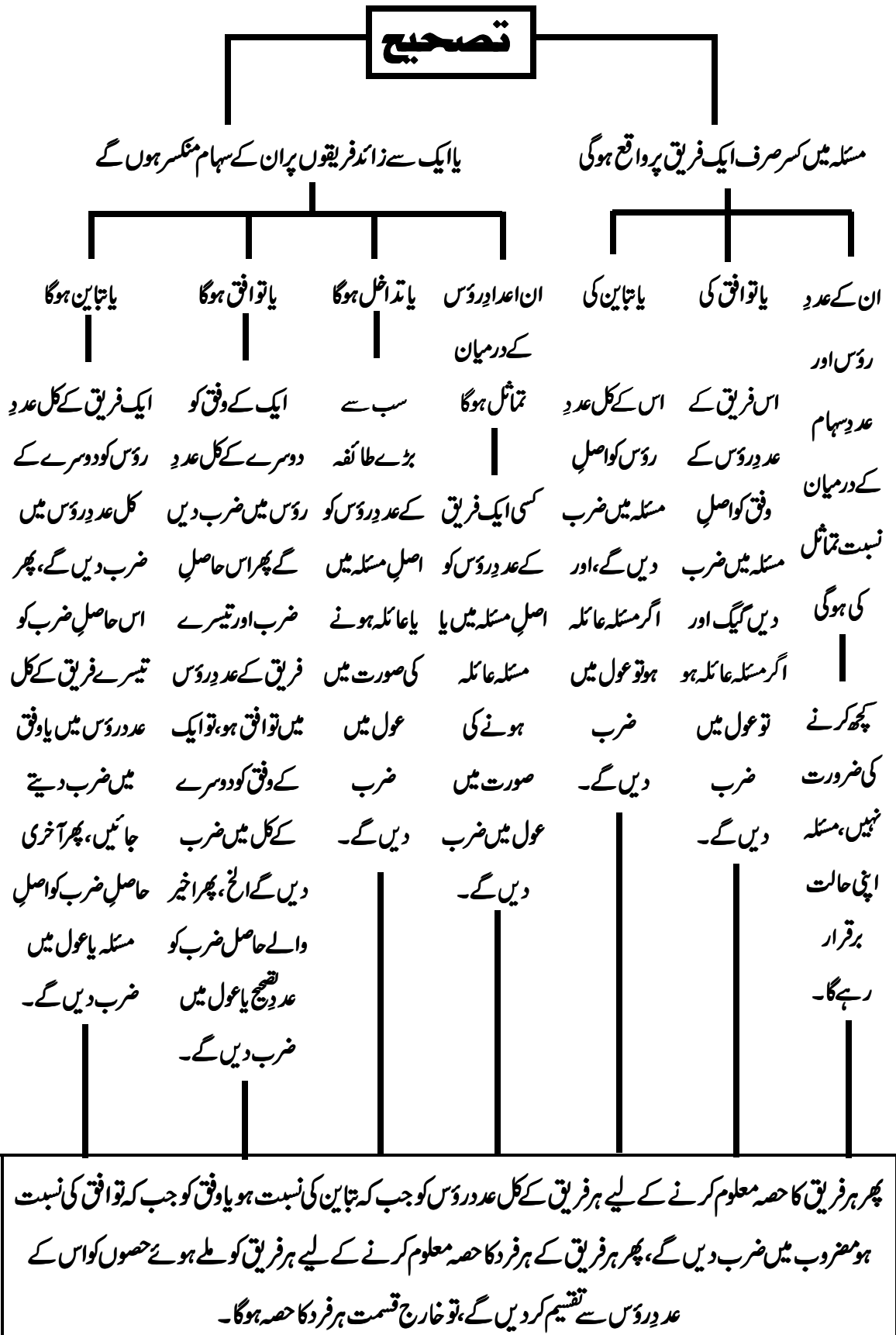
تصحیح سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ

فَصْلٌ: وَ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَعْرِفَ نَصِيْبَ كُلِّ فَرِيْقٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ، فَاضْرِبْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فِيْ مَا ضَرَبْتَهُ في أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فَمَا حَصَلَ كَانَ نَصِيْبُ ذَالِكَ الْفَرِيْقِ، وَ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَعْرِفَ نَصِيْبُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذَالُكَ الْفَرِيْقِ، فَاقْسِمْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ عَلٰى عَدَدِ رُؤُوْسِهِمْ، ثُمَّ اضْرِبِ الْخَارِجَ فِيْ الْمَضْرُوْبِ، فَالْحَاصِلُ نَصِيْبَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذَالُكَ الْفَرِيْقِ، وَ وَجْهٌ آخَرَ وَ هُوَ أَنْ تَقْسِمَ الْمَضْرُوْبَ عَلٰى أَيِّ فَرِيْقٍ شِئْتَ، ثُمَّ اضْرِبِ الْخَارِجَ فِيْ نَصِيْبِ الْفَرِيْقِ الَّذِيْ قَسَمْتَ عَلَيْهِمُ الْمَضْرُوْبَ، فَالْحَاصِلُ نَصِيْبُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذَالُكَ الْفَرِيْقِ، وَ وَجْهٌ آخَرَ وَ هُوَ طَرِيْقُ النِّسْبَةِ وَ هُوَ الْأَوْضَحُ، وَهُوَ أَنْ تَنْسِبَ سِهَامَ كُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ إِلٰى عَدَدِ رُؤُوْسِهِمْ مُفْرَدًا، ثُمَّ تُعْطِيْ بِمِثْلِ تِلْكَ النِّسْبَةِ مِنَ الْمَضْرُوْبِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذَالِكَ الْفَرِيْقِ.

www.besturdubooks.net

ترجمہ: اور جب آپ تصحیح سے ہر فریق کا حصہ جاننا چاہیں، تو اس (عدد) کو ضرب دیجیے جو ہر فریق کو اصل مسئلہ سے (حاصل ہوا) ہے اس (عدد) میں جس کو آپ نے اصلِ مسئلہ میں ضرب دیا ہے تو جو عدد حاصل ہوگا وہ اس فریق کا حصہ ہوگا، اور جب آپ اس فریق سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا چاہیں، تو ہر فریق کے اس حصے کو جو اصل مسئلہ سے ملا ہے اُن کے عددِ رؤس پر تقسیم کر دیجیے، پھر خارجِ قسمت کو مضروب میں ضرب دے دیجیے تو حاصلِ ضرب اس فریق کے افراد میں سے ہر فریق کا حصہ ہوگا، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ مضروب کو جس فریق پر چاہیں تقسیم کر دیجیے پھر خارجِ قسمت کو اُس فریق کے حصے میں ضرب دے دیجیے جس پر آپ نے مضروب کو تقسیم کیا ہے، پھر حاصلِ ضرب اس فریق کے افراد میں سے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔ اور ایک طریقہ یہ بھی ہے، اور وہ نسبت کا طریقہ ہے، اور یہ زیادہ واضح ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ اصلِ مسئلہ سے ملے ہوئے ہر فریق کے سہام کی اُن کے عددِ رؤس سے نسبت دیکھیں، پھر اسی نسبت کے بقدر مضروب سے اُس فریق کے افراد میں سے ہر فرد کو دیں۔

توضیح وتشریح: یہاں تین بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) تصحیح سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ مع مثال (۲) تصحیح سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کے تین طریقے مع مثال (۳) ایک سوال اور اس کا جواب

بحثِ اول: تصحیح سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ:

تصحیح سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو اصل مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں اُن کو مضروب میں (یعنی اُس عدد میں جس کو اصلِ مسئلہ میں ضرب دیا گیا

www.besturdubooks.net

ہے) ضرب دیں گے، تو حاصلِ ضرب اس فریق کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔ مثال:

مسئلہ: ۶×۳۰=۱۸۰ (محفوظ کردہ اعداد: ۵، ۳، ۲)

۵/بنت	۳/جدہ	۲/عم
ثلثان	سدس	عصبہ
۴×۳۰	۱×۳۰	۱×۳۰
۱۲۰	۳۰	۳۰

وضاحت:

پانچ لڑکیوں کو اصلِ مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (۴) کو مضروب (۳۰) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۱۲۰) پانچوں لڑکیوں کا حصہ تصحیح سے نکل آیا، تین دادیوں کو اصلِ مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (۱) کو مضروب (۳۰) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۳۰) دادیوں کا حصہ تصحیح سے نکل آیا، اسی طرح دو چچاؤں کو بھی (۳۰) سہام ملے۔

بحثِ ثانی: تصحیح سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کے تین طریقے:

پہلا طریقہ: تصحیح سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو اصلِ مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں، اُن کو اس فریق کے عددِ رؤس پر تقسیم کیجیے، پھر خارجِ قسمت کو مضروب میں ضرب دیجیے تو حاصلِ ضرب اس فریق کے ہر فرد کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔ مثال:

www.besturdubooks.net

مسئلہ: ۲۴×۷=۱۶۸

۳/زوجہ	۲/جدہ	۴/بنت	۷/عم
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳×۷	۴×۷	۱۶×۷	۱×۷
۲۱	۲۸	۱۱۲	۷
فی نفر: ۷	۱۴	۲۸	۱

وضاحت: تین بیویوں کو اصلِ مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (۳) کو اُن کے عددِ رؤس (۳) پر تقسیم کیا تو خارجِ قسمت (۱) آیا، پھر (۱) کو مضروب (۷) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۷) آیا، یہ ایک بیوی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے، دو دادیوں کو اصلِ مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (۴) کو ان کے عددِ رؤس (۲) پر تقسیم کیا، پھر خارجِ قسمت دو کو مضروب سات میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۱۴) ہوا، یہ ایک دادی کا تصحیح سے ملا ہوا ہے۔ چار لڑکیوں کو اصلِ مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (۱۶) کو اُن کے عددِ رؤس (۴) پر تقسیم کیا پھر خارجِ قسمت (۴) کو مضروب (۷) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۲۸) ہوا، یہ ایک لڑکی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے، سات چچاؤں کو اصلِ مسئلہ سے (۱) ملا تھا، اس کو ان کے عددِ رؤس (۷) پر تقسیم کیا تو خارجِ قسمت $\frac{۱}{۷}$ آیا پھر $\frac{۱}{۷}$ کو مضروب سات میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب ایک آیا، یہ ایک چچا کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

دوسرا طریقہ: تصحیح سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مضروب کو کسی فریق کے عددِ رؤس پر تقسیم کر دیجیے پھر خارجِ قسمت کو اسی فریق کے اصلِ

www.besturdubooks.net

مسئلہ سے ملے ہوئے سہام میں ضرب دے دیجیے، تو حاصلِ ضرب اس فریق کے ہر فرد کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔ مثال:

مسئلہ۲۴×۲۱۰=۵۰۴۰ (محفوظ کردہ اعداد: ۲، ۳، ۵، ۷)

	۲/زوجہ	۶/جدات	۱۰/بنات	۷/اعمام
	ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
	۲۱۰×۳	۲۱۰×۴	۲۱۰×۱۶	۲۱۰×۱
	۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰
فی نفر:	۳۱۵	۱۴۰	۳۳۶	۳۰

وضاحت:

مضروب (۲۱۰) کو بیویوں کے عددِ رؤس (۲) پر تقسیم کیا تو خارجِ قسمت (۱۰۵) نکلا، پھر (۱۰۵) کو بیویوں کے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (۳) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۳۱۵) ہوا، یہ ایک بیوی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔ دادیوں کے عددِ رؤس (۶) پر مضروب (۲۱۰) کو تقسیم کیا اور خارجِ قسمت (۳۵) میں اصلِ مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (۴) کو ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۱۴۰) ہوا، یہ ہر دادی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔ لڑکیوں کے عددِ رؤس (۱۰) پر مضروب (۲۱۰) کو تقسیم کیا اور خارجِ قسمت (۲۱) کو سہام (۱۶) میں ضرب دیا، تو حاصلِ ضرب (۳۳۶) ہوا، یہ ہر لڑکی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔ چچا کے عددِ رؤس (۷) پر مضروب (۲۱۰) کو تقسیم کیا اور خارجِ قسمت (۳۰) کو سہام (۱) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب (۳۰) ہوا، یہ ہر چچا کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔

www.besturdubooks.net

تیسرا طریقہ: جس فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا چاہیں اس کو اصلِ مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں ان کو ان کے عددِ رؤس سے نسبت دیکھیں پھر اسی نسبت سے مضروب میں سے ہر فرد کو دیں۔ مثال:

مسئلہ: ۲۴×۷=۱۶۸

۳/زوجہ	۲/جدہ	۴/بنت	۷/عم
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳×۷	۴×۷	۱۶×۷	۱×۷
۲۱	۲۸	۱۱۲	۷
فی نفر: ۷	۱۴	۲۸	۱

وضاحت:

بیویوں کے عددِ رؤس (۳) اور اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (۳) میں کاملیت (برابری) کی نسبت ہے، اس لیے مکمل مضروب (۷) ایک بیوی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے، دادیوں کے عددرؤس (۲) اور سہام (۴) میں دوگُنے کی نسبت ہے اس لیے مضروب (۷) کا دوگُنا (۱۴) ایک دادی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہے۔ لڑکیوں کے عددِ رؤس (۴) اور اصلِ مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (۱۶) میں چار گُنے کی نسبت ہے اس لیے مضروب (۷) کا چار گنا (۲۸) ایک لڑکی کا حصہ ہوگا۔ چچاؤں کے عددِ رؤس (۷) اور اصلِ مسئلہ سے ملے ہوئے سہام (۱) میں ساتویں کی نسبت ہے اس لیے مضروب (۷) کا ساتواں (یعنی ایک) چچا کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔

www.besturdubooks.net

بحثِ ثالث: ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: مصنفؒ نے تیسرے طریقے کو ”وهو الأضح“ زیادہ واضح کہا؛ حالاں کہ یہ طریقہ دوسرے طریقوں کے بہ نسبت غیر واضح ہے؟

جواب: یہ سوال علم حساب میں عدمِ مہارت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، جب حساب میں مہارت حاصل ہو جاتی ہے تو بلا ضرب و تقسیم نسبت دیکھنا بالکل آسان ہو جاتا ہے، نسبت پر قابو یافتہ ہونا ماہر حساب داں ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ عرب کہتے ہیں ”من ملک النسبة ملک الحساب“ جس نے نسبت پر قابو پالیا اس نے حساب پر قابو پالیا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے یہ طریقہ واضح اور زیادہ آسان ہے۔(۱)

---

(۱) وإنما كان هذا أوضح لأنه لايحتاج فيه قسمة و ضرب و قد قيل من ملك النسبة ملك الحساب و لكن ربما كانت النسبة أعسر فالعمل بالضرب أيسر. (رد المحتار: ۱۰/۵۷۲)

www.besturdubooks.net

ورثاء یا قرض خواہوں کے مابین تقسیمِ ترکہ کا طریقہ

فَصْلٌ فِيْ قِسْمَةِ التَّرِكَاتِ بَيْنَ الْوَرَثَةِ وَالْغُرَمَاءِ

إِذَا كَانَ بَيْنَ التَّصْحِيْحِ وَالتَّرِكَةِ مُبَايَنَةٌ، فَاضْرِبْ سِهَامَ كُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ فِيْ جَمِيْعِ التَّرِكَةِ، ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلَى التَّصْحِيْحِ مِثَالُهٗ بِنْتَانِ وَ أَبَوَانِ وَ التَّرِكَةُ سَبْعَةُ دَنَانِيْرَ، وَ إِذَا كَانَ بَيْنَ التَّصْحِيْحِ وَ التَّرِكَةِ مُوَافَقَةٌ، فَاضْرِبْ سِهَامَ كُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ فِيْ وِفْقِ التَّرِكَة، ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلَى وِفْقِ التَّصْحِيْحِ ، فَالْخَارِجُ نَصِيْبُ ذَالِكَ الْوَارِثِ فِيْ الْوَجْهَيْنِ، هٰذَا لِمَعْرِفَةِ نَصِيْبِ كُلِّ فَرْدٍ.

أَمَّا لِمَعْرِفَةِ نَصِيْبِ كُلِّ فَرِيْقٍ مِنْهُمْ فَاضْرِبْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فِيْ وِفْقِ التَّرِكَةِ، ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلَى وِفْقِ الْمَسْئَلَةِ إِنْ كَانَ بَيْنَ التَّرِكَةِ وَالْمَسْئَلَةِ مُوَافَقَةٌ، وَ إِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مُبَايَنَةٌ فَاضْرِبْ فِيْ كُلِّ التَّرِكَةِ، ثُمَّ اقْسِمِ الْحَاصِلَ عَلٰى جَمِيْعِ الْمَسْئَلَةِ فَالْخَارِجُ نَصِيْبُ ذَالِكَ الْفَرِيْقِ فِيْ الْوَجْهَيْنِ.

ترجمہ: جب تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین ہو تو تصحیح میں سے ہر وارث کے حصوں کو کل ترکہ

www.besturdubooks.net

میں ضرب دے دو، پھر حاصل ضرب کو تصحیح پر تقسیم کر دو، اس کی مثال دو بیٹیاں، ماں باپ اور ترکہ ۷ دینار ہے۔ اور جب تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق ہو تو تصحیح میں سے ہر وارث کے حصوں کو ترکہ کے وفق میں ضرب دے دو، پھر حاصلِ ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دو، پس خارجِ قسمت دونوں صورتوں (تباین وتوافق) میں اس وارث کا حصہ ہوگا۔ مذکورہ دونوں صورتوں (توافق، تباین) میں ہر ہر فرد کے حصے کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ سے ہر فریق کو ملے ہوئے حصے کو ترکہ کے وفق میں ضرب دے دو، پھر حاصلِ ضرب کو مسئلہ کے وفق پر تقسیم کر دو، اگر ترکہ اور مسئلہ کے درمیان توافق ہو، اور اگر ان کے درمیان تباین ہو تو کل ترکہ میں ضرب دو، پھر حاصلِ ضرب کو جمیع مسئلہ سے تقسیم کر دو، پس خارجِ قسمت دونوں میں اس فریق کا حصہ ہوگا۔

توضیح وتشریح: یہاں چھ بحثیں ذکر کی جائیں گی:

(۱) ایک اشکال اور اس کا جواب (۲) تقسیم ترکہ بین الورثہ (۳) تقسیم ترکہ بین الغرماء (۴) ترکہ میں اگر کسور (کسر) ہو تو اس کو پھیلا کر تقسیم ترکہ کا طریقہ (۵) قسمۃ الترکات بین الورثۃ سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب (۶) باب کا خلاصہ بشکل نقشہ

بحثِ اول: ایک شکال اور اس کا جواب:

اشکال: مصنفؒ نے جو عنوان قائم کیا ہے "**في قسمة التركات بين الورثة والغرماء**" اس پر بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ ورثاء اور قرض خواہوں کے درمیان بیک وقت ترکہ کی تقسیم کی کوئی صورت نہیں ہے، کیوں کہ ادائے دیون تقسیم میراث پر مقدم ہے۔

www.besturdubooks.net

جواب: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کے دو جواب دیئے ہیں:

(۱) یہاں ''واؤ'' کو ''أوْ'' کے معنی میں لیا گیا ہے، اب مطلب صحیح ہو جائے گا، کیوں کہ ''أوْ'' کی دلالت تخییر پر ہوگی، کہ ترکہ کو ورثاء کے درمیان تقسیم کریں یا قرض خواہوں کے درمیان تقسیم کریں۔

(۲) جس طرح الورثہ کے شروع میں لفظ ''بین'' ہے، اسی طرح ''الغرماء'' کے شروع میں بھی لفظ ''بین'' محذوف مان لیا جائے؛ اب مطلب یہ ہوگا کہ مصنفؒ دونوں کو الگ الگ بیان فرمارہے ہیں، یعنی اگر مال زیادہ ہو، تو دونوں (غرماء، ورثاء) میں ترکہ کو تقسیم کردیا جائے گا، اور اگر ترکہ کم ہو تو فقط غرماء پر تقسیم ہوگا۔(۱)

بحثِ ثانی: تقسیم ترکہ بین الورثاء:

ترکہ میں سے ہر وارث کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تصحیح اور ترکہ کے درمیان نسبت دیکھی جائے، اگر ''تباین'' کی نسبت ہو تو ہر وارث کو تصحیح سے جو سہام ملے ہیں، ان کو پورے ترکہ میں ضرب دیا جائے، پھر حاصلِ ضرب کو تصحیح پر تقسیم کیا جائے تو خارجِ قسمت ترکہ میں سے اس وارث کا حصہ ہوگا۔

---

(۱) جواب: عما أورد من أن قوله كالسراجية والغرماء با لواو، و غير صحيح لأن التركة إن كانت وافية بجميع الديون وبقي للورثة شيء لا يحتاج إلى القسمة بين الغرماء، وتكون القسمة بين الورثة و إلا لم يبق للورثة شيء، وحاصل الجواب أن المراد و بين الغرماء فلفظ بين مقدر أي بين أفراد هذه الطائفة فا لقسمة متعددة بتعدد أحوالها، لا واحدة على الطائفتين معًا أو يجاب بأن الواو بمعنى أو فيكون المعنى أيضا ماقلنا. (رد المحتار: ۱۰/۵۷۲)

www.besturdubooks.net

اور اگر تصحیح اور ترکہ کے درمیان ''توافق'' کی نسبت ہو تو ہر وارث کو تصحیح سے جو سہام ملے ہیں ان کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیا جائے، پھر حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کیا جائے، تو خارجِ قسمت اس وارث کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

مسئلہ:٦ (ترکہ اور تصحیح کے درمیان تباین کی مثال) ترکہ ۷/روپیہ

م

بنت	بنت	ام	اب
ثلثان		سدس	
٢	٢	١	١
$٢\frac{٢}{٦}$ +	$٢\frac{٢}{٦}$ +	$١\frac{١}{٦}$ +	$١\frac{١}{٦}$ = (٧)
2.33 +	2.33 +	1.16 +	1.16= (6.99)

وضاحت:

ترکہ میں سے لڑکی کا حصہ معلوم کرنے کے لیے اس کے تصحیح سے ملے ہوئے سہام دو کو ترکہ سات میں ضرب دیا، پھر حاصل ضرب (١٤) کو تصحیح ''٦'' پر تقسیم کیا، تو خارج قسمت $٢\frac{٢}{٦}$ (دو صحیح دو بٹا چھ) یعنی 2.33 (دو روپیہ تینتیس پیسہ) ایک لڑکی کا ترکہ میں سے حصہ ہوا، دوسری لڑکی کو بھی اتنا ہی ملے گا، ماں اور باپ کو تصحیح میں سے ملے ہوئے سہام ایک کو کل ترکہ ۷ میں ضرب دیا، پھر حاصلِ ضرب ۷/کو تصحیح پر تقسیم کر دیا تو خارجِ قسمت $١\frac{١}{٦}$ (ایک صحیح ایک بٹا چھ) یعنی 1.16 (١/روپیہ ١٦ پیسہ) والدین میں سے ہر ایک کا ترکہ میں سے حصہ نکلا۔

www.besturdubooks.net

اب تمام اعداد جوڑ کر دیکھ لیں کہ ترکہ (۷ دینار) پورا تقسیم ہوا یا نہیں؟ سالم عددوں کو جوڑنے کا طریقہ تو واضح ہے اور کسور کو جوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ لکیر کے اوپر کے اعداد کو جمع کریں، اگر ان کا مجموعہ چھ ہو جائے تو وہ ایک کامل ہو گیا، اس کو سالم اعداد میں جمع کر دیں۔

ترکہ اور تصحیح کے درمیان توافق کی مثال

مسئلہ: ۶/ع ۸ توافق بالربع ترکہ ۱۲ روپیہ

زوج	جدہ	اخت	اخت
نصف	سدس	ثلثان	
۳	۱	۲	۲
$۴\frac{۱}{۲}$ +	$۱\frac{۱}{۲}$ +	۳ +	۳ = (۱۲)
4.50 +	1.50 +	3 +	3 = (12)

وضاحت:

اس مثال میں تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق بالربع کی نسبت ہے، اس لیے ترکہ کا وفق تین اور تصحیح کا وفق دو ہوگا، پس شوہر کے سہام (۳) کو ترکہ کے وفق (۳) میں ضرب دیا، پھر حاصل ضرب (۹) کو تصحیح کے وفق (۲) پر تقسیم کیا گیا، تو خارجِ قسمت $۴\frac{۱}{۲}$ (چار صحیح ایک بٹا دو) یعنی 4.50 نکلا، یہی شوہر کا ترکہ میں سے حصہ ہے، اور دادی کے سہام (۱) کو ترکہ کے وفق (۳) میں ضرب دیا، پھر حاصل ضرب (۳) کو تصحیح کے وفق (۲) پر تقسیم کیا، تو خارج قسمت $۱\frac{۱}{۲}$ (ایک صحیح ایک بٹا دو) یعنی 1.50 نکلا، یہی دادی کا ترکہ سے حصہ ہے۔

www.besturdubooks.net

بہن کے سہام (۲) کو ترکہ کے وفق تین میں ضرب دیا، پھر حاصل ضرب (۶) کو تصحیح کے وفق (۲) پر تقسیم کیا، تو خارج قسمت (۳) نکلا، یہی ایک بہن کا ترکہ میں سے حصہ ہے، دوسری بہن کو بھی اتنا ہی ملا، اخیر میں تمام حصوں کو جوڑ لیا، تو مجموعہ بارہ ہوا۔

سوال: ترکہ اور تصحیح کے درمیان تماثل کی نسبتوں کو مصنف رحمۃ اللہ نے کیوں نہیں بیان کیا؟

جواب: اگر ترکہ اور تصحیح کے درمیان تماثل کی نسبت ہوگی، تو ضرب و تقسیم کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، اور تداخل، توافق کے حکم میں ہے، اس لیے ان دونوں نسبتوں کو ذکر نہیں کیا، تداخل دو حال سے خالی نہیں، یا تو تصحیح کا عدد زیادہ اور ترکہ کا عدد کم ہوگا، یا اس کے برعکس ہوگا، پہلی صورت میں تصحیح سے ملے ہوئے سہام کو تصحیح کے ''دخل'' پر تقسیم کیا جائے گا، اور دوسری صورت میں تصحیح سے ملے ہوئے حصوں کو ترکہ کے ''دخل'' میں ضرب دیا جائے گا۔

تداخل میں تصحیح کے عدد کے زیادہ ہونے کی مثال:

مسئلہ: ۶/ ع ۸ ترکہ: ۴ روپیہ

زوج	جدہ	اخت	اخت
نصف	سدس	ثلثان	ثلثان
۳	۱	۲	۲
$1\frac{1}{2}$ +	$\frac{1}{2}$ +	۱ +	۱ = (۴)
1.50 +	0.50 +	1 +	1 = (4)

www.besturdubooks.net

وضاحت: اس مثال میں آٹھ اور ترکہ چار میں تداخل ہے، اور تصحیح کا عدد ترکہ کے عدد سے زیادہ ہے، اور چار دو مرتبہ میں آٹھ کو فنا کرتا ہے، اس لیے آٹھ کا دخل دو ہے، پس شوہر کو تصحیح سے ملے ہوئے تین کو اس کے دخل دو پر تقسیم کیا جائے گا، حاصلِ قسمت (ڈیڑھ) آئے گا، اور دادی کو ملا ہوا ایک دخل پر تقسیم کیا جائے گا، تو حاصل (آدھا) آئے گا، اور بہنوں کو ملے ہوئے دو، دو کو دو پر تقسیم کیا جائے گا، تو حاصل ایک ایک آئے گا، یہی ترکہ سے ان ورثاء کا حصہ ہے۔

تداخل میں ترکہ کے عدد کے زیادہ ہونے کی مثال:

مسئلہ: ۶/ع ۸ ترکہ: ۱۶ روپیہ

زوج	جدہ	اخت	اخت
نصف	سدس	ثلثان	ثلثان
۳	۱	۲	۲
۶ +	۲ +	۴ +	۴ = (۱۶)

وضاحت: اس مثال میں تصحیح (۸) اور ترکہ (۱۶) میں تداخل کی نسبت ہے، اور ترکہ کا عدد زیادہ ہے، اور آٹھ دو مرتبہ میں سولہ کو فنا کرتا ہے؛ پس ترکہ کا دخل دو ہے، پس ہر وارث کو تصحیح سے ملے ہوئے سہام کو ترکہ کے دخل (۲) میں ضرب دیا تو سارے ورثاء کے سہام دو گنے ہو گئے، شوہر کو تین کے بجائے چھ، دادی کو ایک کے بجائے دو، اور بہنوں کو چار چار ترکہ میں سے ملے۔

www.besturdubooks.net

ہر فریق کا ترکہ معلوم کرنے کا طریقہ:

اب تک ہر وارث کا ترکہ میں سے حصہ معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، اب ہر فریق کا ترکہ میں سے حصہ معلوم کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ ترکہ اور مسئلہ کے درمیان نسبت دیکھیں، اگر ترکہ اور مسئلہ کر درمیان ''توافق'' کی نسبت ہوتو ہر فریق کو مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں، ان کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں، پھر حاصل ضرب کو مسئلہ کے وفق پر تقسیم کریں، تو خارجِ قسمت ہر فریق کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا، اور اگر ترکہ اور مسئلہ کے درمیان ''تباین'' کی نسبت ہوتو ہر فریق کو مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں، ان کو پورے ترکہ میں ضرب دیں، پھر حاصل ضرب کو پورے مسئلہ پر تقسیم کریں، تو خارج قسمت ہر فریق کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

مسئلہ اور ترکہ کے درمیان توافق کی مثال:

مسئلہ: ۶/ ع ۸/۲ توافق بالربع ترکہ: ۳\۲۱ دینار

زوج	جدہ	۲/اخت	
نصف	سدس	ثلثان	
۳	۱	۴	
۴½ +	۱½ +	۶	= (۱۲)
4.50 +	1.50 +	6	= (12)

وضاحت: اس مثال میں ترکہ اور مسئلہ کے درمیان ''توافق بالربع'' ہے، یہاں ایک فریق یعنی دونوں لڑکیوں کے سہام چار کو ترکہ کے وفق (۳) میں ضرب دے کر حاصلِ ضرب

www.besturdubooks.net

(۱۲) کو تصحیح کے وفق (۲) سے تقسیم کیا گیا ہے، اس طرح دونوں لڑکیوں کا مجموعی ترکہ (چھ دینار) نکل آیا۔

مسئلہ اور ترکہ میں تباین کی مثال:

اگر مذکورہ بالا مسئلہ میں ترکہ ۹/دینار ہو تو وہی، مسئلہ اور ترکہ کے درمیان تباین کی مثال ہو جائے گی، اس صورت میں ہر فریق کو مسئلہ عائلہ (۸) سے جو سہام ملے ہیں ان کو کل ترکہ (۹) میں ضرب دیں گے، پھر حاصلِ ضرب کو مسئلہ عائلہ (۸) پر تقسیم کریں گے، تو ترکہ سے اس فریق کا حصہ نکل آئے گا، جیسے ۳×۹=۲۷÷۸=۳ $\frac{۸}{۳}$ یعنی زوجہ کو تین دینار اور ایک دینار کے تین آٹھویں حصے ملیں گے، باقی ورثاء کا ترکہ بھی اسی طرح نکال لیں۔

فائدہ: اگر مسئلہ اور ترکہ کے درمیان ''تداخل'' کی نسبت ہو تو ہر فریق کو مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کو عدد مسئلہ کے زیادہ اور ترکہ کے کم ہونے کی صورت میں عدد مسئلہ کے دخل پر تقسیم کیا جائے گا...... اور ترکہ کے زیادہ اور مسئلہ کے کم ہونے کی صورت میں ترکہ کے ''دخل'' میں ضرب دیا جائے گا، حاصل ضرب ہر فریق کا ترکہ سے ملا ہوا حصہ ہوگا۔

بحثِ ثالث: قرض خواہوں کے درمیان تقسیم ترکہ کا طریقہ:

اگر قرضہ ترکہ سے زیادہ ہو تو قرض خواہوں کے درمیان قرضوں کے تناسب سے ترکہ تقسیم ہوگا، اس کے لیے ہر قرض خواہ کو وارث اور ان کے قرضوں کو سہام کی جگہ لکھا جائے گا، اور سارے قرضوں کو جوڑ کر مجموع الدیون کو تصحیح کی جگہ میں لکھا جائے گا، پھر ترکہ اور مجموع الدیون میں نسبت دیکھیں گے۔

www.besturdubooks.net

اگر ترکہ اور مجموع الدیون کے درمیان ’’تباین‘‘ کی نسبت ہے تو ہر قرض خواہ کے قرضہ کو پورے ترکہ میں ضرب دیں گے، پھر حاصلِ ضرب کو پورے مجموع الدیون پر تقسیم کریں گے۔ خارج قسمت ہر قرض خواہ کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔......اور اگر ترکہ اور مجموع الدیون کے درمیان ’’توافق‘‘ کی نسبت ہو تو ہر قرض خواہ کے قرضہ کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں گے، پھر حاصلِ ضرب کو مجموع الدیون کے وفق پر تقسیم کریں گے۔ خارجِ قسمت ہر قرض خواہ کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔......اور اگر ترکہ اور مجموع الدیون میں تداخل کی نسبت ہو تو ہر قرض خواہ کے قرضوں کو مجموع الدیون کے ’’دخل‘‘ پر تقسیم کریں گے۔ خارجِ قسمت ہر قرض خواہ کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

ترکہ اور مجموع الدیون کے درمیان تباین کی مثال:

مسئلہ: ۱۵ تباین ترکہ: ۱۳/روپے

قرض خواہ: زید (۱۰/روپے)		نعیم (۵/روپے)
۸ $\frac{۱۰}{۱۵}$	+	۴ $\frac{۵}{۱۵}$ = ۱۳
8.66	+	4.33 = 13.99

وضاحت:

ہر قرض خواہ کے قرضہ کو ترکہ (۱۳) سے ضرب دے کر مجموع الدیون (۱۵) پر تقسیم کر دیا گیا، تو ترکہ سے ہر قرض خواہ کا حصہ نکل آیا۔

www.besturdubooks.net

ترکہ اور مجموع الدیون کے درمیان توفق کی مثال:

مسئلہ: ۱۵/ وفق ۵ (توفق بالثلث) ترکہ ۹ روپے (وفق ۳)

قرض خواہ: زید (۱۰ روپے)		قاسم (۵ روپے)
۶ روپے	+	۳ روپے = ۹
6	+	3 =9

وضاحت: زید کے قرضے (۱۰/روپئے) کو ترکے وفق (۳) میں ضرب دیا، پھر حاصل ضرب (۳۰) کو مجموع الدیون کے وفق (۵) پر تقسیم کیا تو خارج قسمت (۶) زید کو ترکہ میں سے ملا، اور قاسم کے قرضے (۵) کو ترکہ کے وفق (۳) میں ضرب دیا، پھر حاصل ضرب (۱۵) کو مجموع الدیون کے وفق (۵) پر تقسیم کیا، تو خارج قسمت (۳) قاسم کو ملے۔

ترکہ اور مجموع الدیون کے درمیان تداخل کی مثال:

مسئلہ: ۱۵/ دخل ۳ (تداخل) ترکہ ۵ روپے

قرض خواہ: نعیم (۱۰ روپے)		اکرم (۵ روپے)
۳ $\frac{۱}{۳}$	+	۱ $\frac{۲}{۳}$ = (۵)
3.33	+	1.66 = (4.99)

وضاحت: پندرہ اور پانچ میں تداخل ہے۔ پانچ تین مرتبہ میں پندرہ کو فنا کرتا ہے۔ پس ۱۵ کا دخل ۳ ہے۔ اب نعیم کے قرضے دس کو کل قرضے کے دخل ۳ پر تقسیم کیا تو ۳ $\frac{۱}{۳}$ یعنی تہائی حاصل ہوا، یہ ترکہ میں سے نعیم کا حصہ ہے، اور اکرم کے پانچ کو ۳ سے تقسیم کیا تو ۱ $\frac{۲}{۳}$ یعنی

www.besturdubooks.net

دوتہائی حاصل ہوا۔ یہ اکرم کا ترکہ میں سے حصہ ہے۔

نوٹ: تداخل کی ایک ہی مثال (مجموع الدیون کے زیادہ ہونے کی) اس لیے دی گئی ہے کہ تداخل میں مجموع الدیون کے زیادہ ہونے کی صورت میں ہی قرض خواہوں کو ان کے قرضوں کے تناسب سے قرضوں سے کم ملیں گے۔ اگر تداخل کی صورت میں ترکہ زیادہ ہو اور قرض خواہوں کے قرضے کم ہوں تو ان کو پورے قرضے ترکہ سے مل جائیں گے، اور باقی ماندہ ترکہ ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگا، قرض خواہوں کے درمیان تقسیم کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

بحثِ رابع: اگر ترکہ میں کسر ہو؟:

اگر ترکہ میں کسر ہو یعنی نصف ($\frac{1}{2}$) یا چوتھائی ($\frac{1}{4}$) یا تہائی ($\frac{1}{3}$) وغیرہ ہو تو ترکہ اور تصحیح دونوں کو پھیلا دیں گے۔ اور پھیلانے کا طریقہ یہ ہے کہ سالم ترکہ کو کسر کے مخرج میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب میں مقدار کسر کا اضافہ کردیں گے تو سارا ترکہ پھیل جائے گا، اسی طرح تصحیح کو کسر کے مخرج میں ضرب دیں گے تو تصحیح پھیل جائے گی۔ پھر دونوں مبلغوں میں نسبت دیکھ کر گذشتہ قاعدے جاری کریں گے یعنی توافق کی صورت میں ہر وارث کے سہام کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کردیں گے، اور تباین کی صورت میں ہر وارث کے سہام کو کل ترکہ میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو کل تصحیح پر تقسیم کردیں گے، تو خارج قسمت دونوں صورتوں میں ہر وارث کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

www.besturdubooks.net

توافق کی مثال:

مسئلہ:٦،مسئلۂ مبسوطہ ۱۲، ترکہ: ساڑھے سات (۷ ۱/۲)،ترکۂ مبسوطہ: ۱۵
م

زوج	ام	اب
نصف	ثلث الباقی	عصبہ
۳	۱	۲

ترکہ سے حصے: ۳ ۳/۴ + ۱ ۱/۴ + ۲ ۲/۴ = مجموعہ: ۷ ۱/۲ (ساڑھے سات)

3.75 + 1.25 + 2.50 = 7.50

وضاحت:

ترکہ ساڑھے سات (۷ ۱/۲) ہے،نصف کا کسر ختم کرنے کے لیے سات کو دو (کسر کے مخرج) میں ضرب دیا،اور حاصل ضرب (۱۴) میں مقدار کسر (۱) کو جوڑ دیا تو کل ترکہ پھیل کر پندرہ ہو گیا۔

پھر تصحیح (٦) کو کسر کے مخرج (۲) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (۱۲) ہوا یعنی تصحیح (۴) پھیل کر بارہ ہوگئی۔ پھر بارہ اور پندرہ میں چوں کہ ''توافق بالثلث'' کی نسبت ہے ،اس لیے پندرہ کا وفق (۵) اور بارہ کا وفق (۴) نکلا۔ پھر ہر وارث کو تصحیح (٦) سے ملے ہوئے سہام کو پندرہ کے وفق (۵) میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو بارہ کے وفق (۴) سے تقسیم کیا تو خارج قسمت ہر وارث کو ترکہ (ساڑھے سات) سے ملا ہوا حصہ نکل آیا۔ پھر سارے حصوں کو جوڑ کر تقسیم کی صحت جانچ لی۔ میزان ۷ ۱/۲ ہوئی۔

www.besturdubooks.net

تباین کی مثال:

مذکورہ بالا مثال میں اگر ترکہ سوا چھ ($\frac{1}{4}$ ۶) ہو تو یہ تباین کی مثال ہوگی۔ اس صورت میں چوتھائی کی کسر کو دور کرنے کے لیے چھ کو چار میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب (۲۴) میں مقدار کسر جوڑیں گے تو (۲۵) ہوں گے۔ یہ ترکۂ مبسوطہ ہے۔ پھر مسئلہ "۶" کو بھی چار میں ضرب دیں گے تو (۲۴) حاصل ہوں گے، یہ مسئلہ مبسوطہ ہے، اور پچیس اور چوبیس میں تباین کی نسبت ہے، اس لیے ہر وارث کے سہام کو (۲۵) میں ضرب دے کر (۲۴) پر تقسیم کریں گے، تو خارج قسمت ہر وارث کا ترکہ سے ملا ہوا حصہ ہوگا، پھر صحت کو جانچنے کے لیے سارے حصوں کو جوڑ لیں گے۔ تخریج مندرجہ ذیل ہے:

اصل مسئلہ ۶، مسئلۂ مبسوطہ ۲۴ ترکہ: سوا چھ ($\frac{1}{4}$ ۶) ترکہ مبسوطہ: ۲۵

م

زوج	ام	اب
نصف	ثلث الباقی	عصبہ
۳	۱	۲

ترکہ سے حصہ: ۳$\frac{۳}{۲۴}$ + ۱$\frac{۱}{۲۴}$ + ۲$\frac{۲}{۲۴}$ = مجموعہ ۶$\frac{۶}{۲۴}$ (سوا چھ)

(6.24) = 2.08 + 1.04 + 3.125

www.besturdubooks.net

بحثِ خامس: قسمۃ الترکات بین الورثۃ سے متعلق ایک تمرینی استفتاء اور اس کا جواب:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ سمیہ کا انتقال ہوا، اس نے اپنے پس ماندگان میں شوہر، ماں ایک لڑکا اور لڑکی چھوڑی اور ترکہ ۹۰/ہزار ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ ۹۰/ہزار ان ورثاء کے درمیان کس طرح تقسیم ہوں گے؟

الجواب وباللہ التوفیق!

بشرطِ صحت سوالِ وعدم موانع اِرث صورتِ مسئولہ میں مرحومہ سمیہ کے ترکہ میں سے اوّلاً مرحومہ کی تجہیز وتکفین کے اوسط اخراجات نکالے جائیں، پھر مرحومہ کے ذمہ کوئی قرض ہو تو اسے ادا کیا جائے، پھر مرحومہ نے کوئی جائز وصیت کی ہو، تو اسے بقیہ ترکہ میں ایک تہائی حصہ کی حد تک نافذ کیا جائے (۱) پھر مرحومہ کی بقیہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو ۳۶/حصوں میں تقسیم کر کے اس کے شوہر کو ۹/حصے (۲) اور ماں کو ۶/حصے (۳) اور لڑکے کو ۱۴/حصے اور لڑکی کو ۷/حصے (۴) از روئے شرع دیئے جائیں گے؛ سوال میں مذکور ۹۰/ہزار کی رقم میں سے ساڑھے بائیس ہزار (۲۲۵۰۰) شوہر کو، اور پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) ماں کو، اور پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) لڑکے کو، اور ساڑھے سترہ ہزار (۱۷۵۰۰) لڑکی کو از روئے شرع دیئے جائیں (۵)۔ مثلاً:

www.besturdubooks.net

مسئلہ:۱۲×۳=۳٦ ۹۰/ ہزار روپئے

زوج	ام	ابن	بنت
ربع	سدس	عصبــــــــــــه	
۳×۳	۳×۲	(۷×۳=۲۱)	
۹ +	٦ +	۱۴ +	۷ = ۳٦
22,500 +	15,000 +	35,000 +	17,500 = 90,000

والحجة على ما قلنا !

(۱) ما في السراجي في الميراث: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة، الأول يبدأ بتكفينه من غير تبذير و لا تقتير، ثم تقضي ديونه من جميع مابقي من ماله ' ثم تنفذ وصايا ه من ثلث ما بقي بعد الدين ' ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة. (ص۳)

(۲) ما في القرآن الكريم: فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن. (النساء: ۱۲)

ما في السراجي: وأمّا للزوج والربع مع الولد أو ولد الابن و إن سفل. (ص ۱۱)

(۳) ما في القرآن الكريم: و لأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترک إن كان له ولد. (النساء: ۱۱)

ما في السراجي: و أما للأم فأحوال ثلث السدس مع الولد أو ولد الابن و إن سفل. (ص۱۷)

(۴) ما في القرآن الكريم: يوصيكم الله في أولادكم للذكرمثل حظّ الأنثيين. (النساء: ۱۱)

مافی السراجي: أما لبنات الصلب ..... ومع الا بن للذكر مثل حظ الأنثيين وهو يعصبهن. (ص ۱۲)

(۵) ما في السراجي: أما لمعرفةنصيب كل فريق منهم فاضرب ما كا ن لكل فريق من أصل المسئلة في وفق التركة ثم أقسم المبلغ على وفق المسئلة إن كان بين التركة والمسئلة موافقة، وان كا ن مباينة فاضرب في كل التر كة ثم أقسم الحاصل على جميع المسئلة فالخارج نصيب ذلک الفريق في الوجهين. (ص ۴۱، فصل في فسمة التركات بين الورثة والغرماء)

والله أعلم بالصواب!

www.besturdubooks.net

بحثِ سادس: باب کا خلاصہ بصورتِ نقشہ:

www.besturdubooks.net